"ہدایۃ النحو" کی مکمّل، عام فہم، آسان ترین اور
طلباء واساتذہ نحو کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی شرح

مَعارِفُ النحو

اُردو شَرح

ھدایۃُ النحو

خُصوصیات

- مکمّل عربی عبارت مع اعراب
- عام فہم ترجمہ
- ہر بحث کا خلاصہ اور ہر سبق کی تقطیع
- اشعار اور اہم مقامات کی ترکیب وتشریح
- بعض ضروری اور اہم باتوں کا ذکر فوائد میں

مؤلف

مولانا عبدالحئ استوری

فاضِل علّامہ بنوری ٹاؤن کراچی
استاد جامعہ انوار العلوم شادباغ ملیر۔

مکتبہ عمر فاروق

"ھُدایۃ النحو" کی مکمل، عام فہم، آسان ترین اور
طلباء واساتذہ نحو کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی شرح

مَعَارِفُ النحو

اُردُوشَرح

ھُدایۃُ النحو

خُصوصیات

- مکمل عربی عبارت مع اعراب
- ہر بحث کا خلاصہ اور ہر سبق کی تقطیع
- عام فہم ترجمہ
- اشعار اور اہم مقامات کی ترکیب وتشریح
- بعض ضروری اور اہم باتوں کا ذکر فوائد میں

مؤلف

مولوی عبدالحئ استوری

فاضل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
خطبہ	۸	فاعل	۶۱
مقدمہ	۱۲	تنازع فعلان	۶۹
علم نحو کی تعریف	۱۳	مفعول مالم یسم فاعلہ	۸۳
کلمہ کی تعریف	۱۴	مبتداء اور خبر	۸۵
مفرد میں ترکیبی احتمالات	۱۶	مبتداء کی قسم ثانی	۹۵
اسم کی بحث	۱۷	انّ اور اس کے اخوات کی خبر	۹۷
فعل کی بحث	۱۹	کان اور اس کے اخوات کا اسم	۱۰۰
حرف کی بحث	۲۲	ما ولا المشبہتین بلیس کا اسم	۱۰۲
فصل الکلام	۲۴	لائے نفی جنس کی خبر	۱۰۳
باب اسم معرب	۲۶	المقصد الثانی فی المنصوبات	۱۰۴
اسم متمکن کی نو اقسام	۳۰	مفعول مطلق	۱۰۵
اسم معرب کی اقسام	۳۸	مفعول بہ	۱۰۸
منصرف، غیر منصرف، عدل	۳۹	مفعول فیہ	۱۲۲
وصف	۴۳	مفعول لہ	۱۲۵
تانیث	۴۶	مفعول معہ	۱۲۶
معرفہ	۴۹	حال	۱۲۹
عجمہ	۵۰	تمیز	۱۳۳
جمع	۵۱	مستثنیٰ	۱۳۶
ترکیب	۵۳	کان اور اس کے اخوات کی خبر	۱۴۳
الف نون زائدتان	۵۵	انّ اور اس کے اخوات کا اسم	۱۴۴
وزن فعل	۵۶	لائے نفی جنس کا اسم	۱۴۵
اسباب منع صرف کو منصرف بنانے کا قاعدہ	۵۸	ما ولا المشبہتین بلیس کی خبر	۱۴۹
المقصد الاول فی المرفوعات	۶۰	المقصد الثالث فی المجرورات	۱۵۳

مضاف الیہ	۱۵۴	اسم تفضیل	۲۶۷
خاتمہ، توابع	۱۶۲	کلمہ کی دوسری قسم فعل، فعل ماضی	۲۷۵
نعت	۱۶۴	فعل مضارع	۲۷۶
عطف بالحروف	۱۶۹	امر	۲۹۷
تاکید	۱۷۵	فعل مالم یسم فاعلہ	۲۹۹
بدل، عطف بیان	۱۸۱، ۱۸۴	فعل متعدی	۳۰۴
دوسرا باب: اسم مبنی کے بیان میں	۱۸۶	افعال قلوب	۳۰۶
مضمرات	۱۹۰	افعال ناقصہ	۳۱۰
اسمائے اشارات	۱۹۷	افعال مقاربہ	۳۱۶
اسمائے موصولات	۲۰۰	افعال تعجب	۳۱۹
اسمائے افعال	۲۰۵	افعال مدح وذم	۳۲۲
اسمائے اصوات	۲۰۷	تیسری قسم: حروف	۳۲۵
اسماء مرکبات	۲۰۸	حروف جارہ	۳۲۶
اسماء کنایات	۲۱۰	حروف مشبہ بالفعل	۳۴۱
اسماء ظروف	۲۱۶	حروف عطف	۳۴۹
خاتمہ	۲۲۷	حروف تنبیہ	۳۵۵
معرفہ اور نکرہ	۲۲۸	حروف نداء	۳۵۶
اسماء عدد	۲۲۹	حروف ایجاب، حروف زیادت	۳۵۷
مذکر ومؤنث	۲۳۸	حروف مصدر	۳۶۰
اسم مثنیٰ	۲۴۰	حروف تحضیض	۳۶۲
اسم مجموع	۲۴۴	حروف توقع	۳۶۴
اسم مصدر	۲۵۲	حروف استفہام	۳۶۶
اسم فاعل	۲۵۵	حروف شرط	۳۶۸
اسم مفعول	۲۵۸	حروف ردع، تائے تانیث	۳۷۲
صفت مشبہ	۲۶۰	تنوین، حروف تاکید	۳۷۶

پیش لفظ

هداية النحو علم نحو کی بنیادی اور اہم کتاب ہے اس کتاب کو اگر صحیح طرح سمجھ کر پڑھ لیا جائے تو علم نحو سے کافی حد تک آگاہی ہو جاتی ہے یہ کتاب چونکہ عربی زبان میں ہے اور یہ درجہ ثانیہ کے طلباء کو پڑھائی جاتی ہے جن کی اکثریت عربی سے ناواقف ہوتی ہے جسکی وجہ سے اس فن کو سمجھنے میں اکثر مشکل پیش آتی ہے۔

شرح وہی مفید ہوتی ہے جو نہ زیادہ لمبی ہو اور نہ بہت مختصر بلکہ نفس کتاب کو حل کرنے میں معاون ثابت ہو، اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے بندہ ناچیز نے اس شرح کو نہ بہت طویل کیا اور نہ ہی بہت مختصر! **خیر الامور اوسطها**

چند سالوں سے بندہ ناچیز کو جامعہ انوار العلوم شاد باغ ملیر میں اس کتاب کی تدریس کا موقع ملا تدریس کے دوران بندہ نے اس کتاب کی شرح لکھنی شروع کی جو کہ دو سال کے عرصہ میں مکمل ہوئی اس کتاب کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں: (۱) مکمل عبارت بمع عراب (۲) عام فہم (۳) ہر بحث کی تقطیع (یعنی الگ الگ عنوانات کے تحت ذکر کرنا) (۴) بعض ابحاث کی نقشہ کیساتھ وضاحت (۵) اشعار کی مکمل وضاحت بمع ترکیب اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس محنت کو قبول فرما کر بندہ کیلئے ذریعہ نجات بنادے۔

اس کتاب کے قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ مطالعہ کے دوران اگر کسی قسم کی غلطی پر نظر پڑے تو بندہ کو مطلع فرمادیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تلافی کی جائے بندہ آپ کا ممنون ومشکور ہوگا۔

بندہ ناچیز: عبدالحی استوری

رابطہ نمبر: 0300-8950451

کلمات تشکر

میں حضرت مولانا شفیق الرحمٰن گلگتی مدظله العاليه (مہتمم جامعہ انوار العلوم شاد باغ ملیر) کا مشکور ہوں جن کی حوصلہ افزائی اور اصرار کے سبب یہ شرح پایہ تکمیل تک پہنچی اور میں طالبعلم عثمان بن صفدر حسین کا بھی شکر گذار ہوں جنھوں شب و روز محنت کر کے اس شرح کی کمپوزنگ کا کام مکمل کیا اور میں درجہ ثانیہ کی کلاس کے ان طلباء کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے پڑھانے کے دوران اس کتاب کی شرح لکھنے پر مجبور کیا، اور حضرت مولانا محمد جہان یعقوب (استاذ جامعہ بنوریہ سائٹ) کا بھی دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تصحیح میں معاونت فرمائی۔

فجزاهم الله احسن الجزاء فی الدارین

انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کی نسبت اپنے والد محترم مولوی محمد ایاز مرحوم (ڈوئیاں والے) کی طرف کرتا ہوں جن کی پدرانہ شفقت اور محبت اور پرزور ہمت افزائی اور معاونت کی وجہ سے بندہ یہاں تک پہنچا یہ ان ہی دعاؤں کا ثمرہ ہے اور اس کی نسبت اپنے استاذ محترم حضرت مولانا یوسف کشمیری (مہتمم جامعہ امام ابوحنیفہ آدم جی نگر کراچی) کی طرف کرتا ہوں کہ جنہوں نے باپ سے زیادہ محبت اور شفقت سے پڑھایا اور بندہ نے اکثر کتب ان ہی سے پڑھی ہیں ان دونوں ہستیوں کو اللہ رب العزت اپنی شایان شان جزا عطا فرمائیں اور حضرت کا سایہ ہم پر تادیر قائم فرمائیں۔

آمین

مصنف کتاب کا تعارف

نام: محمد، **کنیت:** ابوحیان، **والد کا نام:** یوسف

سلسلہ نسب یوں ہے: ابوحیان محمد بن یوسف بن علی بن حیان الاندلسی

ولادت: اندلس کے شہر غرناطہ میں شوال ۶۵۴ھ میں ہوئی ابتدائی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا علم قراءت و تجوید و حدیث میں مہارت کاملہ حاصل کرلی، علامہ سیوطیؒ نے نحو میں جمع الجوامع لکھی، علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ میں نے ابوحیان کی تصانیف سے حاصل کیا۔ کتاب سیبویہ موصوف کو از بر یاد تھی، ابوحیان کے ہم زمان صلاح الدین صفویؒ ابوحیان کے بارے میں فرماتے ہیں: کان امیر المومنین فی النحو مصر، عراق، شام، حجاز، یمن وغیرہ کی طرف علمی اسفار کیے، مزاج میں تیزی، تفاخر بخل تھا اپنے اساتذہ سے مسائل نحو میں خوب مخالفت کرتے تھے، اپنی بیٹی نضار سے بہت محبت کرتے تھے، ۷۳۰ھ میں جب اس کی وفات ہوئی تو ایک سال تک گوشۂ نشیں ہو گئے۔

اساتذہ: ابومحمد عبدالحق سے فن تجوید سیکھا، ابوجعفر غرناطی اور حافظ ابوعلی حسین بن عبدالعزیز سے قرأت کی مشق کی، بقول عبدالحلیم ابوحیان کے علم حدیث میں ۴۵۰ اساتذہ کرام ہیں علم فقہ علم الدین عراقی سے حاصل کیا، علم منطق و علم کلام ابوجعفر بن زبیر سے علم نحو ابوالحسن ابوجعفر بن زبیر ابوجعفر لیلیٰ اور ابن صائغ سے حاصل کیا۔

تلامذہ: ابن عقیل اور ابن ہشام جیسے ممتاز علماء کو ان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

تصانیف: تقریباً پینسٹھ کتب عربی و فارسی زبان میں تالیف فرمائی جن میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں: (۱) البحر المحیط قرآن مجید کی مبسوط تفسیر ہے۔ (۲) شرح تسہیل (۳) منہاج السالک شرح الفیہ ابن مالک (۴) ھدایۃ النحو.

وفات: تاریخ وفات میں اختلاف ہے: ایک قول ۷۴۴ھ، دوسرا قول ۷۴۵ھ کا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ:

ترجمہ: تمام تعریفیں خاص ہیں اللہ تعالی کیلئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے اور رحمت نازل ہو اس کے رسول یعنی محمد ﷺ پر اور اس کے آل پر اور اسکے تمام صحابہ پر۔

وضاحت: الحمدللہ اصل میں جملہ فعلیہ تھا یعنی حَمِدْتُ اللّٰهَ حَمْدًا تھا اب یہاں فعل کو مع فاعل حذف کر دیا اور حمد مصدر کو اسکے قائم مقام کر کے جملہ اسمیہ بنا دیا پس حمد پر الف لام داخل کیا اور لفظ اللہ پر لام جار داخل کیا جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف پھیرنے کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ دوام وثبوت پر دلالت کرتا ہے جو کہ مقام حمد میں مقصود ہے جبکہ جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے۔

اَلْحَمْدُ: میں الف لام استغراقی ہے یعنی تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔

رَبّ: یہ اصل میں مصدر ہے اور معنی ہے پرورش کرنا یعنی کسی چیز کو تدریجا حد کمال تک پہنچانا۔
رب العالمین کے معنی ہونگے وہ تمام جہانوں کا مالک ہے اسکی ملکیت اور ربوبیت سے کوئی چیز باہر نہیں

اَلْعَالَمِيْنَ: یہ جمع ہے عالم کی بمعنی مَا يُعْلَمُ بِهِ الشَّيْءُ (یعنی وہ چیز جس سے دوسری چیز جانی جائے

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: ای خیر العاقبة ثابت للمتقین (یعنی اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے نہ کہ گنہگاروں کیلئے)

اَلْمُتَّقِيْنَ: یہ جمع ہے متقی کی جو کہ باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے لغت میں متقی بمعنی پرہیزگار ہے اور اصطلاح شرع میں متقی وہ شخص کہلاتا ہے جو اپنے نفس کو ان کاموں سے بچائے

رکھے جن کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ:

صَلٰوةٌ: کے لغوی معنی دعا کے ہے اور اصطلاحی معنی میں کچھ تفصیل ہے صلوۃ کی نسبت جب اللہ تعالی کیطرف کی جائے تو اس سے مراد رحمت ہے اور اسکی نسبت جب ملائکہ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد استغفار ہے اور جب اسکی نسبت انسانوں کی طرف کی جائے تو اس سے مراد دعاء ہے اور جب اسکی نسبت پرندوں کیطرف کی جائے تو اس سے مراد تسبیح ہے اور صلوٰۃ بمعنی عبادت مخصوصہ بھی آتا ہے یعنی نماز

رَسُوْلِهٖ: رسول بروزن فعول ہے لغت میں بمعنی مرسل ہے یعنی بھیجا ہوا اور فعول بمعنی مفعول آتا ہے۔

اصطلاح شرع: میں اس کی تعریف یہ ہے کہ رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالی نے مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کیلئے بھیجا ہو اور ان کیساتھ کتاب ہو جو ان پر نازل ہوئی ہو۔

مُحَمَّدٌ: یہ باب تفعیل سے اسم مفعول ہے بمعنی بہت تعریف کیا ہوا مصدر تحمید ہے یہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک ہے۔

وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ: ال کے باعتبار معنی و مراد کے بارے میں پانچ اقوال ہیں:

(۱) بمعنی اتباع (۲) بنی ھاشم اور بنی مطلب مراد ہیں (۳) صرف بنی ھاشم مراد ہیں (۴) ازواج اور بنات اور آنحضرت ﷺ کے داماد اور ان کی اولاد مراد ہے (۵) اھل بیت مراد ہیں۔

ال کا لفظ باعتبار معنی جمع اور باعتبار لفظ مفرد ہے جیسے ال موسی و ال هرون.

وَاَصْحَابِهٖ: اصحاب جمع صحب کی ہے اور صحب جمع صاحب کی ہے صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضور ﷺ کو دیکھا اور ایمان پر وفات پائی ہو۔

اَجْمَعِيْنَ: یہ ال اور اصحاب کی تاکید لفظی ہے۔

اَمَّا بَعْدُ: اَمَّا کی دو قسمیں ہیں (۱) استینافیہ (۲) تفصیلیہ

اَمّا استینافیہ: سے مراد یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی اجمال نہیں ہوتا ہے جیسا کہ کتابوں کے شروع میں آتا ہے جیسے **امابعد فهذه** یہ استینافیہ ہوگا اسلئے کہ اس سے قبل کوئی اجمال موجود نہیں۔

اَمّا تفصیلیہ: سے مراد یہ ہے کہ اس سے پہلے متکلم نے کسی چیز کو اجمالاً ذکر کیا ہو اور اَمّا سے اس کی تفصیل کر رہا ہو جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اَمَّا زَیْدٌ فَاَکْرَمْتُہٗ وَاَمَّا بَکْرٌ فَاَهَنْتُہٗ (یعنی میرے پاس قوم آئی پس اگر زید آیا تو میں اسکا اکرام کروں گا اور بہر حال بکر آیا تو میں اس کی توھین کروں گا) یہ اَمّا تفصیلیہ ہے ان دونوں صورتوں پر اَمّا کے جواب میں فاء کا آنا ضروری ہے اور یہاں متن میں اَمّا استینافیہ ہے۔

﴿اَمّا کی اصل سے متعلق نحویوں کے چند اقوال﴾

۱)...... خلیل نحوی کے نزدیک اَمّا اصل میں مَھْمَا تھا ھاء کو تخفیف کیلئے ہمزہ سے تبدیل کر دیا پس یہ مَـأمَا ہوا پھر ہمزہ صدر کلام چاہتا ہے اسلئے کلام کے ابتداء میں لے آئے تو اب اَمْ مَا ہوا پھر میم کو میم میں ادغام کر دیا تو اَمّا ہوا۔

۲)...... سیبویہ نحوی کے نزدیک اَمّا اپنے اصل پر ہے کیونکہ یہ حرف ہے حرف میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا۔

۳)...... بعض نحویوں کے نزدیک اَمّا اصل میں اِنْ مَا تھا اور اس کے بعد ما زائدہ ہے تو نون کو میم میں ادغام کر دیا تو ہوگیا اِمّا پھر ہمزہ کے کسرے کو فتحہ سے تبدیل کر دیا تو اَمّا بن گیا کیونکہ اِمّا تب ہوتا جب اس کے بعد دوسرا اِمّا یا اَوْ ہوتا۔

اَمّا بعدُ کی اصل یہ ہے: مَھْمَا یَکُنْ مِّنْ شَیْءٍ بَعْدَ الْبَسْمَلَۃِ وَالْحَمْدَلَۃِ وَالصَّلٰوۃِ پس اَمّا کو مَھْمَا کے قائم مقام کیا اور پھر فعل شرط یکن من شیء کو حذف کر دیا کیونکہ اما حرف شرط اس پر دلالت کرتا ہے۔

﴿بعدُ کی باعتبار ترکیب تین حالتیں﴾

بعدُ کی تین حالتیں ہیں دو حالتوں میں معرب ہوگا اور ایک حالت میں مبنی ہوگا۔

پہلی حالت: بَعدُ مضاف ہو اور اس کا مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہو جیسے جَاءَ نِی زَیدٌ قَبلَ عَمرٍو وَبَعدَ بَکرٍ

دوسری حالت: بعدُ مضاف ہو اور اس کا مضاف الیہ نسیاً منسیاً ہو (یعنی بلکل دل دماغ میں نہ ہو) جیسے رُبَّ بعدٍ کَانَ خَیرًا مِنْ قَبلٍ ان دو حالتوں میں بعد معرب ہوگا۔

تیسری حالت: بعد مضاف ہو اور اسکا مضاف الیہ محذوف منوی ہو یعنی نیت اور ارادہ میں ہو جیسے لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اس حالت میں بعد مبنی ہوگا

فَهٰذَا مُخْتَصَرٌ مَضْبُوْطٌ فِي النَّحْوِ جَمَعْتُ فِيْهِ مُهِمَّاتِ النَّحْوِ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْكَافِيَةِ مُبَوَّبًا وَمُفَصَّلًا بِعِبَارَةٍ وَاضِحَةٍ مَعَ اِيْرَادِ الْاَمْثِلَةِ فِي جَمِيْعِ مَسَائِلِهَا مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلْاَدِلَّةِ وَالْعِلَلِ لِئَلَّا يُشَوِّشَ ذِهْنُ الْمُبْتَدِئِ عَنْ فَهْمِ الْمَسَائِلِ وَسَمَّيْتُهٗ بِهِدَايَةِ النَّحْوِ رَجَاءَ اَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ الطَّالِبِيْنَ وَرَتَّبْتُهٗ عَلٰى مُقَدِّمَةٍ وَثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ بِتَوْفِيْقِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ.

ترجمہ: یہ ایک مختصر کتاب ہے جو کہ نحو میں لکھی گئی ہے جس میں میں نے نحو کے اہم مسائل کو کافیہ کی ترتیب پر باب وار اور فصل وار صاف ستھری اور آسان عبارت کے ساتھ جمع کیا ہے اور ساتھ تمام مسائل میں ان کی مثالیں بھی ذکر کی ہیں ان کے دلائل اور علتوں کو ذکر نہیں کیا تاکہ مبتدی کا ذہن مسائل کے سمجھنے میں تشویش و پریشانی میں مبتلا نہ ہو اور میں نے اسکا نام (هداية النحو) رکھا ہے اس امید سے کہ اللہ تعالی اس کے ذریعہ طلباء کو ہدایت دیں اور اس کو میں نے ایک مقدمہ، تین اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے اس بادشاہ کی توفیق سے جو غالب اور بہت زیادہ علم والا ہے۔

وضاحت: مصنفؒ اس عبارت سے اپنی کتاب کی کچھ خصوصیات ذکر فرما رہے ہیں۔

خصوصیات: ۱)...... یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو نحو میں تحریر کیا گیا ہے یہ اتنا لمبا نہیں کہ پڑھنے والوں کو تھکا دے۔

۲)...... اس کتاب میں نحو کی اہم باتیں ذکر کی گئی ہیں۔

۳)......اس کتاب میں کافیہ کی ترتیب پر ابحاث کو ابواب اور فصل وار ذکر کیا گیا ہیں۔

۴)......اس کتاب کی عبارت بالکل آسان اور واضح ہے۔

۵)......تمام مسائل کے ساتھ ان کی مثالیں بھی ذکر کی گئی ہیں۔

۶)......دلائل اور علل کو ذکر نہیں کیا گیا ہے تا کہ اس سے مبتدی طالب علم کا ذہن تشویش اور پریشانی میں مبتلا نہ ہو۔

وَسَمَّيْتُهُ بِهِدَايَةِ النَّحْوِ الخ: مصنفؒ یہاں سے کتاب کی وجہ تسمیہ کو ذکر فرما رہے ہیں۔

اس کتاب کا نام میں نے ھدایۃ النحو رکھا اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالی اس کے ذریعے طلباء کی رہنمائی فرمائیں۔

وَرَتَّبْتُهُ الخ: اس عبارت سے مصنفؒ کتاب کی ترتیب کو ذکر فرما رہے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو مرتب کیا ہے ایک مقدمہ تین اقسام اور ایک خاتمہ پر یہی اس کتاب کا خلاصہ ہے۔

بِتَوْفِيْقِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ: مصنفؒ اس عبارت سے اس عظیم کارنامے کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کر رہے ہیں۔ تا کہ اس کام میں اخلاص پیدا ہو۔

﴿اَلْمُقَدِّمَةُ﴾

اَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِي الْمَبَادِي الَّتِي يَجِبُ تَقْدِيمُهَا لِتَوَقُّفِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهَا وَفِيهَا فُصُوْلٌ ثَلَاثَةٌ فَصْلٌ: اَلنَّحْوُ عِلْمٌ بِاُصُولٍ يُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلَاثِ مِنْ حَيْثُ الْإِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةُ تَرْكِيبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ وَالْغَرْضُ مِنْهُ صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَأِ اللَّفْظِيِّ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ وَمَوْضُوعُهُ الْكَلِمَةُ وَالْكَلَامُ

ترجمہ: بہر حال مقدمہ تو پس وہ ان ابتدائی مسائل کے بیان پر مشتمل ہے جن کو پہلے بیان کرنا ضروری ہوتا ہے اس لئے کہ بہت سے مسائل ان پر موقوف ہیں اور اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل یہ ہے کہ نحو چند اصول وقواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ تینوں کلموں کے آخری حروف کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں کہ وہ معرب ہیں یا مبنی اور ان کلمات کی ایک دوسرے کے ساتھ ترکیب کی کیفیت کیا ہے اور اس کی غرض یہ ہے کہ ذہن کو کلام عرب میں لفظی خطا سے بچایا جاسکے اور اس کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے مقدمہ کو ابتدا میں ذکر کرنے کی وجہ بتا رہے ہیں کہ مقدمہ کو شروع میں اس لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ مقدمہ ان مبادیات میں سے ہے جن کا مقدم کرنا ضروری ہے کیونکہ مسائل اس مقدمہ پر موقوف ہوتے ہیں مقدمہ قدم لازم سے اسم فاعل ہے بمعنی ذات متقدمہ (وہ ذات جو آگے ہونے والی ہو)

وَفِيْهَا فُصُوْلٌ ثَلٰثَةٌ: اور اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں **پہلی فصل:** میں نحو کی تعریف اور غرض وغایت اور موضوع کا بیان ہے، **دوسری فصل:** میں کلمہ کا ذکر ہے، **تیسری فصل:** میں کلام کا ذکر ہے۔

﴿الفصل الاول﴾

علم نحو کی تعریف: نحو کے لغوی معنی قصد اور ارادہ کرنا

اصطلاحی تعریف: نحو ان قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعے تینوں کلموں کے آخر کے احوال معلوم کئے جائیں معرب اور مبنی ہونے کے اعتبار سے اور ان میں سے بعض کلموں کو بعض کے ساتھ ملانے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

غرض وغایت: کلام عرب میں ذہن کو لفظی غلطی سے بچانا ہے۔

موضوع: اس علم کا کلمہ اور کلام ہے۔

﴿فصل الثانی الكَلِمَةُ﴾

فَصْلٌ: اَلْكَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ فِي ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَ حَرْفٌ لِأَنَّهَا إِمَّا أَنْ لَّا تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا وَهُوَ الْحَرْفُ أَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا وَيَقْتَرِنُ مَعْنَاهَا بِأَحَدِ الْأَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَهُوَ الْفِعْلُ أَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا وَلَمْ يَقْتَرِنْ مَعْنَاهَا بِهٖ وَهُوَ الْاِسْمُ.

ترجمہ: کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کیلئے وضع کیا گیا ہو اور وہ تین قسموں پر منحصر ہے اسم، فعل اور حرف اس لئے کہ وہ (یعنی کلمہ) یا تو دلالت نہیں کریگا ایسے معنی پر جو اس کے ذات میں پائے جاتے ہوں اور وہ حرف ہے یا تو وہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت کریگا اور اس کے معنی تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملے ہوئے ہوں گے اور وہ فعل ہے یا تو وہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت کریگا اور اس کے معنی تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوا بھی نہ ہو وہ اسم ہے۔

وضاحت: مصنفؒ مذکورہ عبارت میں دو باتیں ذکر فرما رہے ہیں

پہلی بات: کلمہ کی تعریف

دوسری بات: کلمہ کی اقسام ثلثہ اور ان کی وجہ حصر

﴿پہلی بات﴾

کلمہ کی تعریف: کلمہ وہ لفظ ہے جس کو معنی مفرد کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

فوائد قیود: ہر تعریف میں ایک جنس اور چند فصلیں ہوا کرتی ہیں پس کلمہ کی تعریف **اَلْکَلِمَۃُ لَفْظٌ** میں **لفظ** اسم جنس ہے اور اس میں تمام الفاظ داخل ہو گئے مہملات اور غیر مہملات، مرکبات اور غیر مرکبات، **وُضِعَ لِمَعْنًی:** یہ پہلی فصل ہے اس سے الفاظ مہملات سب خارج ہو گئے، **مفرد:** یہ دوسری فصل ہے اس سے سارے مرکبات خارج ہو گئے۔

﴿کلمہ کی تعریف میں تین ابحاث﴾

پہلی بحث: الکلمۃ کے الف لام سے متعلق،

دوسری بحث: الکلمۃ لفظ میں دو اشکالات اور ان کے جوابات،

تیسری بحث: مفرد میں ترکیبی احتمالات سے متعلق

بحث نمبر۱: الکلمۃ میں الف لام کی کونسی قسم ہے اس بات کو سمجھنے سے پہلے الف لام کی اقسام کا جاننا ضروری ہے لہذا پہلے الف لام کی اقسام کو ذکر کیا جاتا ہے۔

الف لام کی اقسام: الف لام کی اوّلاً دو قسمیں ہیں اسمی اور حرفی اسمی وہ ہے جو اسم فاعل اور اسم

مفعول پر داخل ہوتا ہے اور یہ الذی اسم موصول کے معنی میں ہوتا ہے

جیسے اَلضَّارِبُ اَوِ الْمَضْرُوْبُ.

الف لام حرفی: وہ ہوتا ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول کے علاوہ کسی اور اسم پر داخل ہو۔

پھر الف لام حرفی کی دو قسمیں ہیں ۱۔ الف لام زائدہ ۲۔ الف لام غیر زائدہ۔

الف لام زائدہ: وہ ہوتا ہے جس کو گرانے سے معنی میں فرق نہیں آتا ہے۔

الف لام غیر زائدہ: وہ ہوتا ہے جو کلام میں زائد نہ ہو بلکہ اس کے نہ ہونے سے معنی میں تبدیلی واقع ہوتی ہو۔

الف لام غیر زائدہ کی چار اقسام ہیں: ۱۔ الف لام جنسی ۲۔ الف لام استغراقی ۳۔ الف لام عہد خارجی ۴۔ الف لام عہد ذھنی۔

ان چاروں میں وجہ حصر: الف لام کے مدخول سے ماہیت مراد ہوگی یا افراد اگر ماہیت مراد ہو تو یہ الف لام جنسی ہوگا جیسے اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَرْأَۃِ (یعنی جنس مرد عورت سے بہتر ہے) اور اگر افراد مراد ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو تمام افراد مراد ہونگے یا بعض افراد اگر تمام افراد مراد ہوں تو الف لام استغراقی کہلائے گا جیسے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (بے شک سارے انسان خسارے میں ہیں) اگر الف لام کے مدخول سے بعض افراد مراد ہوں تو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو وہ بعض افراد خارج میں متعین ہوں گے یا نہیں اگر خارج میں متعین ہوں تو یہ الف لام عہد خارجی کہلائے گا جیسے فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (پس فرعون نے رسول کی نافرمانی کی) اس میں الرسول میں الف لام عہد خارجی ہے اور اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہیں اور اگر بعض افراد میں متعین نہ ہوں اسے الف لام عہد ذھنی کہتے ہیں جیسے وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ (اور مجھے ڈر ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا جائیگا) یہاں الذئب میں الف لام عہد ذھنی ہے کیونکہ خارج میں کوئی بھیڑیا متعین نہیں ہے۔

الکلمۃ میں الف لام کی کونسی قسم ہے: الکلمۃ میں الف لام جنسی ہے یا عہد خارجی ہے اور معہود نحوی کلمہ ہے۔

بحث نمبر۲: اس بحث میں الکلمۃ لفظ سے متعلق دواشکالات اور انکے جوابات ذکر کئے جاتے ہیں۔

پہلا اشکال: یہ ہوتا ہے کہ الکلمۃ لفظ میں الکلمۃ مبتداء ہے اور لفظ اسکی خبر ہے اب یہاں مبتداء اور خبر کے درمیان تذکیر وتانیث میں مطابقت نہیں ہے الکلمۃ مؤنث ہے اور لفظ مذکر ہے؟

جواب: مبتداء اور خبر کے درمیان مطابقت کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ خبر مشتق ہو جبکہ یہاں لفظ مشتق نہیں ہے اس لئے مطابقت ضروری نہیں ہے۔

دوسرا اشکال: یہ ہوتا ہے کہ الکلمۃ میں جو تاء ہے وہ وحدت کی ہے اور الف لام جنس کا ہے جبکہ وحدت اور جنس میں تضاد ہوتا ہے یہاں اجتماع کیسے ممکن ہوا؟

جواب: وحدت کی تین اقسام ہیں (۱) وحدت شخصی (۲) وحدت نوعی (۳) وحدت جنسی ان تینوں اقسام میں صرف وحدت شخصی اور الف لام جنسی جمع نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ ان میں تضاد ہے یہاں وحدت نوعی یا وحدت جنسی مراد ہے لہذا ایہ اشکال وارد نہیں ہوتا ہے۔

بحث نمبر۳: ﴿مفردٍ میں ترکیبی احتمالات﴾

مفرد میں ترکیب کے اعتبار سے تین احتمال موجود ہیں: ۱۔ مرفوع ۲۔ مجرور ۳۔ منصوب

(۱) مفردٌ مرفوع والی صورت: اس وقت یہ لفظ کی صفت ثانیہ ہوگی اور معنی یہ ہوگا کہ کلمہ ایسا لفظ مفرد ہے جسے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

(۲) مفردٍ مجرور والی صورت: پس مفرد مجرور اس بنا پر ہوگا کہ اسے معنیً کی صفت قرار دیا جائے معنیً چونکہ لام جارہ کی وجہ سے مجرور اور موصوف ہے جو اعراب موصوف کا ہوتا ہے وہ ہی اعراب صفت کا بھی ہوا کرتا ہے لہذا مفرد بھی مجرور ہوگا اس صورت میں معنی یہ ہوگا کلمہ ایسا لفظ ہے جسے وضع کیا گیا ہو ایسے معنی کیلئے جو مفرد ہو۔

(۳) مفرداً منصوب والی صورت: اس وقت یہ وُضِعَ کی ضمیر سے حال واقع ہوگا اور معنی ہوگا کلمہ وہ لفظ ہے جسے وضع کیا گیا ہو معنی کیلئے اس حال میں کہ وہ لفظ مفرد ہے۔

﴿دوسری بات﴾

کلمہ کی اقسام ثلثہ کی وجہ حصر: کلمہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت کریگا یا نہیں اگر وہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہ کرے بلکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہو تو وہ حرف ہوگا اور اگر وہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کا معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملا ہوا ہوگا یا نہیں اگر ملا ہوا ہوگا تو وہ فعل ہے اور اگر ملا ہوا نہ ہو تو وہ اسم ہے۔

﴿اَلْاِسْمُ﴾

فَحَدُّ الاِسْمِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلَى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا غَيْرَ مُقْتَرِنٍ بِأَحَدِ الأَزْمِنَةِ الثَّلاثَةِ أَعْنِي اَلْمَاضِيَ وَالْحَالَ وَالاِسْتِقْبَالَ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ وعَلامَتُهُ صِحَّةُ الاِخْبَارِ عَنْهُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالإِضَافَةُ نَحْوُ غُلامُ زَيْدٍ وَدُخُوْلُ لامِ التَّعْرِيْفِ كَالرَّجُلِ وَ الْجَرِّ وَالتَّنْوِيْنِ نَحْوُ بِزَيْدٍ وَ التَّثْنِيَةُ وَالْجَمْعُ وَالنَّعْتُ وَالتَّصْغِيْرُ وَالنِّدَاءُ فَإِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَواصُّ الاِسْمِ وَمَعْنَى الاَخْبَارِ عَنْهُ أَنْ يَكُوْنَ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ لِكَوْنِهٖ فَاعِلاً أَوْ مَفْعُوْلاً أَوْ مُبْتَدَأً وَيُسَمّٰى اِسْمًا لِسُمُوِّهٖ عَلٰى قَسِيْمَيْهِ لَا لِكَوْنِهٖ وِسْمًا عَلَى الْمَعْنٰى.

ترجمہ: چنانچہ اسم کی تعریف یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے اور وہ معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا ہو میری مراد اس سے ماضی حال اور استقبال ہے جیسے رجلٌ اور عِلمٌ اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے بارے میں خبر دینا صحیح ہو جیسے زَیدٌ قَائِمٌ اور مضاف ہونا جیسے غُلامُ زَیْدٍ اور لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل اور جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزیدٍ اور تثنیہ ہونا اور جمع ہونا اور صفت ہونا اور تصغیر ہونا اور نداء ہونا پس یہ سارے اسم کے خواص میں ہیں اور اخبار عنہ کے معنی ہیں کہ وہ محکوم علیہ ہو کیونکہ وہ فاعل ہوگا یا مفعول یا مبتداء اور اس کا نام اسم اسلئے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے دونوں قسموں سے بلند ہوتا ہے اسم نام اس لئے نہیں رکھا گیا کہ وہ معنی کیلئے علامت ہوتا ہے۔

وضاحت: مصنفؒ اس عبارت میں اسم کے متعلق چار باتیں ذکر فرما رہے ہیں

پہلی بات: اسم کی تعریف،

دوسری بات: اسم کی علامات،

تیسری بات: اخبار عنہ کا مطلب

چوتھی بات: اسم کی وجہ تسمیہ۔

﴿اسم سے متعلق چار باتیں﴾

پہلی بات: اسم کی تعریف: یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ اس کے معنی ملا ہوا نہ ہو (یعنی ماضی، حال اور استقبال) جیسے رجلٌ اور عِلمٌ

﴿دوسری بات: اسم کی علامات﴾

پہلی علامت: یہ ہے کہ اس کے بارے میں خبر دینا صحیح ہو (یعنی وہ مخبر عنہ بن سکے) جیسے زیدٌ قائمٌ اس میں زید کے بارے میں قیام کی خبر دی گئی ہے اس لئے زید مخبر عنہ ہے۔

دوسری علامت: اضافت کا ہونا جیسے غلامُ زیدٍ

تیسری علامت: لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل اس میں الف لام تعریف کا ہے۔

چوتھی علامت: جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزیدٍ.

پانچویں علامت: تثنیہ ہونا جیسے رجلان.

چھٹی علامت: جمع ہونا جیسے رجالٌ .

ساتویں علامت: صفت ہونا جیسے رجلٌ عالمٌ. اس میں رجل موصوف اور عالم صفت ہے۔

آٹھویں علامت: مصغر ہونا جیسے رجلٌ سے رُجَیلٌ

نویں علامت: منادیٰ ہونا جیسے یازیدُ یہ سارے اسم کے خواص ہیں۔

تیسری بات: اخبار عنہ کا مطلب: اخبار عنہ کا معنی یہ ہے کہ اس کے بارے میں خبر دینا، پس جس کے بارے میں خبر دی جاتی ہے وہ مبتداء ہوتا ہے نہ کہ فاعل پس اس اعتبار سے اخبار عنہ

کا معنی فاعل اور نائب فاعل کو شامل نہیں ہوتا تھا کیونکہ فاعل اور نائب فاعل کے بارے میں خبر نہیں دی جاتی ہے لہذا مصنف نے اس کی وضاحت کردی کہ اخبار عنہ سے مراد محکوم علیہ ہونا ہے یعنی اس پر حکم لگایا گیا ہو پس اس اعتبار سے اخبار عنہ فاعل اور نائب فاعل دونوں کو شامل ہوگا کیونکہ فاعل پر بھی حکم لگایا جاتا ہے اور نائب فاعل پر بھی۔

چوتھی بات: اسم کی وجہ تسمیہ: اسم کی وجہ تسمیہ (یعنی اسم کو اسم کیوں کہتے ہیں) کے بارے میں نحویوں کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ بصریین کے نزدیک اسم اصل میں سِمْوٌ تھا (سین کے کسرہ کیساتھ) بمعنی بلند ہونا اسم چونکہ اپنے دونوں قسیموں سے بلند ہوتا ہے اور فوقیت رکھتا ہے کیونکہ اسم مسند اور مسند الیہ دونوں ہوتا ہے اس لئے اسکو اسم کہتے ہیں پس واو کو حذف کردیا اور سین کو ساکن کردیا اور ابتداء میں ھمزہ وصلی مکسورہ لے آئے تو اسم ہوگیا۔

کوفیوں کے نزدیک اسم اصل میں وِسْمٌ تھا بمعنی علامت چونکہ اسم بھی اپنے معنی پر علامت ہوتا ہے اس لئے اس کو اسم کہتے ہیں پس واو مکسورہ کو ھمزہ سے بدلا تو اسم ہوگیا۔ مصنفؒ کے نزدیک بصریین کا مذھب پسندیدہ تھا اس لئے اس کو ترجیح دی اور اس کو پہلے ذکر کردیا۔

﴿اَلْفِعْلُ﴾

وَحَدُّالفِعلِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلى مَعْنًى فِى نَفْسِهَا دَلالَةً مُقْتَرِنَةً بِزمَانٍ ذٰلِکَ الْمَعْنٰى كَضَرَبَ يَضْرِبُ اِضْرِبْ وَعَلامَتُهُ أن يَصِحَّ الْأَخْبارُ بِهِ لا عَنْهُ وَدُخُولُ قَدْ وَالسِّين وَسَوْفَ وَالجَزمِ والتصريفُ اِلَى الْمَاضِى وَ الْمُضَارِعِ وَكَوْنُه اَمْرًا اَوْنَهْيًا وَاِتِّصَالُ الضَّمَائِرِ البَارِزَةِ المَرْفُوْعَةِ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَتَاءِ التَّأنِيثِ السَّاكِنَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ وَ نُوْنَيِ التَّاكِيْدِ فَاِنَّ كُلَّ هذِهٖ خَواصُّ الفِعْلِ وَمَعْنَى الاَخْبَارِ بِهِ أنْ يَّكُوْنَ مَحْكُوْمًا بِهِ وَيُسَمّٰى فِعْلًا بِاِسْمِ اَصْلِهِ وَهُوَالْمَصْدَرُ لِاَنَّ الْمَصْدَرَهُوَفِعْلُ الْفَاعِلِ حَقِيْقَةً.

ترجمہ: فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے ایسی دلالت جو اس معنی کے زمانے کے ساتھ ملی ہوئی ہو جیسے ضَرَبَ ، یَضْرِبُ ، اِضْرِبْ اور فعل کی علامت یہ ہے کہ اس کا اخبار بہ ہونا صحیح ہو نہ کہ اخبار عنہ ہونا اور قد و سین ، سوف ، جزم کا داخل ہونا اور ماضی ، مضارع کی طرف اس

کی گردان کا ہونا اورامر اور نہی کا ہونا اورضمیر بارز مرفوع متصل کا اس کے ساتھ متصل ہونا جیسے ضَـرَبْـتُ اورتاء تانیث ساکنہ اس کے آخر میں ہونا جیسے ضَـرَبَـتْ اورتاکید کے دونوں نون (یعنی ثقیلہ وخفیفہ) کا داخل ہونا جیسے اِضْرِبَنْ، اِضْرِبَنَّ اوراخبار عنہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ محکوم بہ ہو اوراس کا نام فعل رکھا گیا ہے اس کے اصل کے نام سے اوروہ مصدر ہے اس لئے کہ مصدر حقیقت میں فاعل کا فعل ہوتا ہے۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے فعل سے متعلق چار باتیں ذکرفرما رہے ہیں

پہلی بات: فعل کی تعریف،

دوسری بات: فعل کی علامات،

تیسری بات: اخبار بہ کا مطلب

چوتھی بات: فعل کی وجہ تسمیہ۔

﴿فعل سے متعلق چار باتیں﴾

پہلی بات: فعل کی تعریف: فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے ایسی دلالت جو اس معنی کے زمانے کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ جیسے ضرب میں زمانہ ماضی اور یضرب میں زمانہ استقبال اوراضرب میں زمانہ حال پایا جاتا ہے۔

دوسری بات: فعل کی علامات: پہلی علامت: یہ ہے کہ اس کا مخبر بہ ہونا صحیح ہو (یعنی مسند اورمحکوم بہ ہونا صحیح ہو) اوراس کا مخبرعنہ ہونا صحیح نہ ہو (یعنی مسند الیہ اورمحکوم علیہ ہونا درست نہ ہو) اس کے ذریعے خبر دینا صحیح ہو نہ کہ اس کے بارے میں خبر دینا۔

دوسری علامت: حرف قد کا داخل ہونا جیسے قَدْ ضَرَبَ

تیسری علامت: حرف سین کا داخل ہونا جیسے سَیَضْرِبُ

چوتھی علامت: حرف سوف کا داخل ہونا جیسے سَوْفَ یَضْرِبُ

پانچویں علامت: حرف جزم کا داخل ہونا جیسے لَمْ یَضْرِبْ

چھٹی علامت: فعل ماضی اورمضارع کی گردان کا ہونا جیسے ضَـرَبَ ماضی اور یَـضْـرِبُ

مضارع

ساتویں علامت: امر ہونا جیسے اِضرِب

آٹھویں علامت: نہی ہونا جیسے لاَ تَضرِب

نویں علامت: ضمیر بارز مرفوع کا ملا ہوا ہونا جیسے ضَرَبْتُ

دسویں علامت: تاء تانیث ساکنہ کا ملا ہوا ہونا جیسے ضَرَبَتْ

گیارہویں علامت: نون تاکید کا ہونا خواہ ثقیلہ ہو یا خفیفہ جیسے اُکْتُبَنَّ، اُکْتُبَنْ

یہ ساری علامات فعل کے خواص میں سے ہیں مصنفؒ کی مراد علامات سے خواص ہیں کیونکہ علامت وہ ہوتی ہے جو کبھی جدا نہ ہو جبکہ نون تاکید فعل ماضی میں نہیں آتا ہے اسی طرح تاء تانیث ساکنہ مضارع میں نہیں آتی ہے اسی لئے مصنفؒ نے علامات سے مراد خواص لیا ہے اب کوئی اشکال وارد نہ ہوگا۔

تیسری بات: اخبار بہ کا مطلب: اخبار بہ کا معنی ہے اس کے ذریعہ سے خبر دینا، یہ معنی فعل پر تو صادق آتا ہے لیکن امر، نہی جو کہ انشاء کے قبیل سے ہیں ان پر صادق نہیں آتا کیونکہ ان کے ذریعہ سے خبر نہیں دی جاتی ہے پس مصنفؒ نے وضاحت فرمادی کہ اخبار بہ سے مراد محکوم بہ ہے یعنی اس کے ذریعہ سے حکم لگایا گیا ہو پس اس اعتبار سے اخبار بہ کا معنی امر اور نہی پر بھی صادق آئے گا کیونکہ امر اور نہی کے ذریعہ سے بھی حکم لگایا جاتا ہے۔

چوتھی بات: فعل کی وجہ تسمیہ: اس کو سمجھنے سے پہلے تمہید کے طور پر دو باتوں کا سمجھنا ضروری ہے

پہلی بات: یہ ہے کہ فعل مصدر سے نکلتا ہے اسلئے مصدر فعل کیلئے اصل ہوا

دوسری بات: یہ ہے کہ عربی میں مصدر مثلاً ضَرْب کو فعل یعنی کام کہتے ہیں، کیونکہ مصدر فاعل کا فعل یعنی کام ہے۔

جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اس بات کو سمجھیں کہ نحویوں نے فعل کو اپنے اصل یعنی مصدر کا نام (فعل) دیا، اس کو کہتے ہیں تسمیة الشیء باسم اصلہ۔

﴿الحرف﴾

وَحَدُّ الْحَرفِ كَلِمَةٌ لا تَدُلُّ عَلَى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا بَلْ تَدُلُّ عَلَى مَعْنًى غَيْرِهَا نَحْوُ مِنْ فَإِنَّ مَعْنَاهُمَا الابْتِداءُ وَهِيَ لا تَدُلُّ عَلَيْهِ إلاّ بَعْدَ ذِكْرِمَا مِنْهُ الابْتِداءُ كَالبَصْرَةِ وَالكُوفَةِ مَثَلًا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ البَصْرَةِ إلى الكُوفَةِ وَعَلامَتُهُ أنْ لَا يَصِحَّ الاَخْبَارُ عَنْهُ وَلابِهِ وأنْ لا يَقْبَلَ عَلامَاتِ الأسْمَاءِ وَلاعَلامَاتِ الأفْعَالِ وَ لِلْحَرْفِ فِي كَلامِ العَرَبِ فَوَائِدُ كالرَّبْطِ بَيْنَ اسْمَيْنِ نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَ الْفِعْلَيْنِ نحو أُرِيْدُ أنْ تَضْرِبَ أَو اسْمٍ وَفِعْلٍ كَضَرَبْتُ بِالْخَشَبَةِ أوِ الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ إنْ جاءَنِي زَيدٌ أكْرَمْتُه وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الفَوَائِدِ الَّتِي تَعْرِفُهَا فِي القِسْمِ الثَّالِثِ إنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيُسَمّٰى حَرْفًا لِوُقُوْعِهِ فِي الْكَلامِ حَرْفًا اَيْ طَرَفًا اِذْ لَيْسَ مَقْصُوْدًا بِالذَّاتِ مِثْلُ اَلْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ.

ترجمہ: حرف وہ کلمہ ہے جو بذات خود اپنے معنی پر دلالت نہ کرتا ہو بلکہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہو جس اس کے غیر میں پائے جاتے ہوں جیسے مِنْ اس لئے کہ اس کے معنی ابتداء کے ہے اور وہ ابتداء کے معنی پر دلالت نہیں کرتا ہے جب اس بات کا ذکر نہ کیا جائے جس سے ابتداء کی جاتی ہے جیسے بصرہ اور کوفہ جیسے تو کہے گا میں نے بصرہ سے کوفہ تک سیر کی اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کا مخبر عنہ اور مخبر بہ دونوں ہونا صحیح نہ ہو اور یہ کہ وہ اسماء اور افعال میں سے کسی کی علامت کو قبول نہ کرے اور حرف کے کلام عرب میں بہت سارے فائدے ہیں جیسے دو اسموں کے درمیان ربط دینا جیسے زَيْدٌ فِي الدَّارِ یا دو فعلوں کے درمیان ربط دینا جیسے اُرِيْدُ اَنْ تَضْرِبَ یا ایک اسم اور ایک فعل کو ربط دینا جیسے ضَرَبْتُ بِالْخَشَبَةِ یا دو جملوں کے درمیان ربط دینا جیسے إنْ جاءَنِي زَيدٌ أكْرَمْتُهُ ان کے علاوہ بہت سارے فائدے ہیں جنہیں آپ قسم ثالث میں پہچانیں گے انشاء اللہ تعالی اور حرف کو حرف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ کلام کے ایک طرف میں واقع ہوتا ہے اسلئے کہ وہ مقصود بالذات نہیں ہوتا ہے جیسے مسند اور مسند الیہ مقصود ہوتے ہیں۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے حرف سے متعلق چار باتیں ذکر فرما رہے ہیں

پہلی بات: حرف کی تعریف،

دوسری بات: حرف کی علامات،

تیسری بات: حرف کے فوائد،

چوتھی بات: حرف کی وجہ تسمیہ۔

﴿حرف سے متعلق چار باتیں﴾

پہلی بات: حرف کی تعریف: حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج ہوتا ہے

مثال: مِنْ کا معنی ابتداء ہے اور یہ مِنْ ابتداء کے معنی پر دلالت نہیں کرتا ہے جب تک اس کے ساتھ اس چیز کا ذکر نہ کیا جائے جس سے ابتداء کی جاتی ہے جیسے البصرةُ، الکوفةُ مثلاً آپ کہو گے سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ إلٰی الکوفةِ میں نے بصرہ سے کوفہ تک سیر کی اب یہاں جب تک بصرہ کا ذکر نہ کیا جاتا مِنْ ابتداء کے معنی نہ دیتا۔

دوسری بات: حرف کی علامات: حرف کی علامت یہ ہے کہ اس کا مخبر عنہ اور مخبر بہ ہونا صحیح نہ ہو یعنی اس سے خبر دینا بھی صحیح نہ ہو اور اس کے ذریعے سے خبر دینا بھی صحیح نہ ہو یہ نہ مسند بن سکتا ہے نہ مسند الیہ

اور حرف کی علامت یہ ہے کہ وہ اسم اور فعل کی علامات میں سے کسی علامت کو قبول نہ کرتا ہو۔

تیسری بات: حرف کے فوائد وقیود: **وللحرف فی کلام العرب فوائد.**

مصنفؒ یہاں سے ایک شبہ کا ازالہ کر کے حرف کے فوائد ذکر فرمارہے ہیں شبہ یہ ہوتا ہے کہ جب حرف نہ مسند الیہ ہوتا ہے اور نہ مسند اور نہ وہ علامات اسم اور فعل کو قبول کرتا ہے تو پھر کلام میں اس کا لانا بیکار ہوا، مصنفؒ اس شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ حرف کے کلام عرب میں بہت سے فوائد ہیں۔

حرف کے چند فوائد: ۱) دو اسموں کو جوڑنے کا فائدہ دیتا ہے جیسے زیدٌ فِی الدَّارِ

۲)......اسی طرح دو فعلوں کو جوڑنے کا فائدہ دیتا ہے جیسے اُرِیْدُ اَنْ تَضْرِبَ یہاں حرف اَنْ نے

دونوں فعلوں کو جوڑا۔

۳)......ایک اسم اور فعل کو بھی جوڑنے کا فائدہ دیتا ہے جیسے ضَرَبْتُ بِالْخَشْبَةِ (میں نے لکڑی سے مارا) یہاں ضربت فعل اور خشبہ اسم کو حرف ''با'' نے جوڑا ہے۔

۴)......دو جملوں کو جوڑنے کا بھی فائدہ دیتا ہے جیسے اِنْ جاءَ نِی زَیْدٌ اُکْرِمْتُهُ اس میں جاء نِی زَیْدٌ ایک جملہ ہے اور اُکْرِمْتُهُ دوسرا جملہ ہے اس کو ربط حرف اِنْ نے دیا ہے

حروف کے مزید فوائد آپ قسم ثالث بحث حروف میں انشاء اللہ جانیں گے۔

چوتھی بات: حرف کی وجہ تسمیہ: حرف کا نام حرف اس لئے رکھا گیا کہ وہ کلام میں ایک طرف ہو کر واقع ہوتا ہے طرف کلام میں واقع ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وسط کلام میں واقع نہیں ہوتا بلکہ ابتداء یا انتہاء میں واقع ہوتا ہے طرف کلام کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقصود بالذات نہیں ہوتا ہے جس طرح اسم مسند الیہ اور فعل مسند ہوتا ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حرف اسم اور فعل کے مقابلے میں مقصود سے ایک طرف ہوتا ہے یعنی اسم اور فعل ایک طرف ہو گئے اور حرف ایک طرف ہو گیا۔

اَلْکَلَامُ

فَصْلٌ: اَلْکَلَامُ لَفْظٌ تَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ بِالْاِسْنَادِ وَالْاِسْنَادُ نِسْبَةُ اِحْدَی الْکَلِمَتَیْنِ اِلَی الْاُخْرٰی بِحَیْثُ تُفِیْدُ الْمُخَاطَبَ فَائِدَةً تَامَّةً یَصِحُّ السُّکُوْتُ عَلَیْهَا نَحْوُ زَیْدٌ قَائِمٌ وَقَامَ زَیْدٌ وَیُسَمّٰی جُمْلَةً فَعُلِمَ اِنَّ الْکَلَامَ لَا یَحْصُلُ اِلَّا مِنْ اِسْمَیْنِ نَحْوُ زَیْدٌ قَائِمٌ وَیُسَمّٰی جُمْلَةً اِسْمِیَّةً اَوْ مِنْ فِعْلٍ وَاِسْمٍ نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ وَیُسَمّٰی جُمْلَةً فِعْلِیَّةً اِذْ لَا یُوْجَدُ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدُ اِلَیْهِ مَعاً فِی غَیْرِهِمَا فَلَا بُدَّ لِلْکَلَامِ مِنْهُمَا فَاِنْ قِیْلَ قَدْ نُوْقِضَ بِالنِّدَاءِ نَحْوُ یَازَیْدُ قُلْنَا حَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اَدْعُوْ وَاَطْلُبُ وَهُوَ الْفِعْلُ فَلَا نَقْضَ عَلَیْهِ.

ترجمہ: کلام وہ لفظ ہے جو (کم از کم) دو کلمات سے مرکب ہو اسناد کے ساتھ اور اسناد دو کلموں میں سے ایک کلمہ کی نسبت دوسرے کلمہ کی طرف کرنا ہے اس طور پر کہ وہ فائدہ دے مخاطب کو پورا پورا فائدہ اور اس پر خاموشی صحیح ہو جیسے زیدٌ قائمٌ اور قَامَ زَیْدٌ اور اسکو جملہ بھی کہا جاتا ہے پس معلوم ہوا

کہ کلام حاصل نہیں ہوتا ہے مگر دو اسموں سے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اور اسکا نام جملہ اسمیہ رکھا جاتا ہے یا ایک فعل اور ایک اسم سے حاصل ہوتا ہے جیسے قَامَ زَیْدٌ اور اس کا نام جملہ فعلیہ رکھا جاتا ہے اس لئے کہ مسند اور مسند الیہ ان دونوں (یعنی جملہ اسمیہ وفعلیہ) کے علاوہ کہیں اور ایک ساتھ نہیں پائے جاتے اور کلام کیلئے ان دونوں (مسند اور مسند الیہ) کا پایا جانا ضروری ہے پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حرف نداء کے ساتھ یہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے جیسے یَا زَیْدُ تو ہم کہیں گے کہ حرف ندا قائم مقام اَدْعُوْ یا اَطْلُبُ فعل کے ہے اب کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔

وضاحت: علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے مصنفؒ کلمہ اور اسکی اقسام کو ذکر کرنے کے بعد اب یہاں سے کلام کو ذکر فرما رہے ہیں کلام سے متعلق مصنفؒ نے اس فصل میں چار باتیں ذکر فرمائی ہیں

پہلی بات: کلام کی تعریف،

دوسری بات: اسناد کی تعریف،

تیسری بات: کلام کیسے حاصل ہوگا،

چوتھی بات: ایک اعتراض اور اسکا جواب۔

پہلی بات: کلام کی تعریف: کلام وہ لفظ ہے جو کم از کم دو کلموں سے مرکب ہو اسناد کے ساتھ یعنی ایک کلمے کی نسبت دوسرے کلمے کی طرف ہو۔

دوسری بات: اسناد کی تعریف: اسناد کہتے ہیں دو کلموں میں سے ایک کلمہ کی نسبت کرنا دوسرے کی طرف اس طور پر کہ مخاطب کو اس سے فائدہ تامہ حاصل ہو اور اس پر خاموشی صحیح ہو۔

مثال: زَیْدٌ قَائِمٌ اور قَامَ زَیْدٌ ان میں سے پہلے جملہ میں ایک کلمہ قائم کی نسبت دوسرے کلمہ زید کی طرف ہو رہی ہے اور دوسرے جملہ میں پہلے کلمہ قام کی نسبت دوسرے کلمہ زید کی طرف ہو رہی ہے اور مخاطب کو فائدہ تامہ بھی حاصل ہو رہا ہے اور کلام کو جملہ بھی کہتے ہیں۔

تیسری بات: کلام کیسے حاصل ہوگا: کلام دو کلموں کو یا دو سے زیادہ کلموں کو ملانے سے حاصل ہوتا ہے بعض اوقات دو اسموں سے کلام حاصل ہوگا۔

مثال: زَیْدٌ قائِمٌ اور اس کو جملہ اسمیہ کا نام دیا جاتا ہے یا ایک فعل اور ایک اسم کو ملانے سے حاصل ہوگا جیسے قَامَ زَیْدٌ اور اس کو جملہ فعلیہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اسلئے کہ مسند اور مسند الیہ ان دونوں صورتوں کے علاوہ کہیں بھی اکٹھے نہیں پائے جاتے یعنی مسند اور مسند الیہ اکٹھے پائے جانے کی دو ہی صورتیں ہیں یا جملہ اسمیہ میں یا جملہ فعلیہ میں۔ اور کلام کیلئے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے۔

چوتھی بات: اعتراض: یہ وارد ہوتا ہے کہ ماقبل میں یہ بات فرمائی تھی کہ کلام صرف دو اسموں یا ایک اسم اور فعل سے بنتا ہے اس کے علاوہ کلام نہیں بنتا پس یـا زید یہ کلام ہے جبکہ اس میں یا حرف نداء ہے اور زید اسم ہے تو معلوم ہوا کہ کلام ایک حرف اور ایک اسم سے بھی بنتا ہے۔

جواب: یہ ہے کہ یَا زَیْدُ جیسی ترکیب سے اعتراض کرنا کہ کلام ایک حرف اور اسم سے بھی بنتا ہے درست نہیں ہے اس لئے کہ یا زید میں یا حرف نداء بمعنی اَدْعُوْ یا اَطْلُبُ فعل کے ہے پس کلام ایک فعل اور اسم سے حاصل ہوا نہ کہ ایک حرف اور اسم سے۔ لہٰذا اب کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔

وَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمُقَدَّمَةِ فَلْنَشْرَعْ فِی الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ۔

ترجمہ: اور جب ہم مقدمہ کے بیان سے فارغ ہوئے تو پس ہم تینوں اقسام کو بیان کرنا شروع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر توفیق دینے والا ہے اور مدد کرنے والا ہے۔

﴿القسم الاول فی الاسم﴾

اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ فِی الْاِسْمِ وَقَدْ مَرَّ تَعْرِیْفُهٗ وَهُوَ یَنْقَسِمُ اِلٰی مُعْرَبٍ وَّمَبْنِیٍّ فَلْنَذْکُرْ اَحْکَامَهٗ فِیْ بَابَیْنِ وَخَاتِمَةٍ۔

مصنفؒ یہاں سے کلمہ کی اقسام ثلثہ میں سے پہلی قسم اسم کو بیان فرمارہے ہیں اسم کی تعریف پہلے گذر چکی ہے اسم کی دو قسمیں ہیں معرب اور مبنی جن کو ہم دو بابوں اور ایک خاتمہ میں بیان کریں گے۔

﴿پہلا باب اسم معرب کی بحث میں﴾

اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِی الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَفِیْهِ مُقَدَّمَةٌ وَّثَلٰثَةُ مَقَاصِدَ وَخَاتِمَةٌ اَمَّا الْمُقَدَّمَةُ

فَفِيهَا فُصُولٌ.

ترجمہ: باب اول اسم معرب کے بیان میں ہے اور اس میں ایک مقدمہ اور تین مقاصد اور ایک خاتمہ ہے بہر حال مقدمہ تو اسمیں چند فصلیں ہیں (یعنی چار فصلیں ہیں)۔

باب اول: اسم معرب: اس میں ایک مقدمہ ہوگا تین مقاصد ہونگے اور ایک خاتمہ ہوگا مقدمہ میں چار فصلیں ہونگی

پہلی فصل: اسم معرب کی تعریف میں،

دوسری فصل: اسم معرب کے حکم میں،

تیسری فصل: اسم معرب کے اعراب کے اعتبار سے اقسام میں،

چوتھی فصل: اسم معرب کی دو قسمیں منصرف اور غیر منصرف سے متعلق،

﴿الفصل الاول﴾

فَصْلٌ: فِي تَعْرِيْفِ الاِسْمِ اَلْمُعْرَبِ وَهُوَ كُلُّ اسْمٍ رُكِّبَ مَعَ غَيْرِهِ وَلا يَشْبَهُ مَبْنِيَّ الأصْلِ اعْنِي الحَرْفَ والأمْرَ الحَاضِرَ وَالْمَاضِيَ نَحْوُ زَيْدٌ في قَامَ زَيْدٌ لا زَيْدٌ وَحْدَهُ لِعَدَمِ التَّرْكِيْبِ وَلَا هٰؤُلَاءِ فِي قَامَ هٰؤلاء لِوُجُودِ الشَّبَهِ(ای بالحرف) **وَيُسَمّٰى مُتَمَكِّنًا.**

ترجمہ: پہلی فصل اسم معرب کی تعریف میں ہے اور اسم معرب ہر وہ اسم ہے جسے اپنے غیر کے ساتھ مرکب کیا گیا ہو اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو میری مراد حرف، امر حاضر اور ماضی ہے جیسے زیدٌ، قام زیدٌ میں نہ کہ صرف زیدٌ اکیلا کیونکہ وہ ترکیب میں واقع نہیں ہے اور نہ ہؤلاء قامَ ہؤلاء میں حرف کے ساتھ مشابہت پائے جانے کی وجہ سے اور اس کا نام متمکن رکھا جاتا ہے۔

وضاحت: اس فصل میں مصنفؒ نے تین باتیں ذکر فرمائی ہیں

پہلی بات: اسم معرب کی تعریف،

دوسری بات: مبنی الاصل کی تعداد،

تیسری بات: اسم معرب کی دو شرطیں۔

پہلی بات: اسم معرب کی تعریف: اسم معرب وہ ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی

اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو۔

دوسری بات: مبنی الاصل تین ہیں: (۱) امر حاضر (۲) فعل ماضی (۳) جملہ حروف

﴿تیسری بات: اسم معرب کی شرائط﴾

پہلی شرط: یہ ہے کہ اسم معرب وہ اسم کہلائے گا جو ترکیب میں واقع ہو پس جو اسم ترکیب میں واقع نہ ہو بلکہ اکیلا ہو تو وہ معرب نہیں ہوگا جیسے زیدٌ یہ جب تک ترکیب میں واقع نہ ہو مبنی ہوگا جبکہ قَامَ زَيْدٌ میں زید معرب ہوگا اسلئے کہ ترکیب میں واقع ہے۔

دوسری شرط: اسم معرب کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مبنی اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو پس **قام هؤلاء** باوجود ترکیب میں واقع ہونے کے معرب نہیں ہوگا اس لئے کہ **هولاء** مبنی اصل میں سے حروف کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جس طرح حروف دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں۔

وَيُسَمّٰى مُتَمَكِّنًا: اور اسم معرب کو اسم متمکن بھی کہتے ہیں متمکن اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی جگہ دینے والا چونکہ یہ بھی تینوں اعراب اور تنوین کو قبول کرتا ہے اور جگہ دیتا ہے اس لئے اس کو اسم متمکن بھی کہتے ہیں۔

﴿الفصل الثانی﴾

فَصْلٌ: حُكْمُهُ أَنْ يَخْتَلِفَ آخِرُهُ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ اِخْتِلَافًا لَفْظِيًّا نَحْوُ جَاءَنِي زَيْدٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ اَوْ تَقْدِيرِيًّا نَحْوُ جَاءَنِي مُوسٰى رَأَيْتُ مُوسٰى وَمَرَرْتُ بِمُوسٰى اَلْإِعْرَابُ مَا بِهِ يَخْتَلِفُ آخِرُ الْمُعْرَبِ كَالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَ الْكَسْرَةِ وَالْوَاوِ وَالْيَاءِ وَالْأَلِفِ وَإِعْرَابُ الْإِسْمِ عَلٰى ثَلٰثَةِ أَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَرٌّ وَالْعَامِلُ مَا بِهِ رَفْعٌ اَوْ نَصْبٌ اوْ جَرٌّ وَمَحَلُّ الْإِعْرَابِ مِنَ الْإِسْمِ هُوَ الْحَرْفُ الْاَخِيْرُ مِثَالُ الْكُلِّ نحوُ قَامَ زَيْدٌ فَقَامَ عَامِلٌ وَزَيْدٌ مَعْرَبٌ وَالضَّمَّةُ إِعْرَابٌ وَالدَّالُ مَحَلُّ الْإِعْرَابِ وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا يُعْرَبُ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ إِلَّا الْإِسْمُ الْمُتَمَكِّنُ وَالْفِعْلُ الْمُضَارِعُ وَسَيَجِيْءُ حُكْمُهُ

فِی الْقِسْمِ الثَّانِی اِنْ شاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

ترجمہ: اور معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عاملوں کے مختلف ہونے سے بدلتا ہے یہ بدلنا لفظوں میں ہوگا جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ ورَأَیْتُ زَیْداً و مَرَرْتُ بِزَیْدٍ یا یہ بدلنا تقدیراً ہو جیسے جاءَ نی موسیٰ رَأَیْتُ موسیٰ ومَرَرْتُ بموسیٰ اعراب وہ ہے جس کے ساتھ معرب کا آخری حرف بدل جائے جیسے ضمہ، فتحہ، کسرہ اور واو، الف اور یا اور اسم کے اعراب تین قسم پر ہیں رفع، نصب، جر اور عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع اور نصب اور جر آئیں محل اعراب اسم میں آخری حرف ہے ان سب کی مثال قَامَ زَیْدٌ ہے پس قام عامل اور زید معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے اور جان لو کہ کلام عرب میں کوئی معرب نہیں ہے سوائے اسم متمکن کے اور فعل مضارع کے اس کا حکم قسم ثانی میں انشاء اللہ آئیگا۔

وضاحت: مصنفؒ نے اس فصل میں کل پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں

پہلی بات: اسم معرب کا حکم

دوسری بات: اعراب کی تعریف

تیسری بات: اسم کے اعراب

چوتھی بات: اسم کے عامل کی تعریف،

پانچویں بات: محل اعراب کی تعیین۔

پہلی بات: معرب کا حکم: اسم معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر بدلتا ہے عاملوں کے بدلنے سے آخر کا یہ بدلنا خواہ لفظاً ہو۔ **مثال:** جاءَ نِی زَیْدٌ ورَأَیْتُ زَیْداً ومَرَرْتُ بِزَیْدٍ،

خواہ تقدیراً ہو **مثال:** جاءَ نی موسیٰ رَأَیْتُ موسیٰ ومَرَرْتُ بموسیٰ

فائدہ: یہاں ایک بات سمجھنی چاہئے وہ یہ کہ جمہور نحات کے نزدیک معرب کی تعریف یہ ہے مَا اُخْتُلِفَ اٰخِرُهٗ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ جبکہ صاحب کافیہ شیخ ابن حاجبؒ نے معرب کی تعریف یہ کی ہے اَلْمُعْرَبُ اَلْمُرَکَّبُ الَّذِی لَمْ یُشْبِہْ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ اور مَا اخْتَلَفَ اٰخِرُهٗ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ کو معرب کا حکم قرار دیا ہے پس صاحب ہدایۃ النحو نے بھی شیخ ابن حاجب کی اتباع

کی ہے۔

دوسری بات: اعراب سے متعلق: اعراب وہ حرف یا حرکت ہے جس کی وجہ سے معرب کا آخر بدلتا ہے جیسے ضمہ، فتحہ، کسرہ انہیں اعراب بالحرکت کہا جاتا ہے اور واو، الف اور یا انہیں اعراب بالحرف کہا جاتا ہے۔

تیسری بات: اسم معرب کے اعراب: اسم معرب کے اعراب تین قسم پر ہیں رفع، نصب اور جر رفع فاعل کیلئے نصب مفعول کیلئے اور جر مضاف الیہ کیلئے۔

چوتھی بات: عامل کی تعریف: یہاں عامل سے مراد صرف اسم کا عامل مراد ہے پس عامل وہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ رفع یا نصب یا جر آئے۔

پانچویں بات: محل کی تعیین: محل اعراب اسم کا آخری حرف ہوتا ہے۔

پانچوں باتوں پر مشتمل مثال: قَامَ زَیْدٌ پس اس میں قام عامل ہے اور زید معرب ہے اور اس پر ضمہ یہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے

وَاعْلَمْ: یہاں سے مصنفؒ معرب کی قسمیں بیان فرما رہے ہیں کلام عرب میں صرف دو چیزیں معرب ہیں اسماء میں سے اسم متمکن اور افعال میں سے فعل مضارع اور فعل مضارع کا حکم قسم ثانی کی بحث میں انشاء اللہ آئیگا۔

﴿الفصل الثالث﴾

فَصْلٌ: فِی أصنَافِ إعْرابِ الاسْمِ وَهِیَ تِسْعَةُ أَصْنَافٍ الأوَّلُ أنْ یَکُونَ الرَّفْعُ بالضَّمَّةِ والنَّصْبُ بِالفَتْحَةِ والجَرُّ بالکَسْرَةِ وَیُخْتَصُّ بِالمُفْرَدِ المُنْصَرِفِ الصَّحِیحِ وَهُوَ عِنْدَ النُّحَاةِ مَا لا یکونُ فِی آخِرِهٖ حَرْفُ عِلَّةٍ کزیدٍ وبالجَاری مَجْرَی الصَّحِیحِ وَهُوَ مَا یَکُونُ فی آخِرِهٖ وَاوٌ اَوْیَاءٌ مَا قَبْلَهَا سَاکِنٌ کدَلْوٍ وظَبْیٍ و بالجَمْعِ الْمُکَسَّرِ الْمُنْصَرِفِ کرِجَالٍ تقول جَاءَ نِیْ زَیْدٌ ودلوٌ وظَبْیٌ ورِجَالٌ ورأیْتُ زیداً ودلواً وظَبْیاً ورِجَالاً وَمَرَرْتُ بِزیدٍ ودلوٍ وظَبْیٍ ورِجَالٍ اَلثَّانی أنْ یَکُونَ الرَّفْعُ

بِالضَّمَّةِ والنَّصْبُ وَالجَرُّ بِالكَسْرَةِ وَيُخْتَصُّ بِالجَمْعِ المُؤَنَّثِ السَّالِمِ تَقُولُ هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَايتُ مُسْلِمَاتٍ ومَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ اَلثَّالِث أنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ والنَّصبُ والجَرُّ بالفَتْحَةِ ويَخْتَصُّ بِغَيْرِ المُنْصَرِفِ كعُمَرَ تَقُولُ جَاءَنِي عمرُ وَرَاَيْتُ عُمَرَ ومَرَرْتُ بِعُمَرَ.

ترجمہ: تیسری فصل اسم کے اعراب کی قسموں کے بیان میں ہے اور وہ نو اقسام ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کیساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ اور یہ خاص ہے مفرد منصرف صحیح کے ساتھ اور وہ نحویوں کے نزدیک وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔ جیسے زید اور یہ خاص ہے جار مجرای صحیح (یعنی قائم مقام صحیح کے ساتھ) اور وہ ایسا اسم ہے کہ جس کے آخر میں واو یا یاء ماقبل ساکن ہو جیسے **دلوٌ** اور **ظَبْیٌ** اور جمع مکسر منصرف کے ساتھ خاص ہے جیسے رجال تو کہے **جاءنی زیدٌ ودلوٌ وظَبْیٌ ورِجَالٌ ورأیْتُ زیداً ودلواً وظَبْیاً ورِجَالاً وَمَرَرْتُ بِزیدٍ وَ دلوٍ وظَبْیٍ ورجالٍ** دوسری قسم اعراب کی یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب و جر کسرہ کے ساتھ ہو اور یہ اعراب جمع مؤنث سالم کے ساتھ خاص ہے جیسے تو کہے **هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرأیتُ مُسْلِمَاتٍ ومَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ** اور تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب و جر فتحہ کے ساتھ ہو اور یہ اعراب خاص ہے غیر منصرف کے ساتھ جیسے تو کہے گا **جَاءَنِی عمرُ وَرَاَیْتُ عُمَرَ ومَرَرْتُ بِعُمَرَ.**

وضاحت: مصنفؒ اس فصل میں اسم کے اعراب کی قسموں کو ذکر فرماتے ہیں اور اسم کے اعراب کی نو قسمیں ہیں نحو میر میں اسم متمکن کی سولہ اقسام کا ذکر ہے اور یہاں اسم کے اعراب کے اعتبار سے نو قسموں کا ذکر ہے اس لئے کہ اسم متمکن کی سولہ قسمیں ہیں ان پر اعراب نو قسم کے آتے ہیں بعض اسموں پر ایک طرح کا اعراب آتا ہے یہاں اعراب کے اعتبار سے نو اقسام کا ذکر ہے۔

﴿اسم متمکن کی باعتبار اعراب نو قسموں کا ذکر﴾

پہلی قسم: حالت رفع ضمہ کے ساتھ حالت نصب فتحہ کے ساتھ اور حالت جر کسرہ کے سات

اور یہ اعراب تین طرح کے اسموں پر آتے ہیں۔

(۱) مفرد منصرف صحیح: یعنی یہ اعراب اس اسم پر آئیگا جو مفرد ہو تثنیہ جمع نہ ہو منصرف ہو غیر منصرف نہ ہو اور وہ اسم صحیح بھی ہو۔ نحویوں کے ہاں صحیح وہ اسم کہلاتا ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔

مثالیں: جاء نی زیدٌ، ورأیت زیدًا، ومررت بزیدٍ.

(۲) جاری مجریٰ صحیح: یعنی مذکورہ اعراب اس اسم پر بھی آتا ہے جو صحیح کے قائم مقام ہو اور صحیح کے قائم مقام وہ اسم کہلاتا ہے جس کے آخر میں واو یا یاء ماقبل ساکن ہو۔

مثالیں: جاء نی دلوٌ وظبیٌ، رأیت دلوًا وظبیًا ومررت بدلوٍ وظبیٍ.

(۳) جمع مکسر منصرف: یہ اعراب جمع مکسر منصرف پر بھی آتا ہے یعنی وہ اسم جو جمع مکسر ہو سالم نہ ہو جمع مکسر وہ اسم کہلاتا ہے جس کی واحد کی بنا سالم نہ رہے اور وہ منصرف ہو غیر منصرف نہ ہو۔

مثالیں: جاء نی رجالٌ ورأیت رجالًا ومررت برجالٍ

دوسری قسم: حالت رفع ضمہ کے ساتھ اور حالت نصب وجر کسرہ کے ساتھ ہو اعراب کی یہ قسم صرف جمع مؤنث سالم کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے مسلمات

مثالیں: ھُنَّ مسلماتٌ ورأیت مسلماتٍ ومررت بمسلماتٍ

تیسری قسم: حالت رفع ضمہ کے ساتھ اور حالت نصب وجر فتحہ کے ساتھ اِعراب کی یہ قسم خاص ہے غیر منصرف کے ساتھ۔

مثالیں: جاء نی عمرُ، و رأیت عمرَ، ومررت بعمرَ.

اَلرَّابِعُ أَنْ یَّکُونَ الرَّفْعُ بِالوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالألِفِ وَالجَرُّ بِالیاءِ وَیُخْتَصُّ بِالأسْمَاءِ السِّتَّةِ مُکَبَّرَۃً موحّدۃً مُضَافَۃً إلی غَیْرِ یَاءِ المُتَکَلِّمِ وَھِی أُخُوکَ وأَبُوکَ وَھَنُوکَ وَحَمُوکِ وَفُوکَ وَذُو مَالٍ تَقُولُ جَاءَنِی أُخُوکَ، وَرَأَیْتُ أَخَاکَ، وَمَرَرْتُ بِأَخِیکَ وَکَذَا الْبَوَاقِی الخامِسُ أنْ یَّکُونَ الرّفْعُ بِالألِفِ والنَّصْبُ وَالجَرُّ بِالیَاءِ

الْمَفْتُوحِ مَا قَبْلَهَا وَيُخْتَصُّ بِالْمُثَنَّى وَ كِلَا مُضَافاً إِلَى مُضْمَرٍ وَ اِثْنَانِ وَ اِثْنَتَانِ تَقُولُ جَاءَنِي الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَاثْنَانِ وَاثْنَتَانِ وَرَأَيْتُ الرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاثْنَيْنِ وَاثْنَتَيْنِ وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاثْنَيْنِ وَاثْنَتَيْنِ.

ترجمہ: اور چوتھی قسم یہ ہے رفع واو کے ساتھ اور نصب الف کے ساتھ اور جر یاء کے ساتھ اور یہ قسم خاص ہے اسماء ستہ مکبرہ کیساتھ درانحالیکہ وہ واحد کے صیغے ہوں اور مضاف ہوں یائے متکلم کے علاوہ دوسری ضمیر کی طرف اور وہ یہ ہیں أَخُوکَ، أَبُوکَ، حَمُوکِ، فُوکَ، هَنُوکَ، ذُومَالٍ جیسے تو کہے جَاءَنِي أَخُوکَ وَرَأَيْتُ أَخَاکَ وَمَرَرْتُ بِأَخِيکَ اس پر باقی کو بھی قیاس کر لیجئے اور پانچویں قسم یہ ہے کہ رفع الف کیساتھ، نصب و جر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ اور یہ قسم خاص ہے مثنّٰی کے ساتھ اور کلا کے ساتھ جبکہ وہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اور اثْنَانِ وَ اثْنَتَانِ کیساتھ جیسے تو کہے جَاءَنِي الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَاثْنَانِ واثنتان وَرَأَيْتُ الرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاثْنَيْنِ واثنتين وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاثْنَيْن وَاثْنَتَيْن.

وضاحت چوتھی قسم: اعراب اسم کی چوتھی قسم یہ ہے حالت رفع واو کے ساتھ اور حالت نصب الف کے ساتھ اور حالت جر یاء کے ساتھ ان کو اعراب بالحروف کہا جاتا ہے اعراب کی یہ قسم خاص ہے اسماء ستہ مکبرہ کے ساتھ۔

اسماء ستہ مکبرہ چھ ہیں: أَخُوکَ، أَبُوکَ، حَمُوکِ، فُوکَ، هَنُوکَ، ذُو مَالٍ

یہ اعراب اسماء ستہ مکبرہ کیلئے اس وقت ہوں گے جب ان میں چار شرائط پائی جائیں۔

پہلی شرط: یہ ہے کہ وہ اسماء مکبرہ ہوں مصغرہ نہ ہوں۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ وہ اسماء مصاف ہوں۔

تیسری شرط: یہ ہے کہ وہ اسماء مفرد ہوں۔

چوتھی شرط: یہ ہے کہ وہ یائے متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف ہوں۔

مثالیں: جیسے جَاءَنِي أَخُوکَ، وَرَأَيْتُ أَخَاکَ، وَمَرَرْتُ بِأَخِيکَ قید پانچ اسماء کو اسی پر

قیاس کریں۔

پانچویں قسم: حالت رفع الف کے ساتھ اور حالت نصب وجر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ اعراب کی یہ قسم خاص ہے مثنّٰی کے ساتھ اور کِلا کیساتھ جبکہ اسکی اضافت ضمیر کی طرف ہو اور اثنان اور اثنتان کیساتھ

مثالیں: جَاءَنی الرَّجُلانِ کِلاھُمَا وَاثْنَانِ واثنتان وَرَأَیْتُ الرَّجُلَیْنِ کِلَیْھِمَا وَاثْنَیْنِ واثنتین وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَیْنِ کِلَیْھِمَا وَاثْنَیْنِ واثنتین۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ مثنّٰی کی تین قسمیں ہیں (۱) حقیقی (۲) صوری (۳) معنوی۔

مثنّٰی حقیقی: یعنی وہ جو لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے مثنّٰی ہو۔ جیسے رجلان

مثنّٰی صوری: یعنی وہ جو مثنّٰی کی صورت پر ہو اور اس کا مفرد اس کے لفظ سے نہ ہو۔ جیسے اثنان اور اثنتان یہ الفاظ مفردہ ہیں اس لئے کہ مثنّٰی وہ ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور نون آئے اور ان کا مفرد اثن اور اثنۃ نہیں آتا ہے ان کی ظاہر صورت چونکہ تثنیہ جیسی ہے اور اس کے معنی تثنیہ جیسے ہیں لہذا ان کو مثنّٰی صوری کہتے ہیں۔

مثنّٰی معنوی: جو باعتبار معنی کے مثنّٰی ہوں جیسے کلا اور کلتا یہ باعتبار لفظ مفرد ہیں کیونکہ لفظ کل کا ان کے واسطے مفرد ہونا ثابت نہیں ہے لیکن باعتبار معنی یہ مثنّٰی ہیں لہذا ان کو مثنّٰی معنوی کہتے ہیں۔

اَلسَّادِسُ أَنْ یَّکُونَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ الْمَضْمُومِ مَاقَبْلَهَا وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْیَاءِ الْمَکْسُورِ مَاقَبْلَهَا وَیُخْتَصُّ بِالْجَمْعِ الْمُذَکَّرِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَأُولُوْ وَعِشْرُوْنَ مَعَ أَخَوَاتِهَا تَقُولُ جَاءَنِی مُسْلِمُونَ وَعِشْرُونَ وَ أُولُو مَالٍ وَرَأَیْتُ مُسْلِمِینَ وَعِشْرِینَ وَأُولِیْ مَالٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِینَ وَعِشْرِینَ وَأُولِی مَالٍ وَاعْلَمْ أَنَّ نُوْنَ التَّثْنِیَةِ مَکْسُورَةٌ أَبَدًا وَنُوْنَ جَمْعِ السَّلَامَةِ مَفْتُوحَةٌ أَبَدًا وَکِلَاهُمَا تَسْقُطَانِ عِنْدَ الْإِضَافَةِ تَقُوْلُ جَاءَنِی غُلَامَا زَیْدٍ وَمُسْلِمُو مِصْرِ السَّابِعُ أَنْ یَکُونَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیرِ الضَّمَةِ وَ النَّصْبُ بِتَقْدِیرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِیرِ الْکَسْرَةِ وَیُخْتَصُّ بِالْمَقْصُورِ وَهُوَ مَا فِی آخِرِهٖ أَلِفٌ

مَقْصُورَةٌ كعصا وَبِالْمُضَافِ إلى يَاءِ الْمُتَكَلِّم غَيْرِ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ كغُلامِي تَقُولُ جَاءَنِي عصاوَغُلامِي وَرَأَيْتُ عصاوَغُلامِي وَمَرَرْتُ بِعصاوَغُلامِي.

ترجمہ: اور چھٹی قسم یہ ہے کہ رفع واو ماقبل مضموم کے ساتھ ہو اور نصب اور جر یا ماقبل مکسور کیساتھ ہو اور یہ اعراب جمع مذکر سالم اور اس کے اخوات کیساتھ خاص ہے جیسے جَاءَنِي مُسْلِمُونَ وَعِشْرُونَ وَأُولُو مَالٍ وَرَأَيْتُ مُسْلِمِينَ وَعِشْرِينَ وَأُولِي مَالٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِينَ وَعِشْرِينَ وَأُولِي مَالٍ اور جان لو کہ تثنیہ کا نون ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور جمع کا نون ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور یہ دونوں اضافت کے وقت گرجاتے ہیں جیسے تو کہے گا جَاءَنِي غُلامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُو مِصْرٍ اور ساتویں قسم اعراب کی حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالت جر تقدیری کسرہ کیساتھ یہ اعراب اسم مقصور کے ساتھ خاص ہے اور (اسم مقصور) وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصا اور یہ خاص ہے اس اسم کے ساتھ جو غیر جمع مذکر سالم یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے غلامی تو کہے جَاءَنِي عصاوَغُلامِي وَرَأَيْتُ عصا وَغُلامِي وَمَرَرْتُ بعصاوَغُلامِي.

وضاحت چھٹی قسم: اعراب اسم کی چھٹی قسم یہ ہے کہ حالت رفع میں واو ماقبل مضموم کے ساتھ اور حالت نصب وجر میں یاء ماقبل مکسور کیساتھ اور آخر میں نون مفتوحہ کیساتھ یہ اعراب خاص ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ اور أُولو کے ساتھ اور عشرون سے تسعون کی دھائیوں کے ساتھ۔

مثالیں: حالت رفع کی مثال: جَاءَنِي مُسْلِمُونَ وَعِشْرُونَ و أُولُو مالٍ

حالت نصب کی مثال: رَأَيْتُ مُسْلِمِينَ وَعِشْرِينَ وَأُولِي مَالٍ

حالت جر کی مثال: مَرَرْتُ بِمُسْلِمِينَ وَعِشْرِينَ وَأُولِي مَالٍ

فائدہ: جمع کی تین قسمیں ہیں اس لئے مثالیں بھی جمع کی تینوں قسموں کی دی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) جمع حقیقی (۲) جمع معنوی (۳) جمع صوری

جمع حقیقی: وہ ہے جسکے مفرد میں کچھ تصرف کر کے اس کو جمع بنالیا ہو جیسے رجال اور مسلمون وغیرہ۔

جمع معنوی: وہ ہے جو حقیقت کے اعتبار سے جمع نہ ہو بلکہ معنی کے اعتبار سے جمع ہو۔ جیسے اُولو یہ ذُو کی جمع مِنْ غَیْرِ لَفْظِہٖ ہے۔

جمع صوری: وہ ہے کہ جو نہ حقیقتاً جمع ہو نہ معنًی جمع ہو بلکہ صورۃً جمع ہو جیسے عشرون تا تسعون یہ حقیقتاً بھی جمع نہیں ہے اسلئے کہ جمع حقیقی وہ ہے جسکے مفرد میں کچھ تصرف کر کے جمع بنایا گیا ہو جبکہ عشــرون وغیرہ کا مفرد ہی نہیں ہے اور یہ جمع معنوی بھی نہیں ہے اسلئے کہ جمع معنوی کیلئے ضروری ہے کہ وہ افراد غیر متعینہ پر دلالت کرے اور عشرون سے تسعون تک یہ افراد معین پر دلالت کرتے ہیں۔

واعــــلـــم: یہاں سے مصنفؒ یہ فرما رہے ہیں کہ نون تثنیہ ہمیشہ یعنی تینوں حالتوں میں رفع ،نصب وجر میں مکسور ہوتا ہے اور نون جمع تینوں حالتوں میں مفتوح ہوتا ہے۔ اور نون تثنیہ اور جمع دونوں اضافت کے وقت گر جاتے ہیں جیسے آپ کہیں جَاءَ نی غُلامَا زَیْدٍوَ مُسْلِمُو مِصْر

ساتویں قسم: حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالت جر کسرہ تقدیری کے ساتھ اِعراب کی یہ قسم خاص ہے اسم مقصورہ کے ساتھ اور اسم مقصورہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصا اور یہ اِعراب خاص ہے اس اسم کے ساتھ جب کہ غیر جمع مذکر سالم ہو اور مضاف ہو یاء متکلم کی طرف۔ جیسے غلامی

مثالیں: حالت رفع میں جَاءَ نِی عصَاو غلامِیْ ،حالت نصب میں رَأَیتُ عصَاو غلامِیْ، حالت جر میں مَرَرْتُ بعصَاو غلامِیْ.

الثَّامِنُ أَنْ یَکُونَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیرِ الضَّمَّۃِ والجَرُّبِتَقْدِیرِ الکَسْرَۃِوَالنَّصْبُ بِالفَتْحَۃِلفظًاوَیُخْتَصُّ بِالمَنْقُوصِ وَھُوَمافی آخِرِہٖ یَاءٌ مَاقَبْلَھَامَکْسُورٌ کالقَاضِی تَقُولُ جَاءَ نِی القَاضِی ورَأَیْتُ القَاضِیَ وَمَرَرْتُ بِالقَاضِی التَّاسِعُ أَنْ یَکُونَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیرِالوَاوِ وَ النَّصْبُ وَالجَرُّبِالیَاءِ لَفْظًاوَیُخْتَصُّ بِالجَمْعِ المُذَکَّرِالسَّالِمِ مُضَافًاإلی یَاءِ المُتَکَلِّمِ تَقُولُ جَاءَ نِی مُسلِمِیَّ تَقْدِیْرُہٗ مُسلمُوْیَ اِجْتَمَعَتِ الوَاوُ وَالیَاءُ والأولی مِنْھُمَاسَاکِنَۃٌفَقُلِّبَتِ الوَاوُ یَاءً وأُدْغِمَتِ الیاءُ فی الیَاءِ وَاُبْدِلَتِ

الضَّمَّةُ بِالْكَسْرَةِ لِمُنَاسَبَةِ الْيَاءِ فَصَارَ مُسْلِمِيَّ جَاءَ نِي مُسْلِمِيَّ وَرَأَيْتُ مُسْلِمِيَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيَّ.

ترجمہ: آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ اور جر تقدیری کسرہ کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور یہ اعراب خاص ہے اسم منقوص کیساتھ اور وہ (اسم منقوص) وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو جیسے قَاضِی تو کہے گا جَاءَ نِی القَاضِی ورَأَیْتُ القَاضِیَ وَمَرَرْتُ بِالقَاضِی اور نویں قسم یہ ہے کہ رفع واو تقدیری کے ساتھ اور نصب و جر یاء لفظی کے ساتھ اور یہ اعراب جمع مذکر سالم کے ساتھ خاص ہے جبکہ وہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔ جیسے تو کہے جاء نی مسلمی کہ مسلِمِیَّ کی اصل مسلمُوىَ تھی واو اور یاء ایک جگہ جمع ہوئے ان دونوں میں سے پہلا ساکن ہے پس واو کو یاء سے بدل دیا گیا اور یاء کو یاء میں ادغام کر دیا گیا اور میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا گیا یاء کی مناسبت کی وجہ سے پس مسلِمِیَّ ہو گیا۔

وضاحت آٹھویں قسم: اسم کے اعراب کی آٹھویں قسم یہ ہے: حالت رفع ضمہ تقدیری کیساتھ اور حالت نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جر کسرہ تقدیری کے ساتھ اور یہ اعراب خاص ہے اسم منقوص کے ساتھ اسم منقوص وہ ہے جس کے آخر میں یاء ہو اس کا ماقبل مکسور ہو۔ جیسے قاضی

مثالیں: حالت رفع میں جَاءَ نِی القَاضِی ، حالت نصب میں رَأَیْتُ القَاضِیَ ، حالت جر میں مَرَرْتُ بِالقَاضِی

نویں قسم: حالت رفع تقدیری واو کے ساتھ اور حالت نصب و جر یاء لفظی کے ساتھ اور یہ اعراب خاص ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ جبکہ وہ مضاف ہو یا متکلم کی طرف، جیسے جَاءَ نِیْ مُسْلِمِیَّ.

مسلِمِیَّ کی تقدیری عبارت اور اس کی تعلیل: مسلِمِیَّ کی تقدیری عبارت مُسْلِمُوْنَ یَ تھی اضافت کی وجہ سے نون گر گیا تو مُسْلِمُوْیَ رہ گیا پھر واو اور یا اکٹھے جمع ہوئے ان دونوں میں سے پہلا ساکن ہے پس ہم نے واو کو یاء سے بدل دیا اور یاء کو یاء میں ادغام کر دیا تو مسلُمِیَّ ہوا اب یا کی مناسبت سے میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا تو مسلِمِیَّ ہو گیا۔

مثالیں: حالت رفع میں: جَاءَ نِیْ مُسْلِمِیَّ، حالت نصب میں: رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ ، حالت

جرمیں: مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیٍّ.

﴿اسم معرب کی اقسام﴾

فَصْلٌ: اَلْاِسْمُ الْمعرَبُ عَلٰی نَوْعَیْنِ مُنْصَرِفٌ وَهُوَمَالَیْسَ فِیهِ سَبَبَانِ اَوْوَاحِدٌیَقُوْمُ مَقَامَهُمَامِنَ الْاَسْبَابِ التِّسْعَةِ کزیدٍوَیُسَمّٰی اَلْاَسْمَ الْمُتَمَکِّنَ وَحُکْمُهُ اَنْ یَدْخُلَهُ الْحَرَکَاتُ الثَّلاثُ مَعَ التَّنْوِیْنِ تَقُولُ جَاءَنِی زیدٌورَأیتُ زیداًومَرَرْتُ بِزیدٍوغَیْرُ مُنْصَرِفٍ وَهُوَمَافِیهِ سَبَبَانِ اَوْوَاحِدٌ مِنْهَایَقُوْمُ مَقَامَهُمَا وَالْأَسْبَابُ التِّسْعَةُهِیَ الْعَدْلُ وَالْوَصْفُ وَالتَّانِیْثُ والْمَعْرِفَةُوالْعُجْمَةُوالجَمْعُ وَالتَّرکِیبُ وَالأَلِفُ والنُّوْنُ اَلزَّائِدَتَانِ وَوَزْنُ الفِعْلِ وَحُکْمُهُ أَنْ لا یَدْخُلَهُ الکَسْرَةُوالتَّنْوِینُ وَیَکُونُ فِی مَوْضِعِ الجَرِّمَفْتُوحاً أَبَدًا تَقُوْلُ جَاءَنِیْ اَحْمَدُوَرَأَیْتُ اَحْمَدَوَمَرَرْتُ بِاَحْمَدَ.

ترجمہ: اسم معرب دوقسم پر ہے ان میں سے ایک منصرف ہے اور منصرف وہ ہے کہ جسمیں نو اسباب میں سے دوسبب نہ ہوں یا ایک سبب جو دو کے قائم مقام ہو نہ پایا جائے جیسے زید اور اسے اسم متمکن کا نام دیا جاتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر تنوین سمیت تینوں حرکات داخل ہوتی ہیں تو کہے گا جَاءَنِی زیدٌورَأیتُ زیداًومَرَرْتُ بِزیدٍ اور دوسری قسم غیر منصرف ہے اور (غیر منصرف) وہ ہے جس میں نو اسباب میں سے دوسبب پائے جائیں یا ایک سبب جو قائم مقام ہو دو اسباب کے۔ اور نو اسباب یہ ہیں عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، الف ونون زائدتان، وزن فعل اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہوتے اور جر کی حالت میں ہمیشہ فتحہ آتا ہے جیسے تو کہے گا جَاءَنِیْ اَحْمَدُوَرَأَیْتُ اَحْمَدَوَمَرَرْتُ بِاَحْمَدَ

وضاحت: مصنفؒ نے اس فصل میں چار باتیں ذکر فرمائی ہیں

پہلی بات: یہ ہے کہ اسم معرب کی اقسام۔

دوسری بات: منصرف اور غیر منصرف کی تعریفات۔

تیسری بات: ان میں سے ہر ایک کا حکم بمعہ مثال کے۔

چوتھی بات: اسباب منع صرف کو اجمالاً ذکر کرنے کے بعد آگے ان کی تفصیل ذکر کی ہے۔

پہلی بات اسم معرب کی اقسام: اسم معرب کی دو قسمیں ہیں (۱) منصرف (۲) غیر منصرف غیر منصرف کا دوسرا نام اسم متمکن بھی ہے۔

﴿دوسری اور تیسری بات﴾

﴿منصرف اور غیر منصرف میں سے ہر ایک کی تعریف، حکم اور مثال﴾

منصرف کی تعریف: منصرف وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب یا ایک سبب جو قائم مقام دو سبب کے ہو نہ پایا جائے۔

اسم منصرف کا حکم: منصرف کا حکم یہ ہے کہ تنوین سمیت تینوں حرکتیں اس پر آسکتی ہوں۔

مثال: حالت رفع میں: جَاءَ نِی زیدٌ، حالت نصب میں: رَأیتُ زیداً، حالت جر: مَرَرْتُ بِزیدٍ

اسم غیر منصرف کی تعریف: غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو اسباب یا ایک سبب جو قائم مقام دو سبب کے ہو پایا جائے

اسم غیر منصرف کا حکم: اسم غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر تنوین اور کسرہ داخل نہیں ہو سکتے ہیں اور حالت نصب و جر میں فتحہ آئیگا۔

مثالیں:

حالت رفع میں: جَاءَ نِیْ اَحْمَدُ، **حالت نصب میں:** رَأَیْتُ اَحْمَدَ، **حالت جر:** مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ

چوتھی بات اسباب منع صرف: اسباب منع صرف کی کل تعداد نو ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔عدل ۲۔وصف ۳۔تانیث ۴۔معرفہ ۵۔عجمہ ۶۔جمع

۷۔ترکیب ۸۔الف ونون زائدتان ۹۔وزن فعل

﴿اَلْعَدْلُ﴾

اَمَّا الْعَدْلُ وَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ إِلَى صِيغَةٍ أُخْرَىٰ تَحْقِيقًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَ لَا يَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الفِعْلِ أَصْلًا وَيَجْتَمِعُ وَمَعَ العَلَمِيَّةِ كَعُمَرَ وَزُفَرَ وَ مَعَ الوَصْفِ كَثُلٰثَ وَمَثْلَثَ وَ اُخَرَ وَجُمَعَ.

ترجمہ: عدل وہ ہے کہ لفظ کا اپنے اصلی صیغے سے دوسرے صیغے کی طرف تبدیل ہونا ہے خواہ تحقیقاً ہو یا تقدیراً اور عدل وزن فعل کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا ہے اور علمیت کیساتھ جمع ہوتا ہے جیسے عمر و زفر اور وصف کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔ جیسے ثُلٰثُ اور مَثْلَثُ، اُخَرُ، جُمَعُ۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے اسباب منع صرف میں سے عدل کو ذکر فرما رہے ہیں اسمیں بنیادی طور پر کل پانچ باتیں ذکر کی گئی ہیں

پہلی بات: عدل کی تعریف۔

دوسری بات: عدل کی اقسام۔

تیسری بات: عدل کا وزن فعل کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ۔

چوتھی بات: عدل کا علمیت کے ساتھ جمع ہونے کی دو مثالیں۔

پانچویں بات: عدل تحقیقی کا وصف کے ساتھ جمع ہونے کی چار مثالیں۔

﴿چند مفید باتیں﴾

اشکال: عدل کو دیگر اسباب منع صرف پر مقدم کیوں کیا ہے؟

جواب: اس لئے کہ یہ بغیر شرط کے منع صرف میں مؤثر ہے۔

اشکال: مصنفؒ نے صرف عدل کی تعریف بیان کی ہے دیگر اسباب منع صرف کی تعریف ذکر نہیں کی ہے؟

جواب: چونکہ عدل کی تعریف غیر معروف ہے اور دیگر اسباب منع صرف کی تعریف عام طور پر مشہور اور معروف ہے اس لئے صرف عدل کی تعریف ذکر کی ہے یا مصنفؒ نے عدل کی تعریف اس لئے ذکر کی ہے کہ چونکہ مصنفؒ نے عدل کی جو تعریف کی ہے وہ متقدمین کی تعریف کے خلاف ہے۔

عدل کا لغوی معنی: لغت میں عدل کئی معنوں کیلئے آتا ہے عدل کے ایک معنی مائل ہونا ہے جبکہ اس کا صلہ الیٰ ہو جیسے فُلَانٌ عَدَلَ اِلَیْہِ اَیْ مَالَ اِلَیْہِ (یعنی فلاں اسکی طرف مائل ہوا) اور اعراض کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے جبکہ اس کا صلہ عن ہو۔ جیسے فَلَانٌ عَدَلَ عَنْہُ اَیْ اَعْرَضَ عَنْہُ (یعنی فلاں نے اس سے اعراض کیا) اور بمعنی صرف کے بھی آتا ہے جبکہ اس کا صلہ فی ہو جیسے فَلَانٌ عَدَلَ فِیْہِ اَیْ صَرَفَ فِیْہِ اور یہ بعدٗ کے معنی میں بھی آتا ہے جبکہ اس کا صلہ مِنْ

ہو۔ جیسے عَدَلَ الْجَمَالِ مِنَ الْبَعِيْرِ اَیْ بَعُدَ الْجَمَالُ مِنَ الْبَعِيْرِ (یعنی خوبصورتی اونٹ سے دور ہوئی) اور برابری کے معنی میں بھی آتا ہے جبکہ اس کا صلہ بَيْنَ ہو جیسے عَدَلَ الْاَمِيْرُ بَيْنَ كَذَا وَ كَذَا (یعنی امیر نے اس کے اور اسکے درمیان برابری کی)

پہلی بات: عدل کی اصطلاحی تعریف: اسم کا اپنے اصلی صیغہ سے دوسرے صیغہ کی طرف تبدیل ہونا خواہ یہ تبدیلی تحقیقی ہو یا تقدیری۔

فائدہ: عدل کا معنی نکلنا ہے جس سے نکلا ہے وہ معدول عنہ ہے اور جو نکلنے والا وہ معدول ہے اور نکلنا یہ عدل ہے۔

دوسری بات: عدل کی دو قسمیں ہیں: (۱) عدل تحقیقی (۲) عدل تقدیری

عدل تحقیقی کی تعریف: عدل تحقیقی وہ ہے کہ جس کے اصل سے معدول ہونے پر لفظ کے غیر منصرف ہونے کے علاوہ بھی کوئی دلیل موجود ہو، یعنی اگر عرب اس کو غیر منصرف نہ بھی پڑھتے، پھر بھی اس میں عدل تسلیم کرنا پڑتا۔

مثال: ثُلٰثُ اور مَثْلَثُ ان میں سے ہر ایک کے معنی تین تین کے ہیں قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ ان کے معنی صرف تین ہوتے اس لئے کہ الفاظ میں تکرار نہیں ہے لیکن چونکہ قاعدہ ہے کہ معنی کا تکرار الفاظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ یہ اصل میں ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ تھے اور اس سے ثُلٰثُ اور مَثْلَثُ بنائے گئے ہیں خواہ ہم ان کو منصرف پڑھیں یا غیر منصرف

عدل تقدیری کی تعریف: عدل تقدیری وہ ہے کہ جس کے معدول ہونے پر کوئی دلیل موجود نہ ہو سوائے اس کے کہ اس کو کلام عرب میں غیر منصرف پڑھا گیا ہے۔

مثال: عُمَرُ اور زُفَرُ کہ یہ عرب میں غیر منصرف مستعمل ہیں اور ان میں سوائے علمیت کے دوسرا سبب منع صرف کا نہ تھا اور قاعدہ یہ ہے کہ اسم ایک سبب سے غیر منصرف نہیں بنتا پس چونکہ عرب میں عُمَرُ اور زُفَرُ غیر منصرف مستعمل ہوئے ہیں تو ہم نے ان میں ایک سبب عدل کو فرض کرلیا اور عُمَرُ کو عَامِرٌ سے اور زُفَرُ کو زَافِرٌ سے معدول قرار دیا۔

﴿تیسری بات: عدل کا وزن فعل کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ﴾

اور عدل وزن فعل کے ساتھ جمع ہو کر غیر منصرف کا سبب نہیں بنتا اسلئے کہ عدل کے چھ اوزان ہیں اور ان اوزان میں سے کوئی بھی وزن وزن فعل پر نہیں آیا کرتا لہذا معلوم ہوا کہ عدل وزن فعل کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔

اوزان عدل: عدل کے چھ اوزان یہ ہیں: (۱) فُعَالُ جیسے ثُلٰثُ (۲) مَفعَلُ جیسے مَثلَثُ (۳) فُعَلُ جیسے عُمَرُ اور اُخَرُ (۴) فَعَلِ جیسے اَمسِ (۵) فَعَلُ جیسے سَحَرُ (۶) فَعَالِ جیسے قَطَامِ

﴿چوتھی بات: عدل کا علمیت کے ساتھ جمع ہونے کی دو مثالیں﴾

اور عدل منع صرف کا سبب ہونے کے وقت علمیت کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔

مثال: عُمَرُ اور زُفَرُ یہ دونوں عدل تقدیری اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔

﴿پانچویں بات: عدل تحقیقی کا وصف کے ساتھ جمع ہونے کی چار مثالیں﴾

پہلی اور دوسری مثال: جیسے ثُلٰثُ اور مَثلَثُ اس میں سے اسباب منع صرف میں دو سبب پائے جا رہے ہیں ایک عدل اور دوسرا وصف یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے اس لئے کہ عربی میں ثلٰث کے معنی تین تین ہیں اسی طرح مثلث کے معنی بھی تین تین ہیں اب یہاں معنی میں تکرار ہے اور قاعدہ ہے کہ معنی کا تکرار لفظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ اصل میں یہ ثلثة ثلثة تھے اس سے معدول کر کے ثلث اور مثلث بنائے گئے ہیں یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے۔

تیسری مثال: اُخَرُ ہے اس میں ایک سبب عدل تحقیقی ہے اور دوسرا سبب وصف ہے۔

اُخَرُ عدل تحقیقی اس طرح ہے کہ اُخَرُ جمع ہے اُخریٰ کی اور اُخریٰ مؤنث ہے آخَرُ کی اور آخَرُ یہ اَفعَلُ اسم تفضیل کے وزن پر ہے اور اسم تفضیل کا استعمال تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوتا ہے (۱) الف لام کے ساتھ (۲) مِنْ کے ساتھ (۳) اضافت کے ساتھ یہاں اس کا استعمال ان میں سے کسی ایک کے ساتھ نہیں تھا تو ہم نے فرض کر لیا کہ یہ اَلْاُخَرُ یا اٰخَرُ مِنْ سے معدول ہو کر آیا ہے لہذا یہ عدل تحقیقی کا وصف کے ساتھ جمع ہونے کی مثال ہے۔

چوتھی مثال جُمَعُ: عدل تحقیقی وصف کے ساتھ جمع ہونے کی چوتھی مثال جُمَعُ ہے اس

میں دو سبب پائے جارہے ہیں عدل اور وصف عدل اس طرح کہ جمع جمع ہے جُمْعَاء کی اور جُمْعَاء مؤنث ہے اس کی مذکر اجمع اسم تفضیل ہے جو کہ اَفْعَلُ کے وزن پر ہے اور فُعَلاءَ کیلئے قاعدہ یہ ہے کہ یہ یا تو صفتی ہوگی یا اسمی ہوگی اگر فعلاء صفتی ہو تو اس کی جمع فُعْلٌ آتی ہے جیسے حمراء کی جمع حُمْر آتی ہے اور اگر فعلاء اسمی ہو تو اس کی جمع فَعَالٰی اور فَعْلَوَات آتی ہے جیسے صحرا کی جمع صَحَارٰی اور صَحْرَوَات آتی ہے پس اس قاعدہ کے تحت جمعاء کی جمع یا تو جُمْعٌ آنی چاہئے تھی بروزن فُعْلٌ یا جُمَاعِیٰ اور جُمْعَاوَات آنی چاہئے تھی حالانکہ اس کی جمع ان اوزان میں سے کسی وزن پر نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ جُمَعُ اگر صفتی ہے تو یہ جُمْعٌ سے معدول ہے اور اگر اسم ذات ہے تو جُمَاعِی یا جُمْعَاوَات سے معدول ہے پس جُمَعُ میں وصف اور عدل تحقیقی کے پائے جانے کی وجہ سے غیر منصرف ہوا۔

﴿تحقیقًا و تقدیرًا کے ترکیبی احتمالات﴾

یہ دونوں یا تو فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق ہیں اس صورت میں تقدیری عبارت یہ ہوگی حُقِّقَ تَحْقِیْقًا اَوْ قُدِّرَ تَقْدِیْرًا یا یہ مضاف الیہ ہیں اور مضاف محذوف ہے اس صورت میں تقدیری عبارت یہ ہوگی تغییر تحقیق او تغییر تقدیر مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا اور مضاف کے اعراب مضاف الیہ کو دیدیا یا یہ صفت ہیں موصوف محذوف کی اس صورت میں تقدیری عبارت یہ ہوگی محققا تحقیقا او مقدرا تقدیرا اس صورت میں مصدر بمعنی مفعول ہوگا اسلئے کہ مصدر بغیر تاویل کے صفت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان دونوں کی اصل وضع وصفیت کیلئے ہے۔

﴿اَلْوَصْفُ﴾

أَمَّا الْوَصْفُ فَلاَ يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ أَصْلاً وَشَرْطُهُ أَنْ يَكُوْنَ وَصْفًا فِي أَصْلِ الْوَضْعِ فَأَسْوَدُ وَأَرْقَمُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَإِنْ صَارَا اِسْمَيْنِ لِلْحَيَّةِ لِاَصَالَتِهِمَا فِي الْوَصْفِيَّةِ.

ترجمہ: پس وصف علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا ہے اور اسکی شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع میں وصف ہو پس أَسْوَد اور أَرْقَم غیر منصرف ہیں اگر چہ دو سانپوں کے نام ہو چکے ہیں۔

وضاحت: اس میں بنیادی طور پر مصنفؒ نے تین باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: وصف کا علمیت کے ساتھ جمع نہ ہونے کا ذکر۔

دوسری بات: وصف کا غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط۔

تیسری بات: وصف اصلی کی دو مثالیں اور وصف عارضی کی ایک مثال۔

وصف کے لغوی معنیٰ: تعریف کرنا۔

وصف کی اصطلاحی تعریف: كَوْنُ الْاِسْمِ دَالًّا عَلٰى ذَاتٍ مُبْهَمَةٍ مَاْخُوْذَةٍ مَعَ بَعْضِ صِفَاتِهَا (اسم کا کسی ایسی ذات مبھمہ پر دلالت کرنا کہ جس میں کسی صفت کا لحاظ رکھا گیا ہو)

مثال: جیسے اَحْمَرُ اسم اور ذات مبھم پر دلالت کر رہا ہے۔ اور اس میں صفت کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے جیسے سرخی والا۔

﴿پہلی بات: وصف علمیت کے ساتھ جمع نہ ہونے کا ذکر﴾

وصف علمیت کیساتھ کبھی جمع نہیں ہوتا خواہ وصف وضعی ہو یا عارضی اس لئے کہ علم میں تعین ہوتا ہے اور وصف میں ابہام ہوتا ہے پس تعین اور ابہام میں منافات ہونے کی وجہ سے یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔

﴿دوسری بات: وصف کا غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط﴾

وصف کا منع صرف کے سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ اصل وضع میں وہ وصف ہو یعنی واضع نے اس کو معنی وصفی کیلئے وضع کیا ہو اگرچہ بعد میں وہ کسی چیز کے نام مقرر ہوئے ہوں اور اگر اصل وضع میں وصفیت کا معنی نہ ہو تو عارضی طور پر اسمیں وصفیت کے معنی پائے جانے سے وہ وصف غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گا کیونکہ وصف کا غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع میں وصف ہو۔

﴿تیسری بات: وصف اصلی کی دو مثالیں﴾

اسود اور ارقم یہ شرط وجودی پر تفریع ہے اسود (بمعنی سیاہ رنگ کا سانپ) اور ارقم

(یعنی چت کبرا سانپ) یہ دونوں اسم غیر منصرف ہیں ان میں دو سبب پائے جا رہے ہیں ایک علمیت اور دوسرا وصف ان دونوں میں وصف اصلی ہے عارضی نہیں اسلئے کہ یہ دونوں اصل وضع میں معنی وصفیت پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اصل وضع میں اسود ہر کالی چیز اور ارقم ہر چت کبری چیز کیلئے وضع کئے گئے ہیں بعد میں یہ دونوں دو سانپوں کے نام رکھ دیئے گئے پس جب یہ اصل وضع میں وصف ہیں تو اس کی رعایت کرتے ہوئے منع صرف کا سبب قرار دیا۔

وصف عارضی کی مثال: اربع یہ شرط عدمی پر تفریع ہے یہ جب ترکیب میں واقع ہو جیسے مررت بنسوۃ اربع پس اربع میں دو سبب یعنی وصف اور وزن فعل کے پائے جانے کے باوجود یہ منصرف ہے اسلئے کہ اربع میں معنی وصفیت عارضی طور پر ترکیب میں واقع ہونے کی وجہ سے پایا گیا ورنہ اصل وضع میں اربع کا لفظ ایک عدد معین کیلئے وضع کیا گیا ہے جو کہ پانچ اور تین کے درمیان کا عدد ہے اس میں وصفیت کا معنی نہیں کیونکہ وہ ذات معینہ کیلئے وضع کیا گیا ہے لہذا اربع میں باوجود دو سبب پائے جانے کے اسے منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ وصف کا غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط یہ تھی کہ وہ وصف اصلی ہو عارضی نہ ہو پس یہ شرط یہاں فوت ہو رہی ہے۔

یہ شرط عدمی پر تفریع ہے مررت بنسوۃ اربع اس مثال میں اربع میں اسباب منع صرف میں سے ایک سبب وصف کا پایا جا رہا ہے دوسرا سبب وزن فعل کا اس لئے کہ وہ اکرم کے وزن پر ہے جو اوزان فعل میں سے ہے چاہئے تو یہ تھا کہ دو سبب پائے جانے کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہوتا لیکن چونکہ اس میں وصف اصلی نہیں ہے بلکہ عارضی ہے لہذا منصرف ہے۔

لعدم الاصالہ فی الوصفیۃ: اس عبارت سے مصنفؒ اربع کے منصرف ہونے کی دلیل دے رہے ہیں دلیل یہ ہے کہ اربع میں وصفیت کا معنی عارضی طور پر ترکیب میں وصف واقع ہونے کی وجہ سے آ گیا ورنہ اس کی اصل وضع ایک عدد معین کیلئے ہے جو پانچ اور تین کے درمیان کا ہے اور اس میں معنی وصفی نہیں ہے کیونکہ وہ ذات معینہ کیلئے وضع کیا گیا ہے لیکن استعمال میں اس کو وصفیت عارض ہو گئی ہے اس لئے کہ اربع میں وصف ترکیب میں واقع ہونے کی وجہ سے آ گیا ہے ورنہ اگر اربع کو ترکیب مذکور سے علیحدہ کر دیا جائے تو اس میں معنی وصفی نہیں رہیگا۔

﴿اَلتَّانِیْثُ﴾

اَمَّا التَّأنِیْثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُهٗ اَنْ یَکُوْنَ عَلَماً کَطَلْحَۃَ وَکَذٰلِکَ الْمَعْنَوِیُّ ثُمَّ الْمَعْنَوِیُّ إنْ کَانَ ثُلَاثِیّاً سَاکِنَ الاَوْسَطِ غَیْرَ أعْجَمِیٍّ یَجُوْزُ صَرْفُهٗ وَتَرْکُهٗ لِأَجَلِ الْخِفَّۃِ وَوُجُوْدُ السَّبَبَیْنِ کَهِنْدٍ وَإلاَّ یَجِبُ مَنْعُهٗ کَزَیْنَبَ وَسَقَرَ وَمَاهَ وَجُوْرَ وَالتَّانِیْثُ بِالأَلِفِ الْمَقْصُوْرَۃِ کَحُبْلٰی وَ الْمَمْدُوْدَۃِ کَحَمْرَاءَ مُمْتَنِعٌ صَرْفُهُمَا اَلْبَتَّۃَ لِاَنَّ الأَلِفَ قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَیْنِ اَلتَّانِیْثِ وَلُزُوْمِهٖ.

ترجمہ: تانیث بالتاء: پس اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے طلحۃ اور اسی طرح معنوی ہے پھر معنوی اگر ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی ہے تو اس کا منصرف پڑھنا اور غیر منصرف پڑھنا دونوں جائز ہے بوجہ خفت پائے جانے کے اور بوجہ دو سبب پائے جانے کے۔ جیسے ھِنْد اگر ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی نہیں ہے تو اس کا منصرف پڑھنا واجب ہے جیسے زَیْنَب وَسَقَر وَمَاہ وَجُوْر اور تانیث الف مقصورہ کیساتھ جیسے حُبْلٰی (حاملہ عورت) اور الف ممدودۃ کے ساتھ جیسے حَمْرَاءُ (سرخ عورت) اس دونوں کا منصرف ہونا بالکل ممتنع ہے اسلئے کہ الف قائم مقام ہے دو سببوں کے ایک تانیث اور دوسرا لزوم تانیث

وضاحت: مصنفؒ نے اس میں بنیادی طور پر چار باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: تانیث بالتاء لفظی اور تانیث معنوی کا منع صرف بننے کیلئے شرط۔

دوسری بات: تانیث معنوی کا منع صرف کیلئے وجوبی طور پر سبب بننے کیلئے تین شرائط۔

تیسری بات: تانیث معنوی میں مذکورہ شرائط ثلاثہ نہ پائی جائیں تو اس کا منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے۔

چوتھی بات: تانیث بالالف مقصورہ اور تانیث بالالف ممدودہ کو غیر منصرف پڑھنے کی وجہ۔

﴿چند مفید باتیں﴾

تانیث کی اقسام: تانیث کی اولاً دو قسمیں ہیں: (۱) تانیث بالالف (۲) تانیث بالتاء۔

تانیث بالالف کی دو قسمیں ہیں: (۱) تانیث بالالف المقصورۃ جیسے حبلٰی

(۲)تانیث بالالف الممدودہ جیسے حمرآء

تانیث بالتاء کی دوقسمیں ہیں: (۱)تانیث لفظی (۲) تانیث معنوی

تانیث لفظی: سے مرادوہ تاء تانیث ہے جواسموں کے آخر میں ہوتی ہے اور وقف کی حالت میں " ہ "بن جاتی ہے۔ جیسے طلحہ اور فاطمۃ

تانیث معنوی: سے مرادوہ تاء ہے جو مقدرہ ہو یعنی لفظوں میں موجود نہ ہو۔ جیسے زینب وغیرہ

﴿پہلی بات﴾

تانیث بالتاء لفظی اور تانیث معنوی کا منع صرف بننے کیلئے علمیت کی شرط: تانیث بالتاء لفظی اور تانیث معنوی کا غیر منصرف کیلئے سبب بننے کیلئے علمیت شرط ہے۔

تانیث بالتاء لفظی کیلئے علمیت کی شرط لگانے کی وجہ: تانیث بالتاء لفظی کیلئے علمیت کی شرط اسلئے لگائی گئی چونکہ تاء تانیث محل زوال میں ہوتی ہے اور یہ مذکر اور مونث کے درمیان فرق کرنے کیلئے لائی جاتی ہے لہذا ہم نے اس میں علمیت کی شرط لگادی تاکہ یہ تغیر وتبدل سے محفوظ ہو جائے کیونکہ علمیت کلمہ کو تغیر وتبدل سے محفوظ بنادیتا ہے۔

تانیث معنوی کیلئے علمیت کی شرط لگانے کی وجہ: علمیت جس طرح تانیث لفظی کیلئے شرط ہے اسی طرح تانیث معنوی کیلئے بھی شرط ہے فرق اتنا ہے کہ تانیث لفظی میں علمیت پائے جانے کی وجہ سے وہ منع صرف کا وجوبی سبب بنے گا جب کہ تانیث معنوی میں علمیت پائے جانے کی وجہ سے وہ منع صرف کا جوازاً سبب بنے گا۔

﴿دوسری بات﴾

تانیث معنوی کا منع صرف کیلئے وجوبی سبب بننے کیلئے تین شرائط: تانیث معنوی کو غیر منصرف کا وجوبی سبب بننے کیلئے علمیت کے علاوہ تین شرائط اور بھی ہیں اور وہ یہ ہیں:

پہلی شرط: وہ ثلاثی نہ ہو۔ جیسے زَیْنَبُ، **دوسری شرط:** اگر ثلاثی ہوتو ساکن الاوسط نہ ہو بلکہ متحرک الاوسط ہو۔ جیسے سَقَرُ، **تیسری شرط:** اگر متحرک الاوسط نہ ہوتو شرط یہ ہے کہ عجمی ہو۔ جیسے مَاہَ وُجُوْرَ یہ دوشہروں کے نام ہیں۔

﴿تیسری بات﴾

﴿تانیث معنوی میں شرائط ثلاثہ نہ پائی جائیں تو اس کا منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے﴾

تانیث معنوی میں اگر مذکورہ تین شرائط ثلاثہ نہ پائی جائیں اس طور پر کہ وہ ثلاثی ہو، ساکن الاوسط ہو اور غیر عجمی ہو تو اسے منصرف پڑھنا بھی جائز ہے اور غیر منصرف بھی پڑھنا جائز ہے۔

لاجل الخفة يجوز صرفه:

منصرف پڑھنے کی وجہ: تانیث معنوی جب ثلاثی ہو، ثلاثی ساکن الاوسط ہو اور غیر عجمی ہو یعنی عربی ہو تو وہ کلمہ اس کلمہ کے مقابلے میں خفیف اور ہلکا ہو جاتا ہے جو رباعی ہو یا ثلاثی متحرک الاوسط یا عجمی ہو پس یہ خفت غیر منصرف کے دو سببوں میں جن میں ثقل پائے جانے کی وجہ سے کسرہ اور تنوین نہیں آسکتے ہیں ایک سبب کے معارض و مقابل ہونے کی وجہ سے اس سبب کا ثقل ختم ہو گیا تو وہ سبب کالمعدوم ہو گیا اب صرف ایک سبب باقی رہ گیا اور ایک سبب سے کلمہ غیر منصرف نہیں ہوتا ہے لہذا اسے منصرف پڑھنا جائز ہوگا۔

وجود السببين:

غیر منصرف پڑھنے کی وجہ: تانیث معنوی اگر ثلاثی ہو یا ثلاثی ساکن الاوسط اور عربی ہو تو اسے غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے مصنفؒ اس کی وجہ یہ بتا رہے ہیں کہ چونکہ اس میں دو سبب علیت اور تانیث معنوی پائے جا رہے ہیں اسلئے اسے غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے۔

﴿چوتھی بات﴾

تانیث بالالف المقصورۃ اور تانیث بالالف الممدودۃ کو غیر منصرف پڑھنے کی وجہ: تانیث بالالف المقصورۃ اور بالالف الممدودہ کو لازمی طور پر غیر منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ اس میں ایک سبب قائمقام دو سبب کے ہے اس میں ایک سبب تانیث اور دوسرا سبب لزوم تانیث ہے یعنی تانیث ان سے جدا نہیں ہوسکتی لہذا یہ ایک سبب دو اسباب کے قائم مقام ہے۔

﴿المعرفة﴾

اَمَّاالْمَعْرِفَةُ فَلاَ یُعْتَبَرُ فِی مَنْعِ الصَّرْفِ مِنها اِلاَّ الْعَلَمِیَّةُ وتَجْتَمِعُ مَعَ غَیْرِ الْوَصْفِ.

ترجمہ: اور بہرحال معرفہ پس نہیں معتبر ہے منع صرف میں اس سے مگر علمیت اور معرفہ وصف کے علاوہ کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔

وضاحت: اسباب منع صرف میں سے چوتھا سبب معرفہ بھی ہے اس میں بنیادی طور پر دو باتیں ذکر کی ہیں:

پہلی بات: معرفہ کا منع صرف کیلئے سبب بننے کیلئے سات اقسام میں سے صرف علمیت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

دوسری بات: معرفہ اسباب منع صرف میں سے وصف کے علاوہ باقی تمام اسباب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔

﴿پہلی بات﴾

معرفہ کا منع صرف کا سبب بننے کیلئے معرفہ کی سات اقسام میں صرف علمیت کا اعتبار کیا گیا ہے باقی چھ اقسام کا اعتبار کیوں نہیں کیا گیا ہے؟

وجہ: یہ ہے کہ ان میں سے مضمرات، اشارات اور موصولات یہ مبنی ہیں لہٰذا یہ معرفہ غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتے ہیں اور معرف باللام اور اضافت یہ غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر دیتے ہیں تو یہ غیر منصرف کا سبب کیسے بن سکتے ہیں اور منادی کو نحویوں نے معرف باللام میں شامل کیا ہے لہٰذا مصنفؒ نے معرفہ کیلئے علمیت کا اعتبار کیا ہے۔

﴿دوسری بات﴾

معرفہ اسباب منع صرف میں سے سوائے وصف کے سب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔

معرفہ کا وصف کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ: معرفہ وصف کے ساتھ اس لئے جمع نہیں ہو سکتا ہے کہ معرفہ ذات معین پر دلالت کرتا ہے جبکہ وصف ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے اور ان

دونوں میں تضاد ہے لہذا یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

﴿اَلْعُجْمَةُ﴾

اَمَّا الْعُجْمَةُ وَشَرْطُهَا اَنْ تَكُونَ عَلَمًا فِی الْعُجْمَةِ وَزَائِدَةً عَلٰی ثَلاثَةِ اَحْرُفٍ كَاِبْرَاهِيم اَوْ ثُلاثِيًّا مُتَحَرِّكُ الْاَوْسَطِ كَشَتَرَ فَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِيَّةِ وَ نُوْحٌ مُنْصَرِفٌ لِسُكُوْنِ الْأَوْسَطِ

ترجمہ: بہر حال عجمہ تو پس اس کی شرط یہ ہے کہ وہ عجمیت میں علم ہو اور تین حرفوں سے زائد ہو جیسے ابراھیم یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر پس لجام منصرف ہے علمیت نہ ہونے کی وجہ سے اور نوح بھی ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے منصرف ہے۔

وضاحت: اسباب منع صرف میں سے پانچواں سبب عجمہ ہے اس میں مصنفؒ نے تین باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: عجمہ کا منع صرف کا سبب بننے کیلئے دو شرطیں۔

دوسری بات: دو احترازی مثالیں۔

فائدہ: عجمہ کا لغوی معنی: گونگا ہونا۔ اٹکنا۔ اصطلاحی معنی: غیر عربی کا وضع کیا ہوا لفظ یا اسم۔

﴿پہلی بات: عجمہ کا منع صرف کیلئے سبب بننے کیلئے دو شرطیں ہیں﴾

پہلی شرط: یہ ہے کہ عجمہ علم ہو خواہ حقیقتاً علم یا حکماً علم ہو۔

عجمہ کیلئے علمیت کی شرط لگانے کی وجہ: عجمہ کیلئے علمیت کی شرط اس لئے لگائی ہے تاکہ یہ زوال سے محفوظ ہو جائے کیونکہ عرب والے جب کسی کلمے کو غیر علم پاتے ہیں تو وہ اس کے ثقل کو ختم کرنے کیلئے اس میں رد و بدل کر دیتے ہیں پس جب علمیت کی شرط لگا دی تو وہ اسم زوال سے محفوظ ہو جائیگا۔

عَلَم حقیقتاً کی مثال: ابراھیم یہ عَلَم حقیقی کی مثال ہے۔

عَلَم حکمًا کی مثال: قالون یہ عجمی زبان میں اسم جنس تھا ہر عمدہ چیز پر اس کا اطلاق ہوتا تھا پس عربی زبان میں اسم جنس میں تصرف سے پہلے یہ عَلَم بن گیا یعنی ایک قاری کا نام رکھا گیا لہذا اس

کا عَلَم حکماً کہا جاتا ہے کیونکہ اسم جنس تصرف سے پہلے عَلَم بن گیا۔

دوسری شرط: اس شرط کی دوشقیں ہیں: ۱)...... وہ تین حرفی سے زائد ہو۔ جیسے ابراھیم یہ تین حرفی سے زائد ہے۔

۲)...... ثلاثی ہو لیکن متحرک الاوسط ہو جیسے شتر یہ تین حرفی ہے لیکن درمیان والا حرف متحرک ہے پس ابراھیم اور شتر شرائط پائے جانے کی وجہ سے غیر منصرف ہونگے۔

﴿دوسری بات﴾

دو احترازی مثالیں: پہلی مثال: لجام یہ پہلی شرط فوت ہونے کی وجہ سے منصرف ہے کیونکہ یہ علم نہیں ہے۔

دوسری مثال: نوح یہ بھی منصرف ہے اس لئے کہ اس میں دوسری شرط فوت ہو رہی ہے کیونکہ یہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے۔

فائدہ: ملائکہ کے تمام نام غیر منصرف ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی تمام نام غیر منصرف ہیں سوائے سات ناموں کے وہ سات نام یہ ہیں: (۱) محمد ﷺ (۲) شعیبؑ (۳) نوحؑ (۴) ہودؑ (۵) صالحؑ (۶) لوطؑ (۷) شیثؑ

ان میں سے تین نام عربی ہیں۔ محمد ﷺ۔ صالحؑ۔ شعیبؑ

باقی چار نام عجمی ہیں۔ نوحؑ۔ ہودؑ۔ لوطؑ۔ شیثؑ۔

گر ہمی خواہی کہ دانی نام ہر پیغمبرے   تا کدام ست اے برادر نزد کوے منصرف
صالحؑ وہودؑ ومحمد ﷺ باشعیبؑ ونوحؑ ولوطؑ   منصرف داں وگر باقی ہمہ لا ینصرف

﴿الجمع﴾

اَمَّا الْجَمْعُ فَشَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ عَلٰى صِيغَةِ مُنْتَهَى الْجُمُوعِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ أَلِفِ الْجَمْعِ حَرْفَانِ كَمَسَاجِدَ اَوْ حرف مُشَدَّدٌ مِثْلُ دَوَابَّ أَوْ ثَلَاثَةُ أَحْرُفٍ أَوْسَطُهَا سَاكِنٌ غَيْرُ قَابِلٍ لِلْهَاءِ كَمَصَابِيحَ فَصَيَاقِلَةٌ وَفَرَازِنَةٌ مُنْصَرِفٌ لِقَبُولِهِمَا الْهَاءَ وَهُوَ أَيْضًا قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ الْجَمْعِيَّةُ وَلُزُومُهَا وَامْتِنَاعُ أَنْ يُجْمَعَ مَرَّةً. أُخْرٰى جَمْعَ

التَّكْسِيْرِ فَكَأَنَّهُ جُمِعَ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ: بہر حال جمع کی شرط یہ ہے کہ وہ منتهي الجموع کے وزن پر ہو اور جمع مُنتَهي الجُمُوعِ یہ ہے کہ الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد یا الف جمع کے بعد حرف مشدد ہو جیسے دوابّ یا ایسے تین حرف ہوں کہ ان میں درمیان والا حرف ساکن ہو اس حال میں کہ وہ ھا کو قبول کرنے والا نہ ہو جیسے مصابیح پس صياقلة اور فرازنة منصرف ہیں ھا کو قبول کرنے کی وجہ سے اور وہ بھی قائم مقام ہے دو سببوں ہے ایک ان میں سے جمعیت ہے اور دوسرا لزوم جمعیت ہے اور دوسری مرتبہ جمع تکسیر لانا ممتنع ہے پس گویا کہ یہ جمع دو مرتبہ لائی گئی ہے۔

وضاحت: اسباب منع صرف میں سے چھٹا سبب جمع ہے مصنفؒ نے اس میں بنیادی طور پر دو باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: جمع کا غیر منصرف کیلئے سبب بننے کیلئے دو شرائط۔

دوسری بات: جمع کا دو سببوں کے قائمقام ہونے کی وجہ۔

فائدہ: جمع کے لغوی معنی: اکٹھا کرنا۔ اصطلاحی معنی: کسی اسم کا تین یا زائد افراد پر دلالت کرنا۔

﴿پہلی بات: جمع کا منع صرف کا سبب بننے کیلئے دو شرائط﴾

پہلی شرط: یہ ہے کہ وہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور منتہی الجموع کے اوزان یہ ہیں:

۱)......الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد بروزن مفاعل

۲)......الف جمع کے بعد ایک حرف مشدد ہو جیسے دوابّ بروزن فعالّ

۳)......الف جمع کے بعد تین حرف ہو اور درمیان والا حرف ساکن ہو جیسے مصابیح بروزن مفاعیل

دوسری شرط: یہ ہے کہ وہ جمع ایسی تاء کو قبول نہ کرتا ہو جو حالت وقف میں 'ہ' بن جائے اس کی شرط اس لئے لگائی تا کہ جمع کی بعض مفردات کے ساتھ مشابہت پیدا نہ ہو جائے۔

مثالیں: صياقلة اور فرازنة منصرف ہونگے کیونکہ یہ اس تاء کو قبول کرتے ہیں جو حالت وقف میں

ۃ‘ بن جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کی مشابہت **طواغیۃ** اور **کراھیۃ** کے ساتھ ہونے کی وجہ سے ان میں جمعیت ضعیف ہوجاتی ہے اور وہ دونوں مفرد ہیں لہذا ان کی مشابہت مفرد کے ساتھ ہونے کی وجہ سے یہ منصرف ہونگے۔

﴿دوسری بات﴾

جمع منتھی الجموع اکیلا دوسببوں کے قائم مقام ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک سبب جمعیت پایا جارہا ہے اور دوسرا سبب لزوم جمعیت کہ اس کے بعد دوسری جمع مکسر نہیں بنائی جاسکتی ہے گویا اس میں دوسبب پائے گئے ایک جمع ہونا دوسرا لزوم کا ہونا پس یہ ایک سبب قائم مقام دوسبب کے ہونے کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب بنے گا۔

فائدہ(۱): **جمع منتھی الجموع** کی وجہ تسمیہ: اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ **منتھی الجموع** کا معنی ہے جمعوں کے انتہاء کو پہنچنے کی جگہ اس جمع کے بعد چونکہ جمع تکسیر نہیں بنائی جاسکتی ہے پس یہ جمعوں کی آخری جمع ہے اور اس کو جمع اقصی بھی کہتے ہیں۔

فائدہ (۲): دوسری شرط میں یہ جو شرط لگائی ہے کہ اس جمع کے آخر میں ایسی ’تا‘ نہ ہو جو حالت وقف میں ھاء بن جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ جمع کا التباس بعض مفردات کے ساتھ نہ ہوجائے جن کے آخر میں ھاء ہوتی ہے جس کی وجہ سے جمع کی جمعیت میں خلل واقع ہوجائے گا اور غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکے گا جیسے **صَیَاقَلَۃٌ** اور **فَرَازَنَۃٌ** کا التباس ہے **طواغیۃ** (بمعنی سرکشی) اور **کراھیۃ** (بمعنی کراہت کے ساتھ) اور یہ دونوں مفرد ہیں۔

﴿الترکیب﴾

اَمَّا التَّرْکِیْبُ فَشَرْطُہٗ اَنْ یَکُوْنَ عَلَماً بِلا إضَافَۃٍ ولا إسْنَادٍ کبَعْلَبَکَّ فعَبْدُاللّٰہِ مُنْصَرِفٌ وَمَعْدِیْکَرْبَ غَیْرُمُنْصَرِفٍ وَشَابَ قَرْنَاھَا مَبْنِیٌّ.

ترجمہ: بہرحال ترکیب پس اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو بغیر اضافت کے اور بغیر اسناد کے جیسے بَعْلَبَکَّ پس عبداللہ منصرف ہے اور معدیکرب غیر منصرف ہے اور شَابَ قَرْنَاھَا مبنی ہے۔

وضاحت: اسباب منع صرف میں سے ساتواں سبب ترکیب ہے اسمیں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں

پہلی بات: ترکیب کا منع صرف کا سبب بنے کیلئے دو شرائط

،**دوسری بات:** ایک مثال اتفاقی اور دو مثالیں احترازی

فائدہ (۱): ترکیب کے **لغوی معنی:** جوڑنا ملانا۔ **اصطلاحی معنی:** یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ کلموں کو ایک کر دینا جبکہ کوئی حرف اس کا جز نہ ہو۔ یہ تعریف اس ترکیب کی ہے جو منع صرف کا سبب بنتی ہے مطلق ترکیب کی نہیں۔

فائدہ (۲): ترکیب کی چھ قسمیں ہیں: (۱) ترکیب اضافی جیسے **غُلَامُ زَیْدٍ** (۲) ترکیب اسنادی جیسے **زَیْدٌ قَائِمٌ** (۳) ترکیب توصیفی جیسے **رَجُلٌ عَالِمٌ** (۴) ترکیب صوتی جیسے **سِیْبَوَیْه** (۵) ترکیب عددی جیسے **خَمْسَةَ عَشَرَ** (۶) ترکیب امتزاجی جیسے **بَعْلَبَکُّ**

ان چھ ترکیبوں میں سے منع صرف میں صرف ترکیب امتزاجی کا اعتبار کیا گیا ہے۔

﴿پہلی بات: ترکیب کا منع صرف کا سبب بننے کیلئے دو شرائط﴾

پہلی شرط: یہ ہے کہ وہ علم ہو۔ ترکیب کیلئے علمیت کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ ترکیب ایک عارضی چیز ہے کیونکہ اصل ہر کلمہ میں یہ ہے کہ وہ الگ الگ استعمال ہو کسی عارض کی وجہ سے اس کو جوڑا جاتا ہے پس ترکیب ایک عارضی چیز ہونے کی وجہ سے محل زوال میں تھی علمیت کی شرط لگا کر اسے محفوظ بنا دیا۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ ترکیب اضافی بھی نہ ہو اور ترکیب اسنادی بھی نہ ہو کیونکہ اضافت غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر دیتی ہے اور مرکب اسنادی مبنی ہوتا ہے اور مبنی غیر منصرف نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ غیر منصرف معرب کی قسم ہے۔

﴿دوسری بات﴾

مثال اتفاقی: **بَعْلَبَکُّ** ہے اس میں ترکیب کی دونوں شرائط پائے جانے کی وجہ سے غیر منصرف ہے پہلی علمیت بھی پائی جا رہی ہے یہ ایک شہر کا نام ہے دوسری شرط ترکیب اضافی اور ترکیب اسنادی کا نہ ہونا ہے چنانچہ اس میں نہ ترکیب اضافی ہے اور نہ اسنادی۔

دو احترازی مثالیں: پہلی مثال: عبداللہ یہ منصرف ہے اس میں پہلی شرط علیت پائی جارہی ہے دوسری شرط ترکیب اضافی نہ ہونے کی فوت ہونے کی وجہ سے غیر منصرف نہ ہوگا۔

دوسری مثال: شَابَ قَرْنَاهَا یہ مبنی ہے اس میں پہلی شرط علیت پائی جارہی ہے یہ ایک عورت کا نام ہے مگر دوسری شرط ترکیب اسنادی کا نہ ہونا فوت ہورہی ہے لہذا یہ نہ منصرف ہے نہ ہی غیر منصرف بلکہ مبنی ہے۔

شَابَ قَرْنَاهَا کا معنی: وہ عورت جس کے دونوں مینڈیاں سفید ہوگئی ہوں۔

﴿الألِفُ وَالنُّونُ الزَّائِدَتان﴾

اَمَّا الاَلِفُ وَالنُّونُ الزَّائِدَتَانِ إنْ كَانَتَا فِي اسْمٍ فَشَرْطُهُ اَنْ يَكُونَ عَلَماً كَعِمْرَانَ وَعُثْمَانَ فَسَعْدَانٌ اِسْمُ نَبْتٍ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ العَلْمِيَةِ وَإنْ كَانَتَا فِي صِفَةٍ فَشَرْطُه اَنْ لَا يَكُونَ مُؤَنَّثُهُ عَلٰى فَعْلَانَةٍ كَسَكْرَانَ فَنَدْمَانٌ مُنْصَرِفٌ لِوُجُودِ نَدْمَانَةٍ.

ترجمہ: بہر حال الف نون زائدتان اگر یہ اسم میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو جیسے عمران وعثمان پس سعدانٌ جو کہ ایک بوٹی کا نام ہے منصرف ہے علیت نہ ہونے کے سبب اور اگر یہ صفت میں ہوں تو اسکی شرط یہ ہے اس صفت کی مونث فعلانة کے وزن پر نہ ہو جیسے سکران پس ندمان منصرف ہے بوجہ موجود ہونے کے نَدْمَانَة کے۔

وضاحت: اسباب منع صرف میں سے آٹھواں سبب الف ونون زائدتان ہے اسمیں مصنفؒ نے دو باتیں ذکر فرمائی ہیں

پہلی بات: الف ونون اگر اسم کے آخر میں زائد ہوں تو اسکے منع صرف کا سبب بننے کیلئے شرط

،دوسری بات: الف ونون اگر صفت کے آخر میں زائد ہوں تو اسکے منع صرف کا سبب بننے کی شرط۔

﴿پہلی بات﴾

الف ونون زائدتان اگر اسم کے آخر میں ہوں تو اسکے منع صرف کا سبب بننے کیلئے شرط: الف ونون زائدتان اگر اسم کے آخر میں زائد ہوں تو اس کے منع صرف کا سبب بننے کیلئے علیت کی شرط ہے۔

الف ونون زائدتان منع صرف کا سبب بننے کیلئے علمیت کی شرط لگانے کی وجہ: علمیت کی شرط اس لئے لگادی کہ الف ونون آخر میں زائد ہوتے ہیں اور کلمہ کا آخر تغیر وتبدل کا محل ہوتا ہے پس علمیت کی شرط لگادی تاکہ الف ونون محل تغیر وتبدل سے محفوظ ہوں۔ **مثال:** عمران اور عثمان

احترازی مثال: سعدان اس میں علمیت نہ پائے جانے کی وجہ سے منصرف ہوگا یہ ایک قسم کی گھاس کا نام ہے کسی کا علم نہیں۔

﴿دوسری بات﴾

الف ونون اگر صفت کے آخر میں ہوتو اس کے منع صرف کا سبب بننے کیلئے شرط: یہ ہے کہ اس کی مونث فعلانة کے وزن پر نہ آتی ہو۔

اتفاقی مثال: سکران غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس کی مونث سکرانة نہیں آتی ہے بلکہ اس کی مونث سکری آتی ہے۔

احترازی مثال: ندمان یہ منصرف ہے اس لئے کہ اس کی مونث ندمانة آتی ہے جو کہ **فعلانة** کے وزن پر ہے۔

﴿وَزْنُ الفِعْل﴾

اَمّاوَزْنُ الفِعْلِ فَشَرْطُه اَنْ يَخْتَصَّ بِالفِعْلِ وَلَايُوْجَدُفِی الْاِسْمِ اِلّامَنْقُوْلاً عَنِ الْفِعْلِ كَشَمَّرَوضُرِبَ وَاِنْ لَمْ يُخْتَصَّ بِهِ فَيَجِبُ أَنْ يَكُونَ فی أَوَّلِهِ إحْدٰی حُرُوفِ الْمُضارَعَةِ وَ لا يَدْخُلُهُ الهَاءُ كاَحْمَدَ وَيَشْكُرَ وَتَغْلِبَ وَنَرْجِسَ فَيَعْمَلٌ مُنْصَرِفٌ لِقَبُولِهِ الهَاءَ كَقَولِهِمْ نَاقَةٌ يَعْمَلَةٌ.

ترجمہ: بہرحال وزن فعل پس اسکی شرط یہ ہے کہ وہ مختص ہو فعل کے ساتھ اور فعل سے منقول ہوئے بغیر اسم میں نہ پایا جائے جیسے **شمّر** و **ضُرِب** اور اگر فعل کے ساتھ مختص نہ ہو تو پھر اس کے شروع میں حروف مضارعہ میں سے کسی حرف کا لانا واجب اور ضروری ہے اور اس کے آخر میں ہاء داخل ہو۔ جیسے **احمد** اور **یشکر** اور **تغلب** اور **نرجس** پس **یعمل** منصرف ہے کیونکہ وہ ھا کو قبول کرتا

ہے جیسا کہ عربوں کا قول ہے نَاقَةٌ یَعْمَلَةٌ۔

وضاحت: اسباب منع صرف کا نواں سبب وزن فعل ہے۔

﴿وزن فعل کا غیر منصرف کا سبب بننے کی شرائط﴾

وزن فعل کا غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے دو شرائط ہیں۔

پہلی شرط: یہ ہے کہ وہ وزنِ فعل کے ساتھ مختص ہو اسموں میں نہ پایا جائے اگر اسموں میں پایا جائے تو فعل سے منقول ہو کر آیا ہو۔

پہلی مثال: شَمَّرَ یہ باب تفعیل کا صیغہ ہے (بمعنی دامن سمیٹنا) یہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہے پھر اسکو اسم کی طرف نقل کیا گیا اور ایک تیز رفتار گھوڑے کا نام بن گیا اب یہ وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

دوسری مثال: ضُرِبَ ہے جو کہ فعل مجہول ہے یہ وزن بھی فعل کے ساتھ مختص ہے اب اگر کسی کا نام ضُرِبَ رکھ دیا جائے تو یہ وزنِ فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ اگر وہ وزنِ فعل کے ساتھ مختص نہ ہو بلکہ اسم اور فعل دونوں میں مشترک ہو تو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ اس کے شروع میں حروف مضارعہ یعنی حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف ہو اور اس کے آخر میں ایسی تاء تانیث نہ ہو جو حالت وقف میں ھاء بن جائے۔

مثال: اَحْمَدُ، یَشْکُرُ، تَغْلُبُ، نَرْجَسُ ان کے شروع میں حرف مضارع بھی ہے اور آخر میں تاء بھی نہیں جو وقف کی حالت میں ھاء بن جائے۔ پس یہ علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہونگے۔

شرط ثانی کی احترازی مثال: پس یَعْمَلُ منصرف ہے اگرچہ اسمیں دو سبب وزن فعل اور وصف پائے جا رہے ہیں اس کے باوجود منصرف ہے کیونکہ یہ تاء تانیث کو قبول کرتا ہے چنانچہ نَاقَةٌ یَعْمَلَةٌ کہتے ہیں لہٰذا یہ منصرف ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ کُلَّ مَاشُرِطَ فِیْهِ الْعَلَمِیَّةُ وَهُوَ الْمُؤنَّثُ بِالتَّاءِ وَالْمَعْنَوِیُّ وَالْعُجْمَةُ

وَالتَّرْكِيبُ والاسْمُ الَّذِى فِيهِ الألِفُ وَالنُّونُ اَلزَّائِدَتَانِ اَوْلَمْ يُشْتَرِطْ فِيهِ ذٰلِكَ وَ اجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَاحِدٍفَقَط وَهُوَالْعَلَمُ الْمَعْدُوْلُ وَ وَزْنُ الفِعْلِ إذا نُكِّرَصُرِّفَ أمَّا فِى الْقِسْمِ الأوَّلِ فَلِبَقَاءِ الإسْمِ بِلا سَبَبٍ وأمَّافِى الثَّانِى فَلِبَقَائِهٖ عَلَى سَبَبٍ وَاحِدٍتَقُولُ جَاءَ نِىْ طَلْحَةُوَطَلْحَةٌ آخَرُوقَامَ عُمَرُ وعُمَرٌ آخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ آخَرُ.

ترجمہ: اور جان لو کہ ہر وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت شرط ہے (یعنی جن اسباب میں علمیت شرط ہے وہ یہ ہیں) مونث بالتاء تانیث معنوی اور عجمہ اور ترکیب اور وہ اسم جس میں الف ونون زائدتان ہوں یا وہ اسم غیر منصرف کہ اسمیں علمیت شرط نہیں ہے بلکہ ایک سبب کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور وہ علم معدول اور وزن فعل ہے جب ان کو نکرہ کر دیا جائے تو منصرف ہو جائیں گے۔ پس پہلی قسم میں تو اس لئے کہ اسم بغیر سبب کے باقی رہ جاتا ہے اور دوسری قسم میں ایک سبب باقی رہ جانے کی وجہ سے۔ جیسے تو کہے گا جَاءَ نِىْ طَلْحَةُ وَطَلْحَةٌ آخَرُ (آیا میرے پاس طلحہ اور ایک دوسرا طلحہ) قَامَ عُمَرُ وعُمَرٌ آخَرُ (کھڑا ہوا عمر اور ایک دوسرا عمر) اور ضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ آخَرُ (مارا احمد نے اور ایک دوسرا احمد نے)

وضاحت: مصنفؒ اسباب منع صرف بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے اس چیز کو ذکر فرما رہے ہیں جس کے زائل ہونے سے اسباب منع صرف کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے وہ منصرف بن جاتے ہیں اب یہاں سے اسی قاعدہ کو ذکر کر رہے ہیں۔

﴿اسباب منع صرف کو منصرف بنانے کا قاعدہ﴾

اسباب منع صرف کے نو اسباب میں سے چار سبب ایسے ہیں کہ جن کے ساتھ علمیت جمع ہو کر ایک مستقل سبب بھی بن رہی ہے اور پھر دوسرے سبب کیلئے شرط ہو کر منع صرف میں موثر ہوتی ہے اور وہ چار سبب یہ ہیں: ۱۔ تانیث لفظی ومعنوی ۲۔ عجمہ ۳۔ ترکیب ۴۔ الف نون زائدتان اور دو سبب ایسے ہیں کہ جن کے ساتھ علمیت جمع ہو کر ایک مستقل سبب بن رہا ہے لیکن ان کے سبب

بننے کیلئے علمیت کی شرط نہیں ہے اور وہ دو سبب یہ ہیں عدل اور وزن فعل۔

اب ان چھ اسباب کو جن میں سے چار میں علمیت شرط ہے اور دو میں شرط نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ علمیت محض جمع ہو جاتی ہے جب نکرہ بنایا جائے گا تو یہ منصرف ہو جائیں گے۔

جن چار اسباب میں علمیت بطور شرط کے جمع ہو رہی تھی ان کو نکرہ بنانے سے منصرف ہونے کی وجہ: یہ ہے کہ ان میں سے پہلے چار اسباب جن میں علمیت شرط ہے جب ان کو نکرہ بنایا جائے تو ان سے علمیت ختم ہو جاتی ہے جب علمیت ختم ہو گئی تو وہ سبب ختم ہو گیا اور دوسرے سبب کیلئے چونکہ علمیت شرط تھی تو جب علمیت ختم ہو گئی تو وہ سبب بھی ختم ہو گیا **اِذَافَاتَ الشَّرْطُ فَفَاتَ الْمَشْرُوْطُ** کے قاعدہ کے تحت پس ان چاروں قسموں میں ایک سبب بھی باقی نہیں رہے گا اسی کو مصنفؒ نے **فلبقاء الاسم بلاسبب** سے ذکر کیا ہے گو کہ ایک سبب ہے لیکن وہ غیر مؤثر ہونے کی وجہ سے بمنزلہ معدوم کے ہے لہذا ایک سبب بھی باقی نہیں رہے گا۔ اور یہ منصرف بن جائیں گے۔

اور جن دو اسباب میں علمیت بطور شرط کے نہیں ہے بلکہ محض جمع ہو رہی ہے انکو نکرہ بنانے سے منصرف ہونے کی وجہ: یہ ہے کہ ان میں ایک سبب مؤثر باقی رہ جاتا ہے اور ایک سبب کی وجہ سے اسم غیر منصرف نہیں ہوتا ہے۔

غیر منصرف کو منصرف بنانے کی مثالیں: وہ اسباب جن کیساتھ علمیت بطور شرط کے جمع ہو رہی ہے ان میں سے حرف تانیث لفظی کی مثال ذکر کی ہے بقیہ تین کو ان پر قیاس کیا جائے۔

تانیث لفظی کو منصرف بنانے کی مثال: جَاءَنِی طَلْحَةُ یہ غیر منصرف ہے اسمیں ایک سبب تاء تانیث اور دوسرا سبب علمیت ہے اس کو نکرہ بنایا جائے تو یوں پڑھیں گے جَاءَنِی طَلْحَةٌ اٰخَرُ اس اخر یہ طلحة کی صفت ہے جب اخر صفت نکرہ ہے تو موصوف بھی نکرہ ہوگا جب طلحة نکرہ ہو گیا تو یہ بھی منصرف ہو جائیگا۔

عدل کو منصرف بنانے کی مثال: قَامَ عُمَرُ یہ غیر منصرف ہے اسمیں دو سبب پائے جا رہے ہیں ایک سبب علمیت ہے اور دوسرا سبب عدل اس کو نکرہ بنایا جائے تو یوں پڑھیں گے قام عمر اٰخر اب جب اسکو نکرہ بنایا گیا تو اسمیں علمیت والا سبب ختم ہو گیا صرف ایک سبب عدل باقی رہ گیا اور ایک سبب سے غیر منصرف نہیں ہوتا ہے لہذا یہ منصرف ہوگا۔

وزن فعل کو منصرف بنانے کی مثال: جَاءَ نِی اَحْمَدُ یہ غیر منصرف ہے اسمیں دو سبب پائے جا رہے ہیں ایک علمیت اور دوسرا سبب وزن فعل اب اگر اس کو نکرہ بنائیں تو اسکو یوں پڑھیں گے جائنی احمد آخر اب جب اسکو نکرہ بنایا گیا تو اسمیں سے علمیت والا سبب ختم ہوگیا صرف ایک سبب وزن فعل باقی رہ گیا اور ایک سبب سے غیر منصرف نہیں ہوتا ہے لہذا یہ منصرف ہوگا۔

وَكُلُّ مَا لَا يَنْصَرِفُ إِذَا أُضِيفَ أَوْ دَخَلَهُ اللَّامُ فَدَخَلَهُ الْكَسْرَةُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ وَبِالْاَحْمَدِ.

ترجمہ: اور ہر وہ اسم جو غیر منصرف ہو جب اسکی اضافت کی جائے یا اس پر الف لام داخل کیا جائے تو اس کے آخر میں کسرہ آجائے گا جیسے مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ وَبِالْاَحْمَدِ.

غیر منصرف کو منصرف بنانے کا قاعدہ: غیر منصرف کی اضافت جب کسی دوسرے اسم کی طرف ہو جائے یا اس پر الف لام داخل ہو جائے تو اس پر کسرہ پڑھی جائے گی جیسے مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ اسی طرح مَرَرْتُ بِالْاَحْمَدِ میں الف لام داخل ہونے کی وجہ سے کسرہ پڑھی جائے گی اور یہ منصرف ہوں گے۔

اشکال: اسباب منع صرف پر اضافت اور الف لام کے داخل ہونے سے اس پر کسرہ کیوں پڑھی جاتی ہے؟

جواب: یہ ہے کہ غیر منصرف پر کسرہ کا نہ آنا یہ فعل کیساتھ مشابہت کی وجہ سے ہے اب جب اس پر الف یا اضافت آجائے جو کہ اسم کے خواص میں سے ہے تو اس غیر منصرف کی مشابہت فعل سے کم اور اسم سے زیادہ ہو جاتی ہے لہذا اس پر کسرہ بھی آئے گا اور یہ منصرف بھی پڑھے جائیں گے۔

﴿اَلْمَقْصَدُ الْاَوَّلُ فِی الْمَرْفُوعَاتِ﴾

اَلْاَسْمَاءُ الْمَرْفُوعَاتُ ثَمَانِيَةُ اَقْسَامٍ اَلْفَاعِلُ وَالْمَفْعُولُ الَّذِی لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ وَ الْمبتدأُ وَ الْخَبَرُ وَخَبَرُ اِنَّ وَ اَخَوَاتِهَا وَاِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَاسْمُ مَا وَ لَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ وَ خَبَرُ لَا الَّتِی لِنَفْیِ الْجِنْسِ.

ترجمہ: مقصد اول مرفوعات کی بحث میں ہے اسمائے مرفوعات کی آٹھ اقسام ہیں فاعل اور مفعول

مـالـم يسـم فـاعلـه اور مبتدا اور خبر اور إنَّ اور اسکے اخوات کی خبر اور کان اور اسکے اخوات کا اسم اور ما و لا مشبهتين بليس کا اسم اور لائے نفی جنس کی خبر۔

وضاحت: مصنفؒ مقدمہ سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے مقاصد ثلثہ کو بیان فرما رہے ہیں مقصد اول مرفوعات کی بحث میں اور مقصد ثانی منصوبات کی بحث میں اور مقصد ثالث مجرورات کی بحث میں۔

اشکال: یہ ہوتا ہے کہ مصنفؒ نے مقاصد ثلثہ میں سے مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کیوں کیا ہے؟

جواب: یہ ہے کہ مصنفؒ نے مرفوعات کو اسلئے مقدم کیا ہے کہ مرفوعات پر رفع ہوتا ہے اور رفع قوی اور مضبوط ہوتا ہے بنسبت نصب اور جر کے لہذا مرفوعات رفع پر مشتمل ہونے کی وجہ سے قوی ہوئے پس اس کو مقدم کیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مرفوعات فاعل اور مبتدا پر مشتمل ہوتے ہیں اور یہ مسند الیہ ہوتے ہیں اور مسند الیہ کلام میں عمدہ ہوتا ہے جبکہ منصوبات اور مجرورات کلام میں فضلہ ہوتے ہیں اس لئے مرفوعات کو مقدم کیا۔

اسم مرفوع کی تعریف: اسم مرفوع وہ اسم ہے جو علامت فاعل پر مشتمل ہو علامت فاعل تین چیزیں ہیں۔ ضمہ، واؤ، الف

ضمہ کی مثال: جاء نی زیدٌ واؤ کی مثال: جاء نی مسلمون الف کی مثال: جاء نی الزیدان

﴿مرفوعات کی پہلی قسم فاعل﴾

فصل: اَلْفَاعِلُ كُلُّ اسْمٍ قَبْلَهُ فِعْلٌ أوصفةٌ اُسْنِدُ اِلَيْهِ عَلٰى مَعْنَى اَنَّهُ قَامَ بِهٖ لَا وَقَعَ عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زيدٌ زَيدٌ ضَارِبٌ اَبُوهُ عَمْرًا ومَا ضَرَبَ زيدٌ عمرًا.

ترجمہ: فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل ہو یا صیغہ صفت (یعنی شبہ فعل ہو) ایسا فعل یا شبہ فعل جس کی اس اسم کی طرف نسبت کی گئی ہو اس طور پر وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کیساتھ قائم ہو بایں کہ اس

اسم پر واقع ہو جیسے قَامَ زیدٌ (زید کھڑا ہے) اور زیدٌ ضَارِبٌ اَبُوہُ عمرا (زید مارنے والا ہے اس کا باپ عمرو کو) اور مَاضربَ زید عمرا (نہیں مارا زید نے عمرو کو).

وضاحت: مصنفؒ نے اس فصل میں بنیادی طور پر چار باتیں ذکر فرمائی ہیں

پہلی بات: فاعل کی تعریف۔

دوسری بات: فاعل کی مختلف صورتیں اور انکی مناسبت سے فعل لازم کا حکم۔

تیسری بات: وہ مقام جہاں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے اور وہ مقام جہاں فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا جائز ہے۔

چوتھی بات: قرینہ موجود ہو تو فاعل کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے۔

﴿پہلی بات: فاعل کی تعریف﴾

فاعل ہر وہ اسم ہے کہ جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو اور اس فعل یا شبہ فعل کی نسبت اس اسم کی طرف کی گئی ہو اس طور پر کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو نہ کہ اس پر واقع ہو۔

فوائد قیود: اس تعریف میں کل اسم جنس ہے اس میں سارے اسماء داخل ہو گئے۔ قبله فعل او صفة فصل اول ہے اس سے وہ اسم نکل گئے جو فعل یا شبہ فعل سے مقدم ہوں۔ جیسے زید قام وغیرہ۔

اسند اليه: یہ دوسری فصل ہے اس سے وہ اسم نکل گئے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کا اسناد نہ ہو۔ جیسے ضرب زید عمرا عُمر فاعل نہیں ہے اسلئے کہ اس میں ضرب کی اسناد عُمرا کی طرف نہیں ہے۔

قام به لا وقع عليه: یہ تیسری فصل ہے اس سے وہ اسم نکل گئے جن کے ساتھ فعل یا شبہ فعل قائم نہ ہو بلکہ ان پر واقع ہو جیسے ضُرِبَ زیدٌ سے پہلے جو فعل ہے وہ اس اسم پر واقع ہے اس کے ساتھ قائم نہیں ہے کیونکہ زید نائب فاعل ہے ضرب فعل کیلئے۔

مثالیں: پہلی مثال: فعل کی ہے جیسے قام زید اس مثال میں قام فعل ہے اور زید اس کا اسم اور

فاعل ہے اور اس فعل کی اسناد اسم کی طرف ہو رہی ہے اس طور پر کہ فعل زید کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں ہے

دوسری مثال: شبہ فعل کی ہے۔ جیسے زیدٌ ضَارِبٌ اَبُوہ عمرًا اس مثال میں ضارب شبہ فعل ہے اس کی نسبت ابوہ کی طرف ہو رہی ہے اس طرح کہ ضرب والا فعل اس کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں ہے۔

تیسری مثال: فعل منفی متعدی کی ذکر کی جاتی ہے کیونکہ جس طرح فعل مثبت کی نسبت فاعل کی طرف ہوتی ہے اسی طرح فعل منفی کی بھی نسبت فاعل کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے ماضرب زید عمرا اس مثال میں ماضرب فعل منفی کی نسبت زید کی طرف ہو رہی ہے اس طرح کہ وہ فعل منفی زید کے ساتھ قائم ہے نہ کہ اس پر واقع ہے۔

وَكُلُّ فِعْلٍ لابُدَّ لَهُ مِنْ فَاعِلٍ مَرْفُوعٍ مُظْهَراً كَذَهَبَ زَيْدٌ أَوْ مُضْمَرٍ بَارِزٍ كضربتُ زيدًا اَوْ مُسْتَتَرٍ كزَيدٌ ذَهَبَ وَإنْ كَانَ الفعلُ مُتَعَدِّيا كَانَ لَهُ مَفْعُولٌ بِه أيْضاً نَحْوُ ضَرَبَ زيدٌ عمرًا وَإنْ كَانَ الفَاعِلُ مظهِراً وُحِّدَ الفِعْلُ أبداً نحو ضَرَبَ زَيْدٌ وضَرَبَ الزَّيْدانِ وضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ وَإنْ كَانَ مُضْمَراً وُحِّدَ لِلوَاحِدِ نَحْوُ زَيْدٌ ضَرَبَ وَثُنِّيَ لِلمُثَنّٰى نَحْوُ الزَّيْدَانِ ضَرَبَا وجُمِعَ لِلجَمْعِ نَحْوُ الزَّيْدُون ضَرَبُوا وَإنْ كَانَ الفَاعِلُ مُؤَنَّثاً حَقِيقِيّاً وَهُوَ مَا بِإزَائِهِ ذَكرٌ مِنَ الحَيَوان أُنِّثَ الفِعْلُ أبداً إنْ لَمْ تَفْصِلْ بَيْنَ الفِعْلِ وَالفَاعِلِ نَحْوُ قَامَتْ هِنْدٌ وَإنْ فَصَّلْتَ فَلَكَ الْخِيَارُ فِى التَّذْكِيرِ وَالتَّانِيْثِ نحو ضَرَبَ اليَوْمَ هِنْدٌ وإنْ شِئْتَ قلتَ ضَرَبَتِ اليَوْمَ هِنْدٌ وَكذٰلِك فِى المُؤَنَّثِ الغَيْرِ الحَقِيقِيِّ نَحو طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَإنْ شِئْتَ قُلْتَ طَلَعَ الشَّمْسُ هذا إذا كَانَ الفِعْلُ مُسْنَدًا الى المُظْهَرِ وَ إن كَانَ مسندًا الى المُضْمَرِ أُنِّثَ اَبَدًا نَحْوُ الشَّمْسُ طَلَعَتْ وَ جَمْعُ التَّكْسِيرِ كَالمُؤَنَّثِ الغَيْرِ الحَقِيقِيِّ تَقُولُ قَامَ الرِّجَالُ وَإنْ شِئْتَ قلت قَامَتِ الرِّجَالُ.

ترجمہ: اور ہر فعل کیلئے فاعل کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ فاعل مرفوع مظہر ہو جیسے ذَهَبَ زَيْدٌ خواہ وہ مضمر بارز ہو جیسے ضربتُ زیدًا خواہ وہ مستتر ہو جیسے زَيْدٌ ذَهَبَ اور اگر فعل متعدی ہو تو اس فعل کیلئے مفعول کا ہونا بھی ضروری ہے اسی طرح جیسے ضرب زید عمرا اور اگر فعل کا فاعل اسم مظہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جائیگا جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ اور ضَرَبَ الزَّيْدَانِ اور ضَرَبَ الزَّيْدُونَ اور اگر وہ مضمر ہو تو واحد کیلئے واحد جیسے زید ضرب اور تثنیہ کیلئے تثنیہ جیسے الزیدان ضربا اور جمع کیلئے جمع لایا جائیگا جیسے الزیدون ضربوا اور اگر فاعل مونث حقیقی ہو اور وہ یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو تو فعل اس صورت میں ہمیشہ مونث لایا جائیگا بشرطیکہ تو نہ لائے فعل اور فاعل کے درمیان کوئی فاصلہ جیسے قَامَتْ هِنْدٌ اور اگر فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ لائے تو تجھے اختیار ہے فعل کو مؤنث اور مذکر لانے میں جیسے تو کہے ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ اور اگر تو چاہے تو کہے ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ اور اسی طرح (یعنی فعل کو مؤنث اور مذکر لانے میں اختیار ہے) مونث غیر حقیقی میں جیسے طَلَعَتِ الشَّمْسُ اور اگر تو چاہے تو کہے طَلَعَ الشَّمْسُ یہ اس وقت ہوگا جب فعل مسند ہو اسم ظاہر کیطرف اور اگر فعل مسند ہو ضمیر کیطرف تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائیگا جیسے الشَّمْسُ طَلَعَتْ اور جمع مکسر مؤنث غیر حقیقی کیطرح ہے تو کہے گا قَامَ الرِّجَالُ اور اگر تو چاہے تو کہے قَامَتِ الرِّجَالُ اور اَلرِّجَالُ قَامَتْ اور اسمیں اَلرِّجَالُ قَامُوْا بھی جائز ہے۔

﴿دوسری بات: فاعل کی مختلف صورتیں اور انکی مناسبت سے فعل لانے کا حکم﴾

فاعل کبھی اسم ظاہر ہوتا ہے اور کبھی مضمر کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی مستتر کی شکل میں ہوتا ہے

فاعل مظہر: جسمیں فاعل اسم ظاہر ہو۔

مثال: جیسے ذَهَبَ زَيْدٌ (زید گیا) اس میں زید فاعل اسم ظاہر ہے۔

فاعل مضمر بارز: جسمیں فاعل ضمیر کی شکل میں ہو اور وہ ضمیر ظاہر ہو۔

مثال: ضَرَبْتُ زَیْدًا (میں نے زید کو مارا) اس مثال میں ضَرَبْتُ میں تُ ضمیر فاعل ہے جو کہ بارز ہے۔

فاعل مستتر: جسمیں فاعل ضمیر کی شکل میں ہو اور وہ ضمیر پوشیدہ ہو نظر نہ آ رہی ہو۔

مثال: زیدٌ ذَھَبَ اس مثال میں ذھب فعل ہے اور ھو ضمیر اس کا فاعل ہے جو کہ پوشیدہ ہے اس کو ضمیر مستتر کہتے ہیں۔

فعل متعدی کیلئے مفعول بہ ضروری ہے: اگر فعل لازمی نہ ہو بلکہ متعدی ہو تو اس کیلئے مفعول بہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے کیونکہ فعل متعدی مفعول بہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ہے۔

مثال: ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا (زید نے عمرو کو مارا) اس مثال میں عمروا مفعول بہ ہے ضرب فعل کیلئے

فاعل کی مناسبت سے فعل لانے کا قاعدہ: (۱) فاعل اگر اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جائے گا فاعل خواہ واحد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع۔

مثالیں: ضَرَبَ زَیْدٌ ، ضَرَبَ الزَّیْدَانِ ، ضَرَبَ الزَّیْدُوْنَ ان تینوں مثالوں میں فاعل اسم ظاہر ہونے کی وجہ سے فعل کو مفرد لایا گیا۔

فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل کو مفرد لانے کی وجہ: فعل کو تثنیہ اور جمع اس لئے لایا جاتا ہے تا کہ وہ فاعل کی حالت بتائے کہ یہ تثنیہ ہے یا جمع پس جب فاعل اسم ظاہر ہو تو اس کی حالت تثنیہ اور جمع کی اس سے خود ظاہر ہوگی فعل کو تثنیہ اور جمع لانے کی ضرورت نہیں۔

فاعل جب اسم مضمر ہو تو فعل کو فاعل کے مطابق لایا جائیگا: (۲) پس اگر فاعل مضمر واحد ہو تو فعل بھی واحد لایا جائیگا اور فاعل مضمر تثنیہ ہو تو فعل بھی تثنیہ لایا جائیگا اور فاعل مضمر اگر جمع ہو تو فعل بھی جمع لایا جائیگا۔

مثالیں: زید ضرب، الزیدان ضربا، الزیدون ضربوا ان مثالوں میں فعل فاعل مضمر کے مطابق ہے

مونث کی اقسام: (۱) مونث حقیقی (۲) مونث غیر حقیقی

مونث حقیقی کی تعریف: مونث حقیقی وہ ہے جس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو خواہ علامت تانیث لفظوں میں موجود ہو یا نہ ہو امراۃ کے مقابلے میں رجل اور ناقۃ (اونٹنی) کے مقابلے میں جمل (اونٹ)

مونث غیر حقیقی کی تعریف: مونث غیر حقیقی وہ ہے جس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو۔

مثال: نخلۃ کے مقابلے میں نخل یا اس کے مقابلے میں بالکل مذکر نہ ہو عین (چشمہ)

فاعل مونث حقیقی کی صورت میں فعل لانے کا قاعدہ: (۳) فاعل جب مؤنث حقیقی ہو اور فاعل اور فعل کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو تو فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائیگا۔

مثال: قَامَتْ هِنْدٌ اس میں ھند مونث حقیقی ہے لہذا قامت فعل مونث ہی لائیں گے۔

اور اگر فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو فعل کو مونث لانا بھی جائز ہے اور مذکر لانا بھی جائز ہے۔

مثال: ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ اور ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

فاعل مونث غیر حقیقی کی صورت میں فعل لانے کا قاعدہ: (۴) فاعل اگر مونث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مونث اور مذکر لانے میں اختیار حاصل ہے۔

مثال: طَلَعَ الشَّمْسُ کہنا بھی جائز ہے اور طَلَعَتِ الشَّمْسُ کہنا بھی جائز ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب فعل مسند ہو اسم ظاہر کی طرف اور جب فعل مسند ہو ضمیر کی طرف تو فعل کو ہمیشہ مونث لایا جائیگا۔

مثال: اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ پس اَلشَّمْسُ طَلَعَ کہنا درست نہ ہوگا۔

فاعل جب جمع مکسر ہو تو فعل لانے کا قاعدہ نمبر(۵) فاعل جب جمع مکسر ہو اس کے مطابق فعل لانے میں یہ مونث غیر حقیقی کی طرح ہے لہذا جمع مکسر فعل کو مونث یا مذکر لانے کا اختیار حاصل ہوگا۔

مثال: قَامَ الرِّجَالُ کہنا بھی جائز ہے اور قَامَتِ الرِّجَالُ کہنا بھی جائز ہے۔

فائدہ: جمع مکسر خواہ مذکر ہو یا مونث ذوی العقول ہو یا غیر ذوی العقول۔

جمع مکسر ذوی العقول کی مثال: رجال، **غیر ذوی العقول کی مثال:** جمال،

مذکر غیر معقول کی مثال: ایام وغیرہ ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔

وَيَجِبُ تَقْدِيمُ الفَاعِلِ عَلَى المَفْعُولِ إذا كَانَا مَقْصُورَيْنِ وَخِفْتَ اللَّبْسَ نَحْوُ ضَرَبَ مُوسٰى عِيسٰى وَيَجُوزُ تَقْدِيمُ المَفْعُولِ عَلَى الفَاعِلِ اِن لَّمْ تَخِفِ اللَّبْسَ نَحْوُ اَكَلَ الكُمَّثْرٰى يَحْيٰى وَضَرَبَ عَمراً زَيدٌ.

ترجمہ: اور فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے جب وہ دونوں اسم مقصور ہوں اور تو ان دونوں میں التباس کا خوف کرے جیسے ضَرَبَ مُوسٰى عِيسٰى اور مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے جب تو ان دونوں میں التباس کا خوف محسوس نہ کرے جیسے اَكَلَ الكُمَّثْرٰى يَحْيٰى اور ضَرَبَ عَمراً زَيدٌ.

﴿تیسری بات: وہ مقام جہاں پر فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے﴾

اگر فاعل اور مفعول دونوں اسم مقصور (یعنی وہ اسم جسکے آخر میں الف مقصورہ ہو) ہوں تو اس صورت میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے ورنہ فاعل اور مفعول دونوں میں التباس پیدا ہو جائیگا اور یہ معلوم نہیں ہوگا کہ فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے اس صورت میں جو پہلے ہے اسے فاعل کہا جائیگا کیونکہ فاعل فعل کے ساتھ متصل ہوتا ہے فاعل اور مفعول ظاہراً ایک طرح کے ہیں۔

مثال: جیسے ضرب موسٰی عیسٰی اس صورت میں موسی فاعل اور عیسی مفعول ہوگا۔

وہ مقام جہاں پر فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا جائز ہے: اگر فاعل اور مفعول کے درمیان التباس کا خوف نہ ہو اسطور پر کہ فاعل متعین ہو تو فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا جائز ہے۔

مثال: اکل الکمثری یحیٰ یعنی یحیٰ نے امرود کھایا اس صورت میں کمثری مفعول ہے اور یحیٰ فاعل، مفعول کو فاعل پر مقدم کیا گیا ہے اور یہ جائز ہے اور اس لئے کہ ان دونوں میں التباس کا اندیشہ نہیں ہے وہ اس طرح کہ یحیٰ کے اندر فاعل بننے کی صلاحیت موجود ہے اور کمثری

مفعول بننے کی صلاحیت موجود ہے کیونکہ کمشری ایک پھل ہے جسے کھایا جاتا ہے اب یہاں کمشری کے مفعول ہونے پر قرینہ معنوی ہے اس لئے اس کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے۔

دوسری مثال: جیسے **ضرب عمروا زید** اس مثال میں **عمروا** مفعول ہے جسے مقدم کیا گیا ہے اور یہ جائز ہے اس لئے کہ اسمیں قرینہ لفظی موجود ہے اور وہ ہے اعراب چونکہ **عمروا** پر نصب ہے اور زید پر رفع ہے لہذا عمروا کو زید پر مقدم کرنے کی وجہ سے التباس کا اندیشہ نہیں رہتا ہے اس لئے **عمروا** جوکہ مفعول ہے اس کو فاعل زید پر مقدم کرنا جائز ہے۔

وَيَجُوزُ حَذْفُ الفِعْلِ حَيْثُ كَانَتْ قَرِيْنَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ فِى جَوابِ مَنْ قَالَ مَنْ ضَرَبَ؟ وَكَذا يَجوزُ حَذْفُ الفِعْلِ والفَاعِلِ مَعاً كَنَعَمْ فِى جَوابِ مَنْ قَالَ أَقَامَ زَيْدٌ؟ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفَاعِلُ وَيُقَامُ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهُ إِذَا كَانَ الْفِعْلُ مَجْهُوْلٌ نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَهُوَ قِسْمُ الثَّانِيْ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ.

ترجمہ: اور جائز ہے فعل کا حذف کرنا جہاں قرینہ موجود ہو جیسے زَیدٌ کہنا اس آدمی کے جواب میں جو کہے مَنْ ضَرَبَ؟ (کس نے مارا) اسی طرح فعل اور فاعل دونوں کو حذف کرنا جائز ہے جیسے نَعَمْ کہنا اس آدمی کے جواب میں جو کہے أَقَامَ زَيْدٌ؟ (کیا زید کھڑا ہے) اور کبھی کبھی فاعل کو حذف کیا جاتا ہے اور مفعول کو اس کا قائم مقام بنایا جاتا ہے جب فعل مجہول ہو جیسے ضُرِبَ زیدٌ اور یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے

﴿چوتھی بات: قرینہ ہو تو فاعل کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے﴾

فعل کے حذف ہونے پر اگر کوئی قرینہ موجود ہو تو فعل کو حذف کرنا جائز ہے جیسے زید کہنا اس شخص کے جواب میں جو کہے کہ مَنْ ضَرَبَ (یعنی کس نے مارا) اب یہاں زید کہنا چونکہ سوال کے جواب میں واقع ہے اس لئے یہ قرینہ فعل کے حذف ہونے پر دلالت کر رہا ہے جو کہ اصل میں ضَرَبَ زیدٌ ہے۔

﴿اسی طرح قرینہ ہو تو فعل اور فاعل دونوں کا حذف کرنا بھی جائز ہے﴾

جس طرح قرینہ ہو تو صرف فعل کا حذف کرنا جائز ہے اسی طرح قرینہ ہو تو فعل اور

فاعل دونوں کو حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے نعم کہنا اس شخص کے جواب میں جو یہ کہے کہ اَقَامَ زَیْدٌ (کیا زید کھڑا ہے؟) اصل میں عبارت یوں تھی نَعَمْ قَامَ زیدٌ اب فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر کے صرف نَعَمْ ذکر کر دیا یہاں نَعَمْ کا سوال کے جواب میں واقع ہونا اس بات پر قرینہ ہے کہ یہاں فعل اور فاعل دونوں ہیں جنہیں تخفیف کیلئے حذف کیا گیا ہے۔

﴿کبھی فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کے قائم مقام بنایا جاتا ہے﴾

جب فعل متعدی کو مجہول بنایا جاتا ہے تو فاعل کو حذف کر کے اس کی جگہ مفعول کو اس کے قائم مقام بنایا جاتا ہے۔

مثال: ضُرِبَ زَیْدٌ (مارا گیا زید) اسمیں فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کے قائم مقام بنایا گیا ہے اور اس کو مفعول مالم یسم فاعله کہتے ہیں اس کی تفصیل مرفوعات کی قسم ثانی میں آئیگی۔

﴿بحث تنازع الفعلان﴾

فَصْلٌ: اِذَاتَنَازَعَ الْفِعْلَانِ فِیْ اِسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَهُمَا اَیْ اَرَادَ کُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْفِعْلَیْنِ اَنْ یَّعْمَلَ فِیْ ذٰلِکَ الْاِسْمِ.

ترجمہ: **دوسری فصل:** جب کلام میں دو فعل نزاع (اختلاف) کریں اسم ظاہر میں جو ان دونوں کے بعد ذکر کیا گیا ہو یعنی مذکورہ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک اسم ظاہر پر عمل کرنے کا ارادہ کرے۔

وضاحت: اس بحث کو ذکر کرنے سے پہلے چند اشکالات اور ان کے جوابات ذکر کئے جاتے ہیں تا کہ بحث سمجھنے میں آسانی ہو۔

اشکال نمبرا: یہ ہوتا ہے کہ تنازع الفعلان سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ تنازع صرف دو فعلوں کے مابین ہو سکتا ہے جبکہ دو شبہ فعل (یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ) کے مابین بھی ہو سکتا ہے؟

جواب: یہ ہے کہ چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اور شبہ فعل اسکی فرع لہذا جب اصل کو ذکر کردیا گیا تو فرع کا حکم اس سے سمجھا جائے گا۔

اشکال نمبر ۲: یہ ہے کہ وہ دونوں فعل ایک اسم ظاہر میں تنازع کر رہے ہوں ضمیر میں تنازع کیوں نہیں کر سکتے؟

جواب: یہ ہے کہ تنازع ضمیر میں اس لئے نہیں کر سکتے کہ ضمیر یا تو متصل ہوگی یا منفصل اگر ضمیر متصل ہے تو وہ اسی فعل کا معمول ہوتی ہے جس کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ اور اگر منفصل ہے تو اسمیں تنازع تو ہوسکتا ہے مگر اس کو ختم کرنے کا طریقہ وہ نہیں جو کوفیوں اور بصریوں نے ذکر کیا ہے لہذا وہ اس بحث سے خارج ہے۔

اشکال نمبر ۳: عبارت ہے اذا تنازع الفعلان (یعنی جب دو فعل جھگڑا کریں) تو اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ تنازع یعنی جھگڑا تو ذی روح چیزوں میں ہوسکتا ہے نہ کہ غیر ذی روح چیزوں میں پس دو فعلوں میں جھگڑا کیسے ممکن ہوا؟

جواب: یہ ہے کہ یہاں تنازع اس معنی میں نہیں ہے جو ذی روح میں پایا جاتا ہے بلکہ یہاں تنازع کا یہ مطلب ہے کہ دو فعل ایک اسم ظاہر پر عمل کا تقاضہ کرتے ہوں اور اسکی طرف متوجہ ہوں۔

﴿بحث کا خلاصہ﴾

تنازع فعلان کی بحث چھ باتوں پر مشتمل ہے

پہلی بات: تنازع فعلان کی اقسام،

دوسری بات: تنازع فعلان کی بعض صورتوں میں جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں امام فراء کا جمہور نحات سے اختلاف،

تیسری بات: بصریین اور کوفیین کا اختلاف، کہ تنازع فعلان کی صورت میں فعل اول کو عمل دینا افضل ہے یا فعل ثانی کو،

چوتھی بات: بصریین کے مسلک کے اعتبار سے تنازع فعلان کی پانچ صورتیں، پ

پانچویں بات: کوفیین کے مسلک کے اعتبار سے تنازع فعلان کی چار صورتیں ،

چھٹی بات: کوفیوں کے مذھب کے مطابق اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں اور وہ مفعول میں تنازع کریں تو فعل ثانی کے مفعول کو ظاہر کرنے کی وجہ۔

فَهٰذَا اِنَّمَا يَكُوْنُ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّتَنَازَعَا فِي الْفَاعِلِيَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ اَلثَّانِيْ اَنْ يَّتَنَازَعَا فِي الْمَفْعُوْلِيَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَ اَكْرَمْتُ زَيْدًا اَلثَّالِثُ اَنْ يَّتَنَازَعَا فِي الْفَاعِلِيَّةِ وَالْمَفْعُوْلِيَّةِ وَيَقْتَضِيْ اَلْاَوَّلُ اَلْفَاعِلَ وَالثَّانِيْ اَلْمَفْعُوْلَ نَحْوُ ضَرَبَنِيْ وَ اَكْرَمْتُ زَيْدًا اَلرَّابِعُ عَكْسُهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ.

ترجمہ: اور یہ نزاع چار قسموں پر ہے اول یہ کہ دونوں فعل اپنے لئے صرف فاعل کا تقاضا کریں جیسے ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ دوسری قسم یہ ہے کہ دونوں فعل مفعول کا تقاضا کریں جیسے ضَرَبْتُ وَ اَكْرَمْتُ زَيْدًا تیسری قسم یہ ہے کہ دونوں فعل فاعلیت اور مفعولیت کا تقاضا کریں اور پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے اور دوسرا مفعول کا جیسے ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا چوتھی قسم اس کا عکس ہے (یعنی فعل اول مفعول کا اور فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرے) جیسے ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ

﴿پہلی بات﴾

تنازع فعلان کی اقسام: تنازع فعلان کی کل چار قسمیں بنتی ہیں۔

پہلی قسم: دونوں فعل جب فاعل کا تقاضا کریں۔ مثال: ضَرَبَنِيْ وَ اَكْرَمَنِيْ زيدٌ

دوسری قسم: دونوں فعل جب مفعول کا تقاضا کریں۔ مثال: ضَرَبْتُ وَ اَكْرَمْتُ زَيْدًا

تیسری قسم: فعل اول فاعل کا اور فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے۔ مثال: ضَرَبَنِيْ وَ اَكْرَمْتُ زَيْدًا

چوتھی قسم: فعل اول مفعول کا اور فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرے۔ مثال: ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ

وَاعْلَمْ اَنَّ فِیْ جَمِیْعِ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ یَجُوْزُ اِعْمَالُ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ وَاِعْمَالُ الْفِعْلِ الثَّانِیْ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ فِی الصُّوْرَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ اَنْ یَّعْمَلَ الثَّانِیَ وَدَلِیْلُهٗ لُزُوْمُ اَحَدِ الْاَمْرَیْنِ اِمَّا حَذْفُ الْفَاعِلِ اَوِ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّکْرِ وَکِلَاهُمَا مَحْظُوْرَانِ وَهٰذَا فِی الْجَوَازِ.

ترجمہ: اور جان لو کہ بیشک ان تمام صورتوں میں فعل اول اور فعل ثانی میں سے ہر ایک کو عمل دینا جائز ہے پہلی اور تیسری صورت میں امام فراء کا اختلاف ہے (وہ کہتے ہیں کہ لازمًا) فعل ثانی کو عمل دیا جائے گا اور اسکی دلیل یہ ہے کہ (پہلی اور تیسری صورت میں) فاعل کا حذف کر دیا جانا یا پھر اضمار قبل الذکر ہے اور یہ دونوں صورتیں ممنوع ہیں اور فراء کا یہ اختلاف جواز میں ہے۔

﴿دوسری بات﴾

﴿تنازع فعلان کی بعض صورتوں میں جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں امام فراء کا جمہور نحات سے اختلاف﴾

چنانچہ جمہور نحات تنازع فعلان کی مذکورہ چاروں قسموں میں کسی بھی فعل کو عمل دینا جائز کہتے ہیں چاہے فعل اول کو دیں چاہے فعل ثانی کو اسمیں کوفیوں اور بصریوں کا اتفاق ہے سوائے امام فراء کے کہ وہ پہلی اور تیسری قسم میں اختلاف کرتے ہیں اور فعل ثانی کو عمل دینے کو نا جائز کہتے ہیں۔

امام فراء کی دلیل: وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ پہلی اور تیسری صورت میں اگر عمل فعل ثانی کو دیا گیا تو فعل اول جو کہ فاعل کا تقاضا کر رہا ہے یا تو اس کے لئے فاعل محذوف مانیں گے یا ضمیر لائیں گے اگر فاعل کو محذوف مانیں گے تو عمدہ چیز کا محذوف ماننا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔ اور اگر ضمیر لائیں گے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا تو یہ صورت بھی جائز نہیں ہے۔

﴿تیسری بات﴾

وَاَمَّا الْاِخْتِیَارُ فَفِیْهِ خِلَافُ الْبَصْرِیِّیْنَ وَالْکُوْفِیِّیْنَ فَاِنَّهُمْ یَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الثَّانِیَ اِعْتَبَارًا لِلْقُرْبِ وَالْجِوَارِ وَالْکُوْفِیِّیْنَ یَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ مُرَاعَاةً لِلتَّقْدِیْمِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ.

ترجمہ: اور بہر حال جہاں تک افضلیت کا تعلق ہے تو اس میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے پس (بصری) فعل ثانی کو عمل دینے کو اختیار کرتے ہیں قرب وجواز (پڑوسی) کا اعتبار کرتے ہوئے اور کوفی فعل اول کو عمل دینے کو اختیار کرتے ہیں تقدیم اور استحقاق کی رعایت کرتے ہوئے۔

﴿بصریین اور کوفیین کا اختلاف کہ تنازع فعلان کی صورت میں فعل اول کو عمل دینا افضل ہے یا فعل ثانی کو﴾

بصریین اور کوفیین حضرات اس بات پر تو متفق ہیں کہ دونوں فعلوں میں سے کسی کو بھی عمل دینا جائز ہے البتہ اختلاف افضلیت اور غیر افضلیت میں ہے چنانچہ بصریین حضرات کہتے ہیں کہ فعل ثانی کو عمل دینا پسندیدہ ہے اور کوفیین حضرات فعل اول کو عمل دینا پسندیدہ قرار دیتے ہیں۔

بصریین کی دلیل: بصریین حضرات فعل ثانی کو عمل دینا پسندیدہ قرار دینے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اَلْحَقُّ لِلْقَرِیْبِ ثُم للبعید (یعنی حق قریب والے کا ہوتا ہے پھر دور والے کا) چنانچہ اسم ظاہر فعل ثانی کے قریب ہے اس لیے عمل فعل ثانی کو دینا بہتر ہے۔

کوفیین کی دلیل: کوفیین حضرات فعل اول کو عمل دینا پسندیدہ قرار دیتے ہیں وہ وجہ یہ بتاتے ہیں کہ السابق احق من للاحق (یعنی حق پہلے آنے والے کا ہوتا ہے نہ کہ بعد والے کا) چنانچہ فعل اول پہلے ہے تو حق بھی اسی کا ہے لہذا فعل اول کو عمل دینا پسندیدہ ہے۔

﴿چند اہم فائدے﴾

مذہب بصریین: مصنفؒ کے نزدیک چونکہ بصریین کا مذہب راجح ہے اسلئے ان کے مذہب کو پہلے ذکر فرما رہے ہیں بصریین کے مذہب کو تفصیل سے ذکر کرنے سے پہلے تین فائدے ذکر کئے جاتے ہیں۔

فائدہ نمبر ۱: جس فعل کو عمل نہیں دیا گیا ہو اسے عمل دینے کا طریقہ: جس فعل کو عمل نہیں دیا گیا ہو اسے عمل دینے کے تین طریقے ہیں (۱) حذف (۲) ذکر (۳) ضمیر

حذف: یعنی معمول کو محذوف مانا جائے، **ضمیر:** یعنی معمول کو ضمیر کی شکل میں لایا جائے، ذکر: یعنی معمول کو لفظوں میں ذکر کیا جائے۔

بصریین: بصریین کے مذہب کے مطابق اب اگر ہم فعل ثانی کو عمل دیتے ہیں تو اسکی دو صورتیں ہونگی۔ (۱) فعل اول فاعل کا تقاضا کرے گا (۲) یا فعل اول مفعول کا تقاضہ کرے گا۔

فعل اول فاعل کا تقاضا کرے: جب فعل اول فاعل کا تقاضا کرے تو اس صورت میں فعل ثانی کو عمل دینے کے بعد فعل اول کو عمل دینے کے تین طریقے ہوں گے۔

پہلا طریقہ: یہ ہے کہ اس کا فاعل محذوف مانیں گے اس صورت میں عمدہ کو محذوف ماننا لازم آئے گا جو کہ صحیح نہیں ہے (عمدہ سے مراد فاعل یا مبتداء ہے)

دوسرا طریقہ: یہ ہے کہ ہم فعل اول کے فاعل کو ذکر کریں تو اس صورت میں اسم ظاہر کا تکرار لازم آیگا پس یہ صورت بھی درست نہیں۔

تیسرا طریقہ: یہ ہے کہ اس کا فاعل ضمیر لایا جائے تو اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا کیونکہ اسم ظاہر جو کہ ضمیر کا مرجع ہے وہ بعد میں ہے۔

بصریین فرماتے ہیں کہ فعل اول کو عمل دینے کا تیسرا طریقہ اپنائیں گے اور اس کیلئے ضمیر فاعل لائیں گے اب اس صورت میں **اضمار قبل الذکر** لازم آرہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اضمار قبل الذکر عمدہ میں بشرط تفسیر جائز ہے یعنی اس شرط پر ضمیر لانا جائز ہے کہ مرجع بعد میں ذکر کیا جائے۔

مثال: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں **ھو** ضمیر کا مرجع لفظ اللہ ہے جو کہ ضمیر کے بعد میں واقع ہے۔

فائدہ نمبر۲: ضمیر اور اسم ظاہر میں چند چیزوں میں مطابقت ضروری ہے:

(۱) افراد میں (۲) تثنیہ میں (۳) جمع میں (۴) تذکیر میں (۵) تانیث میں

فائدہ نمبر۳: مثالوں میں کہیں زیدٌ کا لفظ ہے کہیں زیدَانِ کا لفظ ہے اور کہیں زیدَینِ کا لفظ ہے اور کہیں زیدِینَ کا لفظ ہے اس سلسلے میں اس بات کو سمجھیں کہ زیدٌ کی جمع زیدُونَ آتی ہے جو کہ جمع

ذکر سالم ہے پس زیدٌ اگر فاعل بن رہا ہو اور مفرد ہو تو زیدٌ پڑھا جائے گا اور اگر تثنیہ ہو تو زیدَانِ اور جمع ہو تو زیدُونَ پڑھا جائیگا اور اگر زیدٌ مفعول بن رہا ہو اور مفرد ہو تو زیدًا پڑھا جائے گا اور اگر تثنیہ ہو تو زیدَیْنِ اور اگر جمع ہو تو زیدِیْنَ پڑھا جائیگا

فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِی فَانْظُرْ اِنْ کَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ یَقْتَضِی الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَہٗ فِی الْاَوَّلِ کَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقَیْنِ ضَرَبَنِی وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ وَضَرَبَانِی وَاَکْرَمَنِیْ الزَّیْدَان وَضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ الزَّیْدُوْنَ وَفِی الْمُتَخَالِفَیْنِ ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبُوْنِیْ و اَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ وَاِنْ کَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ یَقْتَضِی الْمَفْعُوْلَ وَ لَمْ یَکُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوبِ حَذَفْتَ الْمَفْعُولَ مِنَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ کَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقَیْنِ ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ و ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ وَ فِی الْمُتَخَالِفَیْنِ ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ الزَّیْدَانِ وَ ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمَنِیْ الزَّیْدُوْنَ وَاِنْ کَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالَ الْقُلُوْبِ یَجِبُ اِظْهَارُ الْمَفْعُوْلِ لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ کَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِیْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَیْدًا مُنْطَلِقًا اِذْ لَایَجُوْزُ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَاِضْمَارُ الْمَفْعُوْلِ قَبْلَ الذِّکْرِ هٰذَا هُوَ مَذْهَبُ الْبَصْرِیِّیْنَ.

ترجمہ: پس اگر تو فعل ثانی کو عمل دے تو دیکھ کہ اگر فعل اول فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو تو اسے ضمیر فاعل دے دے جیسے تو کہے گا متوافقین میں (یعنی جب دونوں فاعل کا تقاضا کریں) ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ وَضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمَنِیْ الزَّیْدَان وَضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ الزَّیْدُوْنَ اور متخالفین میں (یعنی جب فعل اول فاعل کا تقاضا کرے اور فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے) جیسے تو کہے گا ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبُوْنِیْ و اَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ اور اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو فعل اول سے مفعول کو حذف کر دے جیسے تو کہے گا متوافقین میں (یعنی جب دونوں فعل مفعول کا تقاضا کرتے ہوں

اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں) جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا و ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ و ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ اور متخالفین میں (یعنی جب فعل اول مفعول کا اور فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرتا ہو اور وہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں) جیسے ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمَنِیْ زیدٌ وضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ اَلزَّیْدَانِ وَ ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمَنِیْ اَلزَّیْدُوْنَ اور اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو فعل اول کیلئے مفعول کا اظہار کرنا واجب ہے جیسے تو کہے گا حَسِبَنِیْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَیْدًا مُنْطَلِقًا اسلئے کہ افعال قلوب سے مفعول کا حذف کرنا جائز نہیں اور یہ اضمار قبل الذکر بھی جائز نہیں یہ بصریین کا مذھب ہے

﴿چوتھی بات: بصریین کے مسلک کے اعتبار سے تنازع فعلان کی پانچ صورتیں﴾

پہلی صورت: دونوں فعل جب فاعل کا تقاضا کریں۔

﴿مفرد۔ تثنیہ۔ جمع کے اعتبار سے مثالیں﴾

مفرد کی مثال: ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ . اس مثال میں ضربنی میں فاعل ضمیر ھو مستتر ہے جو کہ زید مفرد کے مطابق ہے۔

تثنیہ کی مثال: ضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمَنِیْ الزیدَانِ اس مثال میں ضربانی میں فاعل الف ضمیر تثنیہ ہے اس لیئے کہ اسم ظاہر تثنیہ ہے یعنی الزیدان

جمع کی مثال: ضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ الزیدُوْنَ. اس مثال میں ضربونی میں فاعل واو ضمیر جمع کی ہے جو کہ الزیدون اسم ظاہر کے موافق ہے۔

دوسری صورت: فعل اول فاعل کا تقاضا کرے اور فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے۔

﴿مفرد۔ تثنیہ۔ جمع کے اعتبار سے مثالیں﴾

مفرد کی مثال: ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا اس مثال میں ضربنی میں ضمیر ھو فاعل مستتر ہے جو زید کی طرف راجع ہے۔

تثنیہ کی مثال: ضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ اس مثال میں ضربانی میں فاعل الف تثنیہ ہے جو الزیدین کی طرف راجع ہے۔

جمع کی مثال: ضَرَبُوْنِیْ وَ اَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ اس مثال میں ضربونی میں فاعل واو ضمیر جمع ہے جو الزیدین کی طرف راجع ہے۔

تیسری صورت: دونوں فعل مفعول کا تقاضا کریں اور وہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے بھی نہ ہوں اس صورت میں بصریین حضرات فرماتے ہیں کہ اسم ظاہر کو فعل ثانی کا معمول بنائیں گے اور فعل اول کا مفعول محذوف مانیں گے کیونکہ ذکر کرنے میں مفعول کا تکرار لازم آئے گا جو کہ غیر مناسب ہے اور ضمیر لانے میں اِضْمَارُ قَبْلَ الذِّکْرِ لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں کیونکہ مفعول فضلہ ہوتا ہے نہ کہ عمدہ اور اضمار قبل الذکر عمدہ میں جائز ہے نہ کہ فضلہ میں لہذا فعل اول کا مفعول محذوف مانیں گے جو کہ فضلہ میں جائز ہے۔

﴿مفرد۔ تثنیہ۔ جمع کے اعتبار سے مثالیں﴾

مفرد کی مثال: ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا

تثنیہ کی مثال: ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ

جمع کی مثال: ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ

تینوں مثالوں میں فعل اول کا مفعول محذوف ہوگا۔

چوتھی صورت: فعل اول مفعول کا تقاضا کرے اور فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرے۔

﴿مفرد۔ تثنیہ۔ جمع کے اعتبار سے مثالیں﴾

مفرد کی مثال: ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ

تثنیہ کی مثال: ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ الزَّیْدَانِ

جمع کی مثال: ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمَنِیْ الزَّیْدُوْنَ

ان تینوں مثالوں میں بھی فعل اول کا مفعول محذوف ہوگا۔

پانچویں صورت: اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں جو کہ دو مفعولوں کا تقاضا کرتے ہوں اور وہ دونوں فعل اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہتے ہوں۔ تو بصریین کے مذہب کے مطابق اسم ظاہر کو فعل ثانی کا مفعول بنایا جائے گا اور فعل اول کا مفعول ذکر کرنا واجب ہوگا۔ کیونکہ فعل اول کو عمل دینے کے تین طریقے تھے حذف۔ ذکر۔ اور ضمیر۔

اب یہاں پر حذف کریں گے تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ فعل قلوب کا ایک مفعول مذکور اور ایک مفعول محذوف ہوگا جو کہ درست نہیں یا تو دونوں مذکور ہوں یا دونوں محذوف ہوں۔ اگر ضمیر لاتے ہیں تو یہ خرابی لازم آتی ہے کہ فضلہ (یعنی مفعول) میں **اضمار قبل الذکر** لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ لہذا فعل اول کا مفعول ذکر کرنا واجب ہے۔

مثال: حَسِبَنِیْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَیدًا مُنْطَلِقًا اس مثال میں بصریین کے مذہب کے مطابق منطلقًا جو کہ مفعول ثانی ہے فعل ثانی حَسِبْتُ کا معمول اور مفعول قرار دیں گے اور فعل اول کا مفعول بھی ذکر کرنا لازم ہے لہذا اب مثال اس طرح ہوگی حَسِبَنِیْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَیدًا مُنْطَلِقًا

وَاَمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ عَلٰی مَذْهَبِ الْكُوْفِیینَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِیُ یَقْتَضِی الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِی الْفِعْلِ الثَّانِی كَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقَیْنِ ضَرَبَنِیْ وَ اَكْرَمَنِیْ زَیْدٌ وَضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمَانِیْ الزَّیْدَانِ وضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمُوْنِیْ الزَّیْدُوْنَ وَفِی الْمُتخالفَیْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِیْ زیدًا وضَرَبْتُ واَكْرَمَانِی الزَّیْدَیْنِ وضَرَبْتُ وَاَكْرَمُوْنِیْ الزَّیْدِیْنَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلَ الثَّانِی یَقْتَضِی الْمَفعولَ وَلَمْ یَكُنْ اَلْفِعلانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوبِ جَازَفِیْهِ الْوَجْهَانِ حَذْفُ الْمَفْعولِ وَالْاِضْمارُوَالثَّانِی هُوَالْمُختارُلِیَكُوْنَ الْمَلْفُوظُ مُطَابِقًا لِلْمُرادِاَمَّاالحَذَف فَكَمَاتَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقَیْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زیدًاوضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ وضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ وَفِی الْمُتَخَالِفَیْنِ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ زَیْدٌوضَرَبَنِیْ اَكْرَمْتُ الزَّیْدَانِ وضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ الزَّیْدُوْنَ وَاَمَّاالْاِضْمَارُفَكَمَا تَقُولُ فِی الْمُتَوَافِقَیْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهٗ

زَیدًا وضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُهُمَا الزَّیْدَیْنِ وضَرَبْتُ وَ اَکْرَمْتُهُمْ اَلزَّیْدِیْنَ وَفِی الْمُتَخَالِفَیْنِ ضَرَبَنِیْ وَ اَکْرَمْتُهٗ زَیْدٌ و ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُهُمَا اَلزَّیْدَانِ وضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُهُمْ اَلزَّیْدُوْنَ وَاَمَّا اِذَا کَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوبِ فَلَا بُدَّ مِنْ اِظْهَارِ الْمَفعولِ کَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَیْنِ اَلزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا.

ترجمہ: اور بہرحال اگر تو نے کوفیوں کے مذھب کے مطابق فعل اول کو عمل دیا پس تو دیکھ اگر فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو فعل ثانی کو فاعل کی ضمیر دے دے جیسے تو کہے متوافقین میں ضَرَبَنِیْ وَ اَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ و ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَانِیْ اَلزَّیْدَانِ وضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمُوْنِیْ اَلزَّیْدُوْنَ اور متخالفین (یعنی فعل اول مفعول کا اور فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرے) میں تو کہے ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمَنِیْ زیدًا وضَرَبْتُ و اَکْرَمَانِی اَلزَّیْدَیْنِ وضَرَبْتُ وَاَکْرَمُوْنِیْ اَلزَّیْدِیْنَ اور اگر فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور وہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) مفعول کا حذف کرنا (۲) ضمیر لانا اور دوسری صورت زیادہ پسندیدہ ہے تا کہ ملفوظ مراد کے مطابق ہو جائے بہرحال حذف کی صورت متوافقین والی صورت (یعنی دونوں فعل مفعول کا تقاضا کرے) میں تو کہے گا ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زیدًا وضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ وضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ اور متخالفین میں (یعنی فعل اول فاعل اور فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے) جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدٌ وضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَانِ وضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدُوْنَ اور بہرحال ضمیر لانے کی صورت میں تو کہے گا متوافقین والی صورت میں ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُهٗ زَیدًا وضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُهُمَا الزَّیْدَیْنِ وضَرَبْتُ وَ اَکْرَمْتُهُمْ اَلزَّیْدِیْنَ اور متخالفین والی صورت میں تو کہے ضَرَبَنِیْ وَ اَکْرَمْتُهٗ زَیْدٌ و ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُهُمَا الزَّیْدَانِ وضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُهُمْ اَلزَّیْدُوْنَ اور بہرحال جب دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو مفعول کا (لفظوں میں) ظاہر کرنا ضروری ہے جیسے تو کہے حَسِبَنِیْ وَ حَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَیْنِ اَلزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا.

﴿پانچویں بات: کوفیین کے مذہب کے مطابق تنازع الفعلان کی صورتیں﴾

پہلی صورت: دونوں فعل فاعل کا تقاضا کریں: کوفیین کے مذہب کے مطابق اگر دونوں فعل فاعل کا تقاضا کریں تو عمل فعل اول کو دیا جائے گا اور فعل ثانی کیلئے ضمیر لائیں گے کیونکہ فعل ثانی کا فاعل اگر ھم ضمیر ذکر کرتے ہیں تو فاعل کا تکرار لازم آئے گا اور اگر حذف کرتے ہیں تو عمدہ کا حذف کرنا لازم آئیگا پس یہ دونوں صورتیں جائز نہیں لہذا ضمیر لائیں گے اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئیگا لیکن یہاں اضمار قبل الذکر لفظاً لازم آئیگا نہ کہ رتبۃً اور اضمار قبل الذکر وہاں ناجائز ہے جہاں لفظاً اور رتبۃً ہو چنانچہ یہاں صرف لفظاً اضمار قبل الذکر لازم آرہا جو کہ جائز ہے

﴿مفرد۔ تثنیہ۔ جمع کے اعتبار سے مثالیں﴾

مفرد کی مثال: ضَرَبَنِیْ وَ اَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ

تثنیہ کی مثال: ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَانِیْ اَلزَّیْدَانِ

جمع کی مثال: ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمُوْنِیْ اَلزَّیْدُوْنَ

ان مثالوں میں اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنایا اور فعل ثانی کیلئے اسم ظاہر کے موافق ضمیر لائی گئی ہے۔ پہلی مثال اکرمنی میں ضمیر مستتر فاعل ہے دوسری مثال اکرمانی میں الف اور تیسری مثال اکرمونی میں واو فاعل علامت جمع کو لایا گیا ہے۔

دوسری صورت: فعل اول مفعول اور فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرے۔

﴿مفرد۔ تثنیہ۔ جمع کے اعتبار سے مثالیں﴾

مفرد کی مثال: ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمَنِیْ زیدًا

تثنیہ کی مثال: ضَرَبْتُ و اَکْرَمَانِی اَلزَّیْدَیْنِ

جمع کی مثال: ضَرَبْتُ وَاَکْرَمُوْنِی اَلزَّیْدِیْنَ

تینوں مثالوں میں اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنا دیا جو کہ مفعول کا تقاضا کر رہا ہے اور فعل ثانی کیلئے اسم ظاہر کے موافق ضمیر لایا۔

تیسری صورت: اگر فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو اس صورت میں کوفیین کے نزدیک دو وجہیں جائز ہیں پہلی وجہ فعل اول کو عمل دینے کے بعد فعل ثانی کے مفعول کو حذف کرنا بھی جائز ہے اور دوسری وجہ ضمیر لانا بھی بہتر ہے تاکہ ملفوظ مقصود متکلم کے موافق ہو جائے۔

﴿دونوں فعل اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہیں﴾

حذف کی مثالیں: ﴿مفرد۔ تثنیہ۔ جمع کے اعتبار سے مثالیں﴾

مفرد کی مثال: ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زیدًا

تثنیہ کی مثال: ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ

جمع کی مثال: ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ

﴿فعل ثانی اسم ظاہر کو اپنا مفعول اور فعل اول اسے اپنا فاعل بنانا چاہتا ہو﴾

﴿مفرد۔ تثنیہ۔ جمع کے اعتبار سے مثالیں﴾

مفرد کی مثال: ضَرَبَنِیْ وَ اَکْرَمْتُہٗ زَیْدٌ

تثنیہ کی مثال: ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُھُمَا اَلزَّیْدَانِ

جمع کی مثال: ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُھُمْ اَلزَّیْدُوْنَ

چوتھی صورت: اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں (جو کہ دو مفعولوں کے متقاضی ہوتے ہیں) اور وہ دونوں فعل اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہتے ہوں تو اس صورت میں کوفیوں کے مذھب کے مطابق فعل اول کو عمل دیا جائے گا اور فعل ثانی کیلئے مفعول کو ظاہر کرنا لازمی ہوگا فعل ثانی کے مفعول کو حذف کرنا بھی جائز نہیں اور اس کیلئے ضمیر لانا بھی جائز نہیں۔

مثال: حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُھُمَا مُنْطَلِقَیْنِ اَلزَّیْدَانِ مُنْطلِقًا اس مثال میں دونوں فعلوں نے

پہلے اَلزَّیْدَانِ میں جھگڑا کیا فعل اول نے فاعل اور فعل ثانی نے مفعول کا تقاضا کیا پس کوفیوں کے مذھب کے مطابق فعل اول کو عمل دیا اور فعل ثانی کیلئے ھما ضمیر لائے پس حَسِبْتُهُمَا ہوا اس کے بعد دونوں فعلوں نے مُنْطَلِقًا مفعول میں جھگڑا کیا پس ہم نے کوفیوں کے مذھب کے مطابق مُنْطَلِقًا کو فعل اول کا مفعول بنا دیا پس مُنْطَلِقًا حَسِبَنِیْ کا مفعول ثانی ہوا اب فعل ثانی کا دوسرا مفعول مطلقین کو لفظوں میں ذکر کرنا لازم ہوا۔

وَذٰلِکَ لِاَنَّ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا تَنَازَعَا فِی مُنْطَلِقًا وَ اَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ وَهُوَ حَسِبَنِیْ وَ اَظْهَرْتَ الْمَفْعُوْلَ فِی الثَّانِی فَاِنْ حَذَفْتَ مُنْطَلِقَیْنِ وَقُلْتَ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا یَلْزَمُ الْاِقْتِصَارُ عَلٰی اَحَدِ الْمَفْعُوْلَیْنِ فِی اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَهُوَ غَیْرُ جَائِزٍ وَاِنْ اَضْمَرْتَ فَلَا یَخْلُوْ مِنْ اَنْ تُضْمِرَ مُفْرَدًا وَتَقُوْلُ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِیْنَئِذٍ لَا یَکُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِی مُطَابِقًا لِلْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ وَهُوَ هُمَا فِی قَوْلِکَ حَسِبْتُهُمَا وَلَا یَجُوْزُ ذٰلِکَ اَوْ اَنْ تُضْمِرَ مُثَنًّی وَ تَقُوْلُ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِیْنَئِذٍ یَلْزَمُ عَوْدُ الضَّمِیْرِ الْمُثَنّٰی اِلَی اللَّفْظِ الْمُفْرَدِ وَهُوَ مُنْطَلِقًا الَّذِیْ وَقَعَ فِیْهِ التَّنَازُعُ وَهٰذَا اَیْضًا لَا یَجُوْزُ وَاِذَا لَمْ یَجُزِ الْحَذْفُ وَالْاِضْمَارُ کَمَا عَرَفْتَ وَجَبَ الْاِظْهَارُ.

ترجمہ: یہ اسلئے کہ فعل حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا دونوں نے مُنْطَلِقًا میں نزاع کیا کہ وہ ان کا مفعول واقع ہو اور تو نے فعل اول کو عمل دے دیا اور وہ ہے حَسِبَنِیْ اور فعل ثانی کیلئے مفعول کو ظاہر کر دیا پس اگر تو نے کلام سے مُنْطَلِقَیْنِ کو حذف کر دیا اور کہا حَسِبَنِیْ وحَسِبْتُهُمَا اَلزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا تو افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا لازم آئے گا جو کہ نا جائز ہے اور اگر تو نے ضمیر لایا تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو تو ضمیر مفرد کی لائے گا اور تو کہے گا جیسے حَسِبَنِیْ وَ حَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا اس صورت میں مفعول ثانی مفعول اول کے مطابق نہ ہوگا اور وہ ہے ھما جو کہ آپ کے قول حَسِبْتُهُمَا میں ہے اور یہ صورت جائز نہیں اور اگر تو نے ضمیر تثنیہ کی لائی اور تو کہے حَسِبَنِیْ وَ حَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا تو اس صورت میں تثنیہ کی ضمیر کا اس کے مفرد مرجع کی طرف لوٹنا لازم آئے گا جو کہ مُنْطَلِقًا ہے جس میں تنازع واقع ہے یہ صورت بھی جائز

نہیں پس جب مفعول کو حذف کرنا اور ضمیر لانا دونوں نا جائز ہے تو اس کا اظہار کرنا واجب ہوگا۔

﴿چھٹی بات﴾

﴿کوفیوں کے مذھب کے مطابق اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں اور وہ مفعول میں تنازع کریں تو فعل ثانی کے مفعول کو ظاہر کرنے کی وجہ﴾

فعل ثانی کے مفعول کو ذکر کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اگر فعل ثانی کے مفعول ثانی کو حذف مانا جائے تو افعال قلوب کا ایک مفعول پر اکتفا کرنا لازم آئے گا جو کہ نا جائز ہے اور اگر فعل ثانی کا دوسرے مفعول کو ضمیر کی صورت میں لائے تو اسکی دو صورتیں ہیں یا ضمیر مفرد کی لائیں گے یا تثنیہ کی پس اگر ضمیر مفرد کی لائی تو اس صورت میں فعل ثانی کے دونوں مفعولوں کے درمیان مطابقت نہ ہوگی کیونکہ مفعول اول کی ضمیر تثنیہ کی ہے اور مفعول ثانی کی مفرد کی ہوئی جیسے حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُ اَلزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا اس میں حَسِبْتُهُمَا میں مفعول تثنیہ کی ضمیر ہے اور اياه میں مفعول مفرد کی ضمیر ہے اور یہ صورت جائز نہیں اور اگر تو نے مفعول کی ضمیر تثنیہ کی لائی تو اس صورت میں فعل ثانی کے دونوں مفعولوں میں مطابقت تو ہو جائیگی جیسے حَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُمَا لیکن اس صورت میں خرابی یہ لازم آئیگی کہ ضمیر اور مرجع کے درمیان مطابقت باقی نہ رہے گی اس لئے کہ ایاھما ضمیر تثنیہ کی ہے اور اس کا مرجع منطلقا ہے جو کہ مفرد ہے لہذا یہ صورت بھی جائز نہیں پس جب فعل ثانی کے مفعول کو حذف کرنا بھی جائز نہیں ہوا اور ضمیر لانا بھی جائز نہیں ہوا تو ایک ہی صورت باقی رہ گئی وہ یہ کہ اس کے مفعول کو لفظوں میں ظاہر کیا جائے۔

﴿مرفوعات کی دوسری قسم مَفْعُوْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُه﴾

فصلٌ: مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَهُوَ كُلُّ مَفْعُولٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَاُقِيمَ هو مَقَامَهٗ نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وحُكْمُهٗ فی تَوْحِيدِ فِعْلِهٖ وَتَثْنِيَتِهٖ وَجَمْعِهٖ وَتَذْكِيرِهٖ وَتَأْنِيثِهٖ عَلَى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ فی الفَاعِلِ.

ترجمہ: مفعول مالم یسم فاعلہ ہر وہ مفعول ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور اسکو (یعنی

مفعول) اس فاعل کے قائم مقام بنادیا گیا ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ اور اس کا حکم اس کے فعل کو مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث لانے میں فاعل کے فعل کے مانند ہے۔

وضاحت: مصنفؒ مرفوعات کی پہلی قسم فاعل کو بیان فرمانے کے بعد اب یہاں سے دوسری قسم مفعول مالم یسم فاعلہ کو بیان فرمارہے ہیں اس میں تین باتیں ذکر کی ہیں پہلی بات: مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ کی تعریف، دوسری بات: مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ کا حکم، تیسری بات: حکم کے اعتبار سے چند صورتیں۔

﴿پہلی بات: مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ کی تعریف﴾

ہر وہ مفعول ہے کہ جس کا فاعل حذف کر دیا گیا ہو اور مفعول کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہو

مثال: ضُرِبَ زَیْدٌ (یعنی زید مارا گیا) اب اس مثال میں ضُرِبَ فعل مجہول کا فاعل حذف کر دیا گیا ہے جو کہ عمروٌ ہے اور زید کو جو کہ مفعول ہے اسے نائب فاعل بنا کر فاعل کو حذف کر دیا گیا۔ اصل عبارت یوں ہوگی ضَرَبَ عَمْرٌو زیدًا

﴿دوسری بات: مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ کا حکم﴾

یہ ہے کہ اس کے فعل کو مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر، مونث لانے میں بعینہ وہی تفصیل ہے جو فاعل کی بحث میں گذر چکی ہے۔

﴿تیسری بات: حکم کے اعتبار سے چند صورتیں﴾

۱)...... مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ اگر اسم ظاہر ہے تو اس کا فعل ہمیشہ مفرد لایا جائے گا۔

مفرد: جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ ، تثنیہ: جیسے ضُرِبَ الزَّیْدَانِ ، جمع: جیسے ضُرِبَ الزَّیْدُوْنَ.

۲)...... مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ اگر مضمر ہے تو فعل کو اس ضمیر کے موافق لایا جائے گا ضمیر اگر مفرد ہو تو فعل کو مفرد اور اگر ضمیر تثنیہ ہو تو فعل بھی تثنیہ اور اگر ضمیر جمع کی ہو تو فعل بھی جمع کا لایا جائیگا۔

ضمیر مفرد کی مثال: زَیْدٌ ضُرِبَ ، ضمیر تثنیہ کی مثال: اَلزَّیْدَانِ ضُرِبَا ،
ضمیر جمع کی مثال: اَلزَّیْدُوْنَ ضُرِبُوْا

۳)...... مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ اگر مؤنث حقیقی ہو تو فعل کو مؤنث لایا جائے گا خواہ اسم ظاہر ہو یا مضمر بشرطیکہ بیچ میں فاصلہ نہ ہو۔

مثال: ضُرِبَتْ هِنْدٌ ، هِنْدٌ ضُرِبَتْ پہلی مثال اسم ظاہر کی ہے دوسری مثال اسم مضمر کی ہے دونوں صورتوں میں فعل کو مؤنث لایا گیا ہے۔

اگر فعل اور اسم ظاہر کے درمیان فاصلہ ہو تو فعل کو مؤنث اور مذکر لانے میں اختیار ہے۔

مثال: ضُرِبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ ، ضُرِبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ پہلی مثال میں فعل کو مؤنث اور دوسری میں مذکر لایا گیا ہے۔

۴)...... مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ اگر مؤنث غیر حقیقی ہو اور اسم ظاہر ہو تو بھی فعل کو مذکر اور مؤنث لانے میں اختیار ہے خواہ فاصلہ ہو یا فاصلہ نہ ہو۔

مثال: كُوِّرَ الشَّمْسُ اور كُوِّرَتِ الشَّمْسُ پڑھنا جائز ہے۔

اسی طرح فاصلے کے ساتھ یوں پڑھنا جائز ہے۔

مثال: كُوِّرَ الْيَوْمَ الشَّمْسُ اور كُوِّرَتِ الْيَوْمَ الشَّمْسُ

۵)...... مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ اگر مونث غیر حقیقی کی ضمیر ہو تو فعل کو مونث لائیں گے۔

مثال: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

﴿مرفوعات کی تیسری اور چوتھی قسم مبتداء اور خبر﴾

فصل: اَلْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ هُمَا اسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ اَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ اِلَيْهِ وَيُسَمَّى الْمُبْتَدَأُ وَالثَّانِي مُسْنَدٌ بِهِ وَيُسَمَّى الْخَبَرَ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ.

ترجمہ: مبتدا اور خبر وہ ایسے دو اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوں ایک ان میں سے مسند الیہ ہوتا ہے جسے مبتدا کا نام دیا جاتا ہے اور دوسرا مسند بہ ہوتا ہے جسے خبر کا نام دیا جاتا ہے۔ جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ.

وضاحت: مصنفؒ مرفوعات کی دوسری قسم مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ سے فارغ ہونے کے بعد اب اس فصل میں مرفوعات کی تیسری قسم مبتداء اور چوتھی قسم خبر کو بیان فرما رہے ہیں اس فصل

میں مبتداء اور خبر سے متعلق بنیادی طور پر سات باتیں ذکر کی ہیں

پہلی بات: مبتداء اور خبر کی تعریف،

دوسری بات: مبتداء اور خبر کے عامل سے متعلق،

تیسری بات: مبتدا میں اصل معرفہ اور خبر میں اصل نکرہ ہونا ہے چھ جگہوں میں نکرہ میں تخصیص کرنے کے بعد مبتداء بنایا جاسکتا ہے،

چوتھی بات: مبتداء اور خبر کیلئے معرفہ اور نکرہ ہونے کے اعتبار سے ایک قاعدہ

پانچویں بات: خبر کا جملہ اسمیہ، فعلیہ، شرطیہ اور ظرفیہ ہونے کا ذکر،

چھٹی بات: خبر جب جملہ ہو تو اس میں ایک عائد (یعنی ضمیر کا ہونا) ضروری ہے جو مبتداء کی طرف لوٹے،

ساتویں بات: مبتداء کی قسم ثانی سے متعلق،

مبتدا اور خبر کی تعریف: مبتدا اور خبر وہ دو ایسے اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوں ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے جسے مبتدا کہتے ہیں اور ان میں سے دوسرا مسند بہ ہوتا ہے جسے خبر کہا جاتا ہے۔

فوائد قیود: هما اسمان جنس ہے مجردان عن العوامل اللفظیه پہلی فصل ہے اس سے وہ اسم خارج ہو گئے جن پر عوامل لفظیہ داخل ہوتے ہیں جیسے انّ اور کان وغیرہ کا اسم اور خبر۔ احدهما مسند الیه یہ مبتدا کی فصل ثانی ہے اس سے خبر اور مبتدا کی قسم ثانی خارج ہو گئے۔ والثانی مسندبه یہ خبر کی فصل ثانی ہے اس سے مبتدا خارج ہو گیا۔

﴿دوسری بات: مبتدأ اور خبر کے عامل سے متعلق﴾

وَالعَامِلُ فِيهِمَا مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ الابْتِدَاء (یعنی ان دونوں میں عامل معنوی ہے اور وہ ابتدا ہے)

اقوال: مبتدا اور خبر کے عامل کے حوالے سے تین قول ہیں۔

پہلا قول: مبتدا اور خبر کے عامل کے حوالے سے پہلا قول یہ ہے کہ ان دونوں کا عامل معنوی ہے مبتدا کا عامل بھی ابتدا ہے اور خبر کا عامل بھی ابتدا ہے جو کہ معنوی ہے یہی مذہب بصریوں کا ہے

مصنفؒ کے نزدیک چونکہ بصریین کا مذھب پسندیدہ ہے اس لئے صرف اسی مذھب کو کتاب میں ذکر کیا ہے

دوسرا قول: دوسرا قول یہ ہے کہ مبتدا کا عامل ابتدا اور خبر کا عامل مبتدا ہے۔

تیسرا قول: تیسرا قول یہ ہے کہ مبتدا کا عامل خبر ہے اور خبر کا عامل مبتدا ہے۔

وأَصْلُ الْمُبْتَدَا أَنْ يَكُونَ مَعْرِفَةً وَأَصْلُ الْخَبَرِ أَنْ يَكُونَ نَكِرَةً وَالنَّكِرَةُ إِذَا وُصِفَتْ جَازَ أَنْ تَقَعَ مُبْتَدَأً نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالٰى وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَ كَذَا إِذَا تُخُصِّصَتْ بِوَجْهٍ آخَرَ نَحْوُ أَرَجُلٌ فِي الدَّارِ أَمِ امْرَأَةٌ؟ وَمَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ وَشَرٌّ أَهَرَّ ذَا نَابٍ وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ.

ترجمہ: مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو اور نکرہ جب اسکی صفت لائی جائے تو اس کا مبتدا بننا درست ہے جیسے وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ اور اسی طرح اس میں جب کسی اور وجہ سے تخصیص کی جائے جیسے أَرَجُلٌ فِي الدَّارِ أَمِ امْرَأَةٌ؟ وَمَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ وَشَرٌّ أَهَرَّ ذَا نَابٍ وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ.

﴿تیسری بات﴾

مبتدا میں اصل معرفہ اور خبر میں اصل نکرہ ہونا ہے چھ جگہوں میں نکرہ میں تخصیص کرنے کے بعد مبتداء بنایا جاسکتا ہے۔

پہلی جگہ: نکرہ کی جب صفت لائی جائے تو اسمیں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے لہذا اسے مبتداء بنانا جائز ہے۔

مثال: وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ (یعنی مومن غلام بہتر ہے مشرک سے) اس مثال میں عبد نکرہ ہے اس کا اطلاق ہر غلام پر ہوتا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ اب جب عبد نکرہ کی صفت مؤمن لائی گئی تو نکرہ میں تخصیص پیدا ہوئی یعنی ہر غلام نہیں بلکہ مؤمن غلام مراد ہے پس اس تخصیص کی وجہ سے نکرہ کا مبتدا بنانا جائز ہے۔

دوسری جگہ: یہ ہے کہ جب نکرہ ایسے ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہو جو ام متصلہ کے ساتھ ملا ہوا ہو تو نکرہ میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے اسلئے کہ ہمزہ استفہام ام متصلہ کے ساتھ ملا ہوا ہو تو اَحَدُ الْاَمْرَیْنِ (یعنی دو باتوں میں سے ایک) کی تعیین کیلئے آتا ہے۔

مثال: اَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمْ اِمْرَاَۃٌ (یعنی کیا گھر میں مرد ہے یا عورت) اس مثال میں تخصیص متکلم کے علم کی وجہ سے آئی ہے کیونکہ متکلم کے ذہن میں پہلے سے یہ بات متعین تھی کہ گھر میں مرد یا عورت میں سے کوئی نہ کوئی ہے البتہ اس بات کی تعیین چاہتا ہے کہ مرد اور عورت میں سے کون ہے۔

تیسری جگہ: یہ ہے کہ جب نکرہ تحت النفی واقع ہو تو اسمیں عموم آجاتا ہے اس عموم کی وجہ سے وہ نکرہ تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے اور جملہ افراد میں تعدد نہیں ہوتا ہے بلکہ جملہ افراد بمنزلہ فرد واحد کے ہوتے ہیں۔ پس نکرہ نفی کے تحت واقع ہونے کی وجہ سے کلام میں عموم پیدا ہوا اور عموم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوئی۔

مثال: وَمَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنْکَ (یعنی اور کوئی ایک بھی تجھ سے بہتر نہیں ہے) اس مثال میں احد نکرہ ہے جس میں ما حرف نفی کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی لہذا اسے مبتداء بنانا جائز ہے۔

چوتھی جگہ: یہ ہے کہ نکرہ کی صفت جب مقدرہ ہو اس صفت مقدرہ کی وجہ سے نکرہ میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے لہذا اسے مبتدا بنانا جائز ہے۔

مثال: شَرٌّ اَھَرَّ ذَانَابٍ (یعنی شر نے بھونکوایا کتے کو) اس مثال میں شر نکرہ ہے اس سے مراد ہر شر ہے خواہ چھوٹا ہو خواہ وہ بڑا ہو لیکن اس کے اوپر جو تنوین ہے وہ تعظیم والی ہے پس تنوین تعظیم سے معلوم ہوا کہ وہ شر بڑا ہے نہ کہ چھوٹا اس کی تقدیری عبارت یہ ہوگی شَرٌّ عَظِیْمٌ لَا حَقِیْرٌ اَھَرَّ ذَانَابٍ (یعنی بڑے شر نے کتے کو بھونکوایا ہے نہ کہ چھوٹے شر نے) پس اس تخصیص کی وجہ سے اسے مبتداء بنانا جائز ہے۔

پانچویں جگہ: یہ ہے کہ خبر کو مبتدا پر مقدم کرنے کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو جاتی ہے چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ التقدیم ماحقه التاخیر یفید الحصر و التخصیص (یعنی جس کا حق بعد کا ہے اسے مقدم کرنے کی وجہ سے حصر اور تخصیص پیدا ہو جاتی ہے)۔

مثال: فی الدار رجل (یعنی گھر میں آدمی ہے) اس مثال میں رجل نکرہ ہے لیکن فی الدار جو کہ خبر ہے اور ظرف ہے اس کے مقدم کرنے کی وجہ سے کلام میں تخصیص پیدا ہو گئی یعنی گھر میں مرد ہی ہے لہذا رجل جو کہ نکرہ تھا اسے مبتدا بنانا درست ہوگا۔

چھٹی جگہ: یہ ہے کہ نکرہ کی متکلم کی طرف نسبت کرنے کی وجہ سے کلام میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے۔

مثال: سَلَامٌ عَلَيْكَ (یعنی سلام ہو تیرے اوپر) اس مثال میں لفظ سلام نکرہ ہے جو عام ہے سب سلاموں کو شامل ہے لیکن یہ جملہ اسمیہ ہے جو کہ جملہ فعلیہ سے معدول ہو کر آیا ہے اور جملہ فعلیہ کی عبارت یوں ہے سَلَّمْتُ سَلَامًا عَلَيْكَ اور جملہ فعلیہ میں سلام کی نسبت متکلم کی طرف ہے لہذا جملہ اسمیہ جو کہ جملہ فعلیہ سے معدول ہو کر آیا ہے سَلَامٌ عَلَيْكَ میں بھی سلام کی نسبت متکلم کی طرف ہوگی اب ہر سلام مراد نہ ہوگا بلکہ وہ سلام مراد ہوگا جو متکلم کی طرف سے ہے۔ پس اس تخصیص کی وجہ سے سلام نکرہ کو مبتداء بنانا جائز ہے۔

وإنْ كَانَ أَحَدُ الاسْمَيْنِ مَعْرِفَةً وَالآخَرُ نَكِرَةً فَاجْعَلِ المَعْرِفَةَ مُبْتَدَأً وَالنَّكِرَةَ خَبَراً أَلْبَتَّةَ كَمَا مَرَّ وإنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ فَاجْعَلْ أَيَّهُما شِئْتَ مُبْتَدَأً والآخَرَ خَبَراً نحو اللّٰهُ تعالى إلٰهُنا، وآدمُ أَبُونَا، وَمُحَمَّدٌ ﷺ نَبِيُّنَا.

ترجمہ: اگر دو اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ تو پس معرفہ کو مبتدا اور نکرہ کو خبر بنانا لازما ہوگا جیسا کہ پہلے گذرا۔ اور اگر دونوں معرفہ ہوں پس تو ان میں سے جسے چاہے مبتدا بنائیں اور جسے چاہے خبر بنائیں جیسے اللّٰهُ تعالى إلٰهنا وآدمُ أَبُونَا وَمُحَمَّدٌ ﷺ نَبِيُّنَا.

﴿چوتھی بات: مبتداء اور خبر کیلئے معرفہ اور نکرہ ہونے کے اعتبار سے قاعدے﴾

قاعدہ ۱: دو اسموں میں سے ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ ہو تو جو معرفہ ہے اسے مبتداء بنایا جائے گا اور جو نکرہ ہے اسے خبر بنایا جائے گا کیونکہ مبتدا میں اصل معرفہ ہوتا ہے اور خبر میں اصل نکرہ ہوتا ہے۔

مثال: زید قائم اس مثال میں زید معرفہ ہے جسے مبتدا بنایا گیا ہے اور قائم نکرہ ہے جسے خبر بنایا گیا ہے

قاعدہ ۲: اگر دونوں اسم معرفہ ہوں تو ان دونوں میں سے جسے چاہیں مبتداء بنالیں البتہ جسے مبتداء بنانا ہو اسے مقدم کیا جائے۔

مثالیں: اَللّٰہُ إلٰھُنَا ، مُحَمَّدٌ نَبِیُّنَا، آدَمُ أَبُونَا ان تینوں مثالوں میں پہلا اسم یعنی اللہ، محمد، آدم عَلَم ہونے کی وجہ سے معرفہ ہیں اور دوسرا اسم یعنی الھنا، نبینا، ابونا یہ تینوں اسماء ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ ہیں۔ پس اَللّٰہُ إلٰھُنَا اور إلٰھُنَا اَللّٰہُ ، مُحَمَّدٌ نَبِیُّنَا اور نَبِیُّنَا مُحَمَّدٌ، آدَمُ أَبُونَا اور أَبُونَا آدَمُ پڑھنا جائز ہے۔

﴿پانچویں بات: خبر کا جملہ اسمیہ، فعلیہ، شرطیہ اور ظرفیہ ہونے کا ذکر﴾

وَقَدْیَکُونُ الْخَبَرُ جُمْلَةً اِسْمِیَّةً نَحْوُ زَیْدٌ أَبُوهُ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِیَّةً نَحْوُ زَیْدٌ قَامَ أَبُوهُ اَوْ شَرْطِیَّةً نَحْوُ زَیْدٌ إِنْ جَاءَ نِی فَأَکْرِمْتُهُ أَوْ ظَرْفِیَةً نَحْوُ زَیْدٌ خَلْفَکَ وَعَمْرٌو فِی الدَّارِ.

ترجمہ: اور کبھی کبھی خبر جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ أَبُوهُ قَائِمٌ اور فعلیہ جیسے زَیْدٌ قَامَ أَبُوهُ اور کبھی شرطیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ إِنْ جَاءَ نِی فَأَکْرِمْتُه اور کبھی ظرفیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ خَلْفَکَ اور عَمْرٌو فِی الدَّارِ.

خبر جب جملہ اسمیہ ہو: جیسے زَیْدٌ أَبُوهُ قَائِمٌ اس مثال میں أَبُوهُ قَائِمٌ جملہ اسمیہ خبر واقع ہو رہی ہے۔ اس طور پر کہ أَبُوهُ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا اور قائم خبر ہے مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر زید مبتدا کی خبر واقع ہوگی۔

خبر جب جملہ فعلیہ ہو: جیسے زَیْدٌ قَامَ اَبُوْهُ۔ اس مثال میں زید مبتدا ہے اور قام فعل ہے اَبُوْهُ مضاف مضاف الیہ سے ملکر قام فعل کیلئے فاعل بنے گا فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوا زید مبتدا کیلئے۔

خبر جب جملہ شرطیہ ہو: جیسے زَیْدٌ اِنْ جَاءَ نِی فَاَکْرَمْتُهٗ اس مثال میں زید مبتدا ہے اِنْ جَاءَ نِی شرط اور فَاَکْرَمْتُهٗ جزاء ہے شرط اپنی جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر ہوگی زید مبتدا کیلئے۔

خبر جب جملہ ظرفیہ ہو: جیسے زَیْدٌ خَلْفَکَ لَهٗ عَمْرٌو فِی الدَّارِ پہلی مثال میں زید مبتدا ہے خَلْفَکَ مضاف مضاف الیہ سے ملکر ظرف متعلق ہوا استقر فعل سے استقر فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ ظرفیہ ہو کر خبر ہوگی زید مبتدا کی۔

وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَةٍ عِنْدَ الْاَکْثَرِ وَهِیَ اِسْتَقَرَّ مثلا تَقُوْلُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ تَقْدِیْرُهٗ زَیْدٌ اسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ.

ترجمہ: اور ظرف جملہ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اکثر کے نزدیک اور وہ جملہ اِسْتَقَرَّ ہے مثلاً آپ کہیں گے زَیْدٌ فِی الدَّارِ اسکی صورت یہ ہے زَیْدٌ اسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ۔

﴿خبر جب ظرف ہو تو اس کا متعلق جملہ فعلیہ ہوگا﴾

وضاحت: ظرف کی دو قسمیں (۱) ظرف لغو (۲) ظرف مستقر

ظرف لغو: ظرف کا متعلق اگر لفظوں میں موجود ہو تو اسے ظرف لغو کہتے ہیں

ظرف مستقر: ظرف کا متعلق اگر لفظوں میں موجود نہ ہو تو اسے ظرف مستقر کہتے ہیں۔

ظرف مستقر کے متعلق کے بارے میں کوفیوں اور بصریوں کا اختلاف ہے چنانچہ بصری حضرات اس کا متعلق فعل کو قرار دیتے ہیں جبکہ کوفی حضرات اسم کو قرار دیتے ہیں۔

بصریوں کی دلیل: یہ ہے کہ ظرف میں عامل متعلق ہوتا ہے اور فعل عمل کرنے میں اصل ہوتا ہے اس لئے اس کا متعلق فعل ہوگا۔

کوفیوں کی دلیل: یہ ہے کہ خبر میں اصل مفرد ہونا ہے اور اسموں میں اصل مفرد ہونا ہے لہذا

اس کا متعلق اسم نکالیں گے۔

مصنفؒ کے ہاں چونکہ بصریوں کا مذھب پسندیدہ تھا اس لئے اس کو عند الاکثر کہہ کر ذکر کیا ہے۔

بصریوں کے نزدیک اگر کسی فعل خاص کے مقدر کرنے پر کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو افعال عامہ میں سے کوئی فعل مقدر مانیں گے۔

افعال عامہ چار ہیں: (۱) کون (۲) ثبوت (۳) وجود (۴) حصول

وَلابُدَّفی الجُمْلَةِمِنْ ضَمِيرٍ يَعُود إلى المُبْتَدَأ كالهَاءِ في مَا مَرَّ

ترجمہ: اور جملہ میں ایک ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے جیسے مذکورہ مثال میں ھاء ہے۔

﴿چھٹی بات﴾

پھر خبر اگر جملہ ہو تو اسمیں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے۔

﴿خبر جملہ ہو تو عائد کی چھ صورتیں﴾

خبر جب جملہ ہو تو اسمیں ایک عائد ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کیطرف لوٹے اس عائد کی چھ صورتیں ہیں:

پہلی صورت: عائد جب ضمیر ہو۔ جیسے **زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ** اس مثال میں ہ ضمیر راجع ہے مبتدا کی طرف

دوسری صورت: عائد جب الف لام ہو۔ جیسے **نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ** اس مثال میں نعم فعل الرجل فاعل ہے فعل فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مقدم ہے زید مبتدا مؤخر کیلئے۔ اسمیں مبتدا کے ساتھ خبر مقدم کو ربط دینے والا الرجل کا الف لام ہے۔

تیسری صورت: عائد جب اسم ظاہر کا ضمیر کی جگہ ہونا ہو۔ جیسے **اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ** یہاں الحاقة اسم ظاہر ضمیر کی جگہ آ گیا ہے اصل عبارت یوں تھی **اَلْحَاقَّةُ مَاهِيَ.**

چوتھی صورت: عائد جب خبر مفسّر ہو۔ جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یہاں یہ جملہ اسمیہ خبریہ مبتداء اول کی تفسیر کر رہا ہے کہ ھو سے مراد اللہ ہے تو بس اس کا تفسیر ہونا ہی عائد و ربط ہے کوئی اور ربط دینے کی ضرورت نہیں۔

پانچویں صورت: عائد جب اسم اشارہ ہو۔ جیسے وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ اس میں ذلک اسم اشارہ عائد ہے۔

چھٹی صورت: عائد جب خبر مبتداء کے عین ہوتا ہو۔ جیسے اَفْضَلُ مَاقُلْتُهٗ اَنَاوَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ

یہ سب صورتیں عائد کی ہیں۔ مگر چونکہ زیادہ تر ربط میں ضمیر ہی کا استعمال ہوتا ہے اور ضمیر عمدہ بھی ہے اس لئے مصنفؒ نے ضمیر کا ذکر کیا اور باقی روابط کا ذکر نہیں کیا۔

وَيَجُوزُ حَذْفُهُ عِنْدَ وُجُودِ قَرِيْنَةٍ نَحْوُ اَلسَّمْنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ وَالْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا

ترجمہ: اور جائز ہے ضمیر کا حذف کرنا قرینہ موجود ہونے کی صورت میں جیسے اَلسَّمْنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ اور اَلْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا.

﴿قرینہ موجود ہو تو ضمیر کا حذف کرنا جائز ہے﴾

وضاحت: پہلے یہ بات گذری تھی کہ خبر اگر جملہ ہو تو اسمیں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے اب یہاں سے مصنفؒ یہ فرما رہے ہیں کہ خبر کا مبتدا کے ساتھ ربط پر اگر کوئی قرینہ ہو تو ضمیر کا حذف کرنا بھی جائز ہے۔

اس پر دو مثالیں دی ہیں پہلی مثال: اَلسَّمْنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ (یعنی دو سیر گھی ایک درہم کے بدلے میں ہے) اسمیں اصل عبارت یوں تھی اَلسَّمْنُ مَنَوَانِ مِنْهُ بِدِرْهَمٍ (یعنی دو سیر گھی اسی گھی کے ایک درہم ہے) یہاں مِنْهُ کو حذف کر دیا گیا کیونکہ قرینہ موجود تھا وہ اس طرح کہ جب بیچنے والا کسی چیز کا نام لیکر آگے نرخ بیان کرتا ہے تو یقیناً نرخ بھی اسی کا بتلا رہا ہوتا ہے جس کا اس نے ذکر کیا ہے

نہ کہ کسی اور چیز کا

دوسری مثال: اَلبُرُّ الکُرُّ بِسِتِّیْنَ دِرْهَمًا (یعنی گندم کا ایک کر ساٹھ درھم کے عوض ہے) اسمیں اصل عبارت یوں تھی اَلبُرُّ الکُرُّ مِنهُ بِسِتِّیْنَ دِرْهَمًا اس مثال میں بھی قرینہ کی وجہ سے مِنهُ ضمیر کو حذف کر دیا اس طرح سے کہ بیچنے والا پہلے البر الکر کا ذکر کر کے پھر ستین کا ذکر کر رہا ہے یہ اس بات پر قرینہ ہے کہ یہ ساٹھ درھم اسی گندم کے ہیں جس کا ابھی ذکر کیا ہے نہ کہ کسی اور چیز کا لہذا ضمیر منہ کو حذف کر دیا۔

﴿کبھی خبر کو مبتدا پر مقدم کیا جاتا ہے﴾

وَقَدْ يَتَقَدَّمُ الخَبَرُ عَلَى المُبْتَدأ نَحْوُ فِى الدَّارِ زَيْدٌ.

ترجمہ: اور کبھی خبر مبتداء پر مقدم ہوتی ہے جیسے فِى الدَّارِ زَيْدٌ

وضاحت: مبتدا اور خبر میں اصل تو یہ ہے کہ مبتدا مقدم اور خبر مؤخر ہوتی ہے لیکن کبھی خبر کو مبتدا پر مقدم کیا جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں جائز ہوتا ہے۔ چنانچہ مبتداء اگر نکرہ ہو تو خبر کا مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہوتا ہے۔ **مثال:** فِى الدَّارِ رجلٌ

﴿ایک مبتدا کی کئی خبریں لانا جائز ہے﴾

وَيَجُوزُ لِلمُبْتَدأ الوَاحِدِ أَخبَار كَثِيرَة نَحْوُ زَيدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ.

ترجمہ: اور جائز ہے ایک مبتدا کیلئے بہت ساری خبریں لانا جیسے زَيدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ.

وضاحت: ایک مبتدا کی کئی خبریں لانا بھی جائز ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ مبتدا ذات ہے اور خبر صفت وحال پس ایک ذات کی کئی صفات واحوال ہو سکتے ہیں جیسے زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ.

لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ ان صفات میں آپس میں تضاد نہ ہو پس یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ زَيدٌ عَالِمٌ جاھل کیونکہ عالم اور جاھل میں تضاد ہے۔

فائدہ: ایک خبر سے زائد کا ہونا بعض اوقات واجب اور بعض اوقات جائز ہوتا ہے جہاں دوسری

خبر کے بغیر معنی پورا نہ ہوتا ہو وہاں دوسری خبر کا لانا واجب ہوتا ہے جیسے اَلْخَلُّ حَلْوٌ حَامِضٌ (یعنی سرکہ کھٹا میٹھا ہے) اور مبتدا متعدد ہوں اور خبر واحد ہو یہ بھی جائز ہے جیسے زَیْدٌ وَعَمْرٌو رَجُلَانِ.

﴿ساتویں بات: مبتدا کی قسم ثانی﴾

واعْلَمْ أنَّ لَهُمْ قِسْماً آخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَأ لَيْسَ مُسْنَدًا إلَيْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ أوْ بَعْدَ حَرْفِ الاسْتِفْهَامِ نَحْوُ أقَائِمٌ زَيْدٌ؟ بِشَرْطِ أنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اسْماً ظَاهِراً نَحْوُ مَا قَائِمٌ الزَّيدانِ وَأقَائِمٌ الزَّيدانِ؟ بِخِلافِ مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ.

ترجمہ: اور جان لو کہ نحویوں کے ہاں مبتدا کی ایک اور قسم بھی ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتی ہے اور وہ صفت اور نعت ہوتا ہے جو حرف نفی کے بعد ہوتا ہے جیسے مَاقَائِمٌ زَید یا حرف استفہام کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے أقَائِمٌ زَید اس شرط کے ساتھ کہ وہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے جیسے مَا قَائِمٌ الزَّیدانِ وَأقَائِمٌ الزَّیدانِ بخلاف مَاقَائِمَان الزَّیْدَانِ کے۔

﴿مبتدا کی قسم اول اور قسم ثانی میں فرق﴾

مبتدا کی قسم اول اور قسم ثانی میں دو طرح کا فرق ہے۔

پہلا فرق: یہ ہے کہ مبتدا اول مسند الیہ ہوتا ہے اور مبتدا کی قسم ثانی مسند ہوتی ہے۔

دوسرا فرق: یہ ہے کہ مبتدا کیلئے خبر کا ہونا ضروری ہے لیکن مبتدا کی قسم ثانی کیلئے خبر کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اسکا جو فاعل ہوگا وہ قائم مقام خبر کے ہوگا

مبتدا کی قسم ثانی کی تعریف: وہ صیغہ صفت جو حرف استفہام یا حرف نفی کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے۔

﴿مبتدا کی قسم ثانی کی تعریف میں دو شرطیں ہیں﴾

پہلی شرط: یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت حرف استفہام یا حرف نفی کے بعد واقع ہو۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ وہ صیغہ اسم ظاہر کو رفع دے۔

پہلی شرط لگانے کی وجہ: پہلی شرط لگانے کی وجہ یہ ہے کہ صیغہ صفت یا قائم مقام صفت بغیر سہارے کے عمل نہیں کرسکتا پس یہ صیغہ حرف استفہام یا حرف نفی پر ٹیک لگا کر عمل کریگا اس لئے یہ شرط لگادی کہ وہ صیغہ حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو، تاکہ اس پر ٹیک لگا کر عمل کرے۔

دوسری شرط لگانے کی وجہ: دوسری شرط لگانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ صیغہ اسم ظاہر کو رفع نہ دے بلکہ ضمیر مستتر کو رفع دے تو یہ مبتدا نہیں بن سکتا کیونکہ پھر یہ جملہ بن جائے گا اور جملہ مبتدا نہیں بن سکتا۔ اسم ظاہر سے مراد وہ ہے کہ جو ضمیر مستتر کے مقابلے میں واقع ہو۔

﴿مبتدا کی قسم ثانی کی شرائط کے مطابق مثالیں﴾

صیغہ صفت بھی مفرد اور اسم ظاہر بھی مفرد ہو۔ جیسے مَا قَائِمٌ زَیْدٌ صیغہ صفت حرف نفی کے بعد واقع ہونے کی مثال ہے، اَقَائِمٌ زَیْدٌ صیغہ صفت حرف استفہام کے بعد واقع ہونے کی مثال ہے ان دونوں مثالوں میں صیغہ صفت جو کہ قائم مفرد ہے اور مبتدا ہے اور زید اسم ظاہر اسکا فاعل قائم مقام خبر ہے۔ اور صیغہ صفت جو کہ قائم ہے وہ اسم ظاہر جو کہ زید ہے اسے رفع بھی دے رہا ہے لہذا دونوں شرطیں پائے جانے کی وجہ سے ماقائم اور أقائم کا مبتدا بنانا درست ہوگا۔

احترازی مثالیں: مذکورہ دونوں شرطیں جہاں نہ پائی جائیں وہاں صیغہ صفت مبتدا نہیں بنے گا۔

شرط اول فوت ہونے کی مثال: قائم زید اس میں قائم مبتدا نہیں بنے گا کیونکہ شرط اول فوت ہے وہ یہ کہ حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو

شرط ثانی کی مثال: مَا قَائِمَانِ الزَّیْدَانِ، اَقَائِمَانِ الزَّیْدَانِ ان مثالوں میں شرط ثانی فوت ہورہی ہے یعنی صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے چنانچہ ان مثالوں میں صیغہ صفت ضمیر مستتر کو رفع دے رہا ہے جو کہ قائمان میں ہے اور وہ ہے الف لہذا ماقائمان مبتدا نہیں بنے گا۔

﴿صیغہ صفت مفرد اور اسم ظاہر مفرد، تثنیہ، جمع کی تین صورتیں﴾

پہلی صورت: صیغہ صفت مفرد ہو اور اسم ظاہر بھی مفرد ہو۔ جیسے مَاقَائِمٌ زَیْدٌ، اَقَائِمٌ زَیْدٌ

اس صورت کا حکم: یہ ہے کہ یہاں دونوں صورتیں جائز ہیں صیغہ صفت کو مبتداء بنایا جائے

اور اگر ضمیر میں رافع ہونے کا لحاظ کیا جائے تو خبر بنایا جائے گا۔

دوسری صورت: صیغہ صفت اپنے مابعد اسم ظاہر کے مطابق نہ ہو جیسے مَاقَائِم الزیدان، مَاقائم الزیدون

اس صورت کا حکم: یہ ہے کہ صیغہ صفت کا مبتداء ہونا واجب ہے۔

تیسری صورت: صیغہ صفت اپنے مابعد والے اسم ظاہر کے مطابق ہو تثنیہ اور جمع ہونے میں۔ جیسے ماقائمان الزیدان، ماقائمون الزیدون

اس صورت کا حکم: یہ ہے کہ صیغہ صفت کا خبر ہونا واجب ہے اور مابعد والا اسم مبتداء ہوگا۔

اس صورت میں صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا اسلئے کہ اگر اسم ظاہر کو رفع دیتا تو صیغہ صفت واحد لایا جاتا۔

﴿مرفوعات کی پانچویں قسم خَبَرُ إنَّ وَأَخَواتِهَا (یعنی حروف مشبہ بالفعل)﴾

فصلٌ: خَبَرُإنَّ وَأَخَواتِهَا وهی انَّ وَكَأَنَّ ولكِنَّ ولَيْتَ ولَعَلَّ فَهٰذِهِ الحُرُوفُ تَدْخُلُ عَلَى المُبْتَدَأ وَالخَبَرِ فَتَنْصِبُ المُبْتَدَأ ويُسمّٰى اسْمَ إنَّ و تَرْفَعُ الخَبَرَ ويُسمّٰى خَبَرَإنَّ فَخَبَرُ إنَّ هُوَالمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهَا نَحوُ اِنَّ زيدًاقائمٌ وَحُكْمُه في كَوْنِهِ مُفْرَداً أوْ جُمْلَةًاومَعْرِفَةً اَوْنَكِرَةً كَحُكْمِ خَبَرِ المُبْتَدَأ وَلايَجُوزُ تَقْدِيمُ اخبارِها عَلَى اسْماءِ هَا إلاّ إذا كَانَ ظَرْفاً نَحوُ إنَّ فی الدّارِ زيداًلِمَجَالِ التَّوسُّعِ فِی الظُّرُوفِ.

ترجمہ: خبر إنَّ اور اسکے اخوات اور وہ أنَّ وَكَأَنَّ ولكِنَّ ولَيْتَ ولَعَلَّ ہیں یہ حروف مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس مبتدا کو نصب دیتے ہیں اور اس کا نام اسم إنَّ رکھا گیا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اس کا نام رکھا جاتا ہے خبر إنَّ پس انّ کی خبر وہ ہے جو مسند ہو ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے اِنَّ زیدًا قائمٌ اور انّ کی خبر اس کے مفرد اور جملہ اور معرفہ اور نکرہ ہونے میں مبتدا کی خبر کے حکم کے مانند ہے اور انّ کے اخبار کو انّ کے اسماء پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے مگر وہ اخبار جو ظرف ہوں جیسے انّ فی الدار زیدًا اس لئے کہ ظروف میں گنجائش ہوتی ہے۔

وضاحت: مصنفؒ مرفوعات کی پانچویں قسم اِنَّ اور اس کے اخوات (حروف مشبہ بالفعل) کو بیان فرمارہے ہیں

پہلی بات: حروف مشبہ بالفعل کا عمل۔

دوسری بات: خبر اِنَّ کی تعریف اور مثال۔

تیسری بات: خبر اِنَّ کا حکم۔

چوتھی بات: اِنَّ کی خبر اس کے اسم پر مقدم کرنے کی صورت۔

فائدہ: حروف مشبہ بالفعل کی وجہ تسمیہ: ان حروف کی مشابہت فعل کے ساتھ لفظاً بھی ہے اور معنیً بھی ہے تو اس وجہ سے ان کو حروف مشبہ بالفعل کہتے ہیں۔

لفظاً مشابہت: ان حروف کی فعل کے ساتھ لفظاً مشابہت اس طرح ہے کہ جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں اس طرح یہ حروف بھی ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں ان حروف میں سے اِنَّ، اَنَّ. لیتَ ثلاثی ہیں اور کَاَنَّ، لٰکِنَّ، لَعَلَّ رباعی ہیں۔

معناً مشابہت: ان حروف کی فعل کے ساتھ مشابہت معنوی بھی ہے وہ اس طرح ہے کہ اِنَّ، اَنَّ حَقَّقْتُ کے معنی میں ہے کَاَنَّ شَبَّهْتُ کے معنی میں ہے لٰکِنَّ اِسْتَدْرَكْتُ کے معنی میں ہے لَیْتَ تَمَنَّیْتُ کے معنی میں ہے اور لَعَلَّ تَرَجَّیْتُ کے معنی میں ہے۔

﴿پہلی بات: حروف مشبہ بالفعل کا عمل﴾

یہ حروف مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتدا کو نصب دیتے ہیں اسکو ان کا اسم کہتے ہیں اور خبر کو رفع دیتے ہیں اس کو ان کی خبر کہتے ہیں۔

مثال: اِنَّ زیدًا قَائِمٌ اس میں قائم اِنَّ کی خبر ہے اور زیدا اس کا اسم ہے۔

﴿دوسری بات: خبر اِنَّ کی تعریف اور مثال﴾

اِنَّ کی خبر وہ ہے جو مسند ہو ان کے داخل ہونے کے بعد۔

مثال: جیسے اِنَّ زیدًا قائمٌ انَّ کے داخل ہونے سے پہلے زید قائم تھا یعنی زید مبتدا قائم خبر اور یہ دونوں مرفوع تھے پس ان کے داخل ہونے کے بعد زیدا منصوب ہوا اور قائم مرفوع ہوا اب

قائم انّ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے انّ کے داخل ہونے سے پہلے مبتدا کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع تھا اب انّ کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

﴿تیسری بات: خبر اِنَّ کا حکم﴾

یہ ہے کہ اس کی خبر مفرد و جملہ میں پھر جملہ اسمیہ، فعلیہ، شرطیہ، ظرفیہ ہونے میں اسی طرح معرفہ و نکرہ ہونے میں اسی طرح مثبت یا منفی ہونے میں مبتدا کی خبر کی طرح ہے اسی طرح پھر قرینہ کی وجہ سے عائد کو حذف بھی کیا جا سکتا ہے۔

﴿مبتدا کی خبر اور اِنَّ کی خبر میں فرق﴾

وَلا یَجُوزُ تَقْدِیمُ اخبارھا: مصنفؒ یہاں سے مبتدا کی خبر اور اِنَّ کی خبر کے درمیان فرق بیان فرمارہے ہیں فرق یہ ہے کہ مبتدا کی خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا جائز ہے لیکن اِنَّ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔

عدم جواز کی وجہ: اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر کو ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کیونکہ یہ حروف مشبہ بالفعل عمل میں ضعیف ہیں اور عامل ضعیف اس وقت عمل کر سکتا ہے جب اس کے معمول میں ترتیب ہو جب ترتیب بدل جائے یعنی خبر اسم پر مقدم ہو جائے تو اس وقت اپنے ضعف کی وجہ سے یہ عمل نہیں کریں گے۔ لہذا اِنَّ قَائِمٌ زیدًا کہنا جائز نہیں ہے۔

﴿چوتھی بات: اِنَّ کی خبر اس کے اسم پر مقدم کرنے کی صورت﴾

الا اذا کان ظرفاً مصنفؒ یہاں سے وہ صورت ذکر فرمارہے ہیں جہاں انّ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے چنانچہ جب انّ کی خبر اگر ظرف ہو تو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے۔

جواز کی وجہ: یہ ہے کہ ظرف میں ایسی وسعت ہے جو غیر ظرف میں نہیں کیونکہ ظرف کلام میں کثرت سے واقع ہوتا ہے تو نحویوں کے ہاں ظرف بمنزلہ محرم کے ہے محرم وہاں داخل ہوتا ہے جہاں غیر محرم داخل نہیں ہو سکتے۔

پھر اگر حروف مشبہ بالفعل کا اسم معرفہ ہو اور خبر ظرف ہو تو خبر کا اسم پر مقدم کرنا جائز ہے۔

مثال: اِنَّ فِی الدَّارِ زیدًا اور اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَھُم ان مثالوں میں اِنَّ کی خبر ظرف ہے لہذا اِنَّ کی

خبر کا اس کے اسم پر مقدم کیا گیا جو کہ جائز ہے۔

اور اگر حروف مشبہ بالفعل کا اسم نکرہ ہو تو اس وقت اِنَّ کی خبر کو اسم پر مقدم کرنا واجب ہو۔

مثال: اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا اس میں اِنَّ کا اسم نکرہ ہے لہذا اس کی خبر کو مقدم کرنا واجب ہوگا۔

﴿مرفوعات کی چھٹی قسم کان اور اسکے اخوات کا اسم﴾

فصلٌ: اِسْمُ کَانَ وَأَخَوَاتِهَا وَهِیَ صَارَ وأَصْبَحَ وأَمْسٰی وَأَضْحٰی وظَلَّ وبَاتَ ورَاحَ وآضَ وعَادَ وغَدا ومَازَالَ ومَابَرِحَ ومَافَتِیَٔ ومَا اِنفَکَّ ومَا دَامَ ولَیْسَ فهٰذِهِ الأفْعالُ تَدْخُلُ ایضاً عَلی المُبْتَدَأ و الخَبَرِ فَتَرْفَعُ المُبتدأ ویُسَمّٰی اِسْمَ کان وَتَنْصِبُ الخَبَرَ وَیُسَمّٰی خَبَرَ کَانَ فَاِسْمُ کَانَ هُوَالْمُسْنَدُاِلَیْهِ بَعْدَدُخُولِهَا نحو کان زیدٌقائمًاوَیَجُوزُ فی الکُلِّ تَقْدِیمُ اَخْبَارِهَا عَلَی أَسْمائِهَا نَحْوُکَانَ قَائِماً زَیدٌ و عَلَی نَفْسِ الأفْعَالِ ایضًا فی التسعة الاول نَحْوُقَائِماًکَانَ زَیدٌ ولا یَجُوزُذٰلِک فیماأوَّلُهُ مَافَلا یُقَالُ قَائِماًمَازالَ زَیدٌ وفی لَیْسَ خِلافٌ وَبَاقِی الکَلامِ فی هٰذِهِ الأفْعَالِ یَجیء فی القِسْمِ الثَّانِی إنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعالی.

ترجمہ: کان اور اسکے اخوات کا اسم اور وہ یہ ہیں صار اصبح الخ پس یہ افعال بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور اس کو نام دیا جاتا ہے کان کا اسم اور خبر کو نصب دیتے ہیں اس کو نام دیا جاتا ہے کان کی خبر پس اسم کان وہ ہے جو مسند الیہ ہو ان افعال ناقصہ کے داخل ہونے کے بعد جیسے کان زید قائما جائز ہے سب میں ان کی خبروں کو مقدم کرنا ان کے اسموں پر جیسے کان قائمازید اور خود ان افعال پر بھی اخبار کو مقدم کرنا جائز ہے پہلے نو افعال میں جیسے قائم کان زید اور جن افعال کے شروع میں ما ہے ان کی اخبار کو ان پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے پس یہ نہیں کہا جائے گا قائما مازال زید اور لیس میں اختلاف ہے اور ان افعال کے بارے میں باقی باتیں انشاءاللہ قسم ثانی میں آئیں گی۔

وضاحت: مصنفؒ مرفوعات یہاں سے چھٹی قسم کان اور اسکے اخوات (یعنی افعال ناقصہ) کے اسم کو بیان فرما رہے ہیں اس میں چار باتیں ذکر فرمائی ہیں

پہلی بات: افعال ناقصہ کی تعداد،

دوسری بات: افعال ناقصہ کا عمل،

تیسری بات: افعال ناقصہ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے،

چوتھی بات: افعال ناقصہ کی خبر کو خود افعال ناقصہ پر مقدم کرنے کی صورت میں جواز اور عدم جواز کی چند صورتیں۔

﴿پہلی بات: افعال ناقصہ کی تعداد﴾

افعال ناقصہ کی تعداد سترہ ہے اور وہ یہ ہیں: کان، صَارَ، أَصْبَحَ، أَمْسَى، أَضْحَى، ظَلَّ، بَاتَ، رَاحَ، آضَ، عَادَ، غَدا، مَازَالَ، مَابَرِحَ، مَافَتِیٔ، مَا اِنْفَکَّ، مَا دَامَ، لَيْس

﴿دوسری بات: افعال ناقصہ کا عمل﴾

یہ ہے کہ مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں مبتدا کو ان افعال کا اسم اور خبر کو ان کی خبر کہا جاتا ہے۔

کان کے اسم کی تعریف: کان کا اسم وہ ہے جو مسند الیہ ہو ان افعال کے داخل ہونے کے بعد۔ مثال: كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا

﴿تیسری بات: افعال ناقصہ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے﴾

تمام نحویوں کے نزدیک افعال ناقصہ کی خبروں کا ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے كَانَ قَائِمًا زَيْدٌ

وجہ: یہ ہے کہ چونکہ افعال ناقصہ عمل میں قوی ہوتے ہیں لہذا خبر اسم سے موخر ہو تو بھی عمل کرتے ہیں اور خبر اگر اسم پر مقدم ہو تب بھی عمل کرتے ہیں۔

﴿چوتھی بات﴾

﴿افعال ناقصہ کی خبر کو خود افعال ناقصہ پر مقدم کرنے کی صورت میں جواز اور عدم جواز کی چند صورتیں﴾

پہلی صورت: افعال ناقصہ کی خبر کو اُن افعال ناقصہ پر مقدم کرنا جائز ہے جن کے شروع میں ما نہیں آتا ہے وہ گیارہ افعال ہیں اور وہ یہ ہیں: كَانَ وصَارَ وأَصْبَحَ وأَمْسَى وَأَضْحَى

وبَات ورَاحَ وآضَ وغَادَ وغَدا

مثال: قَائِمًا کَانَ زَیْدٌ

نوٹ: کتاب میں نو کا عدد ہے جو کہ کاتب کی غلطی ہے یہ نو نہیں بلکہ گیارہ ہیں۔

دوسری صورت: افعال ناقصہ کی خبر کو اُن افعال ناقصہ پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے جن کے شروع میں لفظ مـا آتا ہے وہ پانچ افعال ہیں اور وہ یہ ہیں: مـا زال، مـا برح، مـا فتیٰ، ماانفک، مادام

عدم جواز کی وجہ: یہ ہے کہ مـا مصدریہ ہو یا نافیہ یہ صدارت کلام کا تقاضا کرتی ہے اگر خبروں کو افعال پر مقدم کر دیا جائے تو ان کی صدارت فوت ہو جائیگی لہذا قَائِمًا مَازَالَ زَیدٌ کہنا جائز نہیں ہے۔

تیسری صورت: یہ صرف لیس سے متعلق ہے اس صورت میں اختلاف ہے اور پس لیس پر اس کی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے چنانچہ امام سیبویہ کے ہاں اس کا حکم ان افعال ناقصہ کے مانند ہے جن کے شروع میں ما آتا ہے یعنی لیس کی خبر کو لیس پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔

اکثر بصری حضرات کہتے ہیں لیس کی خبر کو لیس پر مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ لیس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہے نہ کہ معنی منفی کی وجہ سے اور فعل کے معمول منصوب کو فعل پر مقدم کرنا جائز ہے۔

﴿مرفوعات کی ساتویں قسم مَاو لامُشَبَّهَتَیْنِ بِـلَیْسَ کا اسم﴾

فصلٌ: اِسْمُ مَاو لاالمُشَبَّهَتَیْنِ بِـلَیْسَ وَهُوَالْمُسْنَدُاِلَیْه بَعْدَدُخُوْلِهِمَانَحْوُمَازَیْدٌ قَائِماً ولا رَجُلٌ أَفْضَلَ مَنْکَ وَیَخْتَصُّ لا بِالنَّکِرَةِوَ یَعُمُّ مَا بالمَعْرِفَةِ وَالنَّکِرَةِ.

ترجمہ: مَا و لامُشَبَّهَتَیْنِ بِـلَیْسَ کا اسم اور وہ اسم ہے جو مسند الیہ ہو ان حروف کے داخل ہونے کے بعد جیسے مَا زَیْدٌ قَائِماً (زید کھڑا ہونے والا نہیں ہے) اور لا رَجُلٌ أَفْضَلَ مَنْکَ (تجھ سے کوئی بھی افضل نہیں ہے) اور لا مختص ہے نکرہ کے ساتھ اور ما نکرہ اور معرفہ دونوں کو عام ہے۔

وضاحت: مصنفؒ مرفوعات کی ساتویں قسم مـاو لامُشَبَّهَتَیـنِ بِـلَیْسَ کا اسم کو بیان فرما رہے ہیں اس میں تین باتیں ذکر فرمائی ہیں

پہلی بات: اسم مَاو لامُشَبَّهَتَيْنِ بِـلَيْس کی تعریف،

دوسری بات: مَاو لامُشَبَّهَتَيْنِ بِـلَيْس کا عمل

،**تیسری بات:** ما اور لا مشبہ بلیس میں فرق۔

فائدہ وجہ تسمیہ: ما اور لا کی لیس کے ساتھ مشابہت دو طرح کی ہے پہلی یہ کہ جس طرح لیس نفی کے واسطے آتا ہے اسی طرح ما اور لا بھی نفی کیلئے آتے ہیں اور دوسری یہ کہ جس طرح لیس مبتدا اور خبر پر داخل ہوتا اسی طرح ما اور لا بھی داخل ہوتے ہیں۔

﴿پہلی بات: اسم مَاو لامُشَبَّهَتَيْنِ بِـلَيْس کی تعریف﴾

اِسْمُ مَا و لا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِـلَيْس وہ ہے جو مسند الیہ ہو ما اور لا کے داخل ہونے کے بعد۔

﴿دوسری بات: مَاو لامُشَبَّهَتَيْنِ بِـلَيْس کا عمل﴾

عمل یہ ہے کہ ما اور لا لیس کی طرح اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

مثال: مَازَيْدٌ قَائِمًا اس میں ما مشبہ بلیس ہے زید اس کا اسم ہے قائما اس کی خبر ہے، لاَ رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ اس میں لا مشبہ بلیس ہے رجل اس کا اسم ہے جو کہ مرفوع اور افضل منک لا کی خبر ہے۔

﴿تیسری بات: ما اور لا مشبہ بلیس میں فرق﴾

ما اور لا مشبہ بلیس میں درحقیقت تین طرح کا فرق ہے۔

پہلا فرق: لا صرف نکرہ کے ساتھ خاص ہے جبکہ ما معرفہ اور نکرہ دونوں کیلئے عام ہے۔

دوسرا فرق: ما نفی حال کیلئے آتا ہے جبکہ لا مطلق نفی کیلئے آتا ہے۔

تیسرا فرق: یہ ہے کہ ما کی خبر میں با کا داخل ہونا جائز ہے اور لا کی خبر پر باَ کا داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

﴿مرفوعات کی آٹھویں قسم لائے نفی جنس کی خبر﴾

فصل: خبرُ لا لنفِی الْجِنْسِ وھو المسند بَعْدَ دخولھا نَحْوُ لا رَجُلَ قَائِمٌ.

ترجمہ: لائے نفی جنس کی خبر اور وہ یہ ہے کہ جو مسند ہو اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے لا رَجُلَ قَائِمٌ

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے مرفوعات کی آٹھویں قسم لائے نفی جنس کی خبر کو بیان فرما رہے ہیں لائے نفی جنس کی خبر کی تعریف، لائے نفی جنس کا عمل اور مثال۔

لائے نفی جنس کی خبر کی تعریف: لائے نفی جنس کی خبر اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوا کرتی ہے۔ جیسے لا رَجُلَ قَائِمٌ

لائے نفی جنس کا عمل: یہ ہے کہ وہ اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔

مثال: لا رَجُلَ قَائِمٌ

اشکال: یہ ہوتا ہے کہ یہ مثال ممثّل لہ کے مطابق نہیں ممثّل لہ یہ تھا کہ لاجنس کی نفی کرتا ہے اور آپ نے جو مثال دی ہے اس میں جنس کی نفی نہیں بلکہ قیام کی نفی ہے؟

جواب: یہ ہے کہ یہاں نفی کے بعد مضاف محذوف ہے لنفی صفة الجنس کہ لاجنس کی صفت کی نفی کیلئے آتا ہے نہ کہ ذات جنس کی نفی کیلئے۔

﴿اَلْمَقْصَدُ الثَّانِی فی المنصوبات﴾

اَلْمَقْصَدُ الثَّانِی فِی المنصوباتِ: اَلْأَسْمَاءُ الْمَنْصُوبَةُ وَهِیَ اثْنَا عَشَرَ قِسْماً الْمَفْعُولُ الْمُطْلَقُ والْمَفْعُولُ بِهٖ والْمَفْعُولُ فِيهِ والْمَفْعُولُ لَهُ والْمَفْعُولُ مَعَه واَلْحَالُ والتَّمْيِيزُ والْمُسْتَثْنٰى وخَبَرُ كَانَ وَ أَخَوَاتِهَا واِسْمُ إنَّ وَ أَخَوَاتِهَا والْمَنْصُوبُ بِلا الَّتِی لِنفيِ الجِنْسِ وخَبَرُ ما وَ لا المشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ.

ترجمہ: وہ اسماء جو نصب دیتے ہیں انکی بارہ اقسام ہیں مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہ، مفعول معہ، حال، تمیز، مستثنٰی اور اِنَّ اور اسکی اخوات کا اسم، کان اور اسکی اخوات کی خبر اور وہ لا جو کہ نفی جنس کیلئے ہے اسکا منصوب اور ما و لا مشبہ بلیس کی خبر۔

وضاحت: مصنفؒ مرفوعات کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے منصوبات کو ذکر فرمارہے ہیں منصوبات کی بارہ قسمیں ہیں۔

فائدہ: منصوب وہ اسم ہوتا ہے جو علامت مفعول پر مشتمل ہو اور علامات مفعول چار چیزیں ہیں:

(۱) فتحہ جیسے رایت زیداً (۲) کسرہ جیسے رأیت مسلماتٍ

(۳) الف جیسے رایت اباک (۴) یاء جیسے رأیت مسلمین

﴿منصوبات کی بارہ اقسام ہیں﴾

(۱) مفعول مطلق (۲) مفعول بہ (۳) مفعول فیہ (۴) مفعول لہ (۵) مفعول معہ (۶) حال (۷) تمیز (۸) مستثنٰی (۹) اِنَّ اور اسکے اخوات کا اسم (۱۰) کان اور اسکے اخوات کی خبر (۱۱) لائے نفی جنس کا اسم (۱۲) ما اور لا مشبہ بلیس کی خبر۔

﴿منصوبات کی پہلی قسم مفعول مطلق﴾

فصلٌ: اَلمَفعُولُ المُطْلَقُ وَهُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰی فِعْلٍ مَذْكُورٍ قَبْلَهٗ هوَ يُذْكَرُ لِلتَّأْكِيدِ كَضَرَبتُ ضَرْبًا اولِبَيَانِ النَّوعِ نَحْو جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِیْ اولِبَيَانِ العَدَدِ كجَلَسْتُ جَلْسَةً أوْجَلْسَتَيْنِ أوْجَلَسَاتٍ وَيَكُونُ مِنْ غَيْرِ لَفْظِ الفِعْلِ المذكورِ نَحْوُ قَعَدتُّ جُلُوساً وَاَنْبَتَ نباتًا وَقَدْيُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جوازاً كَقَوْلِكَ لِلقَادِمِ خَيْرَ مَقْدَمٍ أَی قَدِمْتَ قُدُوماً خيرَ مَقْدَمٍ ووُجوباً سَمَاعا نَحْوُ سَقْياً وشُكراً وحمداً ورعياً اَیْ سَقَاكَ اللّٰهُ سَقْيًا وَشَكَرْتُكَ شُكْرًا وَحَمِدتُّكَ حَمْدًا وَرَعَاكَ اللّٰه رَعْيًا.

ترجمہ: مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو ایسے فعل کے ہم معنی ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے اور مفعول مطلق کو کبھی تاکید کیلئے ذکر کیا جاتا ہے جیسے ضربت ضربًا یا نوع بیان کرنے کیلئے ذکر کیا جاتا ہے جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ القاری یا کبھی بیان عدد کیلئے ذکر کیا جاتا ہے جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَيْنِ اَوْ جَلَسَاتٍ اور کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کے لفظ کے غیر سے ہوتا ہے۔ جیسے قَعَدتُّ جُلُوساً اور انبت نباتًا اور کبھی مفعول مطلق کے فعل کو قرینہ پائے جانے

کی وجہ سے جوازاً حذف کیا جاتا ہے جیسے تیرا قول اس شخص کیلئے جو سفر سے واپس آنے والا ہو خَیْرَ مَقْدَمٍ یعنی قَدِمْتَ قُدُوْمًا خیر مقدم اور مفعول مطلق کو وجوبی سماعی حذف کیا جاتا ہے جیسے سَقْیًا اور شُکْرًا اور حمدًا اور رعیًا یعنی سَقَاکَ اللّٰہُ سَقْیًا، وَشَکَرْتُکَ شُکْرًا، وَحَمِدْتُکَ حَمْدًا، وَرَعَاکَ اللّٰہُ رَعْیًا۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے منصوبات کی پہلی قسم مفعول مطلق کو بیان فرما رہے ہیں اس فصل میں چار باتیں ذکر فرمائی ہیں

پہلی بات: مفعول مطلق کی تعریف،

دوسری بات: مفعول مطلق کی تین اقسام،

تیسری بات: مفعول مطلق کا اپنے فعل کے مغایر ہونے کا ذکر،

چوتھی بات: مفعول مطلق کے فعل کو قرینہ کی وجہ سے حذف کرنا جائز ہے۔

فائدہ: مفعول مطلق کی وجہ تسمیہ: مفعول مطلق کو مفعول مطلق اسلئے کہتے ہیں کہ دیگر مفاعیل کسی نہ کسی قید کے ساتھ مقید ہیں جبکہ مفعول مطلق کسی قید کے ساتھ مقید نہیں ہے اس لئے اس کو مفعول مطلق کہا جاتا ہے۔ اس کو دیگر مفاعیل پر مقدم کرنے کی وجہ بھی یہ ہی ہے۔

﴿پہلی بات: مفعول مطلق کی تعریف﴾

مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو خواہ وہ حقیقتاً مذکور ہو: جیسے ضربتُ ضربًا خواہ وہ فعل حکمًا مذکور ہو: جیسے فَضَرْبَ الرِّقَابِ یہ اصل میں تھا فَاضْرِبُوْا اضْرَبَ الرِّقَابِ اس میں فَاضْرِبُوْا محذوف ہے اور المحذوف کالمذکور ہوتا ہے۔ یا مصدر سے پہلے فعل نہ ہو بلکہ ایسا اسم ہو جو فعل کے معنی پر مشتمل ہے۔ جیسے زید ضارب ضربًا اسمیں ضربًا مفعول مطلق ہے اور ضارب اسم فاعل ہے جو مصدر سے پہلے ہے اور فعل کے معنی میں ہے۔

فوائد قیود: اس میں لفظ مصدر جنس ہے بِمَعْنٰی فِعْلٍ مَذْکُوْرٍ یہ فصل اول ہے اس سے ضَرَبْتُہٗ تادیبًا نکل گیا کیونکہ وہ فعل مذکور کے معنی میں نہیں ہے۔ قبلہ یہ فصل ثانی ہے اس سے اَلضَّرْبُ وَاقِعٌ

عَلٰی زَیْدٍ خارج ہو گیا کیونکہ اس میں الضرب اگرچہ مصدر ہے لیکن اس سے پہلے فعل نہیں ہے۔

﴿دوسری بات: مفعول مطلق کی اقسام﴾

مفعول مطلق کی تین اقسام ہیں: (۱) مفعول مطلق تاکیدی (۲) مفعول مطلق نوعی (۳) مفعول مطلق عددی

(۱) مفعول مطلق تاکیدی: جہاں مفعول مطلق فعل مذکور کی تاکید کیلئے ہو۔ جیسے ضَرَبْتُ ضربًا اس مثال میں ضربًا مفعول مطلق ہے جو کہ ضربت کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔

(۲) مفعول مطلق نوعی: جہاں مفعول فعل مذکور کی نوعیت بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہو۔ جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ القاری (یعنی بیٹھا ہوں میں قاری کے بیٹھنے کی طرح) اس مثال میں جِلْسَةَ القاری مفعول مطلق ہے جو کہ بیان نوع کیلئے ہے وہ اس طرح سے کہ جلسة یہ فِعْلَةٌ کے وزن پر ہو اور فِعْلَةٌ کیلئے ضابطہ یہ ہے کہ اَلْفِعْلَةُ لِلْهَیْئَةِ یعنی ہر وہ کلمہ جو فِعْلَةٌ کے وزن پر وہ کسی ھیئت اور نوعیت پر دلالت کرتا ہے جیسے جلسة کا معنی ہے خاص نوعیت کا بیٹھنا۔

(۳) مفعول مطلق عددی: جہاں مفعول مطلق فعل مذکور کا عدد بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہو۔ جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً (بیٹھا ہوں میں ایک مرتبہ بیٹھنا) اور عدد کی پہچان کبھی وزن سے ہوگی جیسے اگر فَعْلَةٌ کے وزن پر آئے تو کسی کام کے ایک مرتبہ ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ فَعْلَةٌ کیلئے ضابطہ یہ ہے کہ اَلْفَعْلَةُ لِلْمَرَّةِ یعنی فعلة کا وزن کسی کام کے ایک مرتبہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور عدد کی پہچان کبھی صیغہ تثنیہ وجمع سے ہوگی۔

جیسے جَلَسْتُ جَلْسَتَیْنِ اَوْ جَلَسَاتٍ یعنی میں بیٹھا ہوں دو مرتبہ یا کئی مرتبہ۔

﴿تیسری بات: کبھی مفعول مطلق اپنے فعل مذکور سے مغایر ہوتا ہے﴾

یہ مغایرت دو طرح سے ہوتی ہے (۱) باعتبار مادہ (۲) باعتبار باب

مغایرت باعتبار مادہ: جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا. اس مثال میں مفعول مطلق کے حروف اصلیہ اور ہیں اور فعل کے حروف اصلیہ اور ہیں۔

مغایرت باعتبار باب: جیسے اَنْبَتَ نَبَاتًا. اس مثال میں انبت کا باب افعال ہے اور نباتا کا

باب نصر ینصر ہے تو یہاں پر مغایرت باعتبار باب ہے۔

﴿چوتھی بات: مفعول مطلق کے فعل کو کبھی قرینہ کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے﴾

مفعول مطلق کے فعل کو قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے حذف کرنا جائز ہے۔ قرینہ دو قسم کا ہوتا ہے (۱) قرینہ حالیہ (۲) قرینہ مقالیہ

(۱) قرینہ حالیہ: جیسے اس شخص کو جو سفر سے واپس آئے آپ کہیں خَیْرَ مَقْدَمٍ (یعنی آپ کا آنا مبارک ہو) یہ اصل میں تھا قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَیْرَ مَقْدَمٍ اس مثال میں مخاطب قرینہ حالیہ کی وجہ سے سب سے پہلے قدمت فعل کو حذف کیا گیا اس کے آنے کا حال فعل کے محذوف ہونے پر دلالت کر رہا ہے پھر قدومًا کو حذف کیا گیا اور اس کی صفت خیر مقدم کو اس کے قائم مقام کیا گیا۔

(۲) قرینہ مقالیہ: جیسے کسی شخص نے پوچھا کَیْفَ ضَرَبْتَ (یعنی کس کیفیت سے تو نے مارا) اس کے جواب میں آپ کہیں کہ ضَرْبًا شَدِیْدًا اب یہاں فعل محذوف ہے اور اصل عبارت یوں تھی ضربت ضربًا شدیدًا فعل کے حذف ہونے پر سائل کا سوال قرینہ ہے۔ اسے قرینہ مقالیہ کہتے ہیں۔

﴿مفعول مطلق کے فعل کو سماعاً حذف کرنا واجب ہے﴾

جیسے سقیًا، شکرًا، حمدًا، رعیاً یہ مصدر عربوں سے ایسے ہی سنے گئے ہیں ان میں کوئی قاعدہ نہیں ہے اب ان کے فعل کو حذف کرنا واجب ہوگا ان کی اصل عبارت یہ تھی سقیًا اصل میں تھا سَقَاکَ اللّٰہُ سَقْیًا، شکرًا اصل میں تھا شَکَرْتُکَ شُکْرًا حمدًا اصل میں تھا حَمِدْتُکَ حَمْدًا، رعیاً اصل میں تھا رَعَاکَ اللّٰہُ رَعْیًا

﴿منصوبات کی دوسری قسم مفعول بہ﴾

فصل: اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ وَهُوَ اسْمٌ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفَاعِلِ كَضَرَبَ عَمْرًوا زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا زَيْدًا فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ وَوُجُوْبًا فِيْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ اَلْاَوَّلُ

سَمَاعِیٌّ نَحْوُ اِمْرَأً وَنَفْسَہٗ وَ انْتَھُوْ خَیْرًا لَّکُمْ وَاَھْلًا وَّسَھْلًا وَالبَوَاقِی قِیَاسِیَّۃٌ . اَلثَّانِی اَلتَّحْذِیْرُ وَھُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِیْرِ اِتَّقِ تَحْذِیْرًا مِمَّا بَعْدَہٗ نَحْوُ اِیَّاکَ وَ الْأَسَدَ أَصْلُہٗ اِتَّقِکَ وَالْأَسَدَ اَوْ ذُکِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْہُ مُکَرَّرًا نَحْوُ الطَّرِیقَ اَلطَّرِیقَ.

ترجمہ: مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَب زَیْدٌ عمرًوا اور کبھی کبھی مفعول بہ فاعل پر مقدم ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ عَمْرًوا زَیْدٌ اور کبھی مفعول بہ کے فعل کو قرینہ کی وجہ سے جوازاً حذف کیا جاتا ہے جیسے زَیْدًا کہنا اس آدمی کے جواب میں جو یہ کہے مَنْ اَضْرِبُ (یعنی میں کس کو ماروں) اور چار جگہوں میں وجوبًا مفعول کا فعل حذف کیا جاتا ہے ان میں سے پہلی جگہ سماعی ہے جیسے اِمْرَأً وَنَفْسَہٗ اور اِنْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ اور اھلًا وسھلًا اور باقی قیاسی ہیں دوسری جگہ تحذیر ہے اور وہ معمول ہے اتق مقدر کرنے کے ساتھ ڈرایا گیا ہو ڈرایا جانا اپنے مابعد سے جیسے اِیَّاکَ وَ الْأَسَدَ اسکی اصل اتقِکَ و الأسد تھی (یعنی بچا تو اپنے آپ کو شیر سے اور شیر کو اپنے آپ سے) یا ذکر کیا جائے مُحَذَّر مِنْہ کو تکرار کے ساتھ جیسے اَلطَّرِیقَ اَلطَّرِیقَ کہنا یعنی راستہ راستہ۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے منصوبات کی دوسری قسم مفعول بہ کو ذکر فرما رہے ہیں اس فصل میں کل چار باتیں ذکر کی ہیں:

پہلی بات: مفعول بہ کی تعریف۔

دوسری بات: مفعول بہ کے فعل کو قرینہ کی وجہ سے جوازاً حذف کرنے کا ذکر۔

تیسری بات: ان چار مقامات کا ذکر جہاں مفعول بہ کے فعل کو وجوبًا حذف کیا جاتا ہے ان میں ایک مقام پر سماعًا اور تین مقامات پر قیاسًا۔

چوتھی بات: منادیٰ کی اقسام اور ترخیم منادیٰ کا ذکر۔

﴿پہلی بات: مفعول بہ کی تعریف﴾

مفعول بہ ہر وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا (یعنی زید نے عمر کو مارا)

فوائد قیود: وھو اسم جنس ہے وقع علیہ فعل الفاعل یہ فصل اول ہے اس سے مفعول فیہ، لہ اور معہ خارج ہو گئے اس لئے کہ ان پر فاعل کا فعل واقع نہیں ہوتا ہے۔

﴿کبھی مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کیا جاتا ہے﴾

کبھی مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کیا جاتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ فعل عمل میں قوی ہوتا ہے لہذا معمول مقدم ہو یا مؤخر دونوں صورتوں میں فعل عمل کرتا ہے۔

مثال: جیسے ضَرَبَ عَمْرًوا زَیْدٌ اس مثال میں عمرًو مفعول بہ ہے جو زید فاعل پر مقدم ہے اور یہ صورت جائز ہے فعل عمل میں قوی ہونے کی وجہ سے مفعول بہ کو مقدم کرنے کی صورت میں بھی عمل کریگا۔

﴿دوسری بات: مفعول بہ کے فعل کو قرینہ کی وجہ سے جوازًا حذف کرنے کا ذکر﴾

جب قرینہ موجود ہو تو مفعول بہ کے فعل ناصب کو جوازاً حذف کیا جاتا ہے۔ جیسے زیدًا کہنا اس آدمی کے سوال کے جواب میں جس نے کہا مَنْ اَضْرِبُ (یعنی میں کس کو ماروں) اس عبارت میں پورا جواب تو یہ ہونا چاہئے اِضْرِبْ زیدًا یعنی زید کو مار لیکن زید کہنے سے بات سمجھ میں آجاتی ہے اس لئے کہ مَنْ اَضْرِبُ کے جواب میں ہے۔

﴿تیسری بات: چار مقامات میں مفعول بہ کے فعل ناصب کو وجوبًا حذف کیا جاتا ہے﴾

پہلا مقام: جن چار مقامات میں مفعول بہ کے فعل ناصب کو وجوبًا حذف کیا جاتا ہے ان میں سے پہلا مقام سماعی ہے سماعی کا مطلب یہ ہے کہ اس فعل کے حذف کرنے پر کوئی قاعدہ نہ ہو بلکہ اہل عرب سے اسی طرح سنا گیا ہو۔

سماعی کی پہلی مثال: اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ اس کی اصل عبارت یوں تھی اُتْرُکْ اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ (یعنی چھوڑ دے تو آدمی اور اسکی ذات کو) اس مثال میں امرأً مفعول بہ ہے اس کے فعل اترک کو اہل عرب وجوبًا حذف کرتے ہیں پس ہم بھی ان کی اتباع میں فعل کو بغیر قاعدہ قانون کے حذف کردیتے ہیں۔

سماعی کی دوسری مثال: وَانْتَهُوا خَیْرًا لَّکُمْ اس کی اصل عبارت یوں تھی وَانْتَهُوا عَنِ التَّثْلِیْثِ وَاقْصُدُوا خَیْرًا لَّکُمْ (یعنی اے نصاری تم تین خدا کہنے سے بچو اور اپنے لئے بہتری کا قصد کرو) اس مثال میں خیرًا مفعول بہ ہے جس کا فعل ناصب اُقْصُدُوا محذوف ہے خیرًا اِنْتَهُوا فعل کا

مفعول بہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ بچو تم بہتری سے حالانکہ مقصود تو تثلیث کے عقیدے سے روکنا ہے لہذا یہ درست نہیں۔

سماعی کی تیسری مثال: اهلًا و سهلًا یہ اصل میں تھا اَتَیْتَ اهلًا وَ طَئِتَ سهلًا (یعنی تو اپنے اھل میں آیا ہے اور تو نے نرم زمین کو روندا ہے) اھل عرب آنے والے مسافر کا استقبال ان کلمات سے کرتے ہیں اور مبارک باد دیتے ہیں اور اتیت اور وطیت فعلوں کو حذف کرتے ہیں۔ پس ہم نے بھی ان سے سن کر حذف کر دیا بغیر کسی قاعدہ قانون کے۔

دوسرا مقام قیاسی ہے: جن چار مقامات میں مفعول بہ کے فعل ناصب کو وجوبی طور پر حذف کیا جاتا ہے ان میں سے دوسرا مقام تحذیر ہے۔

تحذیر کے لغوی معنی: کسی چیز سے ڈرانا۔ **نحویوں کی اصطلاح میں:** تحذیر وہ اسم ہے جو اِتَّقِ فعل مقدر کا معمول ہو جس سے اس کے مابعد کو ڈرایا جائے۔

فائدہ: تحذیر کی بحث سے پہلے تین باتوں کا جاننا ضروری ہے (۱) مُحَذِّر ڈرانے والا، (۲) مُحَذَّر جس کو ڈرایا جائے، (۳) مُحَذَّر مِنْهُ جس چیز سے ڈرایا جائے۔

تحذیر کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم: یہ ہے وہ اسم جو فعل اتق یا اسکے مانند جیسے احذر یا باعد وغیرہ کا معمول ہو اور اسکو مابعد سے ڈرایا گیا ہو۔

مثال: اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ یہ اصل میں اِتَّقِکَ وَالْاَسَدَ تھا اسکا معنی یہ ہوگا کہ (بچاؤ اپنے آپ کو شیر سے اور شیر کو اپنے آپ سے) پھر تنگی مقام اور قلتِ فرصت کی وجہ سے اِتَّقِ فعل کو حذف کیا گیا۔

مثال کی وضاحت: اتقک میں ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول متصل ہوئے ہیں لیکن چونکہ ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول کا اتصال فعل کے ساتھ جبکہ وہ دونوں شئی واحد کیلئے ہو تو افعال قلوب کے علاوہ ناجائز ہے پس ضَرَبْتُنِی ناجائز ہے یعنی ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول کا مصداق ایک ہو تو یہ افعال قلوب کے علاوہ ناجائز ہے۔ ایسی صورت میں لفظ نفس کو مفعول بہ کی ضمیر کی طرف اضافت کر کے لایا جاتا ہے۔ جیسے نَفْسَکَ اب عبارت یوں ہوگی اِتَّقِ نفسک و الاسد جب تنگی

مقام کی وجہ سے اتق فعل کو حذف کیا گیا تو نفسک والاسد رہ گیا اب لفظ نفس لانے کی ضرورت ختم ہو گئی کیونکہ وہ تو ضمیر مرفوع اور ضمیر منصوب کے درمیان فصل لانے کیلئے لایا گیا تھا۔ اب کَ وَالْاَسَد رہ گیا کَ ضمیر بغیر فعل کے متصل نہیں رہ سکتی تو کَ ضمیر منصوب متصل کو ضمیر منصوب منفصل اِیَّاکَ سے بدلا گیا تو ایاک وَالْاَسَد ہو گیا اس کا معنی یہ ہو گا کہ بچا تو اپنے نفس کو شیر سے اور شیر کو اپنے نفس سے۔ اس مثال میں ایاک محذَّر رہے وَالْاَسَد محذَّر منہ ہے۔

دوسری قسم: یعنی محذَّر منہ کو مکرر ذکر کیا جائے اور اسکو ڈرایا جائے۔ جیسے اَلطَّرِیق اَلطَّرِیق یہ اصل میں اِتَّقِ اَلطَّرِیق تھا (بچ تو راستہ سے) اس صورت میں مخاطب محذَّر رہے اور الطریق مفعول بہ محذَّر منہ ہے جس کو مکرر ذکر کیا گیا ہے۔

یہاں تنگی مقام کی وجہ سے اِتَّقِ فعل کو حذف کیا گیا اور الطریق محذَّر منہ کو مکرر لایا گیا جیسے الطریق الطریق کہدیا۔

اَلثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ وَهُوَ کُلُّ اِسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْ شِبْهُهٗ یَشْتَغِلُ ذٰلِکَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِکَ الْاِسْمِ بِضَمِیْرِهٖ اَوْ مُتَعَلِّقِهٖ بِحَیْثُ لَوْ سُلِّطَ عَلَیْهِ هُوَ اَوْ مُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ نَحْوُ زَیْدًا ضَرَبْتُهٗ فَاِنَّ زَیْدًا مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ وَمُضْمَرٍ وَهُوَ ضَرَبْتُ یُفَسِّرُهُ الْفِعْلُ الْمَذْکُوْرُ بَعْدَهٗ وَهُوَ ضَرَبْتُهٗ وَلِهٰذَا الْبَابِ فُرُوْعٌ کَثِیْرَةٌ.

ترجمہ: تیسرا (مقام) مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ (یعنی وہ مفعول جس کے عامل کو پوشیدہ کیا گیا ہو) اس شرط پر کہ اس کی تفسیر کی گئی ہو اور مَا اُضْمِرَ الخ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اس حال میں کہ یہ فعل یا شبہ فعل اس اسم سے اعراض کرنے والا ہو اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے ایسے طور پر کہ اگر اس فعل یا اس کے مناسب کو اس اسم پر مسلط کیا جائے تو اس کو نصب دے جیسے زَیْدًا ضَرَبْتُهٗ (زید مارا میں نے اس کو) پس بیشک زید فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے جو کہ مضمر ہے اور وہ ضَرَبْتُ ہے تفسیر کرتا وہ فعل اس فعل کی جو اس کے بعد مذکور ہو اور وہ ضَرَبْتُهٗ ہے اور اس باب کی جزئیات بہت ساری ہیں۔

تیسرا مقام ماأُضْمِرَ عَامِلُه علی شَرِیْطَةِ التَفْسِیر

جن چار مقامات میں مفعول بہ کے عامل ناصب یعنی فعل کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے تیسری جگہ ماأُضْمِرَ عَامِلُه علی شَرِیْطَةِ التَفْسِیر ہے اس میں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں پہلی بات: ماأُضْمِرَ عَامِلُه کی تعریف، دوسری بات: ماأُضْمِرَ عَامِلُه کی تعریف کے اعتبار سے چار صورتیں اور ان کی وضاحت۔

مفعول بہ کے عامل کو حذف کرنے کی وجہ

مفعول بہ کے عامل کو حذف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر عامل کو حذف نہ کیا جائے تو اس صورت میں مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

پہلی بات: ماأُضْمِرَ عَامِلُه کی تعریف

ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل ہو یا شبہ فعل ہو اس حال میں کہ یہ فعل اس اسم سے اعراض کرنے والا ہو اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے ایسے طور پر کہ اگر اس فعل یا اس کے مناسب فعل کو اس اسم پر مسلط کیا جائے تو اسے نصب دیگا (جیسے زیدًا ضَرَبْتُهٗ)

فوائد قیود: مذکورہ تعریف میں کل اسم اسم جنس ہے بعده فعل او شبه فصل اول ہے اس سے وہ اسم خارج ہو گیا جس کے بعد فعل یا شبہ فعل نہ ہو۔ جیسے زَید ابوک.

یشتغل ذالک الفعل عن ذالک الاسم فصل ثانی ہے اس سے وہ اسم خارج ہو گیا جس میں فعل یا شبہ فعل عمل کر رہا ہے اعراض نہیں کر رہا ہے۔ جیسے زیدًا ضَرَبْتُ

بحیث لو سلط علیه هو او مناسبه لنصبه یہ فصل ثالث ہے اس سے وہ اسم خارج ہو گیا جس پر فعل یا شبہ فعل مسلط ہو کر اس کو نصب نہیں دیتا۔ جیسے زَیْدٌ ضُرِبَ زید نائب فاعل ہے جو کہ مرفوع ہوتا ہے۔

دوسری بات: ماأُضْمِرَ عَامِلُه کی تعریف کے اعتبار سے چار

صورتیں اوران کی وضاحت

پہلی صورت: اس اسم کے بعد فعل واقع ہو وہ فعل اس اسم کی ضمیر پر عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم پر عمل سے اعراض کررہا ہو اب اس فعل کو ضمیر سے الگ کر کے بعینہ اس اسم پر مسلط کیا جائے تو وہ اسے نصب دیگا۔

مثال: زیدًا ضَرَبْتُهٗ اس مثال میں ضربت فعل ہ ضمیر پر عمل کرنے کی وجہ سے زید جو کہ اسم ہے اس سے اعراض کررہا ہے اب اگر اس ضربت کو زید پر مسلط کردیں وہ اسے نصب دیگا اصل عبارت یوں ہوگی ضَرَبْتُ زیدًا ضَرَبْتُهٗ اب یہاں زید اسم مفعول بہ کو فعل محذوف نے نصب دیا ہے اس مثال میں ضَرَبْتُ فعل محذوف مفسَّر ہے اور ضربته تفسیر ہے اب اگر دونوں فعلوں کو ذکر کیا جاتا تو مفسَّر اور تفسیر کا اجتماع لازم آتا جو کہ ناجائز ہے لہذا فعل اول ضربت کو حذف کرنا واجب ہے۔

دوسری صورت: اس اسم کے بعد شبہ فعل واقع ہو اور وہ شبہ فعل اس اسم کی ضمیر پر عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم سے اعراض کررہا ہو پس اگر اس شبہ فعل کو ضمیر سے الگ کر کے اسم پر مسلط کیا جائے تو وہ اسے نصب دیگا۔

مثال: زیدًا اَنْتَ ضَارِبُهٗ اس مثال میں ضارب شبہ فعل ضمیر پر عمل کرنے کی وجہ سے اسم سے اعراض کررہا ہے اب اس شبہ فعل کو ضمیر سے الگ کر کے اس اسم پر مسلط کیا جائے تو وہ اسے نصب دیگا پس ضَارِبٌ شبہ فعل جو کہ انت ضمیر مبتدا پر سہارا لیکرہ، ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے زیدٌ سے اعراض کررہا ہے اب ضَارِبُهٗ شبہ فعل کو ضمیر سے جدا کر کے زید پر مسلط کردیں تو شبہ فعل زید کو نصب دے گا پوری عبارت یوں ہوگی انت ضَارِبٌ زَیْدًا اَنْتَ ضَارِبُهٗ اب یہاں پہلے والے شبہ فعل کو حذف کرنا لازم ہے تا کہ مفسَّر اور مفسَّر کا اجتماع لازم نہ آئے۔

فائدہ: تیسری صورت ذکر کرنے سے پہلے اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ ایک فعل ہوتا ہے اور ایک مناسب فعل ہوتا ہے پس مناسب فعل کی دو صورتیں ہیں (۱) مناسب مترادف (۲) مناسب لازم

مناسب مترادف: سے مراد وہ فعل ہے جو اس فعل کے ہم معنی ہو جو مثال میں مذکور ہے۔ جیسے

مررت اس کا ہم معنی فعل جاوزت ہے۔

مناسب لازم: سے مراد وہ فعل ہے جو اس فعل کے ہم معنی نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ہو۔ جیسے ضربت اور اهنت میں تعلق ہے۔

تیسری صورت: فعل اس اسم کی ضمیر پر عمل کرنے کی وجہ سے اسم سے اعراض کر رہا ہو اب اگر بعینہ اس فعل کو اسم پر مسلط کیا جائے تو وہ نصب نہیں دیگا لیکن اگر اس فعل کے مناسب مترادف فعل کو مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نصب دیگا۔

مثال: زیدًا مَرَرْتُ بِہٖ اب اس مثال میں مررتُ فعل کو اگر زید پر مسلط کریں تو زید کو نصب نہیں دیتا اسلئے کہ مررت کو زید پر مقدم کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ باء کیساتھ مسلط کریں جیسے مررت بزید اور دوسری صورت باء کے بغیر اس کو مسلط کریں پس ان دونوں صورتوں میں مررت فعل زید کو نصب نہیں دیتا پہلی صورت میں باحرف جر کی وجہ سے وہ مجرور ہوگا نہ کہ منصوب اور دوسری صورت میں اسلئے نصب نہیں دیگا کہ یہ فعل لازم ہے نہ کہ متعدی پس اگر اس فعل کے مناسب مترادف جاوزت فعل کو اسم پر مسلط کریں تو وہ نصب دیگا پوری عبارت یوں ہوگی جَاوَزْتُ زَیْدًا مَرَرْتُ بِہٖ

چوتھی صورت: اس اسم کے بعد فعل ہو اور وہ فعل اس اسم کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم سے اعراض کرنے والا ہو پس جب ہم بعینہ اس فعل کو اسم پر مسلط کریں تو وہ نصب نہیں دیتا لیکن اس فعل کے مناسب لازم کو مسلط کریں تو وہ نصب دیتا ہے۔

مثال: زیدًا ضَرَبْتُ غُلَامَہٗ اب یہاں ضربت فعل غلامہ جو کہ اسم کا متعلق ہے اس پر عمل کرنے کی وجہ سے زید پر عمل کرنے اعراض کر رہا ہے اب اس صورت میں اگر بعینہ اس فعل کو زید پر مسلط کریں تو وہ نصب نہیں دیتا کیونکہ ضربت کو زید پر مسلط کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ غلام کیساتھ مسلط کریں دوسری یہ کہ بغیر غلام کے فعل کو مسلط کریں اگر غلام کے ساتھ مسلط کریں تو عبارت یوں ہوگی ضربت غلام زیدِ اس صورت میں زید مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا نہ کہ منصوب اور اگر غلام کے بغیر فعل کو مسلط کریں تو عبارت یوں ہوگی ضَرَبْتُ زَیْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَہٗ (یعنی میں نے زید کو مارا میں نے اس کے غلام کو مارا) پس اس صورت میں معنی مقصودہ غلط

ہو جائیگا کیونکہ متکلم نے زید کے غلام کو مارا ہے نہ کہ زید کو لہذا اضربت فعل کو جب اسم پر مسلط کرنا درست نہ ہوا تو اس کے مناسب لازم فعل اهنت کو مسلط کریں گے تو وہ نصب دیگا اب عبارت یوں ہوگی اهنت زیدا ضربت غلامه (یعنی میں نے زید کی توھین کی اس کے غلام کو مارا) ضرب میں بھی چونکہ توھین ہوتی ہے اسلئے اهنت فعل ضرب کے مناسب لازم ہے اب یہاں اهنت فعل مناسب کو حذف کرنا واجب ہے ورنہ مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ درست نہیں۔

اَلرَّابِعِ الْمُنَادٰی وھُوَاسْمٌ مَدْعُوٌّبِحَرْفِ النِّدَاءِ لَفْظًانَحْوُیَاعَبْدَاللّٰہِ اَیْ اُدْعُوْعَبْدَاللّٰہِ وحَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اُدْعُوْوَحُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌیَاوَاَیَاوَھَیَاوَاَیْ وَالْھَمْزَةُ الْمَفْتُوحَةُ وَقَدْیُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَفْظًانَحْوُیُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا.

ترجمہ: چوتھا (مقام) منادیٰ اور (منادیٰ) وہ اسم ہے جس کو حرف نداء داخل کر کے بلایا گیا ہو لفظاً جیسے یاعبداللہ یعنی اُدْعُوعَبْدَاللّٰہِ (میں عبداللہ کو طلب کرتا ہوں) اور حرف ندا ادعو کے قائم مقام ہے اور حرف نداء پانچ ہیں یَا، اَیَا، ھَیَا، اَیْ، الھَمْزَةِ المَفْتُوحَةِ کبھی کبھی حرف ندا کو لفظوں سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے یُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا (اے یوسف (علیہ السلام) اس سے اعراض کیجئے)

﴿چوتھا مقام منادیٰ﴾

جن چار جگہوں میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے چوتھا مقام منادیٰ ہے منادیٰ وہ اسم ہے جسے حرف ندا کے ذریعہ سے پکارا گیا اس حال میں کہ وہ حرف ندا لفظوں میں موجود ہو جیسے یَاعَبْدَاللّٰہِ (یعنی اُدْعُوعَبْدَ اللّٰہِ میں عبداللہ کو بلاتا ہوں) اس میں عبداللہ مفعول بہ ہے اور اس کا عامل اُدْعُو ہے جسے حذف کر کے اس کی جگہ یا حرف ندا کو قائم مقام کر دیا گیا ہے۔

اور کبھی حرف ندا کو قرینہ کی وجہ سے لفظوں سے حذف کیا جاتا ہے۔ جیسے یُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا یہ اصل میں یایُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا تھا یعنی اے یوسف اعراض کر اس سے۔ اس مثال میں یا حرف نداء ہے یوسف منادیٰ ہے اس مثال میں یا حرف نداء حذف کیا گیا ہے۔

قرینہ: اس میں یہ ہے کہ اگر یا حرف نداء کو مقدر نہ مانیں تو یُوسُفُ مبتدا ہوگا اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا

اسکی خبر ہوگی حالانکہ اعــرض امر کا صیغہ ہے اور امر انشاء ہوتا ہے اور انشاء کو بغیر تاویل کے خبر بنانا جائز نہیں ہے لہذا یوسف منادیٰ اور حرف نداء محذوف ہوگا۔

واعلم اَنَّ الـمُنَـادَى عَـلٰى اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًامَعْرِفَةً وَيُبْنٰى عَلٰى عَلَامَةِ الرَّفْعِ كَـالضَّمَّةِ وَنَحْوُهَانَحْوُيَازَيْدُوَيَارَجُلُ وَيَازَيْدَانِ وَيَازَيْدُونَ وَيُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ نَحْوُيَا لَزَيْدٍوَيُفْتَحُ بِاِلْحَاقِ اَلِفِهَا نَحْوُيَازَيْدَاه وَيُنْصَبُ اِنْ كَانَ مُضَافًا نَحْوُيَاعَبْدَاللّٰهِ اومُشَـابِهًـا لِـلْـمُضَافِ نَحْوُيَا طَالِعًاجَبَلًا اَوْنَكِرَةً غَيْرَمُعَيَّنَةٍ كَقَوْلِ الْاَعْمٰى يا رَجُلًا خُذْ بِيَدِى وَ إِنْ كانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ قِيلَ يَاأَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا أَيَّتُهَا الْمَرْأَةُوَيَجُوْزُ تَرْخِيْمُ الـمُنَـادٰى وَهُـوَ حَـذْفٌ فِـى آخِـرِهٖ لِـلتَّـخْفِيفِ كَمَا تَقُولُ فِى مَالِكٍ يَا مَالُ وَفِى مَنْصُـوْرٍ يَـا مَـنْـصُ وَفِـى عُثْـمَـانَ يَاعُثْمُ وَيَجُوْزُ فِى آخِرِ الْمُنَادَى الْمُرَخَّمِ الضَّمُّ وَالْـحَرْكَةُ الْاَصْلِيَّةُ كَمَا تَقُوْلُ فِى يَاحَارِثُ يَاحَارُوَ يَاحَارِ وَاعْلَمْ اَنَّ يَا مِنْ حُرُوفِ النِّـداءِ وَقَـدْ تُسْتَـعْمَلُ فِى الْمَنْدُوبِ أَيضاً وَ هُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِـيااَوْوَا كَمَايُقَالُ يَـازَيْـدَاهُ وَوَازَيْـدَاهُ فَـوَامُـخْتَـصَّةٌبِـالْـمَنْدُوبِ وَيَا مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْمَنْدُوبِ وَحُكْمُهٗ فِى الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ مِثْلُ حُكْمِ الْمُنَادٰى.

ترجمہ: اور جان لو کہ بیشک منادیٰ چند قسموں پر ہے پس اگر منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوگا جیسے ضمہ (یا ضمہ کی طرح دوسری علامات مثلاً الف اور واو وغیرہ) جیسے یَـا زَیْـدُ اور یـا رجـلُ اور یـازَیْدانِ اور یـازَیْدُونَ اور منادیٰ کو جر دیا جاتا ہے لام استغاثہ کی وجہ سے جیسے یَـا لَـزَیْدٍ اور فتحہ دیا جاتا ہے الف استغاثہ کی وجہ سے جیسے یَـا زیداہ اور نصب دیا جاتا ہے اگر منادیٰ مضاف ہو جیسے یا عَبْدَ اللّٰہِ یا مشابہ مضاف ہو جیسے یا طَالِعاً جَبَلاً یا نکرہ غیر معینہ ہو جیسے اندھے کا قول یَا رَجُلً خُـذْبِیَدِیْ (اے شخص میرا ہاتھ پکڑ لے) اور اگر معرف باللام ہو تو کہا جائیگا کہ یـا أَیُّھـا الـرَّجلُ اور یـا أَیَّتُھـا المَرأۃُ اور منادی پر ترخیم جائز ہے اور وہ اس کے آخر میں تخفیف کیلئے حذف کرنے کو کہتے ہیں جیسے کہ یا مالک میں یا مال اور منصور میں یا منص اور عثمان میں یا عثم کہے اور منادی مرخم کے آخر میں ضمہ اور حرکت اصلیہ جائز ہے جیسے تو کہے یـا حـارث ، یـا حـارُ، یا حارِ جان لیجئے بے شک یا جو حرف نداء میں سے ہے یہ کبھی مندوب میں استعمال کیا جاتا ہے اور مندوب وہ ہے جس کی وجہ سے رنج و غم کیا جائے یا کے ذریعے سے یا وا کے ذریعے سے جیسے تو کہے گا یَــازَیْــداہ اور

وازیداہ پس وا مندوب ہی کے ساتھ خاص ہے اور یا مندوب اور ندا دونوں کے درمیان مشترک ہے اور اس کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی کے حکم کی طرح ہے۔

﴿منادیٰ کی بحث﴾

اس میں مصنفؒ نے تین باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: منادیٰ کی تعریف۔

دوسری بات: منادیٰ کی اعراب کے اعتبار سے چھ اقسام۔

تیسری بات: منادیٰ مرخم کی تعریف اور ترخیم منادیٰ کی صورتیں۔

چوتھی بات: حروف ندا کا استعمال۔

﴿پہلی بات: منادیٰ کی تعریف﴾

منادیٰ وہ اسم ہے جسے حرف ندا کے ذریعہ سے پکارا گیا ہو جیسے یا عبداللہ

حروف ندا: حروف ندا پانچ ہیں: (١) یَا (٢) أَیَا (٣) هَیَا (٤) أَیْ (٥) الهَمْزَةِ المَفْتُوحَةِ

﴿دوسری بات: منادی کی اعراب کے اعتبار سے چھ اقسام﴾

١)......منادیٰ مفرد معرفہ ہو۔ جیسے **یَازَیْدُ**

٢)......منادیٰ مستغاث باللام (یعنی لام کے ذریعہ سے فریاد کیا جائے) ہو۔ جیسے **یَالَزَیْدٍ**

٣)......منادیٰ مستغاث بالالف (الف کے ذریعہ سے فریاد کیا جائے) ہو۔ جیسے **یَازَیْدَاہ**

٤)......منادیٰ مضاف ہو۔ جیسے **یَا عَبْدَاللہ**

٥)......منادیٰ مشابہ مضاف ہو۔ جیسے **یَاطَالِعًا جَبلًا**

٦)......منادیٰ نکرہ غیر معین ہو۔ جیسے **یَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ**

فائدہ: مفرد چار چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے (١) مرکب کے مقابلے میں (٢) جملے کے مقابلے میں (٣) مضاف وشبہ مضاف کے مقابلے میں (٤) تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں اب یہاں مفرد سے مراد وہ مفرد ہے جو مضاف وشبہ مضاف کے مقابلے میں آئے پس تثنیہ اور جمع مضاف وشبہ مضاف نہیں لہذا وہ مفرد شمار ہونگے۔

پہلی قسم: اگر منادی مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوگا۔ جیسے **یَا زَیْدُ**، یارجلُ، یَازَیْدان، یَا

زَیْدُون ان میں پہلی مثال میں زید منادیٰ ہے جو مفرد بھی ہے اور معرفہ بھی لہذا یہ مبنی برضمہ ہوگا اور دوسری مثال میں یَا رجلُ یہ بھی مفرد ہے اور حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہوا ہے پس یہ بھی مبنی پرضمہ ہوگا تیسری مثال میں یَا زَیْدان یہ مفرد ہے علامت رفع الف کے ساتھ اور یہ مفرد اس لئے ہے کہ یہ مضاف وشبہ مضاف نہیں اور معرفہ بھی ہے لہذا یہ علامت رفع پر مبنی ہوگا چوتھی مثال میں یَا زَیْدُون یہ بھی مفرد ہے علامت رفع واو کے ساتھ اور یہ مفرد اسلئے ہے کہ مضاف وشبہ مضاف نہیں اور معرفہ بھی ہے لہذا یہ سب علامت رفع پر مبنی ہونگے۔

دوسری قسم: منادی مستغاث بللام یہ مجرور ہوتا ہے لام استغاثہ کے ساتھ۔ جیسے یَا لَزَیْدٍ لِلْمظلوم لام استغاثہ کی وجہ سے منادیٰ مجرور اسلئے ہوتا ہے کہ اس وقت منادیٰ پر دو عامل جمع ہو گئے ہیں ایک حرف ندا ہے جو فعل کے قائم مقام ہے یہ نصب یا ضمہ وغیرہ کو چاہتا ہے اور دوسرا لام جارہ ہے جو اپنے مدخول میں جر چاہتا ہے لہذا ان دونوں عاملوں میں فوقیت لام جارہ کو حاصل ہے اس لئے کہ لام خود عامل ہے جبکہ یا خود عامل نہیں بلکہ فعل کے قائم مقام ہے اور لام منادی کے قریب ہے بنسبت یا حرف ندا کے۔ اسلئے لام استغاثہ کی وجہ سے منادیٰ مجرور ہوگا۔

فائدہ۱: چند اصطلاحات: **مُسْتَغَاث:** جس سے فریاد طلب کی جائے، **مُسْتَغَاث لہ:** جس کیلئے فریاد طلب کی جائے، **مُسْتَغِیث:** فریاد طلب کرنے والا۔ **لام استغاثہ:** وہ لام ہے جو بوقت استغاثہ مستغاث، پر داخل ہو۔ جیسے یَا لَزَیْدٍ للمظلوم (یعنی اے زید مظلوم کی فریاد رسی کر) اس مثال میں زید مستغاث ہے اور مظلوم مستغاث لہ ہے اور متکلم مستغیث ہے۔

اس لام کو لام استغاثہ اسلئے کہتے ہیں کہ یہ لام اس وقت لایا جاتا ہے جب کسی سے مدد طلب کی جاتی ہے

فائدہ۲: لام استغاثہ کے مفتوح ہونے کی وجہ: یہ ہے کہ اگر لام استغاثہ مکسور ہوگا تو اس صورت میں لام جارہ سے التباس ہو جائیگا جو کہ مستغاث لہ میں داخل ہوتا ہے۔ جیسے لِلْمظلوم میں لام جارہ ہے۔

تیسری قسم: منادی مستغاث بالالف میں منادیٰ مفتوح ہوتا ہے الف استغاثہ کے ساتھ۔ جیسے یا زَیْدَاہ جب منادیٰ کے آخر میں الف استغاثہ لاحق ہوگا تو منادیٰ مبنی بر فتح ہوگا کیونکہ الف اپنے

ماقبل مفتوح چاہتا ہے۔

چوتھی قسم: منادیٰ مضاف منصوب ہوتا ہے۔ جیسے یَا عَبْدَ اللّٰہِ اس مثال میں عبد مضاف ہے اور لفظ اللہ مضاف الیہ پس عبد اللہ منادیٰ منصوب ہوگا کیونکہ مضاف ہے۔

پانچویں قسم: منادیٰ مشابہ مضاف بھی منصوب ہوتا ہے۔ جیسے یَا طَالِعاً جَبَلاً اس مثال میں طَالِعاً مشابہ مضاف ہے اس لئے کہ جس طرح مضاف مضاف الیہ کے بغیر تام نہیں ہوتا ہے اسی طرح طالعًا کا معنی بھی جَبَلاً کے بغیر تام نہیں ہوتا ہے اس لئے یہ مشابہ مضاف ہوا جس طرح منادیٰ منصوب ہوتا ہے اسی طرح مشابہ مضاف منادیٰ بھی منصوب ہوگا۔

چھٹی قسم: منادیٰ نکرہ غیر معین ہو تو وہ منصوب ہوتا ہے۔ جیسے یَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِی (یعنی اے شخص میرا ہاتھ پکڑ) اس مثال میں رجلاً نکرہ غیر معینہ ہے کیونکہ یہ جملہ نابینا شخص کا ہے جس کو یہ معلوم نہیں کہ آگے کونسا شخص ہے پس رجلاً جو کہ نکرہ غیر معینہ ہے اسے منصوب پڑھیں گے۔

﴿منادیٰ معرف بللام کا حکم﴾

وضاحت: اگر منادیٰ کے شروع میں الف لام تعریف ہو تو اس وقت اگر منادیٰ مذکر ہے تو حرف ندا اور منادی درمیان ایھا کا واسطہ لایا جائیگا اور اگر منادیٰ مونث ہے تو حرف ندا اور منادیٰ کے درمیان ایتھا کو واسطہ لایا جائیگا۔

واسطہ لانے کی وجہ: منادیٰ معرف باللام ہو تو حرف ندا اور منادیٰ کے درمیان واسطہ لانا اس لئے ضروری ہے کہ چونکہ اس صورت میں دو آلہ تعریف جمع ہو رہے ہیں حرف ندا اور الف لام اور دو آلہ تعریف جمع ہونا درست نہیں اسلئے ان کے درمیان مذکر کی صورت میں ایھا اور مونث کی صورت میں ایتھا کا واسطہ لایا جائیگا۔ ترکیب میں ایھا موصوف اور الرجل اسکی صفت ہو کر منادی مفرد ہوگا۔

﴿تیسری بات: منادی مرخم کی تعریف اور ترخیم منادیٰ کی صورتیں﴾

ترخیم کے لغوی معنی: ترخیم باب تفعیل کا مصدر ہے اس کا لغوی معنی ہے نرم اور آسان کر دینا۔

اصطلاحی تعریف: یہ ہے کہ منادیٰ کے آخر میں کسی حرف کو تخفیف اور آسانی کیلئے حذف

کیا جائے۔

﴿ترخیم منادیٰ کی صورتیں﴾

پہلی صورت: یہ ہے کہ منادیٰ کے آخر سے تخفیف کی خاطر ایک حرف حذف کیا جائے۔ جیسے یا مَالِک کو یَا مَال پڑھا جائے اور یہ جائز ہے

دوسری صورت: یہ ہے کہ منادیٰ کے آخر سے دو حرف حذف کئے جائیں شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں حرف صحیح ہو اور اس سے پہلے والا حرف مدہ ہو۔ جیسے یَا مَنْصُوْرُ کو یَا مَنْصُ پڑھنا جائز ہے اس مثال میں منصور کا آخری حرف صحیح ہے جو کہ را ہے اور اس سے پہلے والا حرف واو ہے جو کہ مدہ ہے لہذا ان دونوں کو حذف کرنا درست ہے۔

تیسری صورت: یہ ہے کہ منادی کے آخر میں ایسے دو حرف زائد ہوں جو ایک ساتھ زائد ہوتے ہیں اور ایک ساتھ حذف ہوتے ہوں تو ان دونوں حرفوں کا حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے یا عُثْمَانُ کو یا عُثْم پڑھنا جائز ہے۔ اس مثال سے آخری دونوں حرف یعنی الف اور نون دونوں زائد بھی ہیں اور ایک ساتھ حذف بھی ہوتے ہیں پس ان دونوں کو تخفیف کے لئے حذف کرنا جائز ہوگا۔

منادیٰ مرخم کی آخری حرکات: منادیٰ مرخم کے آخر میں دو حرکتیں جائز ہیں ایک ضمہ اور دوسری کسرہ۔ ضمہ اس بنا پر کہ یہ منادیٰ مستقل ہے اور جو حرف آخر سے حذف ہوا ہے وہ بمنزلہ نسیاً منسیاً ہے گویا یہی اسکی شکل ہے۔ اور وہ مفرد معرفہ ہے لہذا منادی مبنی برضمہ ہوگا۔ جیسے یَا حَارِثُ یَا حَارِ، یا حَارُ یا حَارِثُ میں آخری حرف کو حذف کیا گیا تو حَار کو مبنی برضم پڑھیں گے گویا "ر" ہی آخری حرف ہے۔

دوسری حرکت اصلیہ ہے جو ترخیم منادیٰ سے پہلے اس حرف پہ تھی مثلاً یا حارث میں ث کی موجودگی میں را پر کسرہ تھا تو ثا کو حذف کرنے کے بعد بھی را پر کسرہ ہی پڑھا جائیگا گویا کہ آخری حرف حذف ہوا ہی نہیں۔

﴿چوتھی بات: حروف ندا کا استعمال منادیٰ کے علاوہ دوسرے معنی میں﴾

وضاحت: یا حرف ندا جس طرح منادیٰ میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح کبھی مندوب میں بھی

استعمال ہوتا ہے۔

مندوب کا لغوی معنی: مندوب کے لغوی معنی وہ میت جس کی خوبیوں کو یاد کر کے رویا جائے تاکہ سامعین اس کی موت کو عظیم سانحہ خیال کریں۔

مندوب کا اصطلاحی معنی: یہ ہوگا کہ مندوب اس ذات کا اسم ہے جسکی وجہ سے دردمندی کا اظہار کیا جائے حرف یا یا وا کے ذریعے۔

مثال: یَازَیْدَاہ یہ جملہ کسی کے مرنے پر افسوس کے طور پر ادا کیا جاتا ہے اس مثال میں یا حرف ندا زیداہ مندوب پر داخل ہوا ہے۔ اس مثال میں کسی کے مرنے پر جو مصیبت آئی ہے اس پر ندبہ کیا جارہا ہے آخر میں ہا وقف کی ہے جو درازی آواز کیلئے ہے۔

فَوَاو مُخْتَصّة بِالمَنْدُوبِ وَ یا مُشْتَرَکَةٌ بَیْنَ النِّداءِ وَ المَنْدُوبِ.

ترجمہ: پس وا مختص ہے مندوب کیساتھ اور یا مشترک ہے ندا اور مندوب۔

مندوب کا حکم: جیسے منادیٰ مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے اسی طرح مندوب مفرد معرفہ بھی علامت رفع پر مبنی ہوگا۔

﴿منصوبات کی تیسری قسم مفعول فیہ﴾

فصلٌ: اَلْمَفْعُولُ فِیهِ ھُوَ اِسْمٌ مَاوَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِیْهِ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ وَیُسَمّٰی ظَرْفاً وَظُرُوْفُ الزَّمانِ عَلَی قِسْمَیْنِ مُبْهَمٌ وَھُوَ مَالا یَکُونُ لَه حَدٌّ مُعَیَّنٌ کَدَھْرٍ وَحِیْنٍ وَمَحْدُودٌ وَھُوَ مَا یَکُونُ لَـه حَدٌّ مُعَیَّنٌ کَیَوْمٍ ولیلةٍ وشَھْرٍ وسَنَةٍ وَکُلُّهَا مَنْصُوبٌ بِتَقْدِیْرِ فِی تَقُولُ صُمْتُ دَھْراً وَسَافَرْتُ شَھْراً أَیْ فِی دَھْرٍ وَفِی شَھْرٍ وَظُرُوْفُ الْمَکَانِ کَذٰلِکَ مُبْهَمٌ وَھُوَ مَنْصُوبٌ أَیْضاً بِتَقْدِیْرِ فِی نَحْوُ جَلَسْتُ خَلْفَکَ وَأَمامَکَ وَمَحْدُودٌ وَھُوَ مَا لا یَکُونُ مَنْصُوباً بِتَقْدِیر فِی بَلْ لا بُدَّ مِنْ ذِکْرِ فِی فِیْهِ نَحْوُ جَلَسْتُ فِی الدَّارِ وَفِی السُّوقِ وفِی الْمَسْجِدِ.

ترجمہ: مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو زمان اور مکان میں اور اس کو ظرف کا نام دیا جاتا ہے۔ ظروف زمان کی دو قسمیں ہیں ایک مبہم ہے اور مبہم اسے کہتے ہیں جس کیلئے حد متعین نہ ہو جیسے دھر اور حین۔ (دوسری قسم) محدود ہے اور محدود اسے کہتے ہیں جس کیلئے کوئی حد

متعین ہو جیسے یَوْم اور لیلۃ اور شَهْر اور سَنَۃ اور یہ سب ظروف زمان منصوب ہوتے ہیں فی کے مقدر کرنے کے ساتھ جیسے تو کہے گا صُمْتُ دَهْراً وَسَافَرْتُ شَهْراً معنی ہے میں نے زمانہ میں روزہ رکھا اور سفر کیا میں نے مہینہ میں اور ظروف مکان وہ بھی اسی طرح مبہم ہیں اور وہ بھی منصوب ہوتے ہیں فی کو مقدر کرنے کیساتھ جیسے جَلَسْتُ خَلْفَکَ وَأَمَامَکَ اور محدود ہیں اور محدود وہ ہے کہ نہیں ہوتے منصوب فی کو مقدر کرنے کیساتھ بلکہ فی کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ جیسے جَلَسْتُ فِی الدَّارِ، وَفِی السُّوقِ وفِی الْمَسْجِدِ.

وضاحت: مصنف منصوبات کی تیسری قسم مفعول فیہ کو ذکر فرما رہے ہیں اس فصل میں دو باتیں ذکر کی ہیں:

پہلی بات: مفعول فیہ کی تعریف۔

دوسری بات: ظرف زمان اور ظرف مکان کی دو قسمیں اور ان کے اعراب کا ذکر۔

﴿پہلی بات: مفعول فیہ کی تعریف﴾

مفعول فیہ کی تعریف: مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو زمان میں یا مکان میں

فوائد قیود: مفعول فیہ کی تعریف میں ھو اسم جنس ہے وقع فعل الفاعل فیہ یہ فصل اول ہے اس سے دیگر تمام مفاعیل خارج ہو گئے۔

﴿دوسری بات﴾

﴿ظرف زمان اور ظرف مکان کی دو قسمیں اور ان کے اعراب کا ذکر﴾

مفعول فیہ کا دوسرا نام ظرف ہے۔ ظرف کی دو قسمیں ہیں: (۱) ظرف زمان (۲) ظرف مکان

ظرف زمان کی دو قسمیں ہیں: (۱) مبہم (۲) محدود

ظرف زمان مبہم: وہ ہے جن کیلئے کوئی حد متعین نہ ہو۔ جیسے دھر بمعنی زمانہ، حین بمعنی وقت ان دونوں کیلئے کوئی حد متعین نہیں ہے۔

ظرف زمان محدود: وہ ہے جن کیلئے کوئی حد متعین ہو۔

مثال: یوم بمعنی دن، لیلۃ بمعنی رات، شھر بمعنی مہینہ، سنۃ بمعنی سال ان سب کیلئے حد متعین

ہے ظروف زمان خواہ مبہم ہوں یا محدود فی کے مقدر کرنے کیوجہ سے منصوب ہوتے ہیں کیونکہ اگر لفظوں میں موجود ہو تو فی حرف جر کی وجہ سے مجرور ہونگے۔ جیسے صُمْتُ فِی دَھْرٍ وَسَافَرْتُ فِی شَھْرٍ۔ ان دونوں مثالوں میں دھر اور شھر مجرور ہے فی حرف جر کی وجہ سے۔

ظروف زمان کی طرح مکان کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) ظرف مکان مبہم (۲) ظرف مکان محدود

ظرف مکان مبہم: وہ ہے جس کیلئے حد متعین نہ ہو۔ جیسے خلف بمعنی پیچھے (پیچھے کی کوئی حد نہیں ہے)، امام بمعنی آگے (اب آگے کی بھی کوئی حد نہیں ہے) ظروف مکان مبہم بھی تقدیر فی کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ ظروف زمان مبہم پر محمول ہیں کیونکہ وصف ابہام میں مشترک ہیں لہذا ظرف مکان مبہم کا بھی وہی حکم ہوگا جو حکم ظرف زمان مبہم کا ہے بتقدیر فی یعنی یہ منصوب ہونگے۔ جیسے جَلَسْتُ خَلْفَکَ اصل میں تھا جَلَسْتُ فِی خَلْفِکَ جَلَسْتُ أَمَامَکَ اصل میں تھا جَلَسْتُ فِی أَمَامِکَ

ظرف مکان محدود: وہ ہے جن کی حد متعین ہو۔ جیسے دار، مسجد، سوق ان کی حد متعین ہوتی ہے کیونکہ گھر کی مسجد کی اور بازاز کی حد متعین ہوتی ہے۔ یہ فی کے مقدر ہونے کے ساتھ منصوب نہیں ہیں بلکہ ان میں لفظ فی کو ذکر کرنا ضروری ہے۔ جس کی وجہ سے یہ مجرور ہونگے۔

ظروف مکان محدود کے مجرور ہونے کی وجہ: یہ ہے کہ ان کی ظروف زمان مبہم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں نہ ذات میں نہ وصف میں وہ اس طرح کہ وہ زمان ہیں یہ مکان وہ مبہم ہیں یہ محدود لہذا ظروف مکان محدود کو ظروف زمان مبہم پر قیاس کر کے بتقدیر فی منصوب پڑھنا درست نہ ہوگا۔ بلکہ فی مذکور ہوگا جس سے وہ مجرور ہونگے۔ جیسے جَلَسْتُ فِی الدَّارِ، وَفِی السُّوقِ، وفِی الْمَسْجِدِ۔

فائدہ: مصنفؒ کے نزدیک مفعول فیہ دو قسم پر ہے ایک وہ جسمیں فی مقدر ہوتا ہے اس صورت میں مفعول فیہ منصوب ہوتا ہے دوسری قسم مفعول فیہ کی وہ ہے جس میں فی لفظوں میں موجود ہو اس صورت میں مفعول فیہ مجرور ہوتا ہے۔ جمہور نحویوں کے ہاں ظرف زمان کی وہ صورت جس میں فی لفظوں میں موجود ہو جیسے جلست فی المسجد تو وہ مفعول بہ بواسطہ حرف جر ہوگا نہ کہ مفعول فیہ جمہور نحویوں کے نزدیک مفعول فیہ کی تعریف میں تقدیر فی شرط ہے اسلئے جہاں فی لفظوں میں

موجود ہے وہ مفعول فیہ نہ ہوگا مصنفؒ کے نزدیک تقدیری کی شرط نہیں ہے اس لئے وہ مفعول فیہ ہوگا

﴿منصوبات کی چوتھی قسم مفعول لہ﴾

فصل: **اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ وَهُوَاسْمٌ مالِأَجْلِهٖ يَقَعُ الفِعْلُ المَذْكُورُ قَبْلَهٗ وَيُنْصَبُ بِتَقْدِيرِ اللَّامِ نَحْوُ ضَرَبْتُه تَأْدِيْباًاَىْ لِلتَّادِيبِ وَ قَعَدتُ عَنِ الحَربِ جُبْناًاَىْ لِلجُبنِ وَعِنْدَ الزُّجَاجِ هُوَمَصْدَرٌتَقْدِيرُهٗ اَدَّبْتُهٗ تَادِيبًاوَجَبَنْتُ جُبْنًا.**

ترجمہ: مفعول لہ وہ اسم ہے جسکے سبب سے وہ فعل مذکور واقع ہوا ہو جو اس سے پہلے ہو یہ منصوب ہوتا ہے لام کے مقدر ہونے کی وجہ سے جیسے ضَرَبْتُه تَأْدِيْباً اَىْ لِلتَّادِيب (یعنی میں نے اس کو مارا ادب سکھانے کیلئے) اور قَعَدتُ عَنِ الحَربِ جُبْناً اَىْ لِلجُبنِ (یعنی بیٹھا ہوں میں لڑائی سے بزدلی کی وجہ سے) اور امام زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہے اور اس کی اصل اَدَّبْتُهٗ تَادِيبًا وَجَبَنْتُ جُبْنًا ہے۔

وضاحت: مصنفؒ منصوبات کی چوتھی قسم مفعول لہ کو بیان فرما رہے ہیں اس فصل میں دو باتیں ذکر کی ہیں

پہلی بات: مفعول لہ کی تعریف اور اس کے اعراب۔

دوسری بات: مفعول لہ مصدر ہے یا مفعول، اس میں امام زجاج کا جمہور نحات سے اختلاف کا ذکر۔

﴿پہلی بات: مفعول لہ کی تعریف اور اس کے اعراب﴾

مفعول لہ کی تعریف: مفعول لہ وہ اسم ہے جس کے سبب سے وہ فعل واقع ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

فوائد قیود: اس تعریف میں اسم ما جنس ہے سب مفاعیل کو شامل ہے **لاجلہ** فصل اول ہے اس سے باقی تمام مفاعیل سب خارج ہوئے کیونکہ فعل ان کے حاصل کرنے کے لئے واقع نہیں ہوتا۔

مفعول لہ کا اعراب: مفعول لہ لام جارہ کے مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا کیونکہ اگر لام لفظوں میں موجود ہو تو وہ جر دیگا۔

مصنفؒ کے نزدیک مفعول لہ کی دوصورتیں ہیں ایک وہ کہ جس میں لام مقدر ہو اس وقت یہ منصوب ہوگا۔ دوسرا وہ کہ جس میں لام مذکور ہو تو اس وقت وہ مجرور ہوگا پس مصنفؒ کے نزدیک مفعول لہ کیلئے یہ شرط نہیں ہے لام مقدر ہو جب کہ جمہور نحویوں کے نزدیک لام کے مقدر ہونے کی شرط ہے چنانچہ جمہور جہاں لام لفظوں میں موجود ہو اسے مفعول لہ نہیں کہتے ہیں۔

مثال: ضَرَبْتُه تَأْدِیْباً اَیْ لِلتَّأْدِیب (یعنی میں نے اس کو مارا ادب سکھانے کیلئے) یہ اس مفعول لہ کی مثال ہے جس کو حاصل کرنے کیلئے وہ فعل ضرب واقع ہوا جو اس سے پہلے مذکور ہے کیونکہ عام طور پر بغیر ضرب کے ادب حاصل نہیں ہوتا۔

مثال: قَعَدتُ عَنِ الحَربِ جُبْناً اَیْ لِلجُبن (یعنی میں بیٹھا ہوں لڑائی سے بزدلی کی وجہ سے) یہ اس مفعول لہ کی مثال ہے جس کے وجود کے سبب سے فعل قعدتُ جو اس سے پہلے مذکور ہے واقع ہوا ہے کیونکہ بزدلی لڑائی سے بیٹھنے کا سبب ہے۔

﴿دوسری بات: مفعول لہ مصدر ہے یا مفعول اس میں امام زجاج کا جمہور نحات سے اختلاف کا ذکر﴾

امام زجاجؒ کا قول: امام زجاج نحوی کے نزدیک مفعول لہ مستقل معمول نہیں ہے بلکہ یہ مفعول مطلق ہے من غیر لفظہ یعنی لفظاً فعل کا غیر ہے۔

پہلی مثال: ضَرَبْتُه تَأْدِیْبا **تقدیری عبارت:** ادبته بالضرب تادیبًا یعنی ادب سکھایا میں نے اس کو مارنے کے ساتھ ادب سکھانا۔

دوسری مثال: قعدتُ عَنِ الحَربِ جُبْناً **تقدیری عبارت:** جبنت بالقعود عن الحرب جبنًا یعنی بزدل ہوا میں لڑائی سے بیٹھ جانے کے ساتھ بزدل ہونا۔

جمہور کا قول: جمہور کے ہاں مفعول لہ مستقل معمول ہے امام زجاج کا قول درست نہیں ہے کیونکہ تاویل کر کے ایک قسم کو دوسری قسم میں داخل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی قسم ختم ہوگی۔

﴿منصوبات کی پانچویں مفعول معہ﴾

فصلٌ: اَلْمَفْعُولُ مَعَهٗ وَهُوَ مَا یُذْكَرُ بَعْدَ الوَاوِ بِمَعْنٰی مَعَ لِمُصَاحَبَتِهٖ مَعْمُولَ الفِعْلِ

نَحْوُ جَاءَ البَرْدُ وَالْجُبَّاتُ وَجِئْتُ أَنَا وَزَيْداً أَیْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَمَعَ زَيْدٍفَإِنْ كَانَ الفِعْلُ لَفْظاً وَجَازَ الْعَطْفُ يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ اَلْنَّصْبُ وَالرَّفْعُ نَحْوُجِئْتُ أَنَاوَزَيْداً وَزَيْدٌ وَإِنْ لَمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُجِئْتُ وَزَيْداًوَإِنْ كَانَ الفِعْلُ مَعْنىً وَجَازَ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُمَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍووَإِنْ لَمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نحو مَالُکَ وَزَيْداً وَ مَا شَأْنُکَ وَعَمْرًوا لِأَنَّ الْمَعْنٰی مَا تَصْنَعُ.

ترجمہ: مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے فعل کے معمول کے ساتھی ہونے کی وجہ سے جیسے جَاءَ البَرْدُ و الجبات یعنی آئی سردی جبوں کے ساتھ اور جِئْتُ أَنَا وَزَيْدا یعنی آیا میں زید کے ساتھ پس اگر (مفعول معہ کا) فعل لفظی ہو اور عطف بھی جائز ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہے نصب اور عطف جیسے جِئْتُ أَنَا وَزَيْدٌ وَزَيْداً (یعنی آیا میں ساتھ زید کے) اور اگر عطف جائز نہ ہو نصب متعین ہوگا۔ جیسے جِئْتُ وَزَيْداً (یعنی آیا میں زید کیساتھ) اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہوگا۔ جیسے مَا لِزَيْدٍ وَعمرو اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہوگا۔ جیسے مالک وزیداً و ما شانک وعمرواً اسلئے کہ معنی ما تصنعُ ہے۔

وضاحت: مصنفؒ منصوبات کی پانچویں قسم مفعول معہ کو بیان فرما رہے ہیں اس فصل میں دو باتیں ذکر فرمائی ہیں **پہلی بات:** مفعول معہ کی تعریف اور مثال، **دوسری بات:** مفعول معہ کا فعل اگر لفظوں میں موجود ہو تو اس کا اعراب کیا ہوگا اور اگر لفظوں میں موجود نہ ہو تو کیا ہوگا۔

﴿پہلی بات: مفعول معہ کی تعریف اور مثال﴾

مفعول معہ کی تعریف: مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہو فعل کے معمول (فاعل یا مفعول) کی مصاحبت کیلئے۔

مثال: جَاءَ البَرْدُوَالْجُبَّاتِ اس مثال میں الجبات مفعول معہ ہے کیونکہ واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور جاء فعل کا معمول یعنی البرد کا مصاحب اور ساتھی ہے۔ جِئْتُ اناوزیدًا. اِس مثال میں زیدًا مفعول معہ ہے۔ کیونکہ واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور جئت فعل کا معمول جو کہ ت ضمیر فاعل ہے اس کے ساتھ مصاحبت رکھتا ہے۔ کَفَاکَ وَزَيْدًا درھمٌ مثال میں زیدا مفعول معہ

ہے اور ک جو کفا کا معمول ہے اس کا مصاحب ہے۔

﴿دوسری بات﴾

مفعول معہ کا فعل اگر لفظوں میں موجود ہو تو اس کے اعراب کا ذکر: مفعول معہ کا عامل اگر لفظی ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واو کے مابعد کا واو کے ماقبل پر عطف جائز ہوگا یا نہیں ہوگا اگر عطف جائز ہو (یعنی عطف کیلئے کوئی مانع نہ ہو) تو اعراب کے اعتبار سے دو وجہ پڑھنی جائز ہونگی مرفوع اور منصوب جیسے جِئتُ انا وزیدٌ وزیدًا مرفوع اور منصوب دونوں وجہیں جائز ہیں نصب تو بر بنائے مفعول معہ کے اور رفع اسلئے کہ اسم ظاہر کا عطف ضمیر مرفوع متصل پر درست ہے کیونکہ قاعدہ ہے ضمیر مرفوع متصل پر کسی اسم کو عطف کرنا ہو تو اسکی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ لائی جاتی ہے چنانچہ یہاں جئت انا میں انا ضمیر منفصل لانے کی وجہ سے عطف درست ہونے کی وجہ سے اسے مرفوع پڑھنا جائز ہوگا اور اگر عطف درست نہ ہو تو نصب متعین ہوجائیگا بر بنائے مفعول معہ کے جیسے جئت وزیدا یہاں زید کا عطف جئت فعل کی ضمیر مرفوع متصل پر درست نہیں کیونکہ اس کی تاکید ضمیر منفصل کیساتھ نہیں لائی گئی ہے لہذا عطف متعین ہوگا۔

مفعول معہ کا فعل اگر معنوی ہو یعنی لفظوں میں موجود نہ ہو تو اس کے اعراب کا ذکر: مفعول معہ کا عامل فعل معنوی ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو واو کے مابعد کا واو کے ماقبل پر عطف جائز ہوگا یا نہیں ہوگا اگر عطف جائز ہوگا تو اسے بر بنائے مفعول معہ کے منصوب پڑھنا جائز نہ ہوگا بلکہ معطوف علیہ والا اعراب جاری ہوگا جیسے مَا لِزَیدٍ وَعَمرو اس میں عمرو کو منصوب نہیں پڑھا جائے گا بلکہ زید پر عطف کر کے مجرور پڑھا جائے گا کیونکہ اسے منصوب پڑھنے کی صورت میں اسے مفعول معہ بنانے کیلئے اس کا عامل فعل معنوی ماننا پڑے گا اور تقدیری عبارت یہ ہوگی مَا تَصنَعُ زیدمع عمرو (یعنی کیا کرتا ہے زید کیساتھ عمرو) اب یہاں مفعول معہ کا عامل فعل معنوی ماننے کی صورت میں عامل لفظی اور عامل معنوی کا اجتماع لازم آئے گا اور لام جارہ جو کہ عامل قوی ہے اس کی موجودگی میں فعل معنوی جو کہ عامل ضعیف ہے اس کی طرف جانا لازم آئے گا تو یہ جائز نہیں ہے اور عطف جائز نہ ہوگا اس کو منصوب پڑھنا بر بنائے مفعول معہ کے واجب ہوگا جیسے

مَالَکَ وَزَیْدًا اورمَاشَأنَکَ وَعَمْرًوا اب یہاں عطف اسلئے جائز نہیں کہ ضمیر مجرور متصل پر بغیر اعادہ جار کے عطف درست نہیں ہوتا ہے لہذا نصب متعین ہوگا۔ تقدیر عبارت ہوگی مَاتَصْنَعُ وَزَیْدًا وَمَاتَصْنَعُ وَعَمْرًوا

﴿منصوبات کی چھٹی قسم حال﴾

فصل: اَلحَالُ لَفظٌ یَدُلُّ عَلَی بَیَانِ ھَیْأَۃِالفَاعِلِ أوِالمَفعُولِ بِہٖ أوْکِلَیْھِمَانحوجَاءَ نی زیدٌرَاکِبًاوَضَرَبْتُ زَیْدًامَشْدُودًاوَلَقِیْتُ عَمْرًوارَاکِبَیْنِ وَقَدْیَکُوْنُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِیًّانَحْوُزَیْدٌفِی الدَّارِقَائِمًا لِاَنَّ مَعْنَاہُ زَیْدٌاسْتَقَرَّفِی الدَّارِقَائِمًا وَکَذَاالْمَفْعُولُ بِہٖ نَحْوُ ھٰذَا زَیْدٌقَائِمًافَاِنَّ مَعْنَاہُ اَلْمُشَارُاِلَیْہِ قَائِمًاھُوَزَیْدٌ وَالْعَامِلُ فِی الْحَالِ فِعْلٌ اَوْمَعْنٰی فِعْلٍ

ترجمہ: حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی ھیئت کے بیان پر دلالت کرے جیسے جَاءَنی زیدٌ رَاکِبًا (زید آیا اس حال میں کہ وہ سوار تھا) اور ضَربت زیدامشدودا (مارا میں نے زید کو اس حال میں کہ وہ بندھا ہوا تھا) اور لَقِیْتُ عمراً رَاکِبَیْنِ (ملا میں عمرو کو اس حال میں کہ ہم دونوں سوار تھے) اور کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جیسے زَیدٌفِی الدَّارِ قَائِمًا اسلئے اس کا معنی ہے زَیدٌاِستَقَرَّفِی الدَّارِقَائِمًا (یعنی زید مستقر ہے گھر میں اس حال میں کہ وہ کھڑا ہونے والا ہے) اور اسی طرح مفعول بہ جیسے ھٰذَا زَیدٌقَائِمًا پس اسکا معنی ہے اَلْمُشَارُاِلَیْہِ قَائِمًاھُوَزَیْدٌ (یعنی وہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے درانحالیکہ وہ کھڑا ہونے والا ہے وہ زید ہے) اور عامل حال میں فعل ہے یا معنی فعل ہے۔

وضاحت: مصنفؒ منصوبات کی چھٹی قسم حال کو بیان فرما رہے ہیں اس فصل میں چھ باتیں ذکر کی گئی ہیں:

پہلی بات: حال کی تعریف اور مثالیں۔

دوسری بات: حال کبھی فاعل معنوی اور مفعول معنوی سے واقع ہوتا ہے۔

تیسری بات: حال کے عامل سے متعلق۔

چوتھی بات: حال ہمیشہ نکرہ اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کا ذوالحال پر

مقدم کرنا واجب ہے۔

پانچویں بات: حال کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے۔

چھٹی بات: حال کے عامل کو قرینہ کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے۔

﴿پہلی بات: حال کی تعریف اور مثالیں﴾

حال کی تعریف: حال وہ لفظ ہے جو صرف فاعل یا صرف مفعول یا دونوں کی حالت پر دلالت کرے

فوائد قیود: لفظ جنس ہے سب الفاظ کو شامل ہے یدل علی بیان هیأة فصل اول ہے اس سے تمیز خارج ہوگئی کیونکہ تمیز ہیئت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ذات پر دلالت کرتی ہے۔

هیئة الفعل او المفعول بہ فصل ثانی ہے اس سے وہ چیز خارج ہوگئی جو فاعل و مفعول بہ کی ھیئت پر دلالت نہ کرے بلکہ اور کسی چیز کی ھیئت اور حالت بتلائے۔ جیسے مبتدا کی صفت مثلاً زید العالم اخوک میں العالم زید کی صفت ہے جو نہ فاعل ہے نہ مفعول بہ۔

مثالیں: فاعل کی حالت پر دلالت کرنے کی مثال: جَاءَ نِی زَیْدٌ رَاکِبًا (میرے پاس زید سوار ہوکر آیا) اس مثال میں راکبا حال نے فاعل کی ھیئت بتلائی ہے۔

مفعول کی حالت پر دلالت کرنے کی مثال: ضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُودًا (میں نے زید کو مارا درانحالیکہ وہ بندھا ہوا تھا) اس مثال میں مشدودا حال واقع ہے زید سے جو کہ ضربت فعل کا مفعول ہے یہاں مشدودا نے زید جو کہ مفعول بہ ہے اس کی حالت بیان کی ہے۔

فاعل اور مفعول دونوں کی حالت پر دلالت کرنے کی مثال: لقیت عمرًوا راکبین (میں نے عمر سے ملاقات کی درانحالیکہ میں اور عمرو دونوں سوار تھے) جس طرح حال اس مفعول کی حالت بیان کرتا ہے جو لفظوں میں موجود ہو اسی طرح اس مفعول کی بھی حالت بیان کرتا ہے جو لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ معنوی ہو یعنی مقدر ہو۔

﴿دوسری بات: حال کبھی فاعل معنوی اور مفعول معنوی سے واقع ہوتا ہے﴾

مثالیں: فاعل معنوی سے حال واقع ہونے کی مثال: زَیْدٌ فِی الدَّارِ قَائِمًا اس مثال میں قَائِمًا

حال واقع ہے فاعل معنوی سے تقدیری عبارت یوں ہوگی زَیْدٌنااسْتَقَرَّفِی الدَّارِقَائِمًا اب یہاں قَائِمًا اِسْتَقَرَّ فعل معنوی کی ضمیر ھو فاعل سے حال واقع ہے۔

مفعول معنوی سے حال واقع ہونے کی مثال: ھٰذَا زَیْدٌقَائِمًا اس مثال میں قائما زید سے حال واقع ہے اور زید مفعول معنوی ہے اس لئے کہ لفظ کے اعتبار سے بیشک یہ خبر ہے مبتداء کی لیکن اشارہ اور تنبیہ سے جو اس کا معنی سمجھا جاتا ہے وہ ہے اُنَبِّہُ وَاُشِیرُ زَیدًاحَالَ کَوْنِہٖ قَائِمًا لہذا یہاں زید بواسطہ حرف جر مفعول معنوی ہوا اسی سے قائما حال واقع ہے۔

﴿تیسری بات: حال کے عامل سے متعلق﴾

حال کا عامل: حال میں عامل فعل ہوتا ہے خواہ وہ فعل لفظا موجود ہو یا مقدر ہو یا وہ عامل معنی فعل ہوتا ہے (معنی فعل سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، مصدر وغیرہ ہے) جیسے ھذا زید قائما میں اشیر یا انبہ فعل مقدر ہے جو قائما حال کا عامل ہے۔ اسی طرح یا زید قائما میں ادعو فعل مقدر ہے جو کہ قائما حال کا عامل ہے۔

وَالْحَالُ نَکِرَۃٌ أَبَداً وَذوُ الحَالِ مَعْرفَۃٌ غَالِباً کَمَا رَأَیْتَ فِی الْأَمْثِلَۃِالْمَذْکُورَۃِ فَإِنْ کَانَ ذُو الحَالِ نَکِرَۃً یَجبُ تَقْدِیمُ الحَالِ عَلَیْہ نَحْوُجَاءَ نِی رَاکِباً رَجُلٌ لِئَلاّ یَلْتَبِسَ بِالصِّفۃِ فِی حَالَۃِ النَّصْبِ فِی مثل قَوْلِکَ رَأَیْتُ رَجُلاً رَاکِباًوَقَدْ تَکُونُ الحَالُ جُمْلَۃً خَبَرِیَّۃً نَحْوُ جَاءَ نِی زَیْدٌ وَغُلامُہُ رَاکِبٌ او یَرکَبُ غُلامُہ ومِثَال مَاکَانَ عَامِلُہٗ مَعْنَی الْفِعْلِ نَحْوُھٰذَازَیْدٌقَائِمًامَعْنَاہُ أُنَبِّہُ وَأُشِیرُوَقَدْ یُحْذَفُ العَامِلُ لِقَرِینَۃٍ کَمَا تَقُولُ لِلْمُسَافِرِ سَالِماً غَانِماً أیْ تَرْجِعُ سَالِماً غَانِماً.

ترجمہ: اور حال میں عامل فعل ہوتا ہے یا معنی فعل اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ آپ پچھلی مثالوں میں دیکھ چکے ہیں پس اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کا ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے جَاءَ نِی رَاکِباً رَجُلٌ تا کہ حالت نصب میں حال کا صفت کے ساتھ التباس اور مشابہت نہ ہو جائے جیسے آپ کا قول رَأَیْتُ رَجُلاً رَاکِباً اور کبھی کبھی حال جملہ خبریہ

بھی ہوتا ہے جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ وَغُلَامُہٗ رَاکِبٌ (یعنی آیا میرے پاس زید اس حال میں کہ اس کا غلام سوار تھا) اور مثال اس حال کی جس کا عامل معنی فعل ہے یہ ہے جیسے **ھذا زید قائما** اس کا معنی ہے اُنَبِّہُ وَاُشِیْرُ اور کبھی کبھی حال کا عامل کو قرینہ کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے جیسے تو کہتا ہے مسافر کو سَالِمًا غَانِمًا (یعنی تو لوٹتا ہے اس حال میں کہ سلامتی والا ہے اور غنیمت حاصل کرنے والا ہے)

چوتھی بات

حال ہمیشہ نکرہ اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کا ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے۔

حال کے نکرہ اور ذوالحال کے معرفہ ہونے کی وجہ: یہ ہے کہ حال حقیقت میں خبر ومحکوم بہ ہوتا ہے اور محکوم بہ میں اصل نکرہ ہونا ہے لہذا حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال کے معرفہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذوالحال حقیقت میں محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ اصل میں معرفہ ہوتا ہے۔ کبھی ذوالحال نکرہ بھی ہوتا ہے۔

ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے: کیونکہ اس صورت میں حالت نصب میں حال کا صفت سے التباس ہو جائے گا جیسے رأیت رجلا راکبا (یعنی دیکھا میں نے آدمی کو درانحالیکہ وہ سوار تھا) اس مثال میں راکبا رجلاً کیلئے حال واقع ہے اور راکبا رجلا کی صفت بھی بن سکتی ہے پس راکبا میں حال اور صفت دونوں بننے کی صلاحیت ہے۔ اب اگر ہم راکبا کو حال ہی بنانا چاہتے ہیں تو راکبا کو رجلا پر مقدم کریں گے اور عبارت یوں ہوگی رأیت راکبا رجلا اس صورت میں راکبا کا حال ہونا متعین ہوگا اسلئے کہ حال ذوالحال پر مقدم ہو سکتا ہے لیکن صفت موصوف پر مقدم نہیں ہو سکتی ہے لہذا حال کا ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہوگا۔

پانچویں بات: حال کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے

مثال: جَاءَنِی زَیْدٌ وَغُلَامُہٗ رَاکِبٌ (یعنی آیا میرے پاس زید اس حال میں کہ اس کا غلام سوار تھا) اس مثال میں زید ذوالحال ہے اور اس میں واو حالیہ ہے غلامہ راکب جملہ خبریہ ہو کر زید

ذوالحال سے حال واقع ہے۔

﴿حال کا عامل معنی فعل بھی ہوتا ہے﴾

جس طرح حال کا عامل فعل ہوتا ہے اسی طرح حال کا عامل معنی فعل بھی ہوتا ہے۔ جیسے هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا اس مثال میں قائما معنی فعل سے حال واقع ہے۔ جو کہ انبه اور اشیر ہے۔ تفصیل گذر چکی ہے۔

﴿چھٹی بات: حال کے عامل کو قرینہ کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے﴾

مثال: کوئی شخص سفر سے واپس آتا ہے تو آپ اس کو کہتے ہیں سَالِماً غَانِماً اصل عبارت یوں تھی تَرْجِعُ سَالِماً غَانِماً چونکہ مسافر کی ظاہری حالت بتلا رہی ہے کہ وہ سفر سے واپس آیا ہے اسلئے آپ نے تَرْجِعُ فعل کو حذف کر دیا اور سالمًا غالمًا کو ذکر کر دیا اور یہ صورت جائز ہے۔

ترکیب: تَرْجِعُ سَالِماً غَانِماً اس مثال میں ترجع فعل ہے اور ضمیر انت ذوالحال ہے سَالِماً انت ضمیر حال سے واقع ہے اور غَانِماً یا انت ضمیر سے حال ثانی واقع ہے یا سلمًا کی صفت واقع ہے۔

﴿منصوبات کی ساتویں قسم تمیز﴾

فصل: التَّمْيِيزُ هُوَ نَكِرَةٌ تُذْكَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِنْ عددٍ أَوْ كَيْلٍ أَوْ وَزْنٍ أَوْ مَسَاحَةٍ أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا فِيهِ إِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذٰلِكَ الْإِبْهَامَ نَحْوَ عِنْدِي عِشْرُونَ درهمًا وَقَفِيزَانِ بُرًّا وَمَنَوَانِ سَمْنًا وَجَرِيبَانِ قُطْنًا وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا وَقَدْ يَكُونُ عَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ نَحْوُ هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيدًا وسِوَارٌ ذَهَبًا وَفِيهِ الخَفْضُ أَكْثَرُ وَقَدْ يَقَعُ بَعْدَ الْجُمْلَةِ لِرفعِ الإِبْهَامِ عَنْ نِسْبَتِهَا نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ نفساً أو علماً أَوْ أَباً.

ترجمہ: تمیز وہ اسم نکرہ ہے جو ذکر کیا جاتا ہے مقدار کے بعد یعنی عدد یا کیل یا وزن یا مساحت یا انکے علاوہ اس چیز کے بعد جس میں ابہام ہو تمیز اس ابہام کو دور کرتا ہے جیسے عِنْدِي عِشْرُونَ درهما وَقَفِيزَانِ بُرًّا وَمنوَانِ سَمْناً وَجَرِيبَانِ قُطْناً وَمَا فِي السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَاباً

وعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْداً اور کبھی تمیز غیر مقدار سے ہوتی ہے جیسے هذا خاتَمٌ حَدِيدا (یہ انگوٹھی لوہے کی ہے) وسِوارٌ ذَهَباً (اور یہ کنگھن سونے کا ہے) اور اس میں کسرہ اکثر آتا ہے اور کبھی تمیز جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے اس جملے سے ابہام کو دور کرنے کیلئے جیسے طَابَ زَيْدٌ نفساً أو علماً أوْ أباً (زید خوش ہوا اپنے نفس کے لحاظ سے یا علم کے اعتبار سے یا باپ کے اعتبار سے)۔

وضاحت: مصنف منصوبات کی ساتویں قسم تمیز کو بیان فرما رہے ہیں اس فصل میں تین باتیں ذکر کی گئی ہیں:

پہلی بات: تمیز کی تعریف اور مثالیں۔

دوسری بات: تمیز کبھی غیر مقدار سے بھی ابہام دور کرتا ہے۔

تیسری بات: تمیز جملہ کی نسبت سے ابہام کو دور کرتی ہے۔

﴿پہلی بات: تمیز کی تعریف اور مثالیں﴾

تمیز کی تعریف: تمیز وہ نکرہ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے خواہ وہ مقدار عدد ہو یا کیل ہو یا وزن ہو یا مساحت ہو یا ان کے علاوہ ایسی چیز ہو جس میں ابہام ہو یہ اس ابہام کو دور کرتا ہے۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ جو چیز ابہام کو دور کرتی ہے اسے تمیز کہتے ہیں اور جس چیز سے ابہام دور کیا جاتا ہے اسے ممیز یا اسم تام کہتے ہیں۔

اسم تام ہونے کا مطلب: یہ ہے کہ وہ اسم مضاف نہ بن سکتا ہو یعنی کسی دوسرے اسم کی طرف اس کی اضافت نہ ہو سکتی ہو۔ مذکورہ چیزوں میں سے کسی کی بھی اضافت دوسری چیز کی طرف نہیں ہو سکتی ہے لہذا یہ اسم تام کہلائے گا۔

اسم تام کا تمیز کو نصب دینے کی وجہ: یہ ہے کہ یہ تام ہونے میں فعل کے مشابہ ہوتا ہے جس طرح فعل فاعل کے ساتھ تام ہو جاتا ہے تو مفعول کو نصب دیتا ہے اسی طرح جب اسم مذکورہ چیزوں سے تام ہو جاتا ہے تو وہ تمیز کو نصب دیتا ہے۔

﴿اسم چند چیزوں سے تام ہوتا ہے﴾

۱)......تنوین لفظی سے۔ جیسے عِندِیْ رِطْلٌ زَیْتًا اس میں رطل میں تنوین ہے اس لئے یہ اسم تام ہے۔

۲)......تنوین تقدیری سے۔ جیسے عِنْدِیْ احد عشر درھمًا اس میں احد عشر اصل میں احد وعشرون تھا یہ بھی اسم تام ہے۔

۳)......نون تثنیہ سے۔ جیسے عِنْدِیْ قفیزان بُرًّا اس میں قفیزان میں نون تثنیہ کا ہے اس لئے یہ تام ہے۔

۴)......نون جمع سے۔ جیسے هل ننبئکم بالاخسرین اعما لاً اس میں اخـ ین کا نون جمع کا ہے۔

۵)......مضاف ہونا۔ جیسے علی التمرة مثلها زبدًا اس میں مثلها مضاف ہے یہ اسم تام ہے اس لئے کہ یہ دوسری چیز کی طرف دوبارہ مضاف نہیں ہوسکتا۔

﴿تمیز کا مقدار والی صورتوں سے ابہام دور کرنے کی مثالیں﴾

عدد سے ابہام دور کرنے کی مثال: عِنْدِیْ عِشْرُونَ دِرْهَمًا اس مثال میں عشرون ممیز اسم تام ہے اور درھما اس کی تمیز ہے جس نے عدد سے ابہام کو دور کر دیا ہے۔ یعنی میرے پاس بیس درھم ہیں۔

کیل سے ابہام دور کرنے کی مثال: عِنْدِیْ قَفِیْزَانِ بُرًّا (میرے پاس دو قفیز گندم کے ہیں) اس مثال میں قفیزان ممیز اسم تام ہے اور بُرًّا تمیز ہے جس نے کیل سے ابہام کو دور کر دیا۔

وزن سے ابہام دور کرنے کی مثال: عِنْدِیْ مَنْوَانِ سَمْنًا (میرے پاس دو من گھی ہے)

مساحت (پیمائش) سے ابہام دور کرنے کی مثال: عِنْدِیْ جَرِیْبَانِ قُطْنًا (میرے پاس دو جریب ہیں کپاس) جریب زمین ناپنے کا ایک آلہ ہوتا ہے اس مثال میں جریبان ممیز ہے اور اسم تام قطنا اس کی تمیز ہے جس نے مساحت سے ابہام کو دور کر دیا۔

مقیاس سے ابہام کو دور کرنے کی مثال: عَلَی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا (کھجور پر اس کے مثل مکھن ہے) اس مثال میں مِثْلُهَا ممیز اسم تام ہے زُبْدًا اس کی تمیز ہے جس نے مِثْلُهَا کے اندر جو ابہام تھا

اسے دور کر دیا مقیاس سے مراد وہ چیز ہے جس سے کسی چیز کا اندازہ کریں اس میں کھجور پر جو مکھن لگا ہے اندازہ سے اس کو کھجور کے مثل بتلایا گیا ہے۔

﴿دوسری بات: تمیز کبھی غیر مقدار سے بھی ابھام دور کرتی ہے﴾

تمیز کبھی غیر مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے جیسے ھذا خاتمٌ حَدِیدًا اس مثال میں خاتم ممیز ہے اس میں ابہام ہے کہ انگوٹھی کس جنس کی ہے سونے کی یا چاندی کی یا لوہے کی ہے تو حَدِیدًا نے اس کے ابہام کو دور کر دیا۔

ھٰذا سِوَارٌ ذَھبًا اس مثال میں سِوَارٌ ممیز میں ابھام ہے کہ کنگھن کس جنس کا ہے لوہے کا یا چاندی وغیرہ کا ذَھبًا نے اس ابہام کو دور کر دیا۔

غیر مقدار والی صورت کا اعراب: اس تمیز میں اکثر جر آئیگا کیونکہ مفرد غیر مقدار مضاف ہوگا اور تمیز مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگی

﴿تیسری بات: تمیز جملہ کی نسبت سے ابھام کو دور کرتی ہے﴾

مثال: طَابَ زَیدٌ نفسًا او علمًا او ابًا (اچھا ہے زید نفس کے لحاظ سے یا علم کے لحاظ سے یا باپ کے لحاظ سے) اس مثال میں طَـــابَ فعل کی جو نسبت زید فاعل کی طرف تھی اس میں ابہام تھا نفسًا نے جملہ کی نسبت میں جو ابھام تھا اس کو ابہام کو دور کر دیا ہے اسی طرح طاب زید علمًا اور طاب زید ابًا اس مثال میں علمًا اور ابًا نے نسبت سے ابھام کو دور کر دیا۔

﴿منصوبات کی آٹھویں قسم مستثنیٰ﴾

فصل: اَلْمُسْتَثْنٰی لَفْظٌ یُذْکَرُ بَعْدَ إِلَّا وَأَخَوَاتِهَا لِیُعْلَمَ أَنَّهُ لَا یُنْسَبُ إِلَیْهِ مَا نُسِبَ إِلٰی مَا قَبْلَهَا وَهو عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَا اُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدِّدٍ بِإِلَّا وَاَخَوَاتِهَا نحو جَاءَ نی الْقَوْمُ إِلَّا زَیْدًا اَوْ مُنْقَطِعٌ وَهُوَ المذکُورُ بَعدَ إِلَّا وَاَخَوَاتِهَا غَیْرَ مُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لِعَدَمِ دُخُولِهٖ فِی الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ نَحْوُ جَاءَ نی الْقَوْمُ إِلَّا حمارًا.

ترجمہ: مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو الَّا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہوتا ہے تا کہ یہ بات معلوم

ہوجائے کہ اس کی طرف وہ چیز منسوب نہیں ہے جو اس کے ماقبل کی طرف منسوب ہے اور وہ (مستثنیٰ) دو قسم پر ہے متصل، اور وہ ہے جو نکالا گیا ہو متعدد سے الا اور اسکے اخوات کے ذریعے جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلاَّ زَیْدًا یا منقطع ہے اور وہ ہے جو مذکور ہوا الا اور اس کے اخوات کے بعد درانحالیکہ نہ نکالا گیا ہو متعدد سے اس لئے وہ مستثنیٰ منہ میں پہلے ہی سے داخل نہیں تھا۔ جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّاحِمَارًا۔

وضاحت: مصنفؒ منصوبات کی آٹھویں قسم مستثنیٰ کو بیان فرمارہے ہیں اس فصل میں پانچ باتیں ذکر کی گئی ہیں:

پہلی بات: مستثنیٰ کی تعریف۔

دوسری بات: مستثنیٰ کی اقسام۔

تیسری بات: مستثنیٰ کے اعراب کے اعتبار سے چار اقسام کا ذکر۔

چوتھی بات: لفظ غیر کے اعراب سے متعلق، **پانچویں بات:** لفظ غیر اور الا کے ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہونے کا ذکر۔

﴿پہلی بات: مستثنیٰ کی تعریف﴾

مستثنیٰ کی تعریف: مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو اِلَّا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہوتا کہ معلوم ہوجائے کہ اس کی طرف وہ حکم منسوب نہیں کیا گیا جو اِلَّا اور اس کے اخوات کے ماقبل کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اخوات اِلَّا یہ ہیں: خلا، عدا، ماخلا، ماعدا، حاشا، لیس، لایکون

﴿دوسری بات: مستثنیٰ کی اقسام﴾

مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں (۱) مستثنیٰ متصل (۲) مستثنیٰ منقطع

مستثنیٰ متصل کی تعریف: مستثنیٰ متصل وہ ہے جو متعدد سے الا اور اس کے اخوات کے ذریعے سے نکالا گیا ہے جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلاَّ زَیْدًا

مستثنیٰ منقطع کی تعریف: مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو اِلَّا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو اس حال

میں کہ اسے متعدد سے نکالا نہ گیا ہو۔ کیونکہ وہ پہلے ہی متعدد میں شامل نہیں ہے جیسے جاء نی القومُ اِلّا حمارًا

إعرابُ المُستثنىٰ علی أربَعَةِ اقسام فَاِنْ کَانَ مَتّصِلًا وَقَعَ بَعْدَ اِلّا فِی کَلَامٍ مُوْجَبٍ اَوْ مُنْقَطِعًا کَمَا مَرَّ وَمَقَدَّمًا عَلَی المُسْتَثنیٰ مِنْهُ نَحْوُ مَاجَاءَ نِی اِلاّ زیدًا اَحَدٌ اَوْ کَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا عِنْدَ الاَکْثَرِ اَوْ بَعْدَمَا خَلَا وَمَا عَدَا اَوْ لَیْسَ وَلَا یَکُوْنُ نحو جاء نی القومُ خَلَا زیدًا اِلَخ کَانَ مَنْصُوبًا وَاِنْ کَانَ بعدَ اِلّا فِی کَلامٍ غَیْرِ مُوجَبٍ وَهُوَ کُلُّ کلامٍ یکونُ فیهِ نَفْیٌ وَنَهْیٌ وَاِسْتِفْهَامٌ وَالمُسْتَثنیٰ مِنه مَذْکُورٌ یَجُوْزُ فیهِ الْوَجْهَان اَلنَّصْبُ وَالْبَدْلُ عَمَّا قَبْلَهَا نَحْوُ مَا جَاءَ نِی احدٌ إلاّ زَیداً وَإلاّ زَیدٌ وإن کَانَ مُفَرَّغًا بِأَنْ یَکُونَ بَعْدَ إلاّ فِی کَلامِ غَیْرِ مُوجَبٍ والمُسْتَثنیٰ مِنهُ غَیْرَ مَذْکُورٍ کَانَ اِعْرَابُهٗ بِحَسْبِ العَوَامِلِ تَقُولُ مَا جَاءَ نِی إلاّ زَیدٌ وَمَا رَایتُ إلاّ زَیداً وَمَا مَرَرْتُ إلاّ بِزَیدٍ وَإنکَانَ بَعْدَ غَیْرَ وَسِوٰی وَسَواءَ وَحَاشَا عِنْدَ الأکْثَرِ کَانَ مَجْرُوراً نَحْوُ جَاءَ نِی القَوْمُ غَیْرَ زَیدٍ وَسِوٰی زَیدٍ وَسَواءَ زیدٍ وَحَاشَا زَیدٍ.

ترجمہ: جان لیجئے کہ مستثنیٰ کے اعراب چار اقسام پر ہیں پس اگر وہ مستثنیٰ متصل واقع ہے الا کے بعد کلام موجب میں یا منقطع ہو جیسے پہلے گذر چکا ہے یا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے ماجاء نی الا زیدًا احدٌ یا خلا اور عدا کے بعد اکثر کے ہاں ماخلا اور ماعدا اور لیس اور لایکون کے بعد جیسے جاء نی القوم خلا زید الخ تو منصوب ہوگا اگر مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہے (کلام غیر موجب) وہ کلام ہے کہ اس میں نفی نہی استفہام ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس صورت میں دو وجہیں جائز ہیں ایک یہ کہ وہ منصوب ہوگا ور دوسری یہ کہ وہ الا کے ماقبل کے لئے بدل ہوگا۔ جیسے مَا جَاءَ احدٌ إلاّ زَیداً وَإلاّ زَیدٌ. (نہیں آیا میرے پاس کوئی مگر زید) اور اگر مستثنیٰ مفرغ ہو اس طور پر کہ الا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اس کے اعراب عوامل کے اعتبار سے ہونگے جیسے مَا جَاءَ نِی إلاّ زَیدٌ (یعنی میرے پاس نہیں آیا مگر زید) وَمَا رَایتُ إلاّ زَیداً (یعنی اور میں نے نہیں دیکھا مگر زید کو) مَا مَرَرْتُ إلاّ بِزَیدٍ (یعنی اور میں نہیں گذرا مگر زید کے ساتھ) اگر مستثنیٰ غیر کے اور سوی کے اور سواء کے اور حاشا کے بعد واقع ہو تو

اکثر کے ہاں مستثنیٰ مجرور ہوگا۔ جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ وَسِوی زَیْدٍ وَحَاشَا زَیْدٍ.

﴿تیسری بات: مستثنیٰ کے اعراب کے اعتبار سے چار اقسام کا ذکر﴾

فائدہ: مستثنیٰ کے اعراب بیان کرنے سے پہلے چند اصطلاحات کا سمجھنا ضروری ہے

کلام موجب: وہ کلام ہے جس میں نفی نہی استفہام نہ ہو۔ جیسے جاء نی القوم الا زیدًا

کلام غیر موجب: وہ کلام ہے جس میں نفی نہی استفہام ہو۔ جیسے ماجاء نی القوم الازیدًا

مستثنیٰ مفرغ: وہ کلام جس میں مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو۔ جیسے ماجاء نی الازید

﴿اعراب کے اعتبار سے مستثنیٰ کی چار قسمیں ہیں﴾

پہلی قسم: مستثنیٰ منصوب پڑھا جائیگا اس کی پانچ صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: مستثنیٰ متصل الّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو۔ جیسے جاء نی القوم الازیدًا اس مثال میں زید مستثنیٰ متصل ہے اور الّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہے لہذا اس کو منصوب پڑھا جائے گا۔

دوسری صورت: مستثنیٰ منقطع ہو خواہ کلام موجب میں ہو یا کلام غیر موجب میں ہو۔

کلام موجب کی مثال: جاء نی القوم الّا حمارًا

کلام غیر موجب کی مثال: ماجاء نی القوم الّاحمارًا

تیسری صورت: مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو اور کلام غیر موجب میں ہو۔ جیسے ماجاء نی الّازیدًا احدٌ اس مثال میں زیدًا مستثنیٰ ہے جو کہ احدٌ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہے اور کلام غیر موجب میں واقع ہے لہذا منصوب پڑھا جائیگا۔

ان تین صورتوں میں مستثنیٰ کو منصوب پڑھنے کی وجہ: یہ ہے کہ ان تین صورتوں میں مستثنیٰ فضلہ ہونے میں مفعول بہ کے مشابہ ہے اور ان میں ماقبل سے بدل واقع ہونے کا احتمال بھی نہیں ہے لہذا مستثنیٰ کو منصوب پڑھا جائیگا۔

چوتھی صورت: خلا اور عدا کے بعد اکثر کے نزدیک مستثنیٰ منصوب پڑھا جائیگا۔ جیسے جاء نی

القوم خلازیدًا، جاء نی القوم عدازیدًا

خلا اور عدا کے بعد اکثر کے ہاں مستثنیٰ منصوب پڑھنے کی وجہ: یہ ہے کہ ان کے ہاں یہ دونوں فعل ہیں جیسے خلا یخلو اور عدا یعدو خلا اور عدا کا فاعل وہ ضمیر ہے جو ان میں مستتر ہے جو فعل کے مصدر کی طرف لوٹتی ہے اور ان کے مابعد مستثنیٰ مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا اصل عبارت یوں ہوگی جاء نی القوم خلا مجیئھم زیدًا (یعنی میرے پاس قوم اس حال میں آئی کہ ان کا آنا زید سے تجاوز کرنے والا تھا

پانچویں صورت: ماخلا، ماعدا، لیس لایکون کے بعد مستثنیٰ ہمیشہ منصوب ہوگا۔ جیسے جاء نی القوم ماخلا زیدًا، جاء نی القوم ما عدا زیدًا، جاء نی القوم لیس زیدًا، جاء نی القوم لایکون زیدًا.

دوسری قسم: مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو تو اس میں اعراب کے اعتبار سے دو وجہیں جائز ہے۔ (۱) نصب (۲) ماقبل سے بدل

نصب پڑھنے کی وجہ: یہ ہے کہ یہ مستثنیٰ متصل ہے جو کہ فضلہ ہونے میں مفعول بہ کے مشابہ ہے لہذا منصوب پڑھیں گے۔

ماقبل سے بدل واقع ہونے کی وجہ: یہ ہے کہ بدل کلام میں مقصود ہوتا ہے اور بدل کیلئے کوئی مانع بھی نہیں ہے لہذا یہ بدل واقع ہوگا۔

منصوب پڑھنے کی مثال: مَا جَاءَ نی احدٌ اِلاّ زَیداً

بدل پڑھنے کی مثال: مَا جَاءَ نی احدٌ اِلاّ زَیدٌ اس میں زید احدٌ مستثنیٰ منہ سے بدل واقع ہے۔

تیسری قسم: جب مستثنیٰ مفرّغ الا کے بعد کلام غیر ماجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اس کا اعراب بحسب العوامل ہوگا یعنی عامل اگر رافع ہوگا تو مستثنیٰ پر بھی رفع آیگا جیسے مَا جَاءَ نِی اِلاّزَیدٌ زید مستثنیٰ فاعل ہے جاء نی کیلئے لہذا مرفوع ہوگا۔

اور اگر عامل ناصب ہوگا تو مستثنیٰ پر بھی نصب آیگا جیسے وَمَارَایتُ اِلاّزیداً اس مثال میں زیدًا

مستثنیٰ ہے اور ما رایت فعل کیلئے مفعول واقع ہے۔

اور اگر عامل جارہ ہوگا تو مستثنیٰ پر بھی جر آئیگا۔ جیسے مَـا مَـرَرْتُ إِلاَّ بِـزَيدٍ اس مثال میں زید مجرور ہے اس پر عامل حرف جر باء ہے۔

چوتھی قسم: مستثنیٰ اگر غیـر یا سِـوٰی یا سَـوَاء یا حـاشـا کے بعد آئے تو اکثر نحویوں کے ہاں مجرور ہوگا۔

غیر، سوی، سواء اور حاشا ان حروفس کے بعد مستثنیٰ مجرور ہونے کی

وجہ: اکثر نحوی حضرات فرماتے ہیں کہ ان حروف کے بعد مستثنیٰ مجرور اسلئے ہوگا کہ یہ مضاف ہونگے اور مستثنیٰ مضاف الیہ ہوگا اور حاشا کے بعد مستثنیٰ اس لئے مجرور ہوگا کہ اکثر نحویوں کے ہاں یہ حرف جر ہے جیسے جاء نـی حـاشـا زیدٍ بعض نحویوں کے ہاں حاشا فعل ہے اور اس صورت میں زیدًا مستثنیٰ منصوب ہوگا۔ جیسے جاء نی حاشا زیدًا

وَاعْـلَـمْ اَنَّ اِعْـرَابَ غَيْـرَ كَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰى بِإلاَّ تَقُولُ جَاءَ نِي الْقَومُ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرَ حِمَارٍ وَمَا جَاءَ نِي غَيْرُ زَيْدٍ الْقومِ وَمَاجَاءَ نِي أَحَدٌ غَيْرُ زيدٍ وغيرَ زيدٍ وَمَا جَاءَ نِي غَيْرُ زيدٍ وَمَـا رَأَيْتُ غَيْرَ زَيدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيدٍ وَاعْلَمْ اِنَّ لَفْظَةَ غَيْرُ مُوْضُوعةٍ لِلصِّفَةِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلاسْتِثْناءِ كَمَا أَنَّ لَفْظَةَ إلاَّ مُوْضُوعَةٌ لِلاِسْتِثْنَاء وَقَد تُسْتَعْمَلُ لِلصِّفَةِ كَـمَـا فِـي قَـوْلِـه تَـعَالٰى لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا أَیْ غَيْـرُ اللّٰهِ كذلِک قَوْلُکَ لا إله إِلاَّ اللّٰهُ.

ترجمہ: اور جان لو کہ غیر کا اعراب مستثنیٰ بہ الا کے اعراب کی طرح ہے جیسے تو کہے جَـاءَ نِي الْقَومُ غَـيْـرُ زَيْـدٍ وَغَيْـرَ حِـمَـارٍ وَمَـا جَـاءَ نِي غَيْرُ زَيْدٍ الـقـومِ وَمَـا جَـاءَ نِي أَحَدٌ غَيْرُ زيدٍ وغيرَ زيدٍ وَمَا جَاءَ نِي غيرُ زيدٍ وَمَا رَأَيْتُ غَيْرَ زَيدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيدٍ اور جان لو کہ بے شک لفظ غیر صفت کے واسطے وضع کیا گیا ہے اور کبھی کبھی استثناء کے واسطے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ بے شک لفظ الا استثناء کے واسطے وضع کیا گیا ہے اور کبھی کبھی صفت کے واسطے بھی

استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا قول لَوْ کَانَ فِیهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (اگر زمین اور آسمان میں بہت معبود ہوتے سوائے اللہ کے تو البتہ زمین و آسمان میں فساد برپا ہو جاتا) اور اسی طرح تیرا قول لا إله إلاّ الله (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے)

﴿چوتھی بات: لفظ غیر کے اعراب سے متعلق﴾

لفظ غیر کے اعراب بھی مستثنیٰ کے اعراب کی طرح پانچ صورتوں پر ہیں۔

۱)...... مستثنیٰ متصل الا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو تو غیر منصوب ہوگا۔ جیسے جَاءَنِی القَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ

۲)...... مستثنیٰ منقطع ہو تو غیر منصوب ہوگا۔ جیسے جاء نی القومُ غَیْرَ حِمَارٍ

۳)...... کلام غیر موجب میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو تو منصوب ہوگا جیسے مَا جَاءَنی غَیْرُ زَیْدٍ القومِ.

۴)...... کلام غیر موجب میں مستثنیٰ الا کے بعد واقع ہو اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو تو غیر کو نصب پڑھنا بھی جائز ہے اور مستثنیٰ ماقبل سے بدل واقع ہونے کی صورت میں رفع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ جیسے مَاجَاءَنی أَحَدٌ غَیْرُ زیدٍ، ماجاء نی أَحَدٌ غَیْرَ زیدٍ

۵)...... مستثنیٰ مفرغ الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور نہ ہو تو غیر کو اعراب بھی حسب العوامل ہوگا۔

رفع کی مثال: ماجاء نی غیرُ زیدٍ، نصب کی مثال: ما رأیت غیرَ زیدٍ، جر کی مثال: مامررت بغیرِ زیدٍ

﴿پانچویں بات: لفظ غیر اور الاّ کا ایک دوسرے کے معنی میں استعمال کا ذکر﴾

لفظ غیر کبھی لفظ الاّ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے جاء نی القوم غیرَ زیدًا

کبھی لفظ غیر کی جگہ الا صفت کیلئے آتا ہے۔ جیسے لَوْ کَانَ فِیهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

یہاں الاّ کو استثناء کیلئے نہیں بنا سکتے کیونکہ اس صورت میں دو خرابیاں لازم آئیں گی۔

پہلی خرابی: یہ لازم آئیگی کہ الهة جمع منکور (نکرہ) ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جمع منکور سے استثناء

بنانا جائز نہیں ہے۔

دوسری خرابی: یہ لازم آتی ہے کہ اس کے معنی میں خرابی لازم آئیگی کیونکہ اِلَّا کو استثناء کیلئے بنائیں گے تو مذکورہ آیت کا معنی یہ ہوگا (کہ اگر زمین و آسمان میں کوئی الٰہ ہوتا مگر اللہ تو فساد ہو جاتا) اس صورت میں یہ لازم آتا کہ اللہ ان الٰہ کے ساتھ ہے اسلئے فساد نہیں ہوا لیکن اللہ ان کے ساتھ نہ ہوتا تو فساد ہو جاتا حالانکہ یہ آیت توحید کو بیان کر رہی ہے یعنی زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ ہوتا تو فساد پڑ جاتا۔

لاالہ الااللہ: اس مثال میں بھی الا استثناء کیلئے بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ اگر استثناء کیلئے بنائیں گے تو یا تو مستثناء متصل بنائیں گے اور یا منقطع اگر مستثنیٰ متصل بنائیں گے تو پھر معنی یہ بنے گا کہ معبود برحق اللہ کے سوا کوئی نہیں تو لازم آتا ہے کہ معبودان باطلہ ہیں اور اگر مستثنیٰ منقطع بنائیں گے تو پھر معنی یہ بنے گا کہ معبودان باطلہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے تو لازم آتا ہے کہ معبودان برحق ہیں جبکہ دونوں معنی غلط ہیں یہاں یہ اِلَّا غیر کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

﴿منصوبات کی نویں قسم کان اور اسکے اخوات کی خبر﴾

فصلٌ: خَبَرُ كَانَ وَأَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَحُكْمُهُ كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدأ إِلَّا أَنَّهُ يَجُوْزُ تَقْدِيمُهُ عَلَى اسْمائِهَا مَعَ كَوْنِه مَعْرِفَةً بِخِلافِ خَبَرِ الْمُبْتَدأ نَحْوُ كَانَ القائمَ زيدٌ.

ترجمہ: کان اور اس کے اخوات کی خبر وہ مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے کان زیدٌ قائمًا اور حکم اس کا مبتدا کی خبر کے حکم کے مانند ہے سوائے اس بات کے کہ کان واخوات کی خبر جب معرفہ ہو تو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے جبکہ مبتدا کی خبر جب معرفہ ہے تو اسے مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے منصوبات کی نویں قسم کان اور اس کے اخوات (یعنی افعال ناقصہ) کی خبر کا ذکر فرما رہے ہین اس فصل میں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں:

پہلی بات: کان اور اس کے اخوات کی خبر کی تعریف۔

دوسری بات: کان کی خبر اور مبتداء کی خبر میں فرق۔

﴿پہلی بات: کان اور اس کے اخوات کی خبر کی تعریف﴾

کان اور اس کے اخوات کی خبر وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔ جیسے کَانَ زَیْدٌ قائمًا (یعنی زید کھڑا تھا) اسمیں قائمًا کان کی خبر ہے جو کہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

کان اور اس کے اخوات کی خبر کا حکم: مبتدا کی خبر کیطرح ہے جیسے مبتدا کی خبر مفرد، جملہ، معرفہ، نکرہ، واحد اور متعدد ہوتی ہے اسی طرح کان واخوات کی خبر بھی سب احکام میں مبتدا کی خبر کے مثل ہے۔

﴿دوسری بات: کان کی خبر اور مبتداء کی خبر میں فرق﴾

کان اور اسکے اخوات کی خبر اور مبتدا کی خبر میں صرف ایک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ کان اور اسکے اخوات کی خبر جب معرفہ ہو تو اپنے اسم پر مقدم ہو سکتی ہے یعنی اس کا اپنے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے کان القائم زید کہنا درست ہے برخلاف مبتدا کی خبر کے کہ اس کو مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے جب وہ معرفہ ہو کیونکہ اس صورت میں مبتدا اور خبر میں التباس ہو جائیگا جب کہ کان کی خبر اور اسم میں اعراب مختلف ہونے کی وجہ سے التباس کا اندیشہ نہیں ہے۔

﴿منصوبات کی دسویں قسم اِنَّ اور اسکے اخوات کا اسم﴾

فصل: اِسْمُ اِنَّ وَاَخَواتِهاوَهُوَ الْمُسْنَدُاِلَيهِ بَعْدَ دُخُولِها نَحْوُ اِنَّ زَيْداً قَائِمٌ.

ترجمہ: اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے اِنَّ زَیْداً قَائِمٌ (بیشک زید کھڑا ہے)

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے منصوبات کی دسویں قسم اِنَّ اور اسکے اخوات کا اسم کو ذکر فرما رہے ہیں۔

اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم: وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو اور وہ اسم کو نصب دیتے ہیں۔ جیسے اِنَّ زَیْداً قَائِمٌ (یعنی بیشک زید کھڑا ہے) اس مثال میں زید اِنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

﴿منصوبات کی گیارہویں قسم لائے نفی جنس کا اسم﴾

فصلٌ: اَلْمَنْصُوبُ بِلاَالَّتِی لِنَفْيِ الْجِنْسِ هُوَالْمُسْنَدُإِلَيْهِ بَعْدَدُخُولِهَا يَلِيْهَانَكِرَةًمُضَافَةًنَحْوُلاغُلامَ رَجُلٍ فِی الدَّارِأَوْمُشَابِهًا لَهَانَحْوُلَاعِشْرِيْنَ دِرْهَمًافِی الْكِيْسِ فَإِنْ كَانَ بَعدَلانَكِرَةًمُفْرَدَةًتُبْنٰى عَلَى الفَتْحِ نَحْوُلارَجُلَ فِی الدَّارِوَإِنْ كَانَ مَعْرِفَةًأَوْ نَكِرَةً مَفْصُولًابَيْنَهُ وَبَيْنَ لاكَانَ مَرْفُوعًاوَيَجِبُ تَكْرِيْرُلامَعَ الْإِسْمِ آخَرَ تَقُوْلُ لازَيْدٌ فِی الدَّارِوَلاعَمْرٌوَلافِيهَارَجُلٌ وَلَاامْرأَةٌوَيَجُوزُ فِی مثلِ لاحَولَ ولاقُوَّةَ إِلَّابِاللّٰهِ خَمْسَةُأَوْجُهٍ فَتْحُهُماورَفْعُهُمَاوَ فَتْحُ الأَوَّلِ ونَصْبُ الثَّانِی وَ فَتْحُ الأَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِی وَرَفْعُ الأَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِی.

ترجمہ: الْمَنْصُوبُ بِلاالَّتی لِنَفْیِ الجِنْسِ وہ ہے جومسند الیہ ہواسکے داخل ہونے کے بعد درانحالیکہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہو نکرہ مضاف جیسے لاغُلامَ رَجُلٍ فِی الدَّارِ یامشابہ مضاف ہو جیسے لا عِشْرِینَ دِرْهَمًا فِی الكِيْسِ پس اگرلا کے بعد نکرہ مفرد ہوتو وہ مبنی برفتحہ ہوگا جیسے لا رَجُلَ فِی الدَّارِ اوراگرلا کے بعد معرفہ ہو یاایسا نکرہ ہو جس کے اورلا کے درمیان فاصلہ ہوتو وہ نکرہ مرفوع ہوگا اورلا کا مکرر لانا واجب دوسرے اسم کیساتھ جیسے لازَيدٌفی الدارولا عَمرٌوَ لا فِيهَا رَجُلٌ ولا امْرأَةٌ (اس شخص کے جواب میں ہے جوکہتا ہے أزيد فی الدار ام امرة) اورجائز ہے لا حَولَ ولا قُوَّةَ إلاّ بِاللّٰهِ جیسی مثالوں میں پانچ وجہیں دونوں کا فتحہ دونوں کا رفع اول کا فتحہ اور ثانی کا نصب اوراول کا فتحہ اور ثانی کا رفع اوراول کا رفع اور ثانی کا فتحہ۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے منصوبات کی گیارہویں قسم لائے نفی جنس کا اسم کوذکر فرمارہے ہیں اس فصل میں چار باتیں ذکر کی ہیں:

پہلی بات: لائے نفی جنس کے اسم کی تعریف اور مثال۔

دوسری بات: لائے نفی جنس کے اسم کے منصوب ہونے کیلئے تین شرائط کا ذکر۔

تیسری بات: لائے نفی جنس کے اسم کے نکرہ اور معرفہ ہونے کے اعتبار سے اعراب کی صورتیں۔

چوتھی بات: لاحول ولاقوۃ جیسی مثال کی اعراب کے اعتبار سے پانچ صورتیں۔

﴿پہلی بات: لائے نفی جنس کے اسم کی تعریف﴾

لائے نفی جنس کا اسم وہ ہے جو مسند الیہ ہو لا کے داخل ہونے کے بعد جبکہ اس لا کے ساتھ نکرہ مضاف ملا ہو یا شبہ مضاف ملا ہو۔

﴿دوسری بات: لائے نفی جنس کے اسم کی منصوب ہونے کیلئے تین شرائط کا ذکر﴾

(۱) لائے نفی جنس اور نکرہ کے درمیان فاصلہ نہ ہو (۲) نکرہ مضاف ہو (۳) نکرہ شبہ مضاف ہو۔

مثال: نکرہ مضاف ملا ہوا ہو۔ جیسے **لَا غُلَامَ رَجُلٍ فِي الدَّارِ** (نہیں ہے کسی مرد کا کوئی غلام گھر میں) اس مثال میں لانفی جنس کا ہے غلام نکرہ مضاف ہے جو لا کیساتھ متصل ہے رجل مضاف الیہ ہے اب غلام مضاف رجل مضاف الیہ سے ملکر لانفی جنس کا اسم ہے فی الدار ظرف مستقر اس کی خبر ہے۔ اسمیں غلام کو نصب لائے نفی جنس نے دیا ہے۔

لا کے ساتھ مشابہ مضاف ملا ہوا ہو: جیسے **لَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا فِي الْكِيْسِ** (نہیں ہیں بیس درہم تھیلی میں) اس مثال میں لانفی جنس کا ہے عشرین نکرہ مشابہ مضاف ہے جو کہ لا کے ساتھ ملا ہوا ہے (عشرین مشابہ مضاف اس لئے ہے کہ جس طرح مضاف مضاف الیہ کے بغیر نامکمل ہوتا ہے اسی طرح عشرین ممیز بھی تمیز کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ہے) درھما اس کی تمیز ہے ممیز تمیز ملکر لا کا اسم فی الکیس ظرف مستقر اس کی خبر بنے گی۔

﴿تیسری بات: لائے نفی جنس کے اسم کے نکرہ اور معرفہ ہونے کے اعتبار سے اعراب کی صورتیں﴾

پہلی صورت: اگر لانفی جنس کے بعد اس کا اسم نکرہ مفرد ہو تو اس کا اسم مبنی برفتحہ ہوگا جیسے لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ اس مثال میں رجل نکرہ ہے اور مفرد ہے لہذا مبنی برفتحہ ہوگا۔

نکرہ مفرد کا مبنی برفتحہ ہونے کی وجہ: لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفرد ہو تو مبنی برفتحہ اس لئے ہوگا اس صورت میں نکرہ مفرد من کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جب کوئی اسم حرف کے معنی کو متضمن ہو تو وہ اسم بھی مبنی ہوتا ہے جس طرح حرف مبنی ہوتا ہے کیونکہ تمام حروف مبنی ہوتے

ہیں۔ جیسے لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ کا معنی ہے لَامِنْ رَجُلٍ فِی الدَّارِ کیونکہ یہ جملہ اس شخص کے جواب میں ہے جس نے کہا ھل مِنْ رَجُلٍ فِی الدَّارِ تو جواب دیا گیا لامِنْ رَجُلٍ فِی الدَّارِ پھر تخفیف کیلئے من کو حذف کر دیا اور مبنی پر فتحہ اس لئے کہ اخف الحرکات ہے یعنی خفیف اور ہلکا ہے یہاں مفرد سے مراد وہ مفرد ہے جو مضاف اور شبہ مضاف کے مقابلے میں ہو لہذا یہ حکم تثنیہ اور جمع کو بھی شامل ہوگا۔

دوسری صورت: اگر لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو تو وہ مرفوع ہوگا اور وہ لا مکرر آئے گا دوسرے اسم کے ساتھ۔ جیسے لا زید فی الدار ولا عمرو اس مثال میں زید معرفہ ہے لہذا یہ مرفوع ہوگا اور لا مکرر بھی آیا ہے دوسرے اسم کے ساتھ جیسے ولا عمرو ہے۔

تیسری صورت: اگر لانفی جنس کا اسم نکرہ ہو اور اس کے درمیان فاصلہ ہو تب بھی لا کا اسم مرفوع ہوگا اور لا دوسرے اسم کے ساتھ مکرر ہوگا۔

مثال: لا فیھا رجل ولا امرأۃ اس مثال میں رجل نکرہ ہے اس کے اور لا کے درمیان فیھا کا فصل ہے لہذا رجل مرفوع پڑھا جائے گا اور لا دوسرے اسم کے ساتھ مکرر بھی لایا گیا ہے جیسے ولا امرأۃ

مذکورہ دونوں صورتوں میں لائے نفی جنس کے اسم کو مرفوع پڑھنے کی وجہ: یہ ہے کہ پہلی صورت میں لانفی جنس کا اسم اسلئے مرفوع ہوگا کہ لا کو واضع نے نکرہ کی صفت کی نفی کیلئے وضع کیا ہے لہذا اس کا اثر معرفہ پر نہیں ہوگا اس کا عمل لغو ہو جائیگا پس زید مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔ دوسری صورت میں لانفی جنس کے اسم کو مرفوع اس لئے پڑھا جائیگا کہ لا ضعیف عامل میں سے ہے اگر اس کے اور اس کے معمول کے درمیان فاصلہ آجائے تو بھی اس کا عمل لغو ہو جائیگا لہذا اسم نکرہ مفعول ہو تو بھی لا عمل نہیں کریگا لہذا ابعد والا اسم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

لا کو دوسرے اسم کے ساتھ مکرر لانے کی وجہ: یہ ہے کہ تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے چونکہ لا زید فی الدار ولا عمرو تاکید نفی کیلئے اور قوۃ کا عطف حول کے محل پر ہے اور حول حقیقت میں مبتدا ہونے کی وجہ سے محلا مرفوع ہے لہذا قوۃ بھی مرفوع ہوگا معطوف ہونے کی

وجہ سے اس صورت میں بھی دو وجہیں جائز ہیں مفرد کا عطف مفرد پر یا جملہ کا عطف جملہ پر۔

﴿چوتھی بات: لاحول ولاقوۃ جیسی مثال کی اعراب کے اعتبار سے پانچ صورتیں﴾

لَا حَولَ ولَا قُوَّةَ إِلاّ بِاللّٰہِ جیسی مثال میں اعراب کے اعتبار سے پانچ صورتیں جائز ہیں۔

پہلی صورت: لَا حَولَ ولَا قُوَّةَ إِلاّ بِاللّٰہِ دونوں اسم مبنی بر فتحہ پڑھنا اس صورت میں دونوں لائے نفی جنس کے ہونگے اور حول اور قوۃ ان کا اسم ہوگا اور لانفی کا اسم جب نکرہ مفرد ہو تو وہ مبنی بر فتحہ ہوتا ہے۔ اس صورت میں ترکیب کے اعتبار سے دو احتمالات جائز ہیں۔

پہلا احتمال: مفرد کا عطف مفرد پر ہو اور دونوں کی خبر ایک ہو اس صورت میں تقدیری عبارت یوں ہوگی لَاحَوْلَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ وَلَاقُوَّةَ عَلَى الطَّاعَةِ ثَابِتَانِ بِأَحَدٍ إِلَّا بِاللّٰہِ اس مثال میں لاحول مفرد کا عطف ولاقوۃ مفرد پر ہوگا اور ثابتان الا باللہ دونوں کی خبر ہوگی۔

دوسرا احتمال: یہ ہے کہ جملہ کا عطف جملہ پر ہوگا اس صورت میں تقدیری عبارت یہ ہوگی لَاحَوْلَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ ثَابِتٌ بِأَحَدٍ وَلَاقُوَّةَ عَلَى الطَّاعَةِ ثَابِتٌ بِأَحَدٍ إِلَّا بِاللّٰہِ اس صورت میں لاقوۃ جملہ کا عطف لاحول جملہ پر ہوا ہے ان دونوں جملوں کی خبر الگ الگ ہے۔

دوسری صورت: لاحولٌ ولاقوةٌ الاباللّٰہ دونوں اسموں کو مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع پڑھیں گے اس صورت میں دونوں جگہ لا زائدہ ہونگے اس وقت یہ جملہ ایک سوال کے جواب میں واقع ہوگا سوال یہ ہے کہ ابغیر اللّٰہ حولٌ وقوةٌ (یعنی کیا اللہ کے بغیر گناہ سے پھرنا اور عبادت پر طاقت ہے) پس سوال کی مطابقت کی وجہ سے حول وقوۃ مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہیں اس میں بھی دو وجہیں جملہ کا عطف جملہ پر اور مفرد کا عطف مفرد پر ہوسکتا ہے۔

تیسری صورت: لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةً إِلَّا بِاللّٰہ پہلا اسم مبنی بر فتحہ ہوگا اور دوسرے اسم پر نصب آئے گا تنوین کے ساتھ اس صورت میں اول لانفی جنس کا ہوگا اور دوسرا لا زائدہ نفی تاکید ہے اور قوۃ کا عطف حول کے لفظ پر ہوگا اس صورت میں مفرد کا عطف مفرد اور جملہ کا عطف جملہ پر جائز ہے۔

چوتھی صورت: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ ' اول کا فتحہ اور ثانی کا رفع۔ اول کا لا نفی جنس کا ہوگا دوسرا تنوین کے ساتھ مرفوع ہوگا۔ اس میں دوسرے اسم کا لا زائدہ ہے۔

پانچویں صورت: لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اول اسم کو رفع مع التنوین اور دوسرے اسم کو فتحہ اول اسم کو رفع اس بنا پر کہ یہ لا مشبہ بلیس ہے دوسرے کا اس بنا پر کہ یہ لا نفی جنس کا ہے لیکن اول اسم کا رفع ضعیف ہے کیونکہ لا بمعنی لیس کم استعمال ہوتا ہے۔

اس صورت میں عطف جملہ علی الجملہ والی صورت جائز ہے لیکن عطف مفرد علی المفرد والی صورت جائز نہیں ہے اسلئے کہ اس صورت میں دونوں کی خبر ایک ہوتی ہے جبکہ لائے نفی جنس کی خبر منصوب اور مشبہ بلیس کی خبر مرفوع ہوتی ہے، لہٰذا ایک خبر دونوں کی نہیں ہوسکتی ہے۔

وَقَدْ يُحْذَفُ اسْمُ لَا لِقَرِينَةٍ نَحْوُ لَا عَلَيْكَ أَیْ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ.

ترجمہ: اور کبھی کبھی لائے نفی جنس کا اسم کسی قرینہ کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے۔ جیسے لَا عَلَيْكَ یعنی لَا بَأْسَ عَلَيْكَ (تجھ پر کوئی حرج نہیں)۔

کبھی لائے نفی جنس کا اسم قرینہ کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے۔

قرینہ: یہ ہے کہ لَا عَلَيْكَ اصل میں لَا بَأْسَ عَلَيْكَ تھا باس کو قرینہ کی وجہ سے حذف کیا گیا کیونکہ لا حرف ہے اور علیک میں بھی علی حرف جارہ ہے تو حرف پر حرف داخل ہوا ہے جبکہ حرف پر حرف داخل نہیں ہوسکتا معلوم ہوا کہ اس کا اسم محذوف ہے جو کہ باس محذوف ہے۔

﴿خبر مَا و لا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ﴾

فصل: خَبَرُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهِمَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ حَاضِرًا وَإِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ إِلَّا نَحْوُ مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمٌ اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ عَلَى الْاِسْمِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ زِيدَتْ إِنْ بَعْدَ مَا نَحْوُ مَا إِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ بَطَلَ الْعَمَلُ كَمَا رَأَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِ وَهٰذَا لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ اَمَّا بَنُو تَمِيمٍ فَلَا يَعْمَلُونَهُمَا اَصْلًا قَالَ الشَّاعِرُ عَنْ لِسَانِ بَنُو تَمِيمٍ شِعْرٌ وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ = فَأَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ عَلَى الْمُحِبِّ حَرَامٌ، بِرَفْعِ حَرَامٍ.

ترجمہ: ما ولا مشبہتین بلیس کی خبر وہ ہے جو مسند ہو ان دونوں کے داخل ہونے کی بعد جیسے مَازَیدٌ قَائِماً (یعنی زید کھڑا ہونے والا نہیں ہے) لا رَجُلٌ حَاضِراً (یعنی آدمی حاضر نہیں ہے) اور اگر خبر الا کے بعد واقع ہو جیسے مَا زَیدٌ إلاّ قَائِمٌ (یعنی نہیں ہے زید کھڑا ہونے والا) یا خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے مَا قَائِمٌ زَیدٌ یا زیادہ کیا جائے ان کو ما کے بعد جیسے مَا إنْ زیدٌ قَائِمٌ تو ما و لا کا عمل باطل ہو جائیگا جیسے کہ آپ نے مثالوں میں دیکھ لیا اور یہ لغت اہل حجاز کی ہے لیکن بنو تمیم پس وہ ان دونوں کو عمل نہیں دیتے ہیں شاعر نے شعر بنی تمیم کی زبان سے کہا ہے: بعض پتلی کمر والے اپنی نزاکت میں شاخ کی طرح ہوتے ہیں میں نے ان سے کہا اپنا نسب بیان کر تو اس نے جواب دیا کہ عاشق کا قتل کرنا حرام نہیں ہے۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے منصوبات کی بارہویں قسم ما ولا مشبہ بلیس کی خبر کو ذکر فرما رہے ہیں اس فصل میں تین باتیں ذکر کی ہیں:

پہلی بات: ما ولا مشبہ بلیس کی خبر کی تعریف اور مثال۔

دوسری بات: ما اور لا کے عمل کے باطل ہونے کی تین صورتیں۔

تیسری بات: ما اور لا کے عامل بننے اور نہ بننے سے متعلق اہل حجاز اور بنی تمیم مسلک کا اظہار زہیر شاعر کا شعر۔

﴿پہلی بات: ما ولا مشبہ بلیس کی خبر کی تعریف اور مثال﴾

مَا و لا مشبہ بلیس کی خبر وہ ہے جو مسند ہے ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد۔ جیسے مَا زَیدٌ قَائِماً اس میں قائما، ما کی خبر ہے اور مسند ہے ما کہ داخل ہونے کے بعد لہذا یہ منصوب ہوگی۔ لا رَجُلٌ حَاضِراً اس مثال میں حاضر لا کی خبر ہے جو کہ لا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے اور منصوب ہے۔

﴿دوسری بات: ما اور لا کے عمل کے باطل ہونے کی تین صورتیں﴾

پہلی صورت: ما اور لا کے اسم اور خبر کے درمیان لفظ لا ہو تو ما و لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔

جیسے مَا زَیۡدٌ اِلاَّ قَائِمٌ اس مثال میں الا اسم اور خبر کے درمیان میں آنے کی وجہ سے ما نے قائم میں عمل نہیں کیا اس صورت میں اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔

عمل باطل ہونے کی وجہ: یہ ہے کہ یہ ما اور لا لیس کی مشابہت کی وجہ سے عمل کر رہے ہیں اور مشابہت نفی میں ہے لیس کے ساتھ۔ اب جب اس کے بعد الّا آ گیا تو نفی والا معنی ختم ہو گیا اور اثبات والا معنی آ گیا کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب نفی پر نفی داخل ہو جائے تو اثبات پیدا ہو جاتا ہے اور نفی والا معنی ختم ہو جاتا ہے اب جب نفی والا معنی ختم ہو جائے گا تو لیس کے ساتھ مشابہت بھی ختم ہو جائیگی تو ان کا عمل بھی ختم اور باطل ہو جائیگا۔

دوسری صورت: ما و لا مشبہ بلیس کی خبر ان کے اسم پر مقدم ہو جائے تو بھی ان کا عمل باطل ہو جائے گا۔ جیسے مَاقَائِمٌ زَیۡدٌ اس میں قائم جو ما کی خبر ہے وہ اسم پر مقدم کی گئی ہے لہذا ما کا عمل باطل ہو گا اور ما عمل نہیں کریگا۔ پس مَاقَائِمٌ زَیۡدٌ مبتدا خبر ہو نگے۔

عمل باطل ہونے کی وجہ: ما کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنے کی صورت میں ما کا عمل باطل ہو گا کیونکہ ماولا عمل میں ضعیف ہیں اور کمزور ہیں اور صرف اسی وقت عمل کرتے ہیں جب تک اسم اور خبر کی ترتیب باقی رہے خبر کو مقدم کرنے کی صورت میں ترتیب ختم ہو جاتی ہے تو ان کا عمل بھی باطل ہو جائیگا۔

تیسری صورت: ما و لا مشبہتین بلیس اور ان کے اسم کے درمیان لفظ ان کا فصل آ جائے تو پھر بھی ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے اور یہ عمل نہیں کرتے ہیں۔ جیسے ما ان زید قائم اس مثال میں ما اور اس کے اسم کے درمیان ان کا فصل آ گیا ہے لہذا ما کا عمل باطل ہو جائیگا۔

عمل باطل ہونے کی وجہ: ما و لا مشبہ بلیس اور اس کے اسم کے درمیان لفظ ان آ جائے تو اس لئے ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے کہ چونکہ ماولا عمل کرنے میں کمزور ہوتے ہیں لہذا یہ اتصال والی صورت میں تو عمل کرتے ہیں یعنی وہ اپنے اسم کے ساتھ ملے ہوئے ہوں تو اگر ان کے بیچ میں فصل آ جائے تو عمل نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے لہذا یہاں پر بھی ان کی وجہ سے فصل آ گیا ہے جس کیوجہ سے ما کا عمل باطل ہو جائیگا۔

اہل حجاز کا موقف: یہ ہے کہ وہ ماولا کو عمل دیتے ہیں چونکہ ان کی مشابہت لیس کے ساتھ

ہے جس طرح لیس عمل کرتا ہے یہ بھی عمل کرینگے اھل حجاز کی لغت میں قرآن اترا ہے جیسے قرآن میں ہے: مَاهٰذَا بَشَرًا اس میں بشرًا میں ما نے عمل کیا ہے۔

بنوتمیم کا موقف: بنوتمیم والے حضرات ماولا کو عمل نہیں دیتے ہیں بلکہ ماولا داخل ہونے سے پہلے وہ اسم مبتدا اور خبر تھے تو ماولا کے داخل ہونے کے بعد بھی مبتدا وخبر ہونگے۔ مصنفؒ بنوتمیم کا موقف بتانے کیلئے بنوتمیم کے زہیر نامی شاعر کا شعر پیش فرمارہے ہیں کہ اس نے بھی ماولا کو عمل نہیں دیا ہے۔

ترجیح: ترجیح اہل حجاز کو ہے، کیونکہ ان کا استدلال قرآن مجید کی آیت کریمہ ہے۔ مختصراً ما مشابہ بلیس عمل کرتا ہے۔

شعر: وَمُهَفْهَفٍ كَالغُصْنِ قُلتُ لَهُ انْتَسِبْ

فَأجَابَ مَا قَتْلُ المُحِبِّ علی المُحِبِّ حَرامُ

ترجمہ: بہت پتلی کمر والے شاخ کے مانند میں نے ان سے کہا کہ تو اپنا نسب بیان کر پس اس نے جواب دیا کہ محب کو قتل کرنا حرام نہیں ہے۔

شعر کی وضاحت: یہ ہے کہ بعض پتلی کمر والے نزاکت میں مثل شاخ کے تھے میں نے ان سے کہا کہ تو اپنا نسب بیان کر تو اس نے جواب دیا کہ میرے نزدیک محبوب کا محب وعاشق کو قتل کرنا حرام نہیں ہے یعنی میں ان محبوبوں اور معشوقوں میں سے ہوں جن کے ہاں عاشق کا قتل کرنا حرام نہیں تھا۔

محل استشہاد: اس شاعر نے ضمناً اپنا نسب بیان کیا ہے کہ میں بنوتمیم قبیلہ سے ہوں اس طرح کہ حرام کو مرفوع پڑھا حالانکہ پیچھے ما مشبہ بلیس ہے مگر اس نے اس کو عمل نہیں دیا۔

ترکیب شعر: واؤ بمعنی رب حرف جار مُهَفْهَفٍ موصوف، کالغصن بطریقہ کاف بمعنی مثل مضاف الغصن مضاف الیہ ہوا اب مضاف مع مضاف الیہ ملکر صفت ہوا مهفْهَفٍ موصوف کے لیے، اب موصوف مع صفت لفظاً مجرور، محلا مرفوع مبتداء، قلتُ فعل تُ ضمیر بارز فاعل، لهٗ قلتُ سے متعلق ہوا، اب قلتُ فعل مع فاعل اور مع متعلق مل کر قول ہوا، انتسب فعل امر انت ضمیر مستتر ہوکر فاعل ہوا۔ اب انتسب فعل مع فاعل مل کر مقولہ ہوا۔ اب قول مع

المعمول مل کر خبر ہوا اب مبتداء مع الخبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ **فا** عاطفہ **اجاب** فعل، ضمیر مستتر فاعل، **ما** مشابہ بلیس، **قتل المحب** مضاف مع مضاف الیہ مل کر ما کے لیے اسم ہوا، **حرامٌ** خبر ما کے لیے، **ما** مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفعول بہ اجاب کا، اب اجاب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ معطوفہ ہوا۔

﴿اَلْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِي الْمَجْرُورَات﴾

اَلْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِي الْمَجْرُورَاتِ اَلْأَسْمَاءُ الْمَجْرُورُ هِيَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ فَقَطْ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ إِلَيْهِ شَيْءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَ يُعَبَّرُ عَنْ هٰذَا التَّرْكِيبِ فِي الْإِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ جَارٌّ وَالْمَجْرُوْرُ اَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ تَقْدِيْرُهٗ غُلَامٌ لِزَيْدٍ وَيُعَبَّرُ عَنْهُ فِي الْإِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ مُضَافٌ وَمُضَافٌ إِلَيْهِ وَيَجِبُ تَجْرِيدُ الْمُضَافِ عَنِ التَّنْوِينِ وَمَا يَقُومُ مَقَامَهٗ وَهُوَ نُوْنُ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ وَغُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُو مِصْرٍ.

ترجمہ: مقصد ثالث مجرورات میں ہے اسمائے مجرورہ فقط مضاف الیہ ہی ہے اور مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو بواسطہ حرف جر کے خواہ حرف جر لفظا موجود ہو جیسے **مَرَرْتُ بِزَيْدٍ** اور اصطلاح میں اس ترکیب کو تعبیر کیا جاتا ہے جار و مجرور کے طور پر یا وہ حرف جر مقدر ہو جیسے **غلام زید** اس کی تقدیری عبارت **غلام لزید** ہے اور اصطلاح میں اس کو مضاف اور مضاف الیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور واجب ہے مضاف کو خالی کرنا تنوین سے اور اس چیز سے جو تنوین کے قائم مقام ہے اور وہ نون تثنیہ اور نون جمع ہیں جیسے **غلام زيدٍ** اور **غلامَا زيدٍ** اور **مُسْلِمو مِصْرٍ**.

وضاحت: مصنفؒ مقاصد ثلاثہ میں سے مرفوعات اور منصوبات کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے مقصد ثالث مجرورات کی بحث کو ذکر فرما رہے ہیں اس میں مصنفؒ نے پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں

پہلی بات: مضاف الیہ کی تعریف۔

دوسری بات: مضاف کا تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی ہونے کا ذکر۔

تیسری بات: اضافت کی اقسام اور اضافت معنویہ کی تعریف اور اس کی اقسام۔

چوتھی بات: اضافت لفظیہ کی تعریف اور اضافت لفظیہ کا تقدیری انفصال پر ہونے کا ذکر اور اضافت لفظیہ میں تخفیف کی صورتیں۔

پانچویں بات: مضاف سے متعلق چند قاعدے۔

پہلی بات: مضاف الیہ کی تعریف

مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف نسبت کی گئی ہو کسی شئی کی (خواہ وہ شئی فعل ہو یا اسم) بواسطہ حرف جر کے خواہ وہ حرف جر لفظاً موجود ہو۔ جیسے مررت بزیدٍ اور اس کو اصطلاح میں جار مجرور کہتے ہیں خواہ تقدیراً موجود ہو۔ جیسے غلام زیدٍ اصل میں غلامٌ لزیدٍ تھا اس میں لام حرف جر تقدیراً موجود ہے اور اسے نحوی اصطلاح میں مضاف مضاف الیہ کہتے ہیں۔

دوسری بات: مضاف کا تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی ہونے کا ذکر

مضاف کا تنوین اور قائم مقام تنوین (یعنی نون تثنیہ اور نون جمع سالم) سے خالی ہونا واجب ہے

مضاف پر تنوین اور قائم مقام تنوین نہ آنے کی وجہ: یہ ہے کہ تنوین اور قائم مقام تنوین کلمہ کے تام ہونے کی علامت ہیں بخلاف اضافت کے کہ وہ مضاف کا مضاف الیہ کے ساتھ اتصال پیدا کرتی ہے اور اضافت کی وجہ سے مضاف مضاف الیہ کے بغیر ناتمام رہتا ہے لہذا مضاف کا تنوین وقائمقام تنوین سے خالی ہونا ضروری ہے۔

مضاف کا تنوین سے خالی ہونے کی مثال: جَاءَ نِی غُلَامُ زیدٍ اس مثال میں غلام مضاف ہے جو کہ تنوین سے خالی ہے۔

مضاف کا قائم مقام تنوین سے خالی ہونے کی مثال: جیسے جَاءَ نِی غُلَامَا زَیْدٍ اور مُسْلِمُوْ مِصْرٍ ان دونوں میں اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ وجمع گر گیا۔

مضاف کے شروع میں الف لام بھی نہیں ہوتا ہے: کیونکہ یہ بھی کلمہ کے تام ہونے پر دلالت کرتا ہے جو اضافت کے منافی ہے جیسے الغلام کی اضافت جب زید کی طرف کریں گے تو الف لام گر جائیگا۔ غلام زید پڑھا جائیگا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاِضَافَةَ عَلٰی قِسْمَیْنِ مَعْنَوِیَّةٌ وَلَفْظِیَّةٌ اَمَّا الْمَعْنَوِیَّةُ وَهِیَ اَنْ یَّکُوْنَ

اَلْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ إِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ إِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ اَوْ بِمَعْنٰى مِنْ نَحْوُ خَاتَمُ فِضَّةٍ اَوْ بِمَعْنٰى فِي نَحْوُ صَلَاةُ اللَّيْلِ وَفَائِدَةُ هٰذِهِ الإِضَافَةِ تَعْرِيفُ الْمُضَافِ إِنْ أُضِيفَ إِلى مَعْرِفَةٍ كَمَا مَرَّ وتَخْصِيصُه إِنْ أُضِيفَ إِلى نَكِرَةٍ كغُلَامِ رَجُلٍ واَمَّا اللَّفْظِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَكُونَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً إِلى مَعْمُولِهَا وَهِيَ فِي تَقْدِيرِ الانْفِصَالِ نحوُ ضَارِبُ زيدٍ وحَسَنُ الوَجْهِ وَفَائِدَتُهَا تَخْفِيفٌ فِي اللَّفْظِ فَقَطْ.

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ بیشک اضافت دو قسم پر ہے معنویہ اور لفظیہ بہر حال معنویہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ کبھی بمعنی لام ہوگی۔ جیسے غلام زید یا بمعنی من ہوگی جیسے خاتم فضۃ یا بمعنی فی ہوگی۔ جیسے صَلاةُ اللَّيْلِ اور اس اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ مضاف کو معرفہ بنانا ہے اگر اسکی اضافت معرفہ کی طرف ہو جیسے گذر چکا ہے یا اسکو تخصص بنانا ہے اگر اس کی اضافت کی جائے نکرہ کی طرف جیسے غُلَامُ رَجُلٍ اور اضافت لفظیہ پس وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ اضافت لفظیہ معنی کے لحاظ سے تقدیر انفصال میں ہے اور اس کا فائدہ صرف لفظوں میں تخفیف پیدا کرنا ہے۔

﴿تیسری بات: اضافت کی اقسام اور اضافت معنویہ کی تعریف اور اس کی اقسام اور اس کے فائدے﴾

اضافت کی دو اقسام ہیں (۱) اضافت معنویہ (۲) اضافت لفظیہ

اضافت معنویہ کی تعریف: اضافت معنویہ وہ ہے کہ جس میں مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہے۔

(یہاں صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل ہیں۔ اور معمول سے مراد فاعل اور مفعول بہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مضاف صفت نہیں ہوگا بلکہ اسم جامد ہوگا۔)

جس کی مستعمل ہونے کی تین صورتیں ہیں:

۱)...... مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور نہ ہی اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ جیسے غُلَامُ زَيْدٍ اس

مثال میں غلام نہ صیغہ صفت ہے اور نہ ہی اپنے معمول کی طرف مضاف ہے (یعنی فاعل یا مفعول کی طرف بلکہ غلام اسم جامد ہے)

۲)...... مضاف صیغہ صفت ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو۔ کریمُ البلد اس مثال میں کریم صیغہ صفت ہے جو کہ البلد کی طرف مضاف ہے معمول کی طرف مضاف نہیں اسلئے کہ بلد نہ تو اس کا فاعل ہے اور نہ ہی مفعول بہ ہے بلکہ اس کا ظرف ہے چنانچہ کرم البلد کہنا درست نہیں کیونکہ شہر کریم نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ البلد کریم کیلئے فاعل نہیں بن سکتا ہے۔

۳)...... مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ جیسے ضرب الیوم

اضافت معنویہ کی اقسام:

پہلی قسم: اضافت لامیہ۔

دوسری قسم: اضافت بیانیہ۔

تیسری قسم: اضافت فویہ۔

اضافت لامیہ: سے مراد یہ ہے کہ جہاں مضاف مضاف الیہ کی جنس سے نہ ہو بلکہ مبائن ہو اور مضاف کیلئے ظرف بھی نہ بنے۔ جیسے غلام زید اصل میں غلام لزید۔

اضافت بیانیہ: سے مراد یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف کے جنس سے ہو جس پر مضاف صادق آئے اس پر مضاف الیہ بھی صادق آئے۔ جیسے خاتمُ فضۃٍ اصل میں خاتم من فضۃ تھا چونکہ اس میں من مقدر ہے اس لئے اس کو اضافت منّیہ اور بیانیہ بھی کہتے ہیں۔

اضافت فویہ: سے مراد یہ ہے کہ مضاف مضاف الیہ کیلئے ظرف ہو خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان۔ جیسے صلوۃ الیل یہ اصل میں تھا صلوۃ فی الیل چونکہ اس میں فی مقدر ہے اس لئے اسکو اضافت فویہ اور ظرفیہ بھی کہتے ہیں۔

﴿اضافت معنویہ کے فائدے﴾

فائدہ ۱: اضافت معنویہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے چنانچہ اگر مضاف الیہ معرفہ ہے تو مضاف بھی معرفہ ہو جائیگا اگرچہ وہ نکرہ ہو۔ جیسے غُلامُ زیدٍ اس مثال میں غلام نکرہ تھا یعنی کوئی بھی غلام

زید معرفہ کی طرف اس کی اضافت کی وجہ غلام جو نکرہ تھا وہ بھی معرفہ بن گیا۔

فائدہ ۲: اضافت معنویہ تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اگر مضاف الیہ نکرہ ہے تو مضاف میں تخصیص پیدا ہوجائیگی پس مضاف پہلے بہت سے افراد کو شامل تھا اب تھوڑے افراد کو شامل ہوگا۔ جیسے غُلامُ رجلٍ اس مثال میں غلام نکرہ تھا مرد کا غلام ہو یا عورت کا آگے رجل کی طرف اضافت کیوجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہوئی یعنی عورت کا غلام نہیں ہے بلکہ مرد کا غلام ہے اس میں تخصیص آگئی اور افراد کم ہوگئے اب صرف مرد کے غلام کو شامل ہے۔

﴿چوتھی بات﴾

﴿اضافت لفظیہ کی تعریف اور اضافت لفظیہ کا تقدیرا انفصال پر ہونے کا ذکر اور اضافت لفظیہ میں تخفیف کی صورتیں﴾

اضافت لفظیہ کی تعریف: اضافت لفظیہ وہ صیغہ صفت ہے جو اپنے معمول (یعنی فاعل یا مفعول) کی طرف مضاف ہو۔

﴿اضافت لفظیہ کا تقدیرا انفصال پر ہونے کا ذکر﴾

اضافت لفظیہ میں بظاہر تو مضاف مضاف الیہ کا اتصال ہے لیکن حقیقت میں انفصال ہے کیونکہ مضاف الیہ باعتبار معنی فاعل ہوکر مرفوع ہے یا مفعول بہ ہوکر منصوب ہے حقیقت میں مجرور نہیں ہے جیسے ضاربُ زیدٍ اصل میں معنی کے اعتبار سے ضاربٌ زیدًا تھا اب مضاف مضاف الیہ کا اتصال ہوتا ہے لیکن اس مثال میں زید معنی کے اعتبار سے مفعول واقع ہے لہذا معنی کے اعتبار سے انفصال ہے اب اضافت کے بعد ضارب زید ہوا یہی مطلب ہے اضافت لفظیہ معنی کے اعتبار سے تقدیرا انفصال میں ہونے کا اگرچہ بظاہر لفظاً اتصال لگ رہا ہے۔

﴿اضافت لفظیہ میں تخفیف کی صورتیں﴾

اضافت لفظی کا فائدہ یہ ہے کہ وہ صرف لفظوں میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں: ۱۔ مضاف میں تخفیف ۲۔ مضاف الیہ میں تخفیف ۳۔ مضاف مضاف الیہ دونوں میں تخفیف

۱)...... صرف مضاف میں تخفیف کرے گی جس سے تنوین اور نون تثنیہ گر جاتے ہیں۔ جیسے ضاربُ زیدٍ اصل میں ضاربٌ تنوین کے ساتھ تھا اسی طرح ضاربا زیدٍ اور ضاربو زیدٍ مضاف سے نون اعرابی گرا کر تخفیف کا فائدہ دیا۔

۲)...... صرف مضاف الیہ میں تخفیف ہوگی اس طور پر کہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہو کر صیغہ صفت مضاف میں مستتر ہو جائے گی۔ جیسے القائم الغلام اصل میں تھا القائم غلامه پس غلامه سے ہ ضمیر کو تخفیف کیلئے حذف کر کے قائم میں مستتر مان لی اور قائم کو اسکی طرف مضاف کر دیا۔

۳)...... تخفیف مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں ہو۔ جیسے حسن الوجه یہ اصل میں تھا حسن وجهه تھا تو مضاف سے تنوین حذف کی اور مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کیا۔

فائدہ: صیغہ صفت مضاف اس وقت ہوتا ہے جب وہ الف لام پر تکیہ پکڑا ہو لہذا القائم میں الف لام آیا۔

وَاعْلَمْ اَنَّکَ إِذَا أَضَفْتَ الْإِسْمَ الصَّحِيحَ أوِ الجَارِيَ مَجرَى الصَّحِيحِ إلى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كُسِرَتْ آخِرَه وَاَسْكَنْتَ اليَاءَ أوْ فَتَحْتَهَا كغُلَامِيْ وَ دَلْوِي وَظَبْيِيْ وَإنْ كَانَ آخِرُ الاسْمِ اَلِفًا تَثْبُتُ كَعَصَايَ وَرَحَايَ خِلَافًا لِلْهُذَيْلِ كَعَصِيَّ وَرَحِيَّ وَإنْ كَانَ آخِرُ الاسْمِ يَاءً مَكْسُورًا مَاقَبْلَهَا أُدْغِمَتَ اليَاءَ فِي اليَاءِ وَفَتَحْتَ اليَاءَ الثَّانِيَةَ لِئَلَّا يَلْتَقِيَ السَّاكِنَانِ تَقُولُ فِي قَاضِي قَاضِيَّ وإنْ كَانَ آخِرُهُ وَاوًا مَضْمُومًا مَاقَبْلَهَا قَلَبْتَهَا يَاءً وَعَمِلْتَ كَمَا عَمِلْتَ الآنَ تَقُوْلُ جَاءَنِي مُسْلِمِيَّ وَ فِي الأسْمَاءِ السِّتَّةِ مُضَافَةً إِلى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ اخِي وَابِي و حَمِي وهَنِي وَفِيَّ عِنْدَ الاَكْثَرِ وَ فَمِيْ عِنْدَ قَوْمٍ وَ ذُوْلا يُضَافُ إلى مُضْمَرٍ اَصْلاً وَقَوْلُ القائلِ شِعر إنَّمَا يَعْرِفُ ذا الفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ شَاذٌّ وإذا قَطَعْتَ هذِهِ الْاَسْمَاءَ عَنِ الإضَافَةِ قُلْتَ أَخٌ وأَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ و ذُولا يُقْطَعُ عَنِ الإضَافَةِ اَلْبَتَّةَ هٰذَا كُلُّهُ بِتَقْدِيرِ حَرْفِ الجَرِّ اَمَّا مَا يُذْكَرُ فِيهِ حَرْفُ الجَرِّ لَفظاً فَسَيَأْتِيكَ فِي القِسْمِ الثَّالِثِ إنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالى۔

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ بیشک جب تو اضافت کرے اسم صحیح یا جاری مجریٰ صحیح کی یاء متکلم کی طرف تو کسرہ دے اس کے آخر کو اور ساکن کر دے یاء کو تو فتحہ ہے جیسے غُلامِي اور دَلْوِي اور ظَبْيِي اور اگر اسم کا آخر الف ہو تو ثابت رکھا جائیگا جیسے عصاي اور رحاي اس میں ھذیل کا اختلاف ہے جیسے عَصِيَّ، رَحِيَّ اور اگر اسم کے آخر میں یاء ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو تو یاء کو یاء میں مدغم کریگا اور دوسری یاء کو فتحہ دیگا تا کہ دو ساکن اکٹھے نہ ہوں جیسے تو کہے قَاضِي کو قَاضِيَّ اور اگر اسم کے آخر میں ایسا واو ہو جس کا ماقبل مضموم ہو تو تبدیل کریگا واو کو یاء کے ساتھ اور یاء کو یاء میں مدغم کرے گا تو کہے گا جاء نی مُسْلِمِيَّ اور اسماء ستہ مکبرہ جب وہ مضاف ہوں یاء متکلم کی طرف تو کہے گا أَخِي وَأَبِي و حَمِي و هَنِي فِيَّ اکثر کے ہاں اور فمي ایک قوم کے ہاں اور ذو کو ضمیر کی طرف بالکل مضاف نہیں کیا جاتا ہے اور قائل کا قول شعر إِنَّمَا يَعْرِفُ ذا الفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ (بیشک لوگوں میں سے فضیلت والے آدمی کو فضیلت والا ہی جانتا ہے) شاذ ہے جب ان اسماء کو اضافت سے کاٹا جائے گا تو کہے گا اخ اور اب اور حم اور ھن اور فم اور ذو مقطوع عن الاضافۃ نہیں ہوتا قطعاً یہ ساری تفصیل حرف جر کی تقدیر کے ساتھ ہے لیکن وہ مضاف الیہ جس میں حرف جر کا ذکر کیا جائے لفظاً بس عنقریب اس کی تفصیل قسم ثالث میں آئیگی إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالیٰ.

﴿پانچویں بات: مضاف سے متعلق چند قاعدے﴾

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے مضاف کے چند قاعدے ذکر فرما رہے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱: جس وقت اسم صحیح اور جاری مجریٰ صحیح کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی جائے تو یا کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ دیا جائے گا اور یا کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے اور یا پر فتحہ پڑھنا بھی جائز ہے ساکن تو اسلئے کہ سکون میں تخفیف ہے اور فتحہ اس لئے کہ یا پر فتحہ پڑھنا بھی خفیف ہے کیونکہ یہ اخف الحرکات ہے۔

اسم صحیح کی مثال: غلامی اب اس مثال میں یاء پر سکون اور فتحہ دونوں پڑھنا جائز ہے۔

جاری مجریٰ صحیح کی مثال: دلوی اور ظبیی ان دونوں مثالوں میں بھی یاء کو سکون اور فتحہ دونوں

اعراب دے سکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر۲: اگر اسم مضاف کے آخر میں الف ہو خواہ وہ تثنیہ کا ہو یا الف مقصورہ وغیرہ کا ہو جب اس کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو تو اسمیں دو قول ہیں ۔(۱) جمہور کا (۲) امام ھذیل کا

جمہور: کہتے ہیں کہ الف کو اپنے حال پر باقی رکھ کر یاء پر فتحہ پڑھیں گے کیونکہ یاء کو ساکن رکھیں تو الف اور یاء کے درمیان التقائے ساکنین آجائے گا اور الف گر جائیگا جو کہ صحیح نہیں ہے جیسے عصای اور رحای

امام ھذیلؒ: کہتے ہیں کہ الف کو یاء سے تبدیل کریں گے اور یاء کو یاء میں ادغام کریں گے اور یاء پر فتحہ پڑھیں گے کیونکہ اگر ساکن رکھیں تو التقائے ساکنین کی وجہ سے پہلی یاء گر جائے گی جو کہ صحیح نہیں ہے جیسے عصی اور رحی

قاعدہ نمبر۳: اگر مضاف کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو یعنی اسم منقوص ہو تو اسکو جب یاء متکلم کی طرف مضاف کریں تو دو حرف ایک جنس کے جمع ہونے کی وجہ سے یاء کو یاء میں ادغام کریں گے اور دوسری یاء پر فتحہ پڑھیں گے تا کہ التقائے ساکنین نہ آئے۔ جیسے قَاضِی سے قَاضِیَّ

قاعدہ نمبر۴: اگر مضاف کے آخر میں واو ماقبل مضموم ہو جب اس کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی جائے تو اس میں واو کو یا سے بدل دیں گے اور یاء کو یاء میں ادغام کر دیں گے اور یاء پر فتحہ پڑھیں گے اور یاء سے پہلے والے حرف کو کسرہ دیں گے کیونکہ یاء اپنے ماقبل کسرہ چاہتا ہے۔ جیسے مسلِمِیَّ

قاعدہ نمبر۵: اگر اسمائے ستہ مکبرہ مضاف ہوں یاء متکلم کی طرف تو ان میں سے پہلے چار اسماء اب، اخ، حم، ھن کو بالاتفاق ابی، اخی، ھنی، حمی پڑھیں گے یعنی یاء کی تخفیف کے ساتھ پڑھیں گے ان کے آخر میں جو واو تھی وہ مضاف ہونے کے بعد بھی واپس نہیں آئے گی کیونکہ کثرت استعمال تخفیف کو چاہتا ہے۔ اور فم کو اکثر حضرات کے ہاں فِیَّ پڑھا جاتا ہے ایک قوم

کے ہاں فمی پڑھا جاتا ہے۔

فائدہ: فمٌ اصل میں فوہ تھا کیونکہ اس کی جمع مکسر افواہ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جمع تکسیر اور تصغیر چیز کو اپنے اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے پھر ہا کو خلاف قیاس حذف کر دیا تو فو ہو گیا پھر واو کو خلاف قیاس میم سے تبدیل کیا گیا کیونکہ واو اور میم دونوں قریب المخرج ہیں۔ اگر واو کو میم سے نہ بدلیں اور اس واو پر اعراب جاری کر دیں تو واو ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے واو الف سے تبدیل ہو جائیگی پھر جب اس کی اضافت غیر یاء متکلم کی طرف کی جائے تو التقائے ساکنین کی وجہ سے الف حذف ہو جائیگا تو اسم معرب ایک حرف پر باقی رہ جائیگا اور ایک حرف والا معرب نہیں ہوتا ہے لہذا یہ ناجائز ہے پس واو کو میم سے تبدیل کریں گے تو عدم اضافت کی صورت میں فم پڑھا جائیگا لیکن جب اس کی اضافت کی جائے یاء متکلم کی طرف تو واو جو میم سے بدلی تھی پھر واپس آ جائیگی پھر اس واو کو یاء سے تبدیل کر کے یاء متکلم میں مدغم کر دیں گے پھر یا کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ دیں گے تو فیّ ہو جائے گا اکثر حضرات کے ہاں اضافت کی صورت میں واو کو واپس اس لئے لایا جاتا ہے کہ اس کے محذوف ہونے کا سبب التقائے ساکنین ہے اور وہ سبب اب باقی نہیں رہا لہذا یہ اصل کی طرف لوٹ آئے گی۔

لیکن ایک قوم کے ہاں واو کو واپس نہیں لایا جائیگا بلکہ موجودہ حالت کو دیکھ کر فمی پڑھیں گے دوسرے اسماء کی طرح۔

ذو: اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا کیونکہ ذو اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اس اسم جنس کو نکرہ کی صفت بنائے جیسے جاءَنِی رَجُلٌ ذُو مَالٍ چونکہ ضمیر اسم جنس نہیں لہذا اگر ضمیر کی طرف مضاف ہوگا تو خلاف وضع لازم آئیگا۔

قول القائل: مصنفؒ قول القائل سے ایک شعر پیش کر کے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں

سوال: یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا یہ غلط ہے کیونکہ شاعر کے ایک شعر کے مصرعہ میں ذو کی اضافت ضمیر کی طرف ہو رہی ہے جیسے إِنَّمَا يَعْرِفُ ذاالفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ

جواب: مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ شاذ ہے یعنی ایسا کرنا قلیل ہے کہ اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

شعر کا ترجمہ: بیشک لوگوں میں سے فضیلت والے آدمی کو فضیلت والا ہی جانتا ہے۔

ذو اور باقی اسمائے ستہ مکبرہ میں دو فرق ہیں:

۱)...... ذو صرف اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں جبکہ دیگر اسماء ضمیر کی طرف بھی مضاف ہوتی ہیں۔

۲)...... یہ ہے کہ ذو بغیر اضافت کے استعمال نہیں ہوتا ہے۔

اسمائے ستہ مکبرہ سے اضافت ختم کی جائے تو پڑھنے کا طریقہ:

جب اسمائے ستہ مکبرہ سے اضافت ختم کردی جائے یعنی ان اسماء کو کسی کی طرف مضاف نہ کیا جائے تو اب اخ وغیرہ کہا جائیگا لیکن ذو سے اضافت ختم نہیں ہوتی ہے ذو بغیر اضافت کے استعمال نہیں ہوتا ہے کیونکہ اسکی وضع ہی اسی لئے کی گئی ہے کہ اسم جنس کی طرف مضاف ہوکر اس کو نکرہ کی صفت بنائے۔

ھذا کلہ: یہ ساری تفصیل حرف جر کی تقدیر کی صورت میں تھی لیکن وہ اضافت جس میں حرف جر لفظوں میں مذکور ہو اس کی تفصیل عنقریب قسم ثالث میں آئیگی انشاء اللہ۔

﴿ خاتمہ توابع کی بحث میں ﴾

اَلْخَاتِمَةُفِی التَّوَابِعِ: اِعْلَمْ أَنَّ الَّتِی مَرَّتْ مِنَ الأَسْمَاءِ الْمُعْرَبَةِ کَانَ إِعْرَابُھا بِالأَصَالَةِ بِأَنْ دَخَلَتْھاالعَوَامِلُ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ فَقَدْ یَکُونُ إِعْرَابُ الاسْمِ بِتَبَعِیَّةِ مَا قَبْلَهُوَیُسَمّٰی اَلتَّابِعَ لأَنَّهُ یَتْبَعُ مَا قَبْلَهُ فِی الإِعْرَابِ وَھُوَ کُلُّ ثَانٍ مُعْرَبٍ بِأَعْرَابِ سَابِقِهِ مِنْ جِھَةٍوَاحِدَةٍوَالتَّوَابِعُ خَمْسَةُأَقْسَامٍ النَّعْتُ وَالعَطْفُ بِالْحُرُوفِ وَالتَّاکِیدُوَالْبَدَلُ وعَطْفُ الْبَیَانِ .

ترجمہ: جان لو کہ بے شک وہ اسمائے معربہ جو پہلے گذر چکے ہیں ان کا اعراب بالاصالۃ تھا اس طور پر کہ ان پر عوامل داخل ہوتے ہیں جو کہ مرفوعات، منصوبات اور مجرورات میں سے ہیں اور کبھی کبھی اسم کا اعراب اپنے ماقبل کے تابع ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کا نام تابع رکھا جاتا ہے

اس لئے کہ وہ اسم اعراب میں اپنے ماقبل والے کا تابع ہوتا ہے۔ اور وہ (تابع) ہر وہ دوسرا ہے جو سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہو ایک جہت سے اور توابع کی پانچ قسمیں ہیں نعت اور عطف بالحرف اور تاکید اور بدل اور عطف بیان۔

وضاحت: مصنفؒ مقاصد ثلثہ یعنی مرفوعات، منصوبات اور مجرورات کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے خاتمہ کو ذکر فرما رہے ہیں اور خاتمہ میں توابع کی بحث کو ذکر فرما رہے ہیں مقاصد ثلثہ یعنی مرفوعات، منصوبات اور مجرورات چونکہ معربات اصلیہ ہیں یعنی ان پر عامل داخل ہوتا ہے اور وہ رفع یا نصب یا جر دیتا ہے اسلئے ان کو پہلے ذکر فرمادیا اور معربات تبعیہ یعنی جس پر اعراب عامل کے داخل ہونے سے نہیں آتے بلکہ وہ اپنے سے پہلے والے اسم کے تابع ہوتے ہیں اور جو اعراب پہلے والے اسم پر آتا ہے تو تابع پر بھی وہی اعراب آتا ہے اسی لئے اسکا نام تابع رکھا تو ان کو بعد میں ذکر فرما رہے ہیں۔

کیونکہ اصل تابع پر مقدم ہوتا ہے اس لئے مرفوعات، منصوبات، مجرورات کو توابع پر مقدم کر دیا۔

مصنف رحمہ اللہ یہاں سے کل سات باتیں ذکر فرما رہے ہیں:

پہلی بات: تابع کی تعریف اور توابع کی اقسام۔

دوسری بات: نعت کی تعریف اسکی وضاحت اور مثالیں۔

تیسری بات: صفت بحال متبوع میں صفت اور موصوف کے درمیان دس چیزوں میں مطابقت کا ذکر۔

چوتھی بات: صفت بحال متعلق موصوف میں صفت اور موصوف میں پانچ چیزوں کی مطابقت کا ذکر۔

پانچویں بات: صفت کے فائدے۔

چھٹی بات: موصوف جب نکرہ تو اس کی صفت جملہ خبریہ لانے کا ذکر۔

ساتویں بات: ضمیر کا موصوف اور صفت نہ بننے کا ذکر۔

﴿پہلی بات﴾

تابع کی تعریف: تابع ہر وہ دوسرا اسم ہے جو اعراب میں اپنے سے پہلے والے اسم کے موافق ہو ایک ہی جہت سے۔

مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دونوں اسموں کا اعراب ایک جہت سے ہو اس طور پر کہ اگر پہلے اسم پر رفع فاعل ہونے کی جہت آیا سے ہے تو دوسرے اسم میں بھی جو کہ تابع ہے فاعل ہونے کی جہت سے رفع آئے گا اگر پہلے والے اسم میں نصب مفعولیت کی جہت سے ہے تو دوسرے اسم پر بھی اسی جہت سے نصب آیگا۔ جیسے جاء نی زیدٌ العالمُ اس مثال میں زید فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع اور العالم تابع ہے تو یہ بھی فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

توابع کی اقسام: توابع کی پانچ اقسام ہیں۔

۱۔نعت ۲۔عطف بالحرف ۳۔تاکید ۴۔بدل ۵۔عطف بیان

﴿توابع کی پہلی قسم نعت﴾

فصلٌ: اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلَى مَعْنًى فِي مَتْبُوعِهِ نَحْوُ جَاءَنِي رَجُلٌ عَالِمٌ أَوْ فِي مُتَعَلِّقِ مَتْبُوعِهِ نَحْوُ جَاءَنِي رَجُلٌ عَالِمٌ أَبُوهُ وَيُسَمّٰى صفةً ايضاً۔ اَلْقِسْمُ الاوّلُ يَتْبَعُ مَتْبُوعَهُ فِي عَشَرَةِ اَشْيَاءَ فِي الإِعْرَابِ و التَّعْرِيفِ و التَّنْكِيرِ والإِفْرادِ وَ التَّثْنِيَةِ وَ الجَمْعِ و التَّذْكِيرِ والتَّانِيثِ نَحْوُ جاءَنِي رَجُلٌ عالِمٌ وَرَجُلانِ عالِمانِ وَرِجَالٌ عالِمُونَ وَ زَيْدُنِ العَالِمُ وَامْرَأَةٌ عالِمَةٌ والقِسْمُ الثَّانِيُ إِنَّمَا يَتْبَعُ مَتْبُوعَهُ فِي الْخَمْسَةِ الأُوَلِ فَقَطْ أَعْنِي الإِعْرابَ وَالتَّعْرِيفَ والتَّنْكِيرَ كقَولِهِ تَعَالٰى مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا.

ترجمہ: نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں ہو۔ جیسے جَاءَنِي رَجُلٌ عَالِمٌ (یعنی میرے پاس ایسا آدمی آیا جو کہ عالم ہے) یا ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع کے متعلق میں ہو جیسے جَاءَنِي رَجُلٌ عَالِمٌ أَبُوهُ (یعنی میرے پاس ایسا شخص آیا جس کا باپ عالم ہے) اور اس کا نام صفت بھی رکھا جاتا ہے۔ اور قسم اول (یعنی صفت بحال موصوف) اپنے متبوع کے تابع ہوتا ہے دس چیزوں میں اعراب میں، تعریف وتنکیر میں، افراد، تثنیہ، جمع میں اور تذکیر و تانیث میں جیسے جاءنی

رَجُلٌ عالِمٌ رَجُلانِ عالِمانِ وَ رِجَالٌ عالِمُونَ وَزَيْدُ العَالِمُ وَامْرَأةٌ عالِمَةٌ اورقسم ثانی (یعنی صفت بحال متعلق موصوف) اپنے متبوع کے تابع ہوتا ہے اول پانچ چیزوں میں یعنی میری مراد اعراب میں اور تعریف وتنکیر میں۔ جیسے اللہ کا فرمان ہے مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا.

﴿دوسری بات﴾

نعت کی تعریف: نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں ہو یا ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع کے متعلق میں ہو۔ نعت کو صفت بھی کہتے ہیں۔

اب صفت کی دو صورتیں ہیں: (۱) صفت بحالہ (۲) صفت بحال متعلقہ

صفت بحالہ کی مثال: جیسے جَاءَنِي رَجُلٌ عَالِمٌ آیا میرے پاس ایسا شخص آیا جو کہ عالم ہے اس مثال میں رجل موصوف ہے اور عالم اس کی صفت ہے اب یہاں عالم صفت اس معنی پر دلالت کر رہا ہے جو اس کے متبوع رجل میں ہے۔ یعنی آدمی کوئی عام آدمی نہیں ہے بلکہ وہ عالم ہے۔

صفت بحال متعلق موصوف کی مثال: جیسے جَاءَنِي رَجُلٌ عَالِمٌ أَبُوهُ آیا میرے پاس ایسا شخص جسکا باپ عالم ہے اس مثال میں عالم صفت ہے جو رجل متبوع کا متعلق ابوہ پر دلالت کر رہا ہے یعنی میرے پاس جو شخص آیا اس کا باپ کوئی عام آدمی نہیں ہے بلکہ وہ عالم ہے۔

﴿تیسری بات﴾

صفت بحالہ میں موصوف اور صفت کے درمیان دس چیزوں میں مطابقت ضروری ہے اعراب میں یعنی رفع، نصب، جر میں، تعریف وتنکیر میں، تذکیر وتانیث میں، افراد، تثنیہ اور جمع میں۔

مثالیں: رفع میں مطابقت کی مثال: قَامَ رَجُلٌ عَالِمٌ، نصب میں مطابقت کی مثال: رَأَيْتُ رَجُلاً عَالِماً، جر میں مطابقت کی مثال: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ عَالِمٍ.

اور افراد، تثنیہ جمع میں مطابقت کی مثالیں:

مفرد میں مطابقت کی مثال: جاءَنِي رَجُلٌ عالِمٌ اس میں رجل اور عالم دونوں مفرد ہیں۔

تثنیہ میں مطابقت کی مثال: جاءَنِي رَجُلانِ عالِمانِ رجلان اور عالمان دونوں تثنیہ ہیں۔

جمع میں مطابقت کی مثال: جاءنی رجالٌ عالمونَ اس میں رجال اور عالمون دونوں جمع ہیں

تعریف وتذکیر میں مطابقت کی مثال: جیسے زَیْدٌ العَالِمُ ہے یہاں زید بھی معرفہ ہے اور مذکر ہے اور العالم صفت معرف باللام کی وجہ سے معرفہ ہے اور مذکر ہے۔

تنکیر وتانیث میں مطابقت کی مثال: امراۃ عالمۃ. (ایک عالمہ عورت) اس مثال میں امراۃ نکرہ ہے اور مونث ہے اور عالمۃ بھی نکرہ ہے اور مونث ہے۔

﴿چوتھی بات﴾

دوسری قسم صفت بحال متعلق موصوف (یعنی جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع کے متعلق میں موجود ہو) میں موصوف اور صفت کے درمیان پانچ چیزوں میں مطابقت ضروری ہے اور وہ پانچ چیزیں یہ ہیں اعراب میں یعنی رفع نصب جر میں اور تعریف وتنکیر میں۔

مثال: اللہ تعالی کا فرمان ہے مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا (یعنی اس قریہ سے کہ اس کے رہنے والے ظالم ہیں) اس مثال میں الْقَرْيَةِ موصوف ہے اور الظَّالِمِ صفت ہے اور أَهْلُهَا اسکا فاعل ہے اب یہاں اعراب میں مطابقت ہے کہ الْقَرْيَةِ اور الظَّالِمِ دونوں پر جر ہے اور دونوں معرفہ ہیں پس پانچ میں سے دو میں مطابقت پائی گئی۔

وَفَائِدَةُ النَّعْتِ تَخْصِيْصُ الْمَنْعُوْتِ إِنْ كَانَا نَكِرَتَيْنِ مِثْلُ جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَ تَوْضِيْحُه إِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْن نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ الفَاضِلُ وَقَدْيَكُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ وَالْمَدْحِ نَحْوُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلذَّمِّ نَحْوُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّأْكِيدِ نَحْوُ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ واعلم اَنَّ النَّكِرَةَ تُوصَفُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ أَبُوْهُ عَالِمٌ اَوْ قَامَ اَبُوْهُ وَالْمُضْمَرُ لَايُوْصَفُ وَلَايُوْصَفُ بِه.

ترجمہ: اور نعت کا فائدہ منعوت (یعنی متبوع) کی تخصیص ہے بشرطیکہ موصوف وصفت دونوں نکرہ ہوں جیسے جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اور اگر دونوں معرفہ ہوں تو متبوع کو واضح کرتا ہے جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ الفَاضِلُ اور صفت کبھی محض ثناء ومدح کیلئے آتی ہے۔ جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور کبھی محض ذم کیلئے آتی ہے جیسے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اور کبھی محض تاکید کیلئے آتی ہے جیسے نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ اور جان لو کہ بے شک نکرہ کی صفت جملہ خبریہ کے ساتھ لائی جا سکتی ہے۔

جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْهُ عَالِمٌ اَوْقَامَ اَبُوْهُ اور مضمر موصوف ہوتا ہے اور نہ صفت واقع ہوتا ہے۔

﴿پانچویں بات: صفت کے فائدے﴾

فائدہ ۱: صفت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ جب موصوف اور صفت دونوں نکرہ ہوں تو صفت کی وجہ سے موصوف میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ عَالِمٌ اس مثال میں موصوف اور صفت دونوں نکرہ ہیں پس رجل موصوف میں عموم تھا (یعنی ایک آدمی) عالم اس کی صفت نکرہ لانے کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوئی یعنی میرے پاس کوئی عام آدمی نہیں آیا ہے بلکہ ایسا آدمی آیا ہے جو عالم ہے۔

فائدہ ۲: صفت کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ موصوف اور صفت دونوں معرفہ ہوں تو صفت کی وجہ سے موصوف کی وضاحت ہو جاتی ہے جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ الفَاضِلُ اس مثال میں زید موصوف ہے اور معرفہ ہے اور الفاضل صفت ہے اور معرفہ ہے اب یہاں صفت موصوف کی وضاحت کر رہی ہے وہ اس طرح کہ زید میں پہلے اجمال تھا کہ زید سے مراد کونسا زید ہے الفاضل صفت کی وجہ سے اس کی وضاحت ہو گئی کہ وہ زید جو فاضل ہے۔

فائدہ ۳: صفت کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ کبھی صفت محض موصوف کی ثناء وحمد کیلئے آتی ہے اور کوئی دوسرا مقصد نہیں ہوتا ہے جیسے بس بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اس مثال میں لفظ اللہ موصوف ہے اور الرحمٰن صفت اول، اور الرحیم صفت ثانی ہے اب یہاں صفت صرف ثناء وحمد کا فائدہ دے رہی ہے۔

فائدہ ۴: صفت کا چوتھا فائدہ یہ ہے کہ صفت بسا اوقات محض ذم یعنی مذمت کیلئے آتی ہے۔ جیسے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اب اس مثال میں الشَّيْطَان موصوف ہے اور الرَّجِيم صفت ہے جو موصوف کے ذم کیلئے لائی گئی ہے۔

فائدہ ۵: صفت کا پانچواں فائدہ یہ ہے کہ صفت کبھی محض تاکید کیلئے لائی جاتی ہے اور اس کا فائدہ موصوف کی تاکید ہوتی ہے جیسے نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ (ایک بار پھونکنا) اس مثال میں وحدت والی صفت نفحۃ کی ۃ سے سمجھی جا رہی ہے پس نفحۃ کا معنی ہوا ایک نفحۃ اب واحدۃ اس کی صفت

لائی گئی تو یہ اس کی تاکید کیلئے ہوگی۔

چھٹی بات: موصوف جب نکرہ ہو تو اسکی صفت جملہ خبریہ ہوگی

وضاحت: مصنفؒ کی اس عبارت میں تین باتیں سمجھ میں آرہی ہیں

پہلی بات: نکرہ کی صفت جملہ خبریہ آسکتی ہے

دوسری بات: نکرہ کی صفت جملہ انشائیہ وغیرہ نہیں آسکتی

تیسری بات: معرفہ کی صفت جملہ خبریہ نہیں آسکتی ہے۔

پہلی بات: یہ کہ نکرہ کی صفت جملہ خبریہ آسکتی ہے۔ قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ جملہ خبریہ صفت نہ بنے کیونکہ موصوف کا صفت کے ساتھ ربط ضروری ہے مگر پھر بھی خلاف قیاس جملہ خبریہ کو صفت بنانا درست ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جملہ خبریہ بھی مفرد کی طرح ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو متبوع میں پایا جاتا ہے چونکہ جملہ خبریہ صدق و کذب کی صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور وہ جملہ صفت بن سکتا ہے جو صدق و کذب کی صفت کے ساتھ متصف ہو۔

دوسری بات: یہ کہ نکرہ کی صفت جملہ انشائیہ نہیں بن سکتی کیونکہ وہ صدق و کذب کے ساتھ متصف نہیں ہوتا ہے لہذا نکرہ کی صفت نہیں بن سکتا۔

تیسری بات: یہ ہے کہ معرفہ کی صفت جملہ خبریہ نہیں آسکتی ہے اس کی وجہ وہی ہے کہ جملہ خبریہ بحیثیت جملہ ہونے کے نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اب اگر معرفہ کی صفت بنائیں گے تو موصوف صفت کے درمیان تعریف و تنکیر میں مطابقت نہیں رہے گی۔

نکرہ کی صفت جملہ خبریہ آسکتی ہے پس جملہ خبریہ اسمیہ اور فعلیہ پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے مصنفؒ نے جملہ خبریہ اسمیہ کی بھی مثال ذکر کی ہے اور جملہ خبریہ فعلیہ کی مثال بھی ذکر کی ہے۔

نکرہ کی صفت جملہ اسمیہ خبریہ کی مثال: جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ أَبُوهُ قَائِمٌ (یعنی میں گذرا ایسے آدمی کے پاس سے کہ اس کا باپ عالم ہے) اس مثال میں ابوہ مبتدا اور عالم خبر ہے مبتدا خبر ملکر جملہ خبریہ ہوکر رجل موصوف کیلئے صفت بن رہی ہے۔

نکرہ کی صفت جملہ فعلیہ خبریہ کی مثال: جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ قَامَ أَبُوهُ. (میں گذرا ایسے آدمی

کے پاس سے کہ کھڑا ہے اس کا باپ) اس مثال میں رجل موصوف ہے قام فعل ہے ابوہ اس کا فاعل ہے فعل فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صفت واقع ہے رجل موصوف کیلئے۔

﴿ساتویں بات: ضمیر کا موصوف اور صفت نہ بننے کا ذکر﴾

وضاحت: ضمیر نہ تو موصوف واقع ہو سکتی ہے اور نہ ہی کسی کی صفت۔ موصوف اس لئے نہیں ہوتی کہ ضمیر متکلم ومخاطب اعرف المعارف ہیں معرفہ کی قسموں میں سے سب سے زیادہ واضح ہیں پس جب ضمیر خود واضح ہے تو یہ اپنی توضیح کیلئے صفت کی محتاج نہیں ہے جب یہ صفت کی محتاج نہیں تو یہ موصوف بھی نہیں بن سکتی ہے۔

اور ضمیر نہ صفت واقع ہو سکتی ہے اس لئے کہ ضمیر معنی متبوع پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ذات پر دلالت کرتی ہے اور وصف کیلئے ضروری ہے کہ اس معنی پر جو متبوع میں پایا جاتا ہے دلالت کرے۔

﴿توابع کی دوسری قسم عَطف بِالحُرُوف﴾

فصلٌ: اَلْمَعْطُوْفُ بِالْحُرُوفِ تَابِعٌ يُنْسَبُ إِلَيْهِ مَانُسِبَ إِلى مَتْبُوعِهِ وكِلَاهُمَا مَقْصُودَانِ بِتِلْكَ النِّسْبَةِ ويُسَمّٰى عَطْفَ النَّسَقِ وشَرْطُهُ أنْ يَكُوْنَ بَيْنَهُ وبَيْنَ مَتْبُوعِهِ أَحَدُ حُرُوفِ العَطْفِ وسَيَأْتِي ذِكْرُهَا فِيْ القِسْمِ الثَّالِثِ إنْ شاءَ اللّٰهُ تعالى نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو وَإِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيرِ المَرْفُوعِ المُتَّصِلِ يَجِبُ تَأْكِيدُهُ بِالضَّمِيرِ المُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُ أَنَا وَزَيْدٌ إِلَّا إِذَا فُصِلَ نَحْوُ ضَرَبْتُ اليَومَ و زَيْدٌ وإذا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيرِ المَجْرُورِ يَجِبُ إِعَادَةُ حَرْفِ الجَرِّ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيدٍ.

ترجمہ: عطف بالحروف وہ تابع ہے کہ اس کی طرف وہ چیزیں منسوب کی جائیں جو اس کے متبوع کی جانب منسوب کی گئی ہیں اور دونوں اس نسبت سے مقصود ہوتے ہیں اور اس کا نام عطف نسق رکھا گیا ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عاطفہ میں سے کوئی ایک حرف مذکور ہو اور اس کا ذکر انشاءاللہ تعالیٰ قسم ثالث میں آئے گا۔ جیسے قام زید وعمرو. اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو اسکی تاکید ضمیر منفصل کے ذریعہ لانا

واجب ہے۔ جیسے ضَرَبْتُ أنا وَزیدٌ لیکن جب کہ دونوں کے درمیان فصل کیا جائے (تو ضمیر منفصل کالانا ضروری نہیں ہے) جیسے ضَرَبْتُ الیَومَ و زَیدٌ. اور جب ضمیر مجرور متصل پر کسی اسم ظاہر کا عطف کیا جائے تو وہاں معطوف پر حرف جر کا اعادہ ضروری ہے جیسے مَرَرْتُ بِکَ وَبِزَیدٍ.

وضاحت: مصنفؒ توابع میں سے نعت کو ذکر فرمانے کے بعد اب یہاں سے توابع کی دوسری قسم کو بیان فرما رہے ہیں اور وہ ہے عطف بالحروف۔ اس فصل میں کل پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: عطف بالحروف کی تعریف،

دوسری بات: عطف بالحروف کی شرط،

تیسری بات: ضمیر مرفوع متصل اور ضمیر مجرور متصل پر کسی چیز کا عطف کرنے کا قاعدہ،

چوتھی بات: معطوف کا حکم اور عطف کے جائز ہونے کیلئے ایک قاعدہ،

پانچویں بات: دو مختلف عاملوں کے دو مختلف معمولوں پر عطف جائز ہونے کا ذکر۔

﴿پہلی بات: عطف بالحروف کی تعریف﴾

عطف بالحرف کی تعریف: عطف بالحرف وہ تابع ہے کہ اس کی طرف وہ چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

تابع اور متبوع دونوں اس نسبت سے مقصود ہوتے ہیں اور اس کا نام نسق بھی رکھا جاتا ہے۔

﴿دوسری بات عطف بالحروف کی شرط﴾

تابع معطوف بالحرف کی شرط یہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عاطفہ میں سے ایک حرف ضرور ہو۔ اور ان حروف عاطفہ کا بیان انشاء اللہ تیسری قسم میں آئیگا۔ مثال: جیسے قَامَ زَیدٌ وَعَمرٌو (یعنی زید اور عمرو کھڑے ہوئے ہیں) اس مثال میں عمرو کا عطف زید پر ہے۔

پس زید متبوع و معطوف علیہ ہے واو حرف عطف ہے اور عمرو تابع معطوف ہے اور قیام ایک شی ہے جس کی نسبت زید متبوع کی طرف کی گئی ہے اور اسی کی نسبت عمرو تابع کی طرف بھی کی گئی ہے اور زید اور عمرو دونوں کا قیام یعنی کھڑا ہونا مقصود ہے۔

﴿تیسری بات: ضمیر مرفوع متصل اور ضمیر مجرور متصل پر کسی چیز کا عطف کرنے کا قاعدہ﴾

ضمیر مرفوع متصل پر عطف کے جائز ہونے کا قاعدہ: جب ضمیر مرفوع متصل پر اسم ظاہر کا عطف کیا جائے تو اس ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ لانا ضروری ہے خواہ وہ ضمیر مرفوع متصل مستتر ہو یا بارز۔

ضمیر مرفوع متصل بارز کی مثال: ضَرَبْتُ أَنا وَزیدٌ (یعنی مارا ہے میں نے اور زید نے) اس مثال میں ت ضمیر مرفوع متصل بارز پر زید اسم ظاہر کا عطف ہے اب یہاں عطف کرنے سے پہلے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے ذریعہ لائی گئی ہے جو کہ انا ہے۔

ضمیر مرفوع متصل مستتر کی مثال: اُسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (یعنی تو اور تیری بیوی جنت میں رہو) اس مثال میں اسکن فعل میں انت ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے اس پر اسم ظاہر وزوجک کا عطف کیا گیا ہے لیکن عطف سے پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ذریعہ تاکید لائی گئی ہے جو کہ انت ہے۔

﴿ضمیر مرفوع متصل پر اسم ظاہر کا عطف کیلئے ضمیر مرفوع منفصل کی تاکید لانے کی وجہ﴾

اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل کا فعل کے ساتھ شدید اتصال ہوتا ہے اس شدید اتصال کی وجہ سے یہ ضمیر فعل کا جزو بنتی ہے اور جزو غیر مستقل ہوتا ہے اور معطوف مستقل ہے اب اگر یہاں بغیر تاکید کے عطف کریں تو مستقل کا غیر مستقل پر عطف کرنا لازم آئیگا جو کہ ناجائز ہے چونکہ مستقل اقویٰ ہوتا ہے اور غیر مستقل اضعف اور اقویٰ کا عطف اضعف پر جائز نہیں ہے۔

إلّا إذا فُصِّلَ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر ضمیر مرفوع متصل اور اسم ظاہر کے درمیان فاصلہ ہو تو پھر تاکید لانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ فاصلہ تاکید کے قائم مقام ہے۔ جیسے ضَرَبْتُ الیَومَ و زَیدٌ اس مثال میں ضربت کی ت پر زید کا عطف جائز ہے کیونکہ ان کے مابین الیوم کا فاصلہ آ گیا ہے یہ فاصلہ ہی بمنزلہ تاکید کے ہے۔

﴿ضمیر مجرور متصل پر عطف جائز ہونے کا قاعدہ﴾

اور جب ضمیر مجرور متصل پر کسی اسم کا عطف کیا جائے تو وہاں معطوف پر حرف جر کا اعادہ ضروری ہے

حرف جر کے اعادہ کی وجہ: حرف جر کے ساتھ اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر مجرور متصل حرف جر کے ساتھ شدید اتصال کی وجہ سے بمنزلہ جزو کے ہے اور بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہے اور جزو غیر مستقل ہوتا ہے اب اگر بغیر اعادہ حرف جر کے عطف کریں گے تو مستقل کا غیر مستقل پر عطف کرنا لازم آیگا اور قوی کا ضعیف پر عطف کرنا لازم آیگا جو کہ نا جائز ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَعْطُوفَ فِی حُکْمِ الْمَعْطُوفِ عَلَیهِ أعنِیْ إذا کَانَ الأوَّلُ صِفَةً لِشَیْءٍ أَوْخَبَراً لِاَمرٍأَوْصِلَةً أَوْحالاً فَالثَّانِی کَذٰلِکَ ایضًاوَالضَابِطَةُفِیهِ اِنَّهٗ حَیْثُ یَجُوزُأنْ یُقَامَ الْمَعْطُوفُ مَقَامَ الْمَعْطُوفِ عَلَیْهِ جَازَ الْعَطْفُ وَحَیْثُ لَافَلَا والْعَطْفُ عَلٰی مَعْمُولَیْ عَامِلَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ جَائِزٌإن کَانَ الْمَعْطُوفُ عَلَیْهِ مَجْرُوراًمُقَدَّماًوالْمَعْطُوفُ کَذٰلِکَ نَحْوُ فِی الدَّارِ زَیْدٌ والْحُجْرَةِ عَمْرٌو وَفِی هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِمَذْهَبَانِ اٰخَرَانِ وَهُمَااَنْ یَجُوزَ مُطْلَقًا عِنْدَالْفَرَّاءِ وَلَایَجُوزُ مُطْلَقًا عِنْدَسِیْبَوَیه.

ترجمہ: بے شک معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے میری مراد یہ ہے کہ جب اول (یعنی معطوف علیہ) صفت ہوگا کسی چیز کیلئے یا خبر ہو کسی چیز کی یا صلہ ہو یا حال ہو تو دوسرا (یعنی معطوف) بھی اسی طرح ہوگا اور ضابطہ اس سلسلے میں یہ ہے کہ جس جگہ پر معطوف کو معطوف علیہ کا قائم مقام کرنا جائز ہوگا وہاں عطف بھی جائز ہوگا اور جس پر معطوف کو معطوف علیہ کا قائم مقام بنانا جائز نہیں ہوگا وہاں عطف بھی جائز نہیں ہوگا۔ دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر عطف جائز ہے اگر معطوف علیہ مجرور مقدم ہو اور معطوف بھی اسی طرح ہو جیسے **فِی الدَّار زَیْدٌ والْحُجْرَةِ عَمْرٌو** (یعنی گھر میں زید ہے اور حجرۃ میں عمرو) اور اس مسئلہ میں دو مذہب اور ہیں اور وہ یہ ہیں کہ یہ عطف جائز ہے فراء کے نزدیک خواہ مجرور مرفوع منصوب پر مقدم ہو یا مؤخر اور امام سیبویہ کے نزدیک مطلقا جائز نہیں۔

﴿چوتھی بات: معطوف کا حکم اور عطف کے جائز ہونے کیلئے ایک قاعدہ﴾

معطوف کا حکم: یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اگر معطوف علیہ کسی چیز کی صفت ہو یا خبر ہو یا صلہ یا حال ہو تو معطوف بھی اسی طرح صفت بنے گا یا خبر بنے گا یا صلہ بنے گا یا

حال بنے گا۔

مثالیں: صفت کی مثال: جاء نی زیدٌ العالمُ والعاقلُ اس مثال میں العالم جو کہ معطوف علیہ ہے یہ زید کی صفت ہے تو العاقل جو کہ معطوف ہے یہ بھی زید کی صفت ثانی ہے۔

خبر کی مثال: زیدٌ عالمٌ و شاعرٌ۔ اس مثال میں عالم جو کہ معطوف علیہ ہے یہ زید کی پہلی خبر ہے تو شاعر جو کہ معطوف ہے یہ زید کی دوسری خبر ہے۔

صلہ کی مثال: قام الذی صَامَ و صَلّٰی اس مثال میں صام جو کہ معطوف علیہ ہے وہ الذی اسم موصول کا صلہ ہے تو صلی جو کہ معطوف ہے وہ بھی الذی کا صلہ ہے۔

حال کی مثال: قَعَدَ زیدٌ مشدودًا و مضروبًا (یعنی بیٹھا ہے زید اس حال میں وہ بندھا ہوا اور مارا ہوا ہے) اس مثال میں زید ذوالحال ہے اور مشدودًا جو کہ معطوف علیہ ہے وہ اس کا حال ہے تو مضروبًا جو کہ معطوف ہے وہ بھی زید کا حال ہوگا۔

عطف جائز ہونے کا ضابطہ: مصنفؒ یہاں سے ایک ضابطہ ذکر فرما رہے ہیں کہ عطف کرنا کب جائز ہوگا چنانچہ ضابطہ یہ ہے کہ عطف وہاں جائز ہوگا جہاں معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ میں رکھنا جائز ہو اور جہاں معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ میں رکھنا جائز نہ ہو وہاں عطف بھی جائز نہ ہوگا۔ اس لئے کہ جو چیز کسی کے قائم مقام ہوتی ہے تو اس کا حکم اصل والا ہوتا ہے۔

معطوف معطوف علیہ کے قائم مقام نہ ہونے کی وجہ سے عطف جائز نہ ہونے کی مثال:

مَا زیدٌ بقائمٍ او قائمًا ولا ذاهبٌ عمرٌو (یعنی نہیں ہے زید کھڑا ہونے والا اور نہیں عمرو جانے والا) اس مثال میں ما زید قائما ایک جملہ ہے اور ولا ذاهب عمرو دوسرا جملہ ہے اب یہاں ولا ذاهب عمرو کا عطف ما زید قائما پر جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہاں معطوف معطوف علیہ کے قائم مقام نہیں بن سکتا ہے وہ اس طرح کہ جملہ ثانی ولا ذاهب عمرو میں لا ذاهب خبر مقدم ہے عمرو مبتدا مؤخر ہے اسی لئے ذاهب مرفوع ہے اب اگر ہم اس جملہ کا عطف پہلے جملے پر کرتے ہیں تو اس صورت میں ولا ذاهب کا عطف قائما پر ہوگا جو کہ ما مشبہ بلیس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تو اب عطف کی وجہ سے ولا ذاهب کو بھی منصوب

پڑھا جائیگا اور خبر کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ خبر میں ایک ضمیر کا ہونا لازمی ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے اب یہاں قائما جو کہ جملہ اولی میں خبر واقع ہے اس میں تو ضمیر ہے جو زید کی طرف لوٹ رہی ہے لیکن ولا ذاھب میں ضمیر موجود نہیں ہے جو کہ معطوف ہے لہذا معطوف معطوف علیہ کے قائم مقام نہ ہونے کی وجہ سے جملہ ثانیہ کا عطف جملہ اولی پر جائز نہ ہوگا کیونکہ **لا ذاھب** کا فاعل اسم ظاہر عمرو کی شکل میں ہے۔

﴿پانچویں بات: دو مختلف عاملوں کے دو مختلف معمولوں پر عطف جائز ہونے کا ذکر﴾

ایک حرف عطف کے ذریعے سے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف کرنا اس شرط پر جائز ہے کہ معطوف علیہ میں معمول مجرور مقدم ہو مرفوع یا منصوب پر اور معطوف میں بھی اسی طرح معمول مجرور، مرفوع یا منصوب پر مقدم ہو۔

مثال: جیسے **فِی الدَّار زَیْدٌ والحُجْرَۃِ عَمْرٌو** اسمیں الحجرۃ کا عطف ہے الدار پر الدار مجرور ہے فی عامل کی وجہ سے۔ اور عمرو کا عطف ہے زید پر اور زید مرفوع ہے۔ اس کا عامل ابتداء ہے یہاں دو عامل ہیں ایک فی اور دوسرا ابتدا ان کے دو معمول ہیں فی کا معمول الدار اور ابتدا کا معمول زید ہے ان دو مختلف عاملوں کے دو مختلف معمولوں پر دو اسموں یعنی الحجرۃ اور عمرو کا عطف جائز ہے اور یہ عطف ایک حرف واو کے ذریعے کیا جارہا ہے عطف کی شرائط موجود ہونے کی وجہ سے عطف جائز ہے۔

اس مثال میں معطوف علیہ اور معطوف میں مجرور معمول مقدم ہے مرفوع پر لہذا یہ عطف جائز ہے۔

اس مسئلہ میں دو مذہب اور ہیں: امام فراء کے نزدیک مطلقا عطف جائز ہے، خواہ مجرور، مرفوع اور منصوب پر مقدم ہو یا مؤخر، وہ اسے پہلی صورت پر قیاس کرتے ہیں۔

اور سیبویہ کے نزدیک یہ عطف مطلقا ناجائز ہے معمول مجرور مقدم ہو یا مؤخر کیونکہ ایک حرف عطف ایک عامل کے قائم مقام ہوسکتا ہے دو عاملوں کے قائمقام نہیں ہوسکتا ہے اپنے ضعف کی وجہ سے چنانچہ سیبویہ کے نزدیک **فی الدار زید والحجرۃ عمرو** میں واو کے بعد فی مقدر ہے اصل میں عبارت یوں ہے **وفی الحجرۃ عمرو** اب جملہ کا عطف جملہ پر ہوگا دو مختلف

عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف نہیں ہوگا۔

﴿توابع کی تیسری قسم تاکید﴾

فصلٌ: اَلتَّاکِیدُ تَابِعٌ یَدُلُّ عَلٰی تَقْرِیرِ المَتْبُوعِ فِی مانُسِبَ أَوْ عَلٰی شُمُولِ الحُکْمِ لِکُلِّ فردٍ مِنْ أَفْرَادِ المَتْبُوعِ والتَّأْکِیدُ عَلی قِسْمَینِ لَفْظِیٌّ وهُوَ تَکْرِیرُ اللَّفْظِ الأَوَّلِ نَحْوُ جَاءَنِی زَیْدٌ زَیْدٌ وجَاءَ جَاءَ زَیْدٌ ومَعْنَوِیٌّ وهُوَ بِألفَاظٍ مَعْدُودَةٍ وهِیَ النَّفْسُ وَ العَیْنُ لِلوَاحِدِ والمُثَنّی والمَجْمُوعِ بِاخْتِلافِ الصِّیغَةِ وَالضَّمِیرِ نحو جاءَنِی زَیْدٌ نَفْسُهُ والزَّیْدانِ اَنْفُسُهُما اَوْ نَفْسَاهُما وَ الزَّیْدُونَ أَنْفُسُهُمْ وکذلِک عَیْنُهُ وأَعْیُنُهُما أَوْ عَیْنَاهُمَا وأَعْیُنُهُمْ جَاءَتْنِی هِنْدٌ نَفْسُها وجَاءَتْنِی الهِنْدَانِ أَنْفُسُهُمَا أَوْ نَفْسَاهُمَا وجَاءَتْنِی الهِنْداتُ أَنْفُسُهُنَّ کِلاَ وَ کِلْتا لِلْمُثَنّی خَاصَّةً نَحْوُ قَامَ الرَّجُلانِ کِلاَهُمَا وقَامَتِ المَرْأَتَانِ کِلْتاهُمَا وکُلٌّ و أَجْمَعُ و أَکْتَعُ وأَبْتَعُ وأَبْصَعُ لِغَیْرِ المُثَنّی بِاخْتِلافِ الضَّمِیرِ فِی کُلِّ والصِّیغَةِ فِی البَوَاقِی تَقُولُ جَاءَنِی القَوْمُ کُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ أَکْتَعُونَ أَبْتَعُونَ أَبْصَعُون وقَامَتِ النِّساءُ کُلُّهُنَّ جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ.

ترجمہ: تیسری فصل: تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کی تقریر و تائید پر دلالت کرتا ہے، اس چیز میں جو متبوع کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ یا حکم کی شمولیت پر متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کیلئے، اور تاکید کی دو قسمیں ہیں: اول تاکید لفظی، وہ پہلے لفظ کو مکرر لانا ہے، جیسے جاء نی زیدٌ زیدٌ، دوسری مثال: جاء جاء زیدٌ دوسری قسم تاکید معنوی ہے، تاکید معنوی وہ تاکید ہے جو چند مخصوص الفاظ کے ذریعے لائی جاتی ہے۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں، نفسٌ، عینٌ واحد تثنیہ و جمع کے لئے ان کے صیغوں اور ضمیروں کی تبدیلی کے ساتھ جیسے جاء نی زید نفسهٗ والزیدانِ انفسهما وجاء نی الزَّیدون انفسهم اسی طرح عَینهٗ واَعْیُنُهُمَا وعَیْنَاهُمَا واَعْیُنُهُمْ بھی ہے، اور مؤنث کی مثال: جائتنی هندٌ نَفْسُهَا، جائتنی الهندان انفسهما یا نفساهُما، اور جائتنی الهنداتُ انفُسُهُنَّ اور کلا و کلتا خاص کر تثنیہ کیلئے آتے ہیں جیسے قام الرَّجُلانِ کلاهما اور قَامَتِ المراَتَانِ کِلْتَا هُمَا اور کُلٌّ اور أَجْمَعُ اور أَکْتَعُ اور أَبْتَعُ اور أَبْصَعُ یہ

الفاظ غیر مثنی (یعنی مفرد اور جمع) کیلئے آتے ہیں کل کی ضمیر کی تبدیلی اور باقی چار الفاظ کے صیغوں کی تبدیلی کے ساتھ جیسے تو کہے گا جَاءَنِی الْقَوْمُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ أَكْتَعُونَ أَبْتَعُونَ أَبْصَعُونَ وقَامَتِ النِّسَاءُ كُلُّهُنَّ جُمَعُ كُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ.

وضاحت: مصنفؒ توابع میں سے دو قسموں یعنی صفت اور عطف بالحرف سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں تابع کی تیسری قسم تاکید کو ذکر فرما رہے ہیں اس فصل میں مصنف چھ باتیں ذکر فرما رہیں:

پہلی بات: تاکید کی تعریف۔

دوسری بات: تاکید کی اقسام اور مثالیں۔

تیسری بات: الفاظ تاکید کا ذکر اور انکا مفرد تثنیہ جمع ہونے کے اعتبار سے استعمال۔

چوتھی بات: ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین کے ذریعے سے لانے کا طریقہ۔

پانچویں بات: لفظ کل اور اجمع کو بطور تاکید لانے کا قاعدہ۔

چھٹی بات: اکتع، ابتع، ابصع سے متعلق ایک قاعدہ۔

﴿پہلی بات: تاکید کی تعریف﴾

تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے پکا اور ثابت کرنے پر دلالت کرے اس چیز میں جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے یا متبوع کے افراد میں سے ہر فرد کیلئے حکم شامل ہونے پر دلالت کرے۔

﴿دوسری بات: تاکید کی اقسام اور مثالیں﴾

تاکید کی اقسام: تاکید کی دو قسمیں ہیں ا۔ تاکید لفظی ۲۔ تاکید معنوی۔

تاکید لفظی: وہ ہوتی ہے کہ پہلے لفظ کو تکرار کے ساتھ ذکر کریں چاہے وہ لفظ اسم ہو یا فعل یا حرف

اسم کی مثال: جَاءَنِی زَیْدٌ زَیْدٌ، **فعل کی مثال:** جَاءَ جَاءَ زَیْدٌ، **حرف کی مثال:** إنَّ إنَّ زَیْداً قائِمٌ

تاکید معنوی: تاکید معنوی وہ ہوتی ہے جو مفہوم اور معنی کے اعتبار سے متبوع کی تاکید کرے۔

اور وہ چند مخصوص الفاظ ہیں جن کی تعداد نو ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) نفس (۲) عین (۳) کلا (۴) کلتا (۵) اجمع (۶) اکتع (۷) ابتع (۸) ابصع (۹) کل

﴿ تیسری بات: الفاظ تاکید معنوی کا استعمال واحد تثنیہ جمع کے اعتبار سے ﴾

نفس اور عین کا استعمال: یہ دونوں لفظ واحد، تثنیہ اور جمع تینوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

ان کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے متبوع کے تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی (یعنی نفس اور عین) تبدیل ہوتے ہیں اور انکے ساتھ ضمیر بھی تبدیل ہوتی ہے۔

اگر متبوع مذکر مفرد ہو تو یہ بھی مفرد ہوتے ہیں اور انکی ضمیر بھی مفرد ہوگی اور اگر متبوع تثنیہ ہو تو یہ بھی تثنیہ ہونگے اور انکی ضمیریں بھی تثنیہ ہونگی، اور اگر متبوع جمع ہو تو یہ خود بھی جمع ہوں گے اور ان کی ضمیریں بھی جمع ہوں گی۔

متبوع مذکر کی مثالیں: متبوع مفرد کی مثال: جاءَنِی زَیْدٌ نَفْسُہ (یعنی آیا میرے پاس زید بذات خود) اس مثال میں زید متبوع مفرد ہے لہذا لفظ نفس کو مفرد لایا گیا اور ہ ضمیر بھی اسی کے مطابق مفرد لائی گئی ہے۔ جاءَنِی زَیْدٌ عَیْنُہ اس مثال کو پہلی مثال پر قیاس کریں۔

متبوع تثنیہ کی مثال: تثنیہ میں نحویوں کا اختلاف ہے جمہور کے ہاں تثنیہ کی تاکید کیلئے نفس اور عین کا صیغہ جمع کا ہوگا البتہ ضمیر تثنیہ کی ہوگی۔ جمہور کے مذہب کے اعتبار سے مثال یوں ہوگی جاء نی الزیدان اَنْفُسَھُمَا یا جاء نی الزیدان اَعْیُنَھُمَا اس میں انفس اور اعین جمع کا صیغہ ہے جبکہ متبوع تثنیہ اور ضمیر تثنیہ ہے۔

اس میں بعض نحوی حضرات کے ہاں صیغہ بھی تثنیہ کا ہوگا اور ضمیر بھی تثنیہ کی ہوگی۔

مثال: جاء نی الزیدان نَفْسَاھُمَا یا جاء نی الزیدان عَیْنَاھُمَا یہ اصل میں نفسان اور عینان تھا تو اضافت کی وجہ سے نون گر گیا تو نفساھُمَا اور عَیناھُمَا ہوگیا۔

متبوع جمع کی مثال: جمع کیلئے بالاتفاق صیغہ بھی جمع کا ہوگا اور ضمیر بھی جمع کی ہوگی۔

جاء نی الزیدون اَنْفُسُھُمْ یا اَعْیُنُھُمْ

متبوع مؤنث کی مثالیں: مذکر کیلئے ضمیر بھی مذکر اور مؤنث کیلئے ضمیر بھی مؤنث ہوگی صیغہ میں تبدیلی نہیں آتی ہے۔

مفرد مؤنث کی مثالیں: جیسے جاءَتْنِی ھِنْدٌ نَفْسُھَا (آئی ھندہ بذات خود) اس میں نفس

اپنے حال پر ہے باقی فعل اور ضمیر مؤنث لائی گئی۔

تثنیہ کی مثالیں: جاءَ تنی الھندان اَنْفُسُھُمَا یاانفُسَاھُمَا

جمع کی مثال: جاءَ تنی الھندات اَنْفُسُھُنَّ .

نوٹ: لفظ عین کی مثالوں کو نفس کی مثالوں پر قیاس کریں۔

کلا اور کلتا کا استعمال: کلا اور کلتا یہ دونوں تثنیہ کیلئے خاص ہیں کیونکہ ان کا معنی ہی تثنیہ والا ہے۔ کلا مذکر کیلئے آتا ہے اور کلتا مونث کیلئے آتا ہے۔

مذکر کی مثال: قامَ الرَّجُلاَنِ کلاھما، **مونث کی مثال:** قَامَتِ المرأتَانِ کِلْتَا ھُمَا

فائدہ: کلا اور کلتا بغیر اضافت کے استعمال نہیں ہوتے ہیں۔

کل اجمع اکتع ابتع ابصع کا استعمال: ان الفاظ کا استعمال تثنیہ کے لئے نہیں ہوتا ہے بلکہ مفرد کیلئے یا جمع کیلئے ہوتا ہے۔

کل اور اجمع، اکتع، ابتع، ابصع میں فرق: لفظ کل اور باقی چار الفاظ میں فرق یہ ہے کہ کل متبوع کے تبدیل ہونے سے نہیں بدلتا، یعنی متبوع مفرد ہو یا جمع، مذکر ہو یا مؤنث لفظ کل میں کوئی تبدیلی اور اختلاف پیدا نہیں ہوتا، بلکہ متبوع کے اعتبار سے ضمیر میں تبدیلی آئیگی اگر متبوع مذکر ہے تو ضمیر بھی مذکر اور متبوع اگر مؤنث ہو تو ضمیر بھی مؤنث لائی جائیگی، اسی طرح متبوع اگر مفرد ہو تو ضمیر بھی مفرد اور متبوع اگر جمع ہو تو ضمیر بھی جمع لائی جائیگی۔

مثالیں: متبوع مفرد مذکر کی مثال: قَرَأتُ الکتابَ کُلَّه، متبوع مفرد مؤنث کی مثال: قرأت الصحیفۃَ کُلَّھَا، متبوع جمع مذکر کی مثال: جاء القومُ کُلُّھُمْ، متبوع جمع مونث کی مثال: قَامَتِ النِّسَاءُ کُلُّھُنَّ ان تمام مثالوں میں لفظ کل میں کوئی تبدیلی نہیں آئی بلکہ متبوع کے اعتبار سے ضمیریں بدلتی رہی ہیں۔

اور اجمع اکتع ابتع ابصع یہ چار الفاظ متبوع کے تبدیل ہونے سے یہ بھی تبدیل ہوجاتے ہیں جبکہ ان کی ضمیروں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی ہے یہی فرق ہے لفظ کل اور ان چار الفاظ کے مابین ہے۔

مثالیں: متبوع مذکر مفرد کی مثال: اِشتَرَیْتُ العبدَ اجمعُ اکتعُ ابتعُ ابصعُ.

متبوع مؤنث مفرد کی مثال: اِشتَرَیْتُ الجاریةَ جمعاءَ و کتعاءَ وبتعاءَ وبصعاءَ

متبوع جمع مذکر کی مثال: جاء نی القومُ کُلُّهُمْ اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون.

متبوع مونث جمع کی مثال: جیسے قَامَتِ النّساءُ کُلُّهُنَّ جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ

وَإذا أَرَدْتَ تَـأْكِيدَ الضَّمِيرِ المَرْفُوعِ المُتَّصِلِ بِالنَّفْسِ و العَيْنِ يَجِبُ تَأْكِيدُه بِضَمِيرِ المُنْفَصِلِ نحو ضَرَبْتَ أَنْتَ نَفْسُکَ وَلا یُؤَکَّدُ بِکُلٍّ وَاَجْمَعَ اِلَّا مَالَهٗ اجزاءٌ وَاَبْعَاضٌ یَصِحُّ اِفْتِرَاقُهَا حِسًّا کَالْقومِ او حکمًا کما تقولُ اشتریتُ العبدَ کُلَّهٗ ولا تقولُ اکرمتُ العبد کُلَّهٗ وَاعْلَمْ اَنَّ اَکْتَعَ وَابتَعَ وابصَعَ اِتْبَاعٌ لا جَمْعَ وَلَیْسَ لَهَا مَعْنٰی هٰهُنَا بِدُوْنِهٖ وَفَلا یَجُوزُ تَقْدِیْمُهَا عَلٰی اَجْمَعَ وَلَا ذِکْرُهَا بِدُوْنِهٖ.

ترجمہ: اور جب تو ارادہ کرے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین کے ساتھ تو واجب ہے اسکی تاکید ضمیر منفصل سے جیسے ضَـرَبْـتَ اَنْـتَ نَفْسُکَ. تو نے خود اپنے آپ کو مارا۔ اور تاکید نہیں لائی جاتی لفظ کل اور اجمع کے ذریعہ، لیکن اس چیز کی جس میں اجزاء پائے جاتے ہوں، اور ایسے بعض ہوں جن بعض کا ایک دوسرے سے جدا ہونا حسی طور پر صحیح ہو، جیسے قوم یا حکما جدا ہونا صحیح ہو، جیسے اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّهٗ مگر اَکْرَمْتُ الْعَبْدَ کُلَّهٗ نہیں کہہ سکتے۔ اور جان لو کہ بے شک اَکْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ سب کے سب اَجْمَعُ کے تابع ہیں۔ ان کے یہاں کوئی علیحدہ معنی نہیں ہیں۔ سوائے اجمع کے معنی کے لہذا ان سب کا مقدم ہونا اجمع پر جائز نہیں۔ اور نہ ان کا ذکر کرنا اجمع کے بغیر درست ہے۔

﴿چوتھی بات: ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین کے ذریعے لانیکا قاعدہ﴾

قاعدہ یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ لانی ہو تو اس ضمیر کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ لانا واجب ہے جیسے ضَـرَبْـتَ اَنْـتَ نَفْسُکَ اس میں نفس تاکید ہے ضربت کی ضمیر مرفوع متصل کیلئے لہذا اس ضمیر کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائی گئی ہے جو کہ انت ہے۔

ضمیر مرفوع منفصل کی تاکید لانے کی وجہ: یہ ہے کہ اگر ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل

کے ساتھ نہ لائی جائے تو بعض جگہوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئیگا۔ جیسے زیدٌ اَکْرَمَنِي نَفْسَه اس میں معلوم نہیں ہوتا کہ اکرمنی کا فاعل نفسه ہے یا ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے اور نفسہ اس کی تاکید ہے لہذا اس التباس سے بچنے کیلئے ضمیر متصل کیساتھ منفصل کی تاکید لانا ضروری ہے جیسے زیدٌ ضَربَ هُوَ نَفْسُه اس میں ھو ضمیر مستتر کی تاکید پہلے ھو ضمیر منفصل سے لائے اور پھر اس کی تاکید نفسه سے لائے۔

﴿پانچویں بات: لفظ کل اور اجمع کو بطور تاکید لانے کا قاعدہ﴾

لفظ کل اور اجمع کے ساتھ صرف اس چیز کی تاکید لائی جاسکتی ہے جس کے ایسے اجزاء اور ابعاض (یعنی حصے) ہوں جو باعتبار حس (یعنی مشاہدہ) کے ایک دوسرے سے جدا ہوسکتے ہوں جیسے ''القوم'' اب قوم ایسی چیز ہے جس کے ابعاض اور افراد ایک دوسرے سے جدا ہوسکتے ہیں جیسے زید، بکر، خالد وغیرہ لہذا قوم کی تاکید اجمع اور کل کے ساتھ لانا صحیح ہوگا یا وہ اجزاء اور ابعاض باعتبار حکم کے ایک دوسرے سے جدا ہوسکتے ہوں جیسے اِشْتَرَیْتُ الغلامَ کُلَّه (میں نے غلام خریدا پورا) اب العبد ایسی چیز ہے جس کے اجزاء اور ابعاض حساً یعنی بطور مشاہدہ کے تو نہیں ہوسکتے ہیں لیکن حکماً اس کے اجزاء ابعاض ہوسکتے ہیں اس لئے کہ یہ ممکن ہے ایک غلام کا نصف ایک نے خریدا ہو اور دوسرے نصف کو دوسرے شخص نے خریدا ہو۔ لہٰذا العبد کی تاکید اجمع اور کل کے ساتھ لانا درست ہوگا پس یہ درست ہوگا کہ میں نے پورا غلام خریدا۔

احترازی مثال: اور یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ کوئی کہے اَکْرَمْتُ العبدُ کُلَّه (میں نے پورے غلام کا اکرام کیا) اس مثال کے درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکرام کرنے والے کے حکم کے اعتبار سے عبد یعنی غلام کے اجزاء نہیں ہوسکتے ہیں اس طور پر کہ آدھے غلام کا اکرام کیا ہو اور آدھے کا نہ کیا ہو۔ لہذا اس حکم کے اعتبار سے کل اور اجمع کے ساتھ تاکید کا لانا درست نہیں ہے۔

﴿چھٹی بات: اکتع، ابتع، ابصع سے متعلق ایک قاعدہ﴾

اکتع ابتع ابصع یہ تینوں لفظ استعمال میں اجمع کے تابع ہیں جب یہ تاکید کیلئے استعمال ہوتے ہیں تو اجمع کے بغیر استعمال نہیں ہوتے ہیں اور ان کا وہی معنی ہے جو اجمع کا ہے

لہذا ان تینوں الفاظ کو اجمع پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح بغیر اجمع کے ان کا ذکر بھی جائز نہیں ہے۔

﴿توابع کی چوتھی قسم بَدَل﴾

فصل: اَلْبَدَلُ تَابِعٌ يُنْسَبُ إِلَيْهِ مَا نُسِبَ إِلَى مَتْبُوعِهِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ بِالنِّسْبَةِ دُونَ مَتْبُوعِهِ وَأَقْسَامُ الْبَدَلِ أَرْبَعَةٌ بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُولُه مَدْلُولُ الْمَتْبُوعِ نَحْوُ جَاءَنِي زَيْدٌ أَخُوكَ وَبَدَلُ الْبَعْضِ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُولُه جُزْءُ مَدْلُولِ الْمَتْبُوعِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَه وَبَدَلُ الاشْتِمَالِ وَهُوَ مَا مَدْلُولُه مُتَعَلِّقُ الْمَتْبُوعِ كَسُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهُ وَبَدَلُ الْغَلَطِ وَهُوَ مَا يُذْكَرُ بَعْدَ الْغَلَطِ نَحْوُ جَاءَنِي زَيْدٌ جَعْفَرٌ وَرَأَيْتُ رَجُلاً حِمَارًا وَالْبَدَلُ إِنْ كَانَ نَكِرَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ يَجِبُ نَعْتُهُ كَقَوْلِهِ تَعَالَى بِالنَّاصِيَةِ *نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَلا يَجِبُ ذٰلِكَ فِي عَكْسِهِ وَلا فِي الْمُتَجَانِسَيْنِ.

ترجمہ: فصل بدل وہ تابع ہے کہ جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی گئی ہو جس کی اس کے متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہو اور وہی مقصود نسبت ہو نہ کہ اس کا متبوع اور بدل کے اقسام چار ہیں بدل الکل من الکل اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول اور متبوع کا مدلول ایک ہو۔ جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ أَخُوكَ (آیا میرے پاس زید یعنی تیرا بھائی) اور بدل البعض من البعض اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جز ہو۔ جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَه (میں نے زید یعنی اس کے سر کو مارا) اور بدل الاشتمال وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کا متعلق ہو سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهُ (یعنی چھینا گیا ہے زید اس کا کپڑا) اور بدل الغلط اور وہ وہ ہے کہ ذکر کیا جائے غلطی کے بعد جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ جَعْفَرٌ (میرے پاس زید آیا نہیں بلکہ جعفر آیا) رَأَيْتُ رَجُلاً حِمَارًا (میں نے آدمی کو دیکھا نہیں بلکہ گدھے کو دیکھا) اور بدل اگر نکرۃ ہو معرفہ سے تو واجب ہے اس کی صفت لانا جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے بِالنَّاصِيَةِ * نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ اور واجب نہیں ہے اس کے برعکس میں اور نہ ہی متجانسین میں۔

وضاحت: مصنفؒ اس فصل میں توابع کی اقسام میں سے چوتھی قسم بدل کو بیان فرمارہے ہیں۔ اس فصل میں تین باتیں ذکر کی گئی ہیں:

پہلی بات: بدل کی تعریف۔

دوسری بات: بدل کی اقسام۔

تیسری بات: بدل اور مبدل منہ کی معرفہ اور نکرہ کے اعتبار سے صورتیں۔

﴿پہلی بات: بدل کی تعریف﴾

بدل وہ تابع ہے جسکی طرف اس چیز کی نسبت کی گئی ہو جو نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہو اور وہی تابع ہی مقصود نسبت ہو نہ کہ اس کا متبوع۔

﴿دوسری بات: بدل کی اقسام﴾

بدل کے چار اقسام ہیں: (۱) **بدل الکل من الکل** (۲) **بدل البعض من البعض** (۳) **بدل الاشتمال** (۴) **بدل الغلط**

پہلی قسم بدل الکل من الکل: کہ بدل اور مبدل منہ کا مصداق مدلول ایک ہو۔ جیسے جَاءَنِی زَیدٌ أَخُوکَ (آیا میرے پاس زید جو کہ تیرا بھائی ہے) اس مثال میں زید اور اخوک دونوں سے ایک ہی شخص مراد ہے۔

دوسری قسم بدل البعض من الکل: کہ بدل کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزو ہو۔ جیسے ضَرَبْتُ زیدا رأسه (میں نے زید کو مارا اس کے سر پر) اس مثال میں رأس یعنی سر زید کا بعض اور جزو ہے۔

تیسری قسم بدل الاشتمال: کہ بدل کا مدلول مبدل منہ کے متعلقات میں سے ہو یعنی اس سے کوئی تعلق رکھتا ہو۔ جیسے سُلِبَ زَیدٌ ثَوبُهُ (چھینا گیا زید یعنی اس کا کپڑا) اس مثال میں ثوبہ کا زید سے تعلق ہے کہ اس کی ملک میں ہے۔

چوتھی قسم بدل الغلط: کہ مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد اس غلطی کے تدارک اور تلافی کیلئے بدل کو ذکر کیا جائے۔ جیسے جاءنی زیدٌ جعفرٌ (آیا میرے پاس زید نہیں بلکہ جعفر آیا ہے) اس مثال میں زید مبدل منہ ہے اور جعفر بدل الغلط ہے۔

اسی طرح رَأَیتُ رَجلاً حِماراً (میں نے ایک آدمی دیکھا نہیں ایک گدھا دیکھا) اس مثال

میں رجلا مبدل منہ، حمارا بدل الغلط ہے ان دونوں مثالوں میں متکلم نے غلطی سے زید اور رجل کا ذکر کیا ہے۔

وضاحت: مصنفؒ نے بدل اور مبدل منہ کے معرفۃ اور نکرۃ ہونے میں ایک صورت ذکر فرمائی ہے جبکہ اسکی چار صورتیں بنتی ہیں یہاں وہ چاروں صورتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

﴿تیسری بات: بدل اور مبدل منہ کی معرفہ اور نکرہ کے اعتبار سے صورتیں﴾

بدل اور مبدل منہ دونوں کیلئے چار صورتیں جائز ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) دونوں معرفہ ہوں (۲) دونوں نکرہ ہوں (۳) مبدل منہ معرفہ بدل نکرہ (۴) مبدل منہ نکرہ بدل معرفہ ہو۔

مذکورہ صورتوں میں سے تیسری صورت یعنی بدل نکرہ اور مبدل منہ معرفہ ہو تو اس صورت میں بدل کی صفت لانا ضروری ہے کیونکہ نسبت سے مقصود بدل ہوتا ہے اگر بدل نکرہ کی صفت نہ لائیں تو مقصود غیر مقصود سے انقص اور کمتر ہونا لازم آئیگا لیکن جب بدل نکرہ کی صفت لائی جائے تو نکرہ مخصصہ ہو کر معرفہ کے قریب ہو جائیگا۔

مثال: لَنَسْفَعَابِالنَّاصِيَةِ *نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ اس مثال میں پہلے والا النَاصِيَةِ مبدل منہ معرفہ ہے اور دوسرا نَاصِيَةٍ بدل نکرہ ہے پس اسی وجہ سے اسکی صفت کاذبۃ کے ساتھ لائی گئی ہے اب یہ نکرہ مخصصہ ہو کر معرفہ کے قریب تر ہو گئی۔

اور اگر اس کے برعکس ہو یعنی مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ ہو یا دونوں ہم جنس ہوں یعنی یا تو بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ ہوں یا دونوں نکرہ ہوں تو صفت لانا ضروری نہیں ہے۔

برعکس یعنی بدل معرفہ اور مبدل منہ نکرہ ہونے کی مثال: جاء نی رجلٌ اَخُوْکَ اس مثال میں رجل نکرہ ہے جو کہ مبدل منہ ہے اور اخوک بدل اور معرفہ ہے لہٰذا بدل کیلئے صفت لانا ضروری نہیں۔

متجانسین ہوں: دونوں معرفہ ہونے کی مثال: جاء نی زیدٌ اَخُوْکَ اس مثال میں زید مبدل منہ بھی معرفہ ہے اور اخوک بدل بھی معرفہ ہے لہذا نکرہ کی صفت لانا ضروری نہیں ہے۔

اسی طرح دونوں نکرہ کی مثال: جاء نی رجلٌ اخٌ لَکَ اس مثال میں رجل مبدل منہ ہے اور نکرہ

ہے اخ لک بدل ہے اور نکرہ ہے لہذا اس کی صفت لانا ضروری نہیں ہے۔

﴿توابع کی پانچویں قسم عَطْفِ بَیَانٍ﴾

فصلٌ: عَطْفُ الْبَیَانِ تَابِعٌ غَیْرُ صِفَةٍ یُوْضِحُ مَتْبُوْعَهُ وَهُوَ أَشْهَرُ اسْمَیْ شَیْءٍ نَحْوُ قَامَ أَبُو حفصٍ عُمَرَ وقَامَ عبداللّٰه بن عُمَرَؓ وَلَایَلْتَبِسُ بِالْبَدْلِ لَفْظًافِی مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ

شعرٌ:

اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ
عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهُ وُقُوْعًا

ترجمہ: عطف بیان وہ تابع ہے جو غیر صفت ہو (اور) اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور وہ کسی شیء کے دوناموں میں سے زیادہ مشہور نام ہوتا ہے۔ جیسے قَامَ أَبُو حَفْصٍ عُمَرَ اور قَامَ عبداللّٰه بن عُمَرَؓ اور وہ بدل سے لفظوں میں التباس نہیں کرتا ہے، شاعر کے قول میں: میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو تارک بکری، جو بشر کے نام سے مشہور ہے، کو (قتل کر کے) اس حال میں چھوڑنے والا ہے کہ اس پر پرندے گرنے کا انتظار کرتے ہیں۔

وضاحت: مصنفؒ توابع کی پانچویں قسم عطف بیان کو ذکر فرما رہے ہیں۔ اس میں دو باتیں ذکر فرمائی ہیں **پہلی بات:** عطف بیان کی تعریف، **دوسری بات:** عطف بیان اور بدل میں فرق، شاعر کے ایک شعر کے ذریعے سے۔

﴿پہلی بات: عطف بیان کی تعریف﴾

عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت تو نہ ہو مگر اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور کسی چیز کے دوناموں میں سے جو زیادہ مشہور نام ہوگا اس کو عطف بیان کہا جائیگا۔

مثال: قَامَ أَبُو حَفْصٍ عُمَرَ اس مثال میں ابوحفص متبوع ہے اور مبین ہے اور عمر تابع ہے اور بیان ہے ابوحفص کنیت ہے حضرت عمرؓ کی اب ابوحفص زیادہ مشہور تھا جب عمر کہا تو متبوع ابوحفص کی وضاحت ہوگئی کہ ابوحفص سے مراد حضرت عمرؓ ہیں۔

دوسری مثال: قام عبدالله بن عمر اس مثال میں عبداللہ متبوع ہے اور مبین ہے اور بن عمر تابع

اور بیان ہے۔ اب یہاں عبداللہ زیادہ مشہور نہیں تھا جب آگے بن عمر ذکر کیا تو متبوع کی وضاحت ہوگئی اب یہاں ابن عمر عبداللہ کیلئے بیان واقع ہے۔

﴿دوسری بات: عطف بیان اور بدل میں شعر کے ذریعے فرق﴾

یہاں سے عطف بیان اور بدل کے درمیان فرق بیان فرما رہے ہیں بعض نحات کا مسلک یہ ہے کہ توابع صرف چار ہیں اور عطف بیان کوئی علیحدہ تابع نہیں ہے بلکہ وہ بدل ہے اور وہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں۔ جبکہ ان دونوں میں لفظی فرق بھی ہے اور معنوی بھی۔

لفظی فرق: شاعر کے شعر سے لفظی فرق واضح ہو رہا ہے۔

یہاں مثل سے مراد وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع وہ معرف باللام ہو جو صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو۔

صفت کا صیغہ اس وقت مضاف ہوتا ہے جب وہ الف لام پر تکیہ پکڑا ہو۔ جیسے اَلضَّارِبُ میں ضارب صفت کا صیغہ ہے جو کہ الف لام پر تکیہ پکڑ کر اضافت کا معنی دے رہا ہے۔ جیسے اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ زیدٌ پس ایسی صورت میں عطف بیان جائز ہے اور بدل جائز نہیں۔

محل استشہاد: پس مذکورہ شعر میں بشر عطف بیان ہے البکری کا اور البکری جو متبوع ہے وہ التارک صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہے اور اس وقت اس میں کوئی خرابی نہیں ہے لیکن اگر بشر کو البکری سے بدل قرار دیں تو خرابی لازم آتی ہے وہ اس طرح کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو عامل مبدل منہ کا ہوتا ہے وہی عامل بدل کا بھی ہوتا ہے اب اگر البکری کا عامل التارک ہے تو بشر کا عامل بھی التارک بنانا پڑیگا اور تقدیری عبارت اس طرح ہوگی التارک بشر اور یہ ممتنع ہے جس طرح الضارب زید ممتنع ہے کیونکہ یہاں التارک اور بشر کے درمیان اضافت لفظی ہے اور اضافت لفظی تخفیف کا فائدہ بھی نہیں دے رہی ہے کیونکہ یہاں التارک کی تخفیف پہلے ہی ہو چکی ہے لہذا اب اضافت لغوی ہو جائیگی لہذا البکری کو مبدل منہ اور بشر کو بدل بنانا جائز ہے۔

معنوی فرق: وہ ظاہر ہے کہ بدل میں نسبت سے مقصود بدل ہوتا ہے اور عطف بیان میں نسبت سے مقصود عطف بیان نہیں ہوتا ہے بلکہ متبوع مبین ہوتا ہے اور عطف بیان کا ذکر محض متبوع کی وضاحت کیلئے ہوتا ہے۔

مصنفؒ نے عطف بیان اور بدل کے درمیان لفظی فرق کو بیان کیا اور معنوی کو نہیں اسلئے کہ لفظی فرق مخفی تھا اور معنوی فرق واضح تھا۔

لغات: تارک (بمعنی قاتل) اور مصیر (بمعنی بچھاڑنا) کے ہیں، بِکر شہر کا نام ہے اور یاء اس میں نسبت کیلئے ہے البکری سے مراد پہلوان ہے جو کہ اس کا لقب ہے بشر اس کا نام ہے

ترکیب: انا مبتدا، ابن خبر مضاف، التارک مضاف الیہ مضاف، البکری مضاف الیہ مبیّن، بشر عطف بیان، مبین اور عطف بیان ملکر ذوالحال، علیہ جار مجرور ملکر کائن سے متعلق ہو کر خبر مقدم اور الطیر مبتدا موخر ذوالحال، ترقب فعل ھی ضمیر فاعل ذوالحال، وقوعا حال واقع ہوا ھی ضمیر سے ترقب فعل فاعل اور مفعول سے ملکر الطیر سے حال واقع اب ذوالحال حال ملکر مبتدا موخر ہوا علیہ خبر مقدم سے پھر یہ مضاف الیہ ہوا التارک سے پھر خبر ہوگی انا مبتدا کیلئے۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ترجمہ: میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس نے قبیلہ بکر کے بشر نامی شخص کو قتل کر کے اس حال میں چھوڑ دیا کہ پرندے اس کے گرنے کے منتظر ہیں۔

شعر کا مطلب: مذکورہ شعر کا مطلب اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ اس میں شاعر اپنی اور اپنے باپ کی تعریف کر رہا ہے کہ میں ایسے نوجوان اور بہادر شخص کا فرزند ہوں جس نے بشر نامی شخص جو بہت طاقتور تھا کو اس حال پر قتل کر کے چھوڑ دیا کہ پرندے اس کے گرنے کے منتظر ہیں۔ یعنی جب بھی روح جسم سے نکلے اور ہم اسے کھائیں اس لیے کہ انسان کے بدن میں جب تک روح ہوا کرتی ہے، پرندے اس کے پاس نہیں جاتے۔

دوسرا باب اسم مبنی کی بحث میں

اَلْبَابُ الثَّانِی فِی الْاِسْمِ الْمَبْنِیِّ وَھُوَاِسْمٌ وَقَعَ غَیْرَمُرَکَّبٍ مَعَ غَیْرِہٖ مِثْل ا، ب، ت، ث وَمِثْلُ وَاحِدٌوَاثْنَانِ وثَلٰثَۃٌوَ کَلَفْظَۃِ زَیْدٌوَحْدَہٗ فَاِنَّہٗ مَبْنِیٌّ بِالفِعْلِ عَلَی السُّکُوْنِ

وَمُعْرَبٌ بِالْقُوَّةِ او شَابَهَ مَبْنِيَّ الأَصْلِ بِأَنْ يَكُوْنَ فِي الدَّلَالَةِ عَلٰى مَعْنَاهُ مُحْتَاجاً إِلٰى قَرِيْنَةٍ كَالْإِشَارَةِ نَحْوُ هٰؤُلَاءِ وَنَحْوِهَا اَوْ يَكُوْنَ عَلٰى أَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ أَحْرُفٍ او تَضَمَّنَ مَعْنَى الْحُرُوْفِ نَحْوُ ذا ومَنْ وأَحَدَ عَشَرَ إِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ وهٰذَا الْقِسْمُ لَا يَصِيْرُ مُعْرَبًا اَصْلًا وَحُكْمُهُ اَنْ لَا يَخْتَلِفَ اٰخِرُهُ بِاخْتِلَافِ العَوامِلِ وَحَرَكَاتُهُ تُسَمّٰى ضَمًّا وَفَتْحاً وَكَسْراً وَسُكُوْنُهُ وَقْفاً وَهُوَ عَلٰى ثَمَانِيَةِ اَنْوَاعٍ اَلْمُضْمَرَاتُ و أَسْمَاءُ الإِشَارَةِ وَالْمَوصُولَاتُ وأَسْمَاءُ الأَفْعَالِ والأَصْوَاتِ والمُرَكَّبَاتُ والْكِنَايَاتُ وبَعْضُ الظُّرُوفِ.

ترجمہ: مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے ا، ب، ت، ث اور جیسے واحد، اثنان، ثلاثہ اور جیسے لفظ زید پس وہ بالفعل مبنی بر سکون ہے اور بالقوۃ معرب ہے یا مبنی اصل کے مشابہ ہو اس طور پر کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو۔ جیسے اشارہ ھؤُلاءِ اور اس جیسے دوسرے اسمائے اشارات یا وہ تین حروف سے کم ہو یا حرف کے معنی کو متضمن ہو۔ جیسے ذا اور مِنْ اور أَحَدَ عَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک اور یہ قسم معرب بالکل نہیں ہوتی ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ عوامل کے بدلنے سے اس کا آخر نہ مختلف ہو اور ان کی حرکتوں کا نام ضمہ فتحہ کسرہ سکون اور وقف رکھا جاتا ہے اسکی آٹھ اقسام ہیں اول مضمرات دوم اشارات سوم اسماء موصولہ چہارم اسماء افعال پنجم اسماء اصوات ششم مرکبات ہفتم کنایات ہشتم بعض ظروف۔

وضاحت: مصنفؒ نے کتاب کے شروع میں کلمہ کی پہلی قسم یعنی اسم کی دو قسمیں بیان کی تھیں پہلی قسم اسم معرب دوسری قسم اسم مبنی پس اسم معرب کے بیان کو ایک مقدمہ تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر مشتمل کیا تھا جن کو بیان فرمانے کے بعد اب یہاں سے اسم کی دوسری قسم اسم مبنی کو بیان فرما رہے ہیں اور آخر میں خاتمہ کو ذکر کرنے کے بعد اس بحث کو مکمل کر دیں گے۔

اس باب میں کل تین باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: اسم مبنی کی تعریف۔

دوسری بات: اسم مبنی کی تعریف کے اعتبار سے دو قسمیں اور اس کی وضاحت۔

تیسری بات: اسم مبنی کا حکم اور اسکی حرکات اور اقسام کا ذکر۔

﴿پہلی بات: اسم مبنی کی تعریف﴾

اسم مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ ہو۔

﴿دوسری بات: اسم مبنی کی تعریف کے اعتبار سے دو قسمیں اور اس کی وضاحت﴾

پہلی قسم: وہ اسم اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو غیر سے مراد عامل ہے یعنی اپنے عامل کیساتھ مرکب نہ ہو۔

پہلی مثال: ا، ب، ت، ث ان سے مراد حروف ہجاء اور مبنیات نہیں بلکہ انکے اسم ہیں کیونکہ یہ بحث اسم مبنی کے بارے میں ہے نہ کہ حروف مبنی کے بارے میں حروف ہجاء تو حروف ہو کر مبنی الاصل ہیں۔

دوسری مثال اسمائے عدد: واحد، اثنان، ثلثة، **تیسری مثال اسمائے معدود**: زید، عمر، وغیرہ جب یہ اسماء اکیلے ہوں تو یہ سب مبنی الاصل ہیں سکون پر یہ بالفعل مبنی ہیں اور بالقوۃ معرب ہیں۔

بالفعل مبنی سے مراد: یعنی موجودہ حالت میں یہ عامل کے ساتھ واقع نہیں ہو رہے تو یہ مبنی بر سکون ہیں

بالقوۃ معرب سے مراد: یعنی ان میں اعراب کی صلاحیت ہے کہ جب یہ عامل کے ساتھ واقع ہونگے تو ان پر اعراب آجائیگا۔ جیسے جاء الفٌ، جاء واحدٌ، جاء زیدٌ حالت رفعی کی مثالیں۔

دوسری قسم: یہ ہے کہ وہ مبنی الاصل کے مشابہ ہو۔ مشابہت سے مراد وہ مبنی الاصل کے ساتھ ایسی مناسبت رکھتا ہو کہ اسم کے مبنی ہونے میں موثر ہو اس طور پر کہ یا تو وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی قرینہ کا محتاج ہو یا وہ تین حرف سے کم ہو یا وہ معنی حرف کو متضمن ہو پس جب اسم میں ان تینوں چیزوں میں سے کوئی چیز پائی جائیگی تو اسمیں مبنی الاصل کے ساتھ مناسبت پائی جائے گی اور اس مناسبت کی وجہ سے وہ مبنی ہوگا۔

مصنفؒ نے یہاں اسم کے مبنی اصل کے مشابہت کی تین صورتیں بیان کی ہیں جبکہ نحویوں نے استقراء اور تتبع کے بعد سات صورتیں بیان کی ہیں جن کو ہم فائدہ میں ذکر کریں گے۔

﴿اسم کی مبنی الاصل کیساتھ مشابہت کی تین صورتیں﴾

پہلی صورت: یہ ہے کہ وہ اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی قرینہ کا محتاج ہو جیسے اسم اشارہ

هذا، هؤلاء یہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ یعنی اشارہ حسیہ کا محتاج ہوتا ہے، یہ اپنے معنی پر دلالت نہیں کر سکتے جب تک ہاتھ یا آنکھ سے اشارہ حسیہ نہ کیا جائے تو یہ اشارہ حسیہ قرینہ ہے اسم اشارہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں اس قرینہ اشارہ حسیہ کا محتاج ہے۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ وہ اسم تین حروف سے کم ہو جیسے ذا اور مَن یہ مشابہ ہیں فِی اور مِن حروف جارہ کے، لہٰذا یہ بھی مبنی ہوں گے۔

تیسری صورت: یہ ہے کہ وہ اسم حرف کے معنی کو متضمن ہو، جیسے اَحَدَ عَشَرَ سے لے کر تِسْعَةَ عَشَرَ تک، یہ اصل میں وَاحِدٌ وَّعَشَرَ، اِثْنَانِ وَعَشَرَ، ثَلَاثَةٌ وَّعَشَرَ تھے پھر درمیان میں واو کو حذف کر کے دونوں اسموں کو بمنزلہ کلمہ واحدہ کے کر دیا لہٰذا اب دونوں جز مبنی بر فتح ہوں گے لیکن اِثْنَا عَشَرَ میں نون اور واو دونوں کو حذف کیا گیا ہے، لہٰذا اسمیں صرف دوسرا جز مبنی بر فتحہ ہوگا، اور پہلا جز معرب ہوگا۔

فائدہ: نحویوں نے مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت کی سات صورتیں بیان کی ہیں جنہیں تلاش کے بعد حاصل کیا ہے اور وہ یہ ہیں :

پہلی صورت: یہ ہے کہ وہ اسم مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو۔ جیسے این اسم ہے ہمزہ استفہامیہ کے معنی کو متضمن ہے۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ وہ اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو۔ جیسے اسم اشارہ اسم موصول وغیرہ یہ اشارہ حسیہ اور صلہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

تیسری صورت: یہ ہے کہ وہ اسم مبنی الاصل کی جگہ پر واقع ہو۔ جیسے نزال اسم فعل انزل امر حاضر کی جگہ پر واقع ہوتا ہے۔

چوتھی صورت: یہ ہے کہ وہ اسم اس اسم کے مشابہ ہو جو مبنی الاصل کی جگہ پر واقع ہے جیسے فجار نزال کے مشابہ ہے اور نزال انزل کی جگہ میں واقع ہوتا ہے۔

پانچویں صورت: یہ ہے کہ وہ اسم اس اسم کی جگہ میں واقع ہو جو اسم مبنی الاصل کے مشابہ ہے جیسے منادی مضموم یا زید یا رجل وغیرہ میں زید اور رجل کاف خطاب اسمی جو کہ ادعو میں مفعول بہ ہے

اسکی جگہ میں واقع ہے اور کاف ضمیر خطاب جو کہ اسم ہے یہ مشابہ ہے کاف حرفی کے جو کہ حروف جارہ میں سے ہو کر مبنی الاصل ہے۔

چھٹی صورت: یہ ہے کہ وہ اسم مبنی الاصل کی طرف مضاف ہو خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ جیسے یومئذ میں کہ اصل میں یوم اذ کان کذا تھا اسمیں یوم بواسطہ اذ جملہ کان کی طرف مضاف ہے اور مبنی ہے۔

ساتویں صورت: یہ ہے کہ اس اسم کی بناء تین حروف سے کم ہو جیسے ذا اور من

﴿تیسری بات: اسم مبنی کا حکم اور اسکی حرکات اور اقسام کا ذکر﴾

اسم مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کے شروع میں عوامل کے اختلاف سے اس کا آخر نہیں بدلتا ہے۔

مبنی کی حرکات: مبنی کی حرکات ضمہ فتحہ کسرہ اور سکون ہیں، جبکہ معرب کی حرکات کو رفع نصب جر کہا جاتا ہے۔

مبنی کی آٹھ اقسام: ۱۔ مضمرات ۲۔ اسمائے اشارات ۳۔ اسمائے موصولات ۴۔ اسمائے افعال ۵۔ اسمائے اصوات ۶۔ مرکبات ۷۔ کنایات ۸۔ بعض ظروف۔

مصنفؒ نے بعض ظروف کہا کیونکہ تمام ظروف مبنی نہیں بلکہ بہت سے ظروف معرب بھی ہیں۔

﴿اسم مبنی کی پہلی قسم مُضْمَرات﴾

فَصْلٌ: اَلْمُضْمِرُ اسْمٌ وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُتَكَلِّمٍ أَوْ مُخَاطَبٍ أَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ لَفْظاً أَوْ مَعْنًى أَوْ حُكْمًا وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَا لَا يُسْتَعْمَلُ وَحْدَهُ إِمَّا مَرْفُوعٌ نَحْوُ ضَرَبْتُ إِلٰى ضَرَبْنَ أَوْ مَنْصُوبٌ نَحْوُ ضَرَبَنِي إِلٰى ضَرَبَهُنَّ وَاِنَّنِيْ اِلٰى اِنَّهُنَّ أَوْ مَجْرُوْرٌ نَحْوُ غُلَامِي وَلِيَ إِلٰى غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ وَمُنْفَصِلٌ وَهُوَ مَا يُسْتَعْمَلُ وَحْدَهُ إِمَّا مَرْفُوعٌ نحو أَنَا إِلٰى هُنَّ وإِمَّا مَنْصُوبٌ نحو إِيَّايَ إِلٰى إِيَّاهُنَّ فَذٰلِكَ سِتُّونَ ضَمِيراً.

ترجمہ: مضمر وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو تا کہ دلالت کرے متکلم مخاطب، غائب پر جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہو لفظاً یا معنیً یا حکماً اور وہ ضمیر دو قسم پر ہے اول قسم متصل ہے متصل وہ ضمیر ہے جو اکیلے استعمال نہ کی جاتی ہو (اسکی تین قسمیں ہیں) (اول) یا مرفوع ہو گی جیسے ضَرَبْتُ سے ضَرَبْنَ

منصوب متصل ہوگی جیسے ضَرَبَنِی سے ضَرَبَھُنَّ تک اور اِنَّنِیْ سے اِنَّھُنَّ تک یا مجرور متصل ہوگی جیسے غُلامِی اور لِی سے غُلامِھِنَّ اور لَھُنَّ تک اور (ضمیر کی دوسری قسم) منفصل ہے۔ ضمیر منفصل وہ ضمیر ہے جو اکیلے استعمال کی جاتی ہو یا مرفوع ہوگی جیسے أَنَا سے هُنَّ تک یا منصوب ہوگی جیسے إِیَّایَ سے إِیَّاھُنَّ تک پس یہ ساٹھ ضمیریں ہیں۔

وضاحت: مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے اسم مبنی کی آٹھ اقسام میں سے پہلی قسم مضمر کو ذکر فرما رہے ہیں، اس بحث میں بنیادی طور پر چار باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: ضمیر کی تعریف۔

دوسری بات: ضمیر کی دو قسموں کا ذکر، پھر ضمیر متصل کی تین اقسام مرفوع متصل، منصوب متصل اور مجرور متصل کا ذکر۔

تیسری بات: ضمیر کے احکام کا ذکر۔

چوتھی بات: ضمیر شان اور ضمیر قصہ کا ذکر۔

پانچویں بات: مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل لانے کا قاعدہ۔

﴿پہلی بات: ضمیر کی تعریف﴾

لغوی معنی پوشیدہ کیا ہوا اسم مفعول کا صیغہ

اصطلاحی تعریف: مضمر وہ اسم ہے جسے وضع کیا گیا ہے تاکہ دلالت کرے متکلم، مخاطب اور غائب پر۔ جن کا ذکر پہلے لفظاً، معناً یا حکماً گذر چکا ہو۔

﴿دوسری بات: ضمیر کی دو قسموں اور ضمیر متصل اور منفصل کی اقسام کا ذکر﴾

مضمر کی دو قسمیں ہیں، ۱۔ متصل ۲۔ منفصل

ضمیر متصل کی تین اقسام ہیں: (۱) مرفوع متصل (۲) منصوب متصل (۳) مجرور متصل،

اور ضمیر منفصل کی دو قسمیں ہیں: (۱) مرفوع منفصل (۲) منصوب منفصل،

ضمیر مجرور منفصل استعمال نہیں ہوتی ہے ہر ایک کی چودہ ضمیریں ہیں پانچ کو چودہ سے ضرب دینے سے ٦٠ ضمیریں حاصل ہوتی ہیں۔

ضمیر متصل کی اقسام: ضمیر متصل کی تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع متصل (۲) منصوب متصل (۳) مجرور متصل

ضمیر مرفوع متصل کی مثالیں: ضَرَبَ سے ضَرَبْنَ تک

متکلم کی دو ضمیریں: ضَرَبْتُ ضَرَبْنَا

حاضر کی چھ ضمیریں: ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ، ضَرَبْتِ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُنَّ

غائب کی چھ ضمیریں: ضَرَبَ، ضَرَبَا، ضَرَبُوْا، ضَرَبَتْ، ضَرَبَتَا، ضَرَبْنَ

ضمیر منصوب متصل کی مثالیں: ضَرَبَنِی سے ضَرَبَهُنَّ تک اور اِنَّنِیْ سے اِنَّهُنَّ تک

متکلم کی ضمیریں: ضَرَبَنِیْ، ضَرَبَنَا

حاضر کی چھ ضمیریں: ضَرَبَکَ، ضَرَبَکُمَا، ضَرَبَکُمْ، ضَرَبَکِ، ضَرَبَکُمَا، ضَرَبَکُنَّ

غائب کی چھ ضمیریں: ضَرَبَهٗ، ضَرَبَهُمَا، ضَرَبَهُمْ، ضَرَبَهَا، ضَرَبَهُمَا، ضَرَبَهُنَّ

اور اِنَّنِیْ سے اِنَّهُنَّ کو اسی پر قیاس کرلو۔

ضمیر مجرور متصل: ضمیر مجرور متصل کی دو قسمیں ہیں (۱) مجرور باضافت (۲) مجرور بحرف جر

مجرور باضافت کی مثالیں: غلامِیْ سے غلامَهُنَّ تک اور لِیْ سے لَهُنَّ تک

متکلم کی دو ضمیریں: غلامِیْ، غلامُنَا

چھ ضمیریں حاضر کی: غلامُکَ، غُلامُکُمَا، غلامُکُمْ، غلامُکِ، غلامُکُمَا، غلامُکُنَّ

چھ ضمیریں غائب کی: غلامُهٗ، غُلامُهُمَا، غلامُهُمْ، غلامُهَا، غلامُهُمَا، غلامُهُنَّ

مجرور بحرف جر کی مثالیں: لِیْ سے لَهُنَّ تک مذکورہ ضمیروں سے قیاس کریں۔

ضمیر منفصل کی اقسام: ضمیر منفصل کی دو قسمیں ہیں (۱) ضمیر مرفوع منفصل (۲) ضمیر منصوب منفصل

ضمیر مرفوع منفصل: فاعل کی وہ ضمیر جو فعل سے جدا ہو جیسے انا سے هن تک

متکلم کی ضمیریں: اَنَا، نَحْنُ

چھ حاضر کی ضمیریں: اَنْتَ، اَنْتُمَا، اَنْتُمْ، اَنْتِ، اَنْتُمَا، اَنْتُنَّ

غائب کی چھ ضمیریں: هُوَ، هُمَا، هُمْ، هِیَ، هُمَا، هُنَّ

ضمیر منصوب منفصل: مفعول کی وہ ضمیریں جو فعل سے جدا ہوں اِیَّایَ سے اِیَّاهُنَّ تک

متکلم کی دو ضمیریں: اِیَّایَ، اِیَّانَا

حاضر کی چھ ضمیریں: اِیَّاکَ، اِیَّاکُمَا، اِیَّاکُمْ، اِیَّاکِ، اِیَّاکُمَا، اِیَّاکُنَّ

غائب کی چھ ضمیریں: اِیَّاہُ، اِیَّاهُمَا، اِیَّاهُمْ، اِیَّاهَا، اِیَّاهُمَا، اِیَّاهُنَّ

ملاحظہ: مصنفؒ نے فرمایا کہ **فذالک ستون ضمیرا** جبکہ ضمیریں ستر ہیں کیونکہ ضمائر کی پانچ اقسام ہیں اور ہر قسم چودہ ضمائر پر مشتمل ہے پس پانچ کو چودہ سے ضرب دیں تو یہ ستر ضمیریں بنتی ہیں اصل بات یہ ہے کہ مصنفؒ کا اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ ضمیریں تو کل ساٹھ ہیں جو ستر معانی کیلئے ہیں تفصیل اس طرح ہے کہ بارہ برائے مرفوع متصل، بارہ برائے منصوب متصل، بارہ برائے مجرور متصل، بارہ برائے مرفوع منفصل، بارہ برائے منصوب منفصل اسطرح مجموعی تعداد ساٹھ کی ہوتی ہے اس میں تثنیہ مذکر ومونث کا ایک صیغہ شمار کیا گیا ہے خواہ حاضر ہو یا غائب اس طرح ہر گردان میں مصنفؒ نے بجائے چودہ کے بارہ صیغے شمار کئے ہیں باقی کو ان میں ضم کردیا ہے اسی واسطہ فرمایا **فذالک ستون ضمیرا.**

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَرْفُوعَ الْمُتَّصِلَ خَاصةً یَکُونُ مُسْتَتِراً فِی الْمَاضِیْ لِلْغَائِبِ والغائِبَةِ کَضَرَبَ اَیْ هُوَ ضَرَبَتْ اَیْ هِیَ وفِی الْمُضَارِعِ الْمُتَکَلِّمِ مطلقًا نحوُ أَضْرِبُ اَیْ اَنَا وَ نَضْرِبُ اَیْ نَحْنُ وَلِلْمُخَاطَبِ نَحْوُ کَتَضْرِبُ اَیْ اَنْتَ وَلِلْغَائِبِ وَالغائِبَةِ کَیَضْرِبُ اَیْ هُوَ وَ تَضْرِبُ اَیْ هِیَ وَفِی [۴] الصِّفَةِ اَعْنِی اِسْمُ الفاعِل والمَفْعُولِ وَغَیْرِهِمَا مطلقًا وَلَا یَجُوزُ اِسْتِعْمَالُ الْمُنْفَصِلِ إلَّا عِنْدَ تَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ کَإِیَّاکَ نَعْبُدُ وَمَا ضَرَبَکَ إلَّا أَنَا وَاَنَا زَیْدٌ وَمَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا.

ترجمہ: اور جان لو بیشک ضمیر مرفوع متصل خاص طور پر ماضی غائب اور غائبہ میں پوشیدہ ہوتی ہے جیسے ضَرَبَ میں ھو اور ضَرَبت میں ھی اور مضارع متکلم میں مطلقاً پوشیدہ ہوتی ہے جیسے أَضْرِبُ میں انا اور نضرب میں نحن مستتر ہیں اور مخاطب کیلئے (جبکہ وہ مذکور ہو) جیسے

تضرب میں ھو اور مونث غائب تضرب میں ھی ضمیر مستتر ہے اور صیغہ صفت میں یعنی اسم فاعل اور اسم مفعول اور ان دو کے علاوہ (مثلاً صفت مشبہ اور افعل التفضیل) میں مطلقاً پوشیدہ ہوتی ہے اور جائز نہیں ہے ضمیر منفصل کا استعمال کرنا مگر متصل کے متعذر ہونے کے وقت جیسے اِیَّاکَ نَعْبُدُ اور مَاضَرَبکَ اِلَّا اَنَا اَنَا زَیْدًا اور مَااَنتَ اِلَّاقَائِمًا میں ضمیروں کو منفصل لایا گیا ہے۔

﴿تیسری بات: ضمیر کو متصل اور منفصل لانے کے احکام کا ذکر﴾

ضمیر مرفوع متصل کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضمیر بارز (۲) ضمیر مستتر

ضمیر بارز: وہ ضمیر ہے جس کا حقیقۃً تلفظ ہو اور جو ظاہر ہو۔

ضمیر مستتر: وہ ضمیر ہے جو پوشیدہ ہو اور اس کا تلفظ نہ ہو۔

ضمیر مستتر کے صیغے: ضمیر مرفوع متصل ماضی کے دو اور مضارع کے پانچ صیغوں میں مستتر ہوتی ہے۔

ماضی کے دو صیغے یہ ہیں: (۱) واحد مذکر غائب کا صیغہ جیسے ضَرَبَ اس میں ضمیر ھو مستتر ہے۔

(۲) واحدہ مونثہ غائبہ جیسے ضَرَبَتْ اس میں ھی ضمیر مستتر ہے۔

مضارع کے پانچ صیغے یہ ہیں: (۱) واحد متکلم کا صیغہ جیسے اَضرِبُ اس میں انا ضمیر مستتر ہے۔

(۲) جمع متکلم کا صیغہ جیسے نَضرِبُ اس میں نحن ضمیر مستتر ہے۔

(۳) واحد مذکر حاضر کا صیغہ جیسے تَضرِبُ اس میں انت ضمیر مستتر ہے۔

(۴) واحد مذکر غائب کا صیغہ جیسے یَضرِبُ اس میں ھو ضمیر مستتر ہے۔

(۵) واحدہ مونثہ کا صیغہ جیسے تَضرِبُ اس میں ھی ضمیر مستتر ہے۔

وفی الصفة اعنی اسم الفاعل الخ

مصنفؒ یہاں سے یہ فرما رہے ہیں کہ صفت میں مطلقاً ضمیر مستتر ہوتی ہے (صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، افعل التفضیل ہیں)۔ یہاں مطلقاً سے مراد خواہ مفرد یا مثنی یا جمع ہو اور خواہ مذکر ہو یا مونث ہو۔ اس وقت جبکہ یہ اسم ظاہر کی جانب مسند نہ ہوں تو ان میں ضمیر مستتر ہوتی ہیں اسم ظاہر کی جانب مسند ہونے کی صورت میں ان کے اندر ضمیریں پوشیدہ نہ ہوں

گی۔ جیسے ضَارِبٌ میں هُوَ ضمیر ضَارِبَانِ میں هُمَا ضمیر ضَارِبُوْنَ میں هُمْ ضمیر مستتر ہے ضَارِبَةٌ میں هِيَ ضمیر مستتر ہے۔

﴿ضمیر منفصل کا استعمال ضمیر متصل کے متعذر ہوئے بغیر جائز نہیں﴾

ضمیر مرفوع منفصل ہو یا منصوب منفصل ان کا کلام میں استعمال جائز نہیں ہے مگر اس وقت جبکہ ضمیر متصل کا استعمال کرنا متعذر اور مشکل ہو۔ کیونکہ کلام عرب میں اصل اختصار اور ایجاز ہے اور ضمیریں ایجاز کیلئے وضع کی گئی ہیں اور ضمیر متصل حروف کے کم ہونے کی وجہ سے منفصل سے کم ہیں اسی لئے جب تک ضمیر متصل لائی جاسکتی ہو متصل ہی لائی جائے گی، ہاں اگر ضمیر متصل کالانا متعذر اور ممتنع ہو تو اس وقت ضمیر منفصل لائی جائے گی۔

ضمیر متصل کے متعذر ہونے کی چند جگہیں: **پہلی جگہ:** ضمیر متصل اپنے عامل پر مقدم ہو۔ جیسے اِیَّاکَ نَعْبُدُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) اس میں اِیَّاکَ ضمیر اپنے عامل پر مقدم ہے جو کہ نَعْبُدُ ہے یہاں مقصود حصر کا معنی پیدا کرنا ہے اور حصر ضمیر کو عامل پر مقدم کر کے پیدا کی جاسکتی ہے لہذا یہاں ضمیر متصل لانا متعذر ہے جس کی وجہ سے ضمیر منفصل لائی گئی۔

دوسری جگہ: ضمیر اور عامل کے درمیان فاصلہ واقع ہو تو بھی ضمیر متصل لانا متعذر رہتا ہے اس لئے ضمیر منفصل لائی جائے گی۔ جیسے مَا ضَرَبَکَ اِلَّا اَنَا (نہیں مارا تجھے مگر میں نے) اس مثال میں انا اور اس کے عامل ضرب کے درمیان الا کا فاصلہ ہے اور یہ فاصلہ ضروری ہے ورنہ حصر کا معنی حاصل نہیں ہوگا۔

تیسری جگہ: جب ضمیر کا عامل معنوی ہو یعنی ضمیر مبتدا اور خبر واقع ہو تو اس صورت میں ضمیر کو متصل لانا متعذر ہے اس لئے ضمیر منفصل لائی جائے گی جیسے اَنَا زَیْدٌ (میں زید ہوں) اس میں انا مبتدا ہے اس کا عامل معنوی ہے ضمیر عامل معنوی کے ساتھ متصل نہیں ہوسکتی ہے لہذا منفصل لانا ضروری ہے

چوتھی جگہ: جب ضمیر کا عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو تو بھی ضمیر متصل کالانا متعذر رہوگا ضمیر منفصل لائی جائے گی جیسے مَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا نہیں ہے تو مگر کھڑا ہونے والا۔

ضمیر مرفوع متصل حرف کے ساتھ متصل نہیں ہوتی چنانچہ اس مثال میں ضمیر کا عامل حرف ہے

اور ضمیر مرفوع بھی ہے لہذا اس کا متصل لانا متعذر ہے اس لئے ضمیر منفصل لائی گئی۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ ضَمِيراً يَقَعُ قَبْلَ جُمْلَةٍ تُفَسِّرُهُ وَيُسَمّٰى ضَمِيرَ الشَّانِ فِي المُذَكَّرِ وَضَمِيرَ القِصَّةِ فِي المُؤَنَّثِ نَحوُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وإنَّها زَيْنَبُ قائِمَةٌ وَيَدْخُلُ بَيْنَ المُبْتَدأ والخَبَرِ صِيغَةُ مَرْفُوعٍ مُنْفَصِلٍ مُطابِقٌ لِلمُبْتَدَأ إذا كَانَ الخَبَرُ مَعْرِفَةً اَوْ أفْعَلَ مِنْ كذا وَيُسَمّٰى فَصْلاً لِأنَّهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الخَبَرِ وَالصِّفَةِ نَحْوُ زَيدٌ هُوَ القَائِمُ وكَانَ زَيدٌ هُوَ أفْضَلُ مِنْ عَمرٍو وقَالَ اللّٰهُ تعالى كُنتَ أنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: جان لو کہ نحویوں کیلئے ایک ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے اور وہ جملہ اس ضمیر کی تفسیر کرتا ہے ضمیر شان مذکر میں اور ضمیر قصہ مونث میں۔ جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ أحَدٌ ضمیر شان کی مثال اور إنَّهازَيْنَبُ قائِمَةٌ یہ ضمیر قصہ کی مثال ہے۔ اور داخل ہوتا ہے مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل جو مطابق ہوتا ہے مبتدا کے جب ہو خبر معرفہ یا اسم تفضیل مستعمل بمن ہو اور اس کا نام رکھا جاتا ہے فصل کر کے کیونکہ یہ جدائی کرتا ہے خبر اور صفت کے درمیان جیسے زیدٌ هُوَ القائِمُ (یعنی زید وہ کھڑا ہونے والا ہے) کَانَ زَيدٌ هُوَ أفْضَلُ مِنْ عَمرٍ (زید افضل ہے عمرو سے) اور اللہ تعالی نے فرمایا کُنتَ أنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (آپ تھے ان پر نگہبان)۔

﴿چوتھی بات: ضمیر شان اور ضمیر قصہ کا ذکر﴾

نحویوں کے نزدیک ایک ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے اور وہ جملہ اس ضمیر کی تفسیر کرتا ہے اگر ضمیر مذکر کی ہو تو اسے ضمیر شان کہتے ہیں۔ اور اگر ضمیر مؤنث کی ہو تو اسے ضمیر قصہ کہتے ہیں۔

ضمیر شان مذکر جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ أحَدٌ، ضمیر قصہ کی مثال جیسے إنَّهازَيْنَبُ قائِمَةٌ.

﴿پانچویں بات: مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل لانے کا قاعدہ﴾

جب مبتدا کی خبر معرفہ یا وہ اسم تفضیل ہو جو مِنْ کے ساتھ مستعمل ہو پھر مبتدا اور خبر کے درمیان مبتدا کے مطابق ضمیر منفصل لاتے ہیں اسکو ضمیر فصل کہتے ہیں۔ مبتدا کے مطابق ضمیر ے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مبتدا مفرد ہے تو ضمیر بھی مفرد کی لائیں گے اور اگر مبتدا تثنیہ ہے یا جمع

ہے۔ غائب ہے یا متکلم ہے یا مخاطب ہے یا مذکر ہے یا مونث ہے تو اس صورت میں ضمیر بھی اس کے مطابق لائیں گے۔

ضمیر فصل لانے کی وجہ: یہ ہے کہ جب مبتدا کی خبر معرفہ ہے تو صفت موصوف اور مبتدا خبر کے درمیان التباس آجاتا ہے یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ یہ مبتدا خبر ہے یا موصوف صفت اس التباس سے بچنے کیلئے مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر فصل لاتے ہیں جیسے **زید ھو القائم** دونوں کا عامل معنوی ہونے کی مثال ہے اس میں **زید** مبتدا ہے اور **القائم** خبر دونوں معرفہ ہیں اسلئے درمیان میں ضمیر فصل لائیں گے تا کہ التباس سے بچ سکیں کیونکہ موصوف صفت کے درمیان فصل ممتنع ہے تو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ القائم زید کی خبر ہے۔

یا خبر **اسم تفضیل مستعمل بمن** ہو اس صورت میں مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر فصل لائیں گے کیونکہ یہ بھی معرفہ کے حکم میں ہے اگر صیغہ منفصل نہ لائیں تو التباس ہو گا صفت کے ساتھ جیسے **زید افضل من عمرو** یہ پتہ نہیں چلے گا کہ لفظ افضل زید کی خبر ہے یا صفت ہے اور خبر محذوف ہے لہٰذا ضمیر فصل لائی جائے گی جیسے **کان زید ھو افضل من عمرو**۔

مصنفؒ نے متعدد مثالیں پیش فرمائی ہیں ان میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ صیغہ منفصل کا آنا دو طرح پر ہے ایک عوامل لفظیہ کے داخل ہونے سے پہلے جیسے **زید ھو القائم** دوسرے عوامل لفظیہ کے، داخل ہونے کے بعد اس کی دو مثالیں ہیں ایک اسم تفضیل کی اور دوسری معرفہ کی۔ جیسے **کان زید ھو افضل من عمرو** اس میں کان عامل لفظی ہے اس کے داخل ہونے کے بعد صیغہ منفصل آیا ہے اور خبر اسم تفضیل ہے۔ دوسری مثال جس میں عامل لفظی ہے اور خبر معرفہ اس میں صیغہ فصل لایا گیا جیسے **کنت انت الرقیب علیھم** اس میں **کنت** عامل ہے **ت** ضمیر اسم ہے **الرقیب** خبر معرفہ ہے اور **انت** ضمیر فصل ہے۔

﴿اسم مبنی کی دوسری قسم أَسْمَاءِ إِشَارَة﴾

فصلٌ: اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُشَارٍ اِلَيْهِ وَهِيَ خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ

وذلک ذا لِلمُذَكَّرِ وذانِ وذَيْنِ لِمُثَنّاهُ وتا وتِی وذِی وتِهْ وذِهْ وتِهِی وذِهِی لِلمُؤنَّثِ وتانِ وتَيْنِ لِمُثَنّاهُ وأُولاءِ بِالمَدِّ والقَصْرِ لِجَمْعِهِما وَقَدْ يَلْحَقُ بِأوائِلِها هَاءُ التَّنْبِيهِ نحو هذا و هذان وهؤلاء و يَتَّصِلُ بِأَوَاخِرِها حَرْفُ الخِطابِ وَهو ايضًا خَمْسَةُ أَلفاظٍ لِسِتَّةِ مَعانٍ نحو کَ، کُما، کُمْ، کِ، کُنَّ فذٰلِک خَمْسَةٌ وَعِشْرُونَ الحاصِلُ مِنْ ضَرْبِ خَمْسَةٍ فِی خَمْسَةٍ وهِیَ ذاکَ إلی ذاکُنَّ و ذانِکَ إلی ذانِکُنَّ وَکذلک البَواقِی وَاعْلَمْ اَنَّ ذَا للقریب و ذٰلک للبعید وَ ذاک للمتوسّط.

ترجمہ: اسمائے اشارات وہ اسماء ہیں جو مشار الیہ پر دلالت کیلئے وضع کئے گئے ہیں، وہ پانچ الفاظ ہیں جو چھ معانی کیلئے آتے ہیں اور یہ ذا ہے مذکر کیلئے ذان و ذین تثنیہ مذکر کیلئے اور تا اور تی اور ذی اور تہ اور ذہ اور تھی اور ذھی مونث کیلئے اور تان اور تین تثنیہ مونث کیلئے اور اولاء مد اور قصر کے ساتھ جمع مذکر و مونث کیلئے اور کبھی کبھی ان اسماء اشارہ کے شروع میں ھاء تنبیہ لائی جاتی ہے جیسے ھذا و ھذان و ھؤلاء اور کبھی ان اسماء اشارہ کے آخر میں ک خطاب آتا ہے یہ بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کیلئے جیسے: کَ، کُمَا، کُمْ، کِ، کُنَّ یہ پچیس اسماء اشارات ہیں جو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتے ہیں اور یہ ذَاکَ سے ذَاکُنَّ تک اور ذَانِکَ سے ذَانِکُنَّ تک اور اسی طرح باقی ہیں۔

وضاحت: اس فصل میں مصنفؒ چار باتیں ذکر فرمار ہے ہیں

پہلی بات: اسم اشارہ کی تعریف،

دوسری بات: اسماءِ اشارہ کا استعمال،

تیسری بات: اسماءِ اشارہ کے شروع میں ھاءِ تنبیہ اور آخر میں کاف خطاب لانے کا ذکر،

چوتھی بات: ذا، ذالک، اور ذاک کا استعمال۔

﴿پہلی بات: اسم اشارہ کی تعریف﴾

اسم اشارہ وہ اسم ہے جس کو وضع کیا گیا ہے مشار الیہ پر دلالت کیلئے۔

﴿ دوسری بات: اسماءِ اشارہ کا استعمال ﴾

اسماءاشارہ پانچ ہیں: ۱. ذا، ۲. ذان، ذین، ۳. تا، تی، تہ، ۴. ذہ، ذھی، ۵. اولاء.

اسمائے اشارہ کے پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کیلئے کیونکہ مشارالیہ دو حال سے خالی نہیں مذکر ہوگا یا مونث پھر ان میں سے ہر ایک مفرد ہوگا یا تثنیہ ہوگا یا جمع اس سے یہ کل چھ صورتیں بنتی ہیں اس میں سے ہر ایک کیلئے اسم اشارہ ہونا چاہئے تھا مگر جمع مذکر و مونث کیلئے ایک ہی اسم اشارہ وضع کیا گیا ہے۔

تفصیل یہ ہے: ذا، واحد مذکر کیلئے اور ذان، حالت رفعی میں ذین، حالت نصبی و جری میں تثنیہ مذکر کیلئے اور تا، تی، ذی، تہ، ذہ، تھی، ذھی واحدہ مونث کیلئے اور تان حالت رفعی میں اور تَین حالت نصبی و جری میں تثنیہ کیلئے اور اولاء مد کے ساتھ اور اولیٰ قصر کے ساتھ دونوں حالت رفع، نصب، جر میں جمع مذکر و جمع مونث کیلئے آتے ہیں خواہ جمع مذکر و مونث ذوالعقول میں سے ہوں یا غیر ذوالعقول میں سے ہوں۔

﴿ تیسری بات: اسماءِ اشارہ کے شروع میں هاءِ تنبیہ اور آخر میں کافِ خطاب لانا ﴾

شروع میں هاءِ تنبیہ لانے کا ذکر: اسم اشارہ کے شروع میں هاء تنبیہ آتی ہے جس سے مخاطب کو مشارالیہ پر تنبیہ کرنی مقصود ہوتی ہے تاکہ مخاطب اس سے غافل نہ ہو جیسے: هذا، هذان، هؤلاء

آخر میں کافِ خطاب لانے کا ذکر: اور کبھی اسم اشارہ کے آخر میں حرف خطاب لاحق ہوتا ہے تاکہ مخاطب کے مفرد، تثنیہ، جمع اور مذکر و مونث ہونے پر دلالت کرے اور یہ حرف خطاب "ک" ہے اور یہ حروف خطاب بھی پانچ ہیں چھ معانی کیلئے ویسے تو چھ معانی کیلئے چھ الفاظ ہونے چاہئے مگر لفظ "کما" جو تثنیہ مخاطب کیلئے ہے یہ مذکر و مونث میں مشترک ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ "کَ ضمیر مفرد مذکر کیلئے ہے" "کما" تثنیہ مذکر و مونث کیلئے "کم" جمع کیلئے اور 'کِ مفرد مونث کیلئے کُنّ جمع مونث کیلئے۔

پس یہ اسماء اشارات حروف خطاب سمیت کل پچیس ہوئے۔ ان میں سے پانچ اسماء

اشارہ اور پانچ حروف خطاب اب پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس اسمائے اشارات بنتے ہیں اور وہ اسمائے اشارات حروف خطاب سمیت ذاکَ سے لے کر ذاکُن تک ذانکَ سے لیکر ذانکن تک اسی طرح باقی اسمائے اشارہ ہیں۔

﴿چوتھی بات: ذا، ذالک اور ذاک میں فرق﴾

پس ذا قریب کیلئے آتا ہے اس لئے کہ ذا کے الفاظ کم ہیں قلت حروف قلت مسافت پر دلالت کرتے ہیں اور ذالک دور کی مسافت کیلئے آتا ہے، اس لئے کہ ذالک کے الفاظ زیادہ ہیں اور کثرت حروف کثرت مسافت پر دلالت کرتے ہیں، اور ذاک درمیانہ مسافت کیلئے آتا ہے اس لئے کہ ذاک کے الفاظ متوسط ہیں اور حروف متوسط مسافت متوسط پر دلالت کرتے ہیں۔

﴿اسم مبنی کی تیسری قسم أسْمَاءُ المَوْصُولات﴾

فصلٌ: اَلْـموْصُولُ اِسْـمٌ لا يَـصْـلُـحُ أنْ يَـكونَ جُزأً تامّاً مِنْ جُمْلَةٍ إلَّا بِصِلَةٍ بَعدَهُ والصِلَةجُمَلَةٌ خَبَرِيَّةٌ وَلا بُدَّ مِنْ عائِدٍ فِيها يَعُودُإلى المَوْصُولِ مِثالُهُ اَلّذِى فِى قَوْلِنا جَـاءَ الَّـذِى أبُوهُ قائِمٌ أوْ قَامَ أبُوهُ واَلّذى لِـلـمُذَكَّرِواللَّذانِ واللَّذَيْنِ لِمُثَنّاهُ واَلّتى لِلـمُـؤَنَّثِ واللَّتانِ واللَّتَيْنِ لِـمُثَـنّـاها و الَّذِينَ والألى لِـجَـمْـعِ المُذَكَّرِواَللاَّتِى والـلَّواتِى واللاء و اللاَّئِى لِـجَمْعِ المُؤَنَّثِ ومَاومَنْ وأىٌّ وَ أيَّةٌ وذُوْ بِـمَعْنى الَّذِى فِـى أُ نَةِ بَنِـى طَيِّءٍ كَقَوْلِ الشَّاعِرِشعر: فَـإنَّ الـمـاءَ ماءُ أبِى وَجَدِّى وَبِئْرِى ذُو حَـفَـرْتُ وَذُو طَـوَيْـتُ أىْ الَّـذِىْ حُـفَرْتُ وَالَّذِىْ طَوَيْتُ اَىْ اَلَّذِىْ حَفَرْتُهُ وَالَّذِىْ طَوَيْتُه .

ترجمہ: اسم موصول وہ اسم ہے جو صلاحیت نہ رکھتا ہو جملہ کا جزء تام بننے کی مگر اس کے ساتھ جو اس کے بعد ہے اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور ضروری ہے اس جملہ میں ایک عائد (ضمیر) کا ہونا جو لوٹے گا موصول کی طرف اس کی مثال اَلّذِى ہے جو ہمارے قول میں ہے جَـاءَ الَّـذِى أبُوهُ قَـائِمٌ یا جاء الَّذِى قَامَ أبُوهُ اور وہ الذی ہے مذکر کیلئے الذان، الذین تثنیہ مذکر کیلئے اور التی

مونث کیلئے اور اللتان، اللتَین تثنیہ مونث کیلئے اور الذین اور الالی جمع مذکر کیلئے اور اللاتی اور اللواتی اور اللاء و اللائی جمع مونث کیلئے اور ما من ای ایۃ اور ذو جو الذی کے معنی میں ہو بنی طی کی لغت میں۔ شاعر کا قول: شعر ترجمہ پس بیشک پانی میرے باپ دادا کا پانی ہے اور میرا کنواں جس کو میں نے کھودا اور برابر کیا ہے یہاں ذو حفرت و ذو طویت، الذی حفرت اور الذی طویت کے معنی میں ہیں۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے پانچ باتیں ذکر فرما رہے ہیں:

پہلی بات: اسم موصول کی تعریف،

دوسری بات: صلہ کے لئے تین شرائط کا ذکر،

تیسری بات: اسماء موصولہ اور ان کا استعمال،

چوتھی بات: قرینہ ہو تو عائد کا حذف جائز ہے،

پانچویں بات: ایٌّ ایَّۃٌ کی معرب اور مبنی ہونے کے اعتبار سے صورتیں۔

﴿ پہلی بات: اسم موصول کی تعریف ﴾

اسم موصول وہ اسم ہے جو بغیر صلہ کے جملے کا جزء تام نہ بن سکے۔

﴿ دوسری بات: صلہ کے لئے تین شرائط کا ذکر ﴾

پہلی شرط: یہ ہے کہ صلہ جملہ ہوگا اس کی شرط اس لئے لگائی کہ موصول مبہم ہوتا ہے اور صلہ موصول کو بیان کرتا ہے پس جملہ موصول کو بیان کرسکتا ہے نہ کہ مفرد کو، اس لئے صلہ کیلئے جملہ ہونے کی شرط لگادی۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ وہ جملہ خبریہ ہوگا' جملہ خبریہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ موصول اور صلہ میں ربط ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ ماقبل کے ساتھ ربط قبول نہیں کرتا اور جملہ خبریہ ربط قبول کرتا ہے اس لئے جملہ خبریہ کی شرط لگادی۔

تیسری شرط: یہ ہے کہ اس جملہ میں ایک عائد ہو جو موصول کی طرف لوٹے، عائد کی شرط اس

لئے لگائی کہ صلہ جملہ ہوتا ہے اور جملہ مستقل بنفسہ ہوتا ہے اور جو مستقل بنفسہ ہو اس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے جبکہ صلہ کا موصول کے ساتھ تعلق ہوتا ہے یعنی دونوں ملکر جملے کے جزء تام بنتے ہیں لہذا صلہ میں عائد ہونے کی شرط لگادی جو موصول کی طرف لوٹے۔

صلہ جملہ اسمیہ ہونے کی مثال: جَاءَ الَّذِی اَبُوْہ قَائِمٌ۔ اسمیں ابوہ قائم جملہ اسمیہ ہے اور اس میں ہ ضمیر عائد ہے لوٹ رہی ہے موصول کی طرف۔

صلہ جملہ فعلیہ کی مثال: جَاءَ الَّذِی قَامَ اَبُوْہ اس میں قام ابوہ جملہ فعلیہ اور اس میں ہ ضمیر عائد ہے جو موصول کی طرف لوٹ رہی ہے۔

﴿ تیسری بات: اسماء موصولہ اور ان کا استعمال ﴾

اسم موصول چھ معنی کیلئے آتا ہے، اور اس کیلئے چھ قسم کے الفاظ ہیں: ۱۔واحد مذکر کیلئے الّذی، ۲۔تثنیہ مذکر کیلئے اللذان ، اللّذَیْنِ، ۳۔جمع مذکر کیلئے الّذِیْنَ ،اَلْاُلٰی، ۴۔واحد مؤنث کیلئے الّتی، ۵۔تثنیہ مؤنث کیلئے اللّتان، اللّتین، ۶۔جمع مؤنث کیلئے الّاتی، اللّواتی، اَلّائی.

أولآءِ اور اولیٰ مد اور قصر کے ساتھ جمع مذکر اور جمع مؤنث دونوں کیلئے آتے ہیں۔

ما من بمعنی الذی ہیں اور ایٌّ ایّۃٌ بھی بمعنی الذی کے ہیں اور ذو بھی لغت بنی طی میں بمعنی الذی ہے۔ شاعر کے شعر میں:

فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِی وَجَدِّی
وَبِیرِیْ ذُوْحَفَرْتُ وَذُوْطَوَیْتُ

ترجمہ: پس بیشک پانی میرے باپ اور دادا کا پانی ہے اور کنواں (کہ جس کے بارے میں جھگڑا ہو رہا ہے) وہ میں نے ہی کھودا ہے اور میں نے ہی اس کی منڈھیر بنائی ہے (یعنی کنویں کے اوپر جو پتھر لگا کر منڈھیر بنائے جاتے ہیں) اس میں ذو بمعنی الذی کے ہے اصل میں تھا الذی

حفرت اور الذی طویت

شعر کا مطلب: لوگ جس پانی پر دست و گریباں ہیں وہ تو مجھے باپ دادا کی جاگیر میں ملے ہیں اور جس کنویں پر لوگ تنازعہ کرر ہے ہیں اس کی کھدائی میں نے کی ہے اور اس کے ارد گرد میں، میں نے منڈھیر بنائی ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کے ارد گرد میں میں نے پتھر رکھ کر اس کو برابر اور گول کیا ہے اس کنویں کو باضابطہ شکل میں نے دی ہے، لہٰذا اس لحاظ سے بھی یہ کنواں میرا ہے۔

محل استشہاد: یہاں ذو حفرت و ذو طویت' الذی حفرت اور الذی طویت کے معنی میں ہیں۔

ترکیب: انّ حرف مشبہ بہ بالفعل، الماء ان کے لیے اسم ہوا، ماء مضاف، ابی و جدی ایک دوسرے پر عطف ہو کر ماء کے لیے مضاف ہوا۔ اب مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر معطوف علیہ و بیری مبتدا ذو حفرت موصول صلہ ملکر معطوف علیہ واو حرف عطف ذو طویت موصول صلہ ملکر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے ملکر خبر ہوا بیری مبتدا کے لیے، مبتدا خبر ملکر پھر معطوف ہوئے، پھر معطوف اپنے معطوف علیہ سے ملکر ان کی خبر، ان اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فائدہ: مَنْ اور مَا میں فرق یہ ہے کہ مَنْ ذوِ العقول کیلئے استعمال ہوتا ہے اور مَا غیر ذوِ العقول کیلئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ دونوں ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ ای مذکر کیلئے استعمال ہوتا ہے اور اية مونث کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

اور ذو کیلئے لغت بنی طی کی تخصیص اس لئے کی کہ ذو کا استعمال کلام عرب میں دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ ذو بمعنی صاحب کے ہو تو یہ معرب ہے اور ذو بمعنی الذی ہو تو یہ مبنی ہے اور یہ بنی طی کی لغت میں ہے اسلئے اس کو ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

وَالألِفُ وَاللَّامُ بِمَعْنَى الَّذِى صِلَتُهُ اسمُ الفاعِلِ واسمُ المَفعُولِ نَحوُ جَاءَ نِى الضَّارِبُ زَيْدًا اَىْ الَّذِى يَضرِبُ زَيْدًا اَوْ جَاءَ نِى الْمَضرُوْبُ غُلامُه وَيَجُوزُ حَذفُ العَائِدِ مِنَ اللَّفظِ اِنْ كَانَ مَفعُولاً نَحوُ قَامَ الَّذِى ضَرَبْتُ اَىْ الَّذِى ضَرَبْتُهٗ واعْلَمْ اَنَّ

أيًا و أيّةَ مُعْرَبانِ إلاَّ إذا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِها كَقَوْلِهِ تعالَى ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا أىْ أَيُّهُم هُوَ أَشَدُّ.

ترجمہ: اور الف، لام **بمعنی الذی** ہے اس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے۔ جیسے **جَاءَنِی الضَّارِبُ زَيْدًا** بمعنی **الَّذِی يَضْرِبُ زَيْدًا** (آیا میرے پاس وہ شخص جو مارنے والا ہے زید کو) یا **جَاءَنِی الْمَضْرُوْبُ غُلامُه** بمعنی **جَاءَنِی الَّذِیْ ضُرِبَ غُلامُه** (آیا میرے پاس وہ شخص جس کا غلام مارا گیا) اور جائز ہے حذف کرنا عائد کو لفظ سے اگر ہو وہ عائد مفعول جیسے **قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ** یعنی **الَّذِیْ ضَرَبْتُه** (کھڑا ہے وہ شخص جس کو میں نے مارا ہے) اور جان کہ بیشک **اَیٌّ و اَيَّةٌ** معرب ہیں مگر جب حذف کیا جائے اس کے صلہ کا اول جزو جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے **ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَانِ عِتِيًّا أَىْ أَيُّهُم هُوَ أَشَدّ** (یعنی پھر ہم کھینچیں گے ہر گروہ میں سے اسکو جو ان میں سے رحمٰن پر از روئے نافرمانی کے زیادہ سخت ہے)۔

وضاحت: الف لام بمعنی **الذی** اسم موصول کیلئے ہے اس کی شرط یہ ہے کہ: اس کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہو **مثال:** صلہ جب اسم فاعل ہو، جیسے: **جَاءَنِی الضَّارِبُ زَيْدٌ** یعنی **الَّذِی يَضْرِبُ زَيْدٌ**، اسی طرح صلہ اسم مفعول ہو: جیسے **جَاءَنِی الْمَضْرُوْبُ غُلامُه** یعنی **جاء نی الذی ضُرِبَ غُلامُه**

﴿ چوتھی بات: قرینہ ہو تو عائد کا حذف جائز ہے ﴾

صلہ میں عائد کا ہونا ضروری ہے جو موصول کی طرف لوٹ رہی ہو لیکن اس عائد کو کبھی لفظوں سے حذف کیا جاتا ہے جب عائد ضمیر مفعول کی ہو لیکن معنی کے اعتبار سے ملحوظ رہے گا۔

مثال: جیسے **قَامَ الَّذِی ضَرَبْتُ** یہ اصل میں **قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُه** تھا اس میں 'ہ' ضمیر جو کہ مفعول ہے حذف کیا گیا لیکن معنی میں باقی ہے۔

﴿ پانچویں بات: ایٌ ایّۃ کی معرب اور مبنی ہونے کے اعتبار سے چار حالتیں ﴾

ایٌّ ایّۃ کی چار حالتیں ہیں: ایک حالت میں مبنی ہے، اسی لئے اس کو مبنیات میں ذکر کیا، اور تین حالتوں میں معرب ہے۔

۱)...... ایٌّ ایّۃ مضاف ہو اور صدر صلہ مذکور نہ ہو، یہ صرف اس ایک حالت میں مبنی ہے۔ جیسے:

جَاءَ اَيُّهُمْ قَائِمٌ، رَاَيْتُ اَيُّهُمْ قَائِمٌ، اسی طرح قرآن کریم میں اللہ کا فرمان ہے، ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ،اس میں لفظ اَیّ ضمیر کی طرف مضاف ہے، اور اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا، اس کا صلہ ہے، اور اس صلہ کا صدر جو ھو ضمیر ہے، ایٌّ اسم موصول کی طرف لوٹ رہا ہے، وہ محذوف ہے، اصل میں یوں تھا: اَيُّهُمْ هُوَ اَشَدُّ، یہ مبنی برضمہ ہے۔

۲)......ایٌّ اَیَّۃٌ مضاف ہو اور صدر صلہ مذکور ہو اس حالت میں معرب ہے۔ جیسے جاء اَيُّهُمْ هُوَ قائم، رَاَيْتُ اَيَّهُمْ هُوَ قائِمٌ، مَرَرْتُ بِاَيِّهِمْ هُوَ قَائِمٌ، جَائَتْ اَيَّتُهُنَّ هِيَ قَائِمَةٌ، رَاَيْتُ اَيَّتَهُنَّ هِيَ قَائِمَةٌ، مَرَرْتُ بِاَيَّتِهِنَّ هِيَ قَائِمَةٌ، اس حالت میں یہ معرب ہے۔

۳)......تیسری صورت یہ ہے کہ ایٌّ اَیَّۃٌ مضاف نہ ہو اور صدر صلہ مذکور ہو، جیسے: جَاءَ اَيٌّ هُوَ قَائِمٌ رَاَيْتُ اَيًّا هُوَ قَائِمٌ، مَرَرْتُ بِاَيٍّ هُوَ قَائِمٌ، اس حالت میں معرب ہے۔

۴)...... ایٌّ اَیّۃٌ نہ مضاف ہو اور نہ صدر صلہ مذکور ہو، جیسے: جَاءَ اَيٌّ قَائِمٌ، رَاَيْتُ اَيًّا قَائِمٌ، مَرَرْتُ بِاَيٍّ قَائِمٌ، اس حالت میں بھی معرب ہے۔

﴿اسم مبنی کی چوتھی قسم أسماءِ أفعالٌ﴾

فَصْلٌ: اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ هو كُلُّ اسْمٍ بِمَعْنَى الْاَمْرِ والْمَاضِي نحْوُرُوَيْدَزَيْداًاَىْ اَمْهِلْهُ و هَيْهاتَ زَيْدًاَىْ بَعُدَاَوْعَلٰى وَزْنِ فَعالِ بِمَعْنَى الْاَمْرِوَهُوَمِنَ الثُّلاثِيِّ قِيَاسٌ كنَزَالِ بِمَعْنٰى اُنْزُلْ وتَرَاكِ بِمَعْنٰى اُتْرُكْ ويُلْحَقُ بِهِ فَعالِ مَصْدراً معرِفَةً كَفَجَارِ بِمَعْنَى الْفُجُورِ اَوْ صِفَةً للْمُؤَنَّثِ نَحْوُ يَا فَسَاقِ بِمَعْنى فاسِقَةِ ويَا لَكَاعِ بِمَعْنٰى لاكِعَةِ اَوْ عَلَماً للأعْيَانِ الْمُؤنَّثَةِ كَقَطامِ وَ غَلابِ وحَضارِ وهذِهِ الثَّلاثَةُ لَيْسَتْ مِنْ اَسْماءِ الأفْعَالِ وإنّما ذُكِرَتْ ههنا لِلْمُنَاسَبَةِ .

ترجمہ: یہ فصل اسماء افعال کے بیان میں ہے اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو بمعنی امر اور بمعنی ماضی ہو۔ جیسے روید بمعنی اَمْهِلْه (تو اس کو مہلت دے) اور هَيْهَاتَ زَيْدٌ یعنی بَعُدَزَيْدٌ (دور ہوا زید) اسی طرح وہ اسم جو بروزن فَعَالِ ہو وہ بھی امر کے معنی میں ہوتا ہے اور فعال کا وزن ثلاثی سے

قیاس کے مطابق آتا ہے جیسے نَزَالِ اَنْزِلْ امر کے معنی میں ہے (یعنی تو اتر جا) اسی طرح تَرَاکِ معنی میں اُتْرُکْ (امر حاضر کے معنی میں ہے یعنی چھوڑ دے) اور اس کے ساتھ فَعَالِ بھی لاحق کیا گیا ہے درانحالیکہ وہ مصدر معرفہ ہو۔ جیسے فَجَارِ الفُجُور کے معنی میں ہے یا مونث کی صفت واقع ہو۔ جیسے یَا فَسَاقِ معنی میں فَاسِقَة کے ہے (فسق کرنے والی) اور یَا لَکَاعِ معنی میں لَاکِعَة کے ہے (یعنی عورت جو نفس پرست اور کمینی ہو) یا ذَوَاتِ مؤنثہ کا عَلَم ہو۔ جیسے قَطَامِ (مونث کا نام ہے) غَلَابِ مؤنث کا نام ہے اور حَضَارِ (ایک ستارہ کا نام ہے) اور یہ تینوں اسماء افعال میں سے نہیں ہیں صرف مناسبت کی وجہ سے یہاں ذکر کئے گئے ہیں۔

وضاحت: مصنفؒ نے اس فصل میں تین باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: اسم فعل کی تعریف،

دوسری بات: وہ اسم جو فَعَالِ کے وزن پر امر کے معنی میں ہو، وہ بھی مبنی ہوگا،

تیسری بات: فَعَالِ مصدری، فَعَالِ صفتی، اور فَعَالِ علمی کا ذکر۔

﴿ پہلی بات: اسم فعل کی تعریف ﴾

اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو باعتبار وضع کے امر حاضر معروف یا فعل ماضی کے معنی میں ہو۔

مثال: رُوَیْدَ زَیْدًا یعنی اَمْهِلْه (مہلت دے تو اس کو) اور هَیْهَاتَ زَیْدٌ یعنی بَعُدَ (دور ہوا زید) ان مثالوں میں رَوَیْدُ اور هَیْهَاتَ اسم ہیں لیکن فعل کے معنی میں۔

﴿ دوسری بات: وہ اسم جو فَعَال کے وزن پر امر کے معنی میں ہو، وہ بھی مبنی ہوگا ﴾

اسمائے افعال میں سے ایک صیغہ فعالِ کا ہے جو بمعنی امر ہے اور فعال کا وزن ثلاثی مجرد سے قیاس کے مطابق آتا ہے جیسے: نَزَالِ بمعنی اِنْزِلْ اور تَرَاکِ بمعنی اُتْرُکْ ضَرَابِ بمعنی اضرب اور کتاب بمعنی اکتب وغیرہ ہے۔

﴿ تیسری بات: فَعَالِ مصدری، فَعَالِ صفتی، اور فَعَالِ علمی کا ذکر ﴾

فَعَالِ مصدری: جس طرح فعال بمعنی امر حاضر مبنی ہے اسی طرح فعال مصدر معرفہ بھی مبنی ہوگا۔ جیسے فَجَارِ (بروزن فَعَالِ) یہ اَلْفُجُوْر مصدر معرفہ کے معنی میں ہے (بمعنی نافرمانی کرنا)

فَعَالِ صفتی: اسی طرح وہ فَعَالِ جو کسی مؤنث کی صفت ہو وہ بھی فَعَالِ بمعنی امر کے ساتھ لاحق ہو کر مبنی ہوگا۔ جیسے یَا فَسَاقِ یہ بروزن فَعَالِ ہے اور فَاسِقَةٌ کے معنی میں ہو کر مونث کی صفت ہے (بمعنی نافرمان عورت)۔ اور اسی طرح یَا لَگَاعِ بروزن فَعَالِ ہے اور لَا کِعَةٌ کے معنی میں ہو کر مونث کی صفت ہے (بمعنی کمینی عورت)۔

فَعَالِ علمی: جو کسی معین مونث کا علم ہو وہ بھی فعال بمعنی امر کے ساتھ لاحق ہو کر مبنی ہوگا۔ جیسے قَطَامِ (ایک عورت کا نام ہے) غَلَابِ (یہ بھی ایک عورت کا نام ہے) حَضَارِ (یہ ایک ستارہ کا نام ہے) یہ سب مبنی ہوں گے اور یہ تینوں فَعَالِ مصدری فَعَالِ صفتی اور فَعَالِ علمی اسمائے افعال میں سے نہیں ہیں۔

اشکال: یہ ہوتا ہے کہ مصنفؒ نے فَعَالِ مصدری، فَعَالِ صفتی اور فَعَالِ علمی کو اسماءِ افعال کی فصل میں کیوں ذکر کیا ہے، جبکہ یہ اسمائے افعال میں سے نہیں۔

جواب: ان تینوں کو اسمائے افعال کی فصل میں اسلئے ذکر کیا ہے کہ ان تینوں کو فَعَالِ بمعنی امر کیساتھ مناسبت ہے مناسبت وزن اور عدل میں ہے وزن میں مناسبت تو یہ ہے کہ بظاہر وزن ان کا ایک طرح کا ہے اور عدل میں مناسبت یہ ہے فعال بمعنی امر مبالغہ کیلئے امر سے معدول ہیں اسی طرح یہ تینوں بھی معدول ہیں چنانچہ فَجَارِ اَلْفُجُور سے معدول ہے اور فَسَاقِ فَاسِقَةٌ سے معدول ہے اور قَطَامِ قَاطِمَةٌ سے معدول ہے غَلَابِ غَالِبَةٌ سے معدول ہے۔

﴿اسم مبنی کی پانچویں قسم أَسْمَاءِ أَصْوَات﴾

فَصْلٌ: اَلأَصْوَاتُ كُلُّ اسْمٍ حُكِيَ بِهِ صَوْتٌ كَغَاقِ لِصَوْتِ الغُرَابِ او صُوِّتَ بِهِ البَهائمُ كَنَخٍّ لِإناخةِ البَعِيرِ.

ترجمہ: اسم صوت ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ کی آواز کی حکایت کی گئی ہو۔ جیسے غَاقِ کوے کی آواز کیلئے یا وہ الفاظ جن کے ذریعہ جانوروں کو آواز دی جاتی ہو۔ جیسے نَخٌّ اونٹ کو بٹھاتے وقت اس لفظ کو بولتے ہیں۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے مبنیات کی پانچویں قسم کو بیان فرمار ہے ہیں اور وہ ہے اسمائے اصوات اصوات صوت کی جمع ہے بمعنی آواز۔

﴿ اسمائے اصوات کی تعریف ﴾

اسمائے اصوات وہ ہیں جو کسی جانور کی آواز نقل کرتے ہوئے منہ سے نکلیں۔ جیسے غــاق کوّے کی آواز یا اسمائے اصوات وہ ہیں جو کسی جانور کو آواز دیتے وقت منہ سے نکلیں جیسے نَخّ، اونٹ کو بٹھانے کیلئے یہ آواز نکالی جاتی ہے۔

اسمائے اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ: یہ ہے کہ یہ غیر کیساتھ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے اور اگر ترکیب میں واقع ہو جائے تو ترکیب ان پر اثر نہیں کرتی بلکہ بطور حکایت کے ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔

﴿اسم مبنی کی چھٹی قسم اسماءِ مُرَکَّبات﴾

فصل: اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ اسْمٍ رُكِّبَ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَتْ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ فَإِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِي حَرْفاً يَجِبُ بِنَاؤُهُمَا عَلَى الْفَتْحِ كَأَحَدَ عَشَرَ إِلَى تِسعَةَ عَشَرَ إِلَّا اثْنَىْ عَشَرَ فَإِنَّهَا مُعْرَبَةٌ كَالْمُثَنّٰى وَإِنْ لَمْ يَتَضَمَّنْ ذَالِکَ فَفِيْهَا لُغَاتٌ أَفْصَحُهَا بِنَاءُ الْأَوَّلِ عَلَى الْفَتْحِ وَإِعْرَابُ الثَّانِي غَيْرَمُنْصَرِفٍ كَبَعْلَبَکَّ نَحْوُ جَاءَ نِي بَعْلَبَکُّ وَرَأَيْتُ بَعْلَبَکَّ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَکَّ.

ترجمہ: مرکب ہر وہ اسم ہے جو کم از کم دو کلموں سے مرکب کیا گیا ہو جن دو کلموں کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو پس اگر دوسرا کلمہ متضمن ہو حرف کو تو ان دونوں کلموں کا مبنی بر فتحہ ہونا واجب ہے۔ جیسے احد عشر سے تسعۃ عشر تک مگر اثنا عشر کیونکہ وہ معرب ہے جیسے مثنی معرب ہے اور اگر دوسرا کلمہ حرف کو متضمن نہ ہو تو اس میں کئی لغات ہیں زیادہ فصیح یہ ہے کہ پہلا کلمہ مبنی بر فتحہ ہے اور دوسرے کلمہ کا اعراب غیر منصرف کا اعراب ہوگا۔ جیسے جَاءَ نِي بَعْلَبَکُّ وَرَأَيْتُ بَعْلَبَکَّ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَکَّ.

وضاحت: مصنفؒ مبنیات کی چھٹی قسم مرکبات کو بیان فرمارہے ہیں۔ اس میں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں:

پہلی بات: مرکب کی تعریف،

دوسری بات: مرکبات کا حکم باعتبار اعراب۔

﴿پہلی بات: مرکب کی تعریف﴾

مرکب ہو ہر وہ اسم ہے جو دو کلموں سے مرکب ہو ان دونوں کلموں کے درمیان بغیر کسی نسبت کے (خواہ نسبت اضافی ہو یا اسنادی)۔

﴿دوسری بات: مرکبات کا حکم باعتبار اعراب﴾

مرکب دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کا دوسرا کلمہ کسی حرف کو متضمن ہوگا یا نہیں اگر حرف کو متضمن ہوا تو مرکب بنائی ہوگا اور اس کا اعراب یہ ہوگا کہ اس کے دونوں جزء مبنی برفتحہ ہونگے جیسے اَحَدَعَشَرَ سے لیکر تِسعَةَ عَشَرَ تک اس میں ہر دو جزء مبنی برفتحہ ہیں۔

مبنی برفتحہ ہونے کی وجہ: اس میں پہلے جزء کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ترکیب کی وجہ سے وسط کلام (یعنی درمیان کلام) میں آجاتا ہے اور وسط کلام محل اعراب نہیں ہوتا ہے محل اعراب کلمے کا آخری حرف ہوتا ہے اور دوسرا مبنی اس لئے ہے کہ وہ متضمن حرف ہے اور قاعدہ ہے جو کلمہ حرف کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے۔

سوائے اِثْنَاعَشَرَ کے کہ اس میں پہلا جزء معرب ہے اور دوسرا جزء مبنی ہے اور اگر دوسرا کلمہ متضمن حرف نہ ہو تو یہ مرکب منع صرف ہوگا۔

مرکب منع صرف کے مبنی ہونے میں مختلف لغتیں ہیں سب سے فصیح لغت جس کو مصنفؒ نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا پہلا جزء مبنی برفتحہ اور دوسرا جزء معرب ہوگا اور دوسرے جزء کا اعراب غیر منصرف والا ہوگا۔ جیسے: بَعْلَبَکُّ جَاءَنِی بَعْلَبَکُّ، رَأَیْتُ بَعْلَبَکَّ، مَرَرْتُ بِبَعْلَبَکَّ.

﴿اسم مبنی کی ساتویں قسم اَسْماءِ کِنایَات﴾

فصلٌ: اَلْکِنَایَاتُ هِیَ اَسْماءٌ تَدُلُّ عَلیٰ عَدَدٍ مُبْهَمٍ وَهِیَ کَمْ وَکَذَا اَوْ حَدِیثٍ مُبْهَمٍ رهو کَیْتَ وَذَیْتَ وَاعْلَمْ اَنَّ کَمْ عَلیٰ قِسْمَیْنِ اِسْتِفْهامِیَّةٌ وَمَا بَعْدَها مَنْصُوبٌ مُفْرَدٌ عَلَی التَّمْیِیزِ نَحْوُ کَمْ رَجُلاً عِنْدَکَ وَخَبَرِیَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَجْرُورٌ مُفْرَدٌ نَحْوُ کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهُ اَوْ مَجْمُوعٌ نَحْوُ کَمْ رِجالٍ لَقِیتَهُمْ وَمَعْنَاهُ التَّکْثِیرُ وَ تَدْخُلُ مِنْ فِیْهِمَا تَقُوْلُ کَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِیتَهُ وَکَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتَهُ وَقَدْ یُحْذَفُ التمییزُ لِقِیامِ قَرِیْنَةٍ نَحْوُ کَمْ مَالُکَ اَیْ کَمْ دِیناراً مَالُکَ وکَمْ ضَرَبْتُ ای کم ضَرْبَةً ضَرَبْتُ .

ترجمہ: کنایات وہ اسماء ہیں جو عددِ مبہم پر دلالت کرتے ہوں اور وہ کَمْ وَکَذَا ہیں یا وہ مبہم بات پر دلالت کرتے ہوں اور وہ کَیْتَ وَذَیْتَ ہیں اور جان لو کہ بیشک کم دو قسم پر ہے اول استفہامیہ ہے اور اس کا مابعد مفرد منصوب ہوتا ہے بر بنائے تمیز جیسے کَمْ رَجُلاً عِنْدَکَ اور دوسری قسم کَمْ خبریہ ہے اس کا مابعد مجرور مفرد ہوتا ہے جیسے کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهُ یا مجموع ہوتا ہے جیسے کَمْ رِجالٍ لَقِیتُهُمْ اور اس کے معنی کثرت بیان کرنے کے ہیں اور من ان دونوں میں داخل ہوتا ہے جیسے تو کہے کَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِیتَهُ (کتنے ہی آدمی ہیں میں نے ان سے ملاقات کی) اور کَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتُهُ (کتنا ہی مال ہے کہ میں نے اس کو خرچ کر دیا) اور کبھی تمیز کو قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے کَمْ مَالُکَ یعنی کَمْ دِیناراً مَالُکَ اور کَمْ ضَرَبْتُ یعنی کم ضَرْبَةً ضَرَبْتُ۔

وضاحت: مصنفؒ اب یہاں سے مبنیات کی ساتویں قسم کنایات کو بیان فرما رہے ہیں: اس فصل میں پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: اسم کنایہ کی تعریف،

دوسری بات: کَمْ کی دو اقسام، اور کَمْ استفہامیہ اور کَمْ خبریہ کے مابعد کا حکم باعتبار اعراب کے،

تیسری بات: کَمْ خبریہ اور کَمْ استفہامیہ میں من بیانیہ آنے کا ذکر،

چوتھی بات: تمیز کو قرینے کی وجہ سے حذف کرنے کا ذکر،

پانچویں بات: کم استفہامیہ اور کَمْ خبریہ کے اعراب کے اعتبار سے صورتیں۔

﴿ پہلی بات: اسم کنایہ کی تعریف ﴾

اسم کنایہ وہ اسم ہے جو عدد مبہم یا حدیث مبہم پر دلالت کرے۔ عدد مبہم پر دلالت کرے جیسے کم و کذا یا حدیث مبہم پر دلالت کرے جیسے: کیت و ذیت یہ دونوں تکرار کے ساتھ آتے ہیں اور ان کے درمیان حرف عطف لانا ضروری ہوتا ہے۔

﴿ دوسری بات: کم کی دو اقسام، کم استفہامیہ اور کم خبریہ کے مابعد کا حکم باعتبار اعراب ﴾

کَمْ کی اقسام: کَمْ کی دو قسمیں ہیں: (۱) کَمْ استفهامیه (۲) کَمْ خبریه

کَمْ استفهامیه کے مابعد کا حکم: کم استفہامیہ کا مابعد مفرد منصوب ہوتا ہے بنا بر تمیز جیسے کم رجلا عندک (تیرے پاس کتنے مرد ہیں) اسمیں کَمْ مبہم ممیز ہے اور رجلا تمیز ہے جو کہ مفرد منصوب ہے ممیز تمیز ملکر مبتدا اور عندک مضاف مضاف الیہ ملکر خبر ہوئی۔

کَمْ خبریه کے مابعد کا حکم: کم خبریہ کا مابعد مفرد مجرور ہوگا یا جمع مجرور،

مفرد مجرور کی مثال: کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُه (بہت سا مال میں نے خرچ کیا) اس میں مال مفرد مجرور ہے اور کَمْ کی تمیز ہے۔

جمع مجرور کی مثال: کَمْ رِجَالٍ لَقِیْتُهُمْ (میں نے بہت سے آمیوں سے ملاقات کی) اس میں رجال جمع مجرور ہے اور کَمْ کی تمیز ہے۔

کَمْ خبریہ کا ترجمہ تکثیر والا ہوتا ہے۔ یعنی کَمْ خبریہ کے معنی انشاء تکثیر کے ہیں۔

کم خبریہ کے مدخول مفرد کے مجرور ہونے کی وجہ: یہ ہے کہ جب کم خبریہ تکثیر کیلئے ہوتی ہے تو وہ عدد کثیر کے مشابہ ہوگئی، جیسے کثرت کے معنی مِاۃٌ وَ اَلْفٌ دیتے ہیں، اور قاعدہ ہے کہ عدد کثیر مفرد کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔

﴿ تیسری بات: کم خبریہ اور کم استفہامیہ میں من بیانیہ آنے کا ذکر ﴾

کبھی کبھی کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز پر من بیانیہ داخل ہوتا ہے۔

کم استفہامیہ کی تمیز پر مِنْ بیانیہ داخل ہونے کی مثال: کَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِيتَه (کتنے آدمیوں سے تو نے ملاقات کی)۔

کم خبریہ کی تمیز پر مِنْ کے داخل ہونے کی مثال: کَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتُه (بہت سا مال میں نے خرچ کیا)

﴿چوتھی بات، تمیز کو قرینہ کی وجہ سے حذف کرنے کا ذکر﴾

کبھی کبھی کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز قرینہ کی وجہ سے حذف کی جاتی ہے۔

کم استفہامیہ کی تمیز قرینہ کی وجہ سے حذف کرنےکی مثال: کَمْ مَالُکَ اصل میں تھا کَمْ دِيْنَاراً مَالُکَ (تیرا مال کتنا دینار ہے) اس میں دینارا کم استفہامیہ کی تمیز ہے۔ جس کو حذف کیا گیا ہے اس میں قرینہ یہ ہے کہ کَمْ معرفہ پر داخل نہیں ہوتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اس میں دینارا تمیز محذوف ہے۔

کم خبریہ کی تمیز قرینہ کی وجہ سے حذف کرنےکی مثال: کَمْ ضَرَبْتُ اصل میں کَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتُ (بہت مارا میں نے مارنا) اس میں ضَرْبَةً تمیز کو حذف کیا گیا ہے اور حذف پر قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں ضربة فعل محذوف ہے۔

وَاعْلَمْ أَنَّ کَمْ فِي الوَجْهَيْنِ يَقَعُ مَنْصُوباً إذا كَانَ بَعْدَهُ فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيْرِهِ نحو کَمْ رَجُلاً ضَرَبتُ وَكَمْ غُلامٍ مَلَكْتُ مَفْعُولاً بِهِ وَ نَحْوُ کَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتُ وَكَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ مَصْدَرًا وَ نَحْوُ کَمْ يَومًا سِرْتُ وَكَمْ يَوْماً صُمْتَ مَفْعُولاً فِيهِ وَ مَجْرُورًا إذا كَانَ قَبْلَهُ حَرْفُ جَرٍّ أو مُضَافٌ نَحْوُ بِكَمْ رَجُلٍ مَرَرْتَ وَعَلى کَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ وغُلامَ کَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ ومَالَ کَمْ رَجُلٍ سلبْتُ و مَرْفُوعًا إذا لَمْ يَكُنْ شَيئاً مِنَ الأمْرَيْنِ مُبْتَداً إن لَمْ يَكُنْ ظَرْفاً نَحْوُ کَمْ رَجُلاً إخْوَتُکَ وكَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهُ وخَبَراً إنْ كَانَ ظَرفاً نَحْوُ کَمْ يَوماً سَفَرُکَ و کَمْ شَهْرٍ صَوْمِي.

ترجمہ: اور جان لو کہ بے شک کم دو صورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد ایسا فعل ہو کہ جو کم ضمیر میں مشغول ہونے کی وجہ سے کم سے اعراض نہ کر رہا ہو جیسے کَمْ رَجُلاً ضَرَبتُ

اور کَمْ غُلامٍ مَلَکْتَ درانحالیکہ مفعول بہ ہے اور جیسے کَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتَ اور کَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتَ درانحالیکہ مفعول مطلق ہے اور جیسے کَمْ یَوْمًا سِرْتَ اور کَمْ یَوْماً صُمْتَ درانحالیکہ مفعول فیہ ہے اور کَمْ مجرور ہوگا جب اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو جیسے بِکَمْ رَجُلٍ مَرَرْتَ اور عَلیٰ کَمْ رَجُلٍ حَکَمْتَ اور غُلامَ کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتَ اور مَالَ کَمْ رَجُلٍ سلبْتَ اور کَمْ مرفوع ہوگا جب دونوں میں سے کوئی نہ ہو یعنی منصوب مجرور میں سے کوئی نہ ہو مبتدا ہونے کی بنا پر اگر ظرف نہ ہو جیسے کَمْ رَجُلاً إخْوَتُکَ اور کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتَهٗ اور کَمْ خبر واقع ہوگا اگر ظرف ہو جیسے کَمْ یَوماً سَفَرُکَ اور کَمْ شَهْرٍ صَوْمِی۔

﴿ پانچویں بات: کم استفہامیہ اور کم خبریہ کے اعراب کے اعتبار سے صورتیں ﴾

مصنفؒ یہاں سے کم استفہامیہ اور کم خبریہ کا اعراب ذکر فرما رہے ہیں کہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ کب منصوب ہوگا اور کب مجرور ہوگا اور کب مرفوع ہوگا۔

کَمْ استفہامیہ اور کَمْ خبریہ کا اعراب: کَمْ پر تینوں اعراب آسکتے ہیں کبھی یہ منصوب ہوگا اور کبھی مجرور ہوگا اور کبھی مرفوع ہوگا مصنفؒ کم کی دونوں صورتوں یعنی استفہامیہ اور خبریہ میں سے ہر ایک کا موقع بتلاتے ہیں کہ کہاں منصوب ہوگا، کہاں مجرور اور کہاں مرفوع ہوگا۔

کم محلاً منصوب ہونے کی تین صورتیں ہیں: پہلی صورت: یہ ہے کہ کم مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا، جب اس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل اس کی ضمیر پر عمل کرنے کی وجہ سے اس سے اعراض کرنے والا نہ ہو، یعنی اس فعل میں عمل کی استعداد ہو تو یہ کَمْ ہمیشہ محلاً منصوب ہوگا۔

کم خبریہ کی مثال: کَمْ رَجُلاً ضربتُ (بہت سے آدمیوں کو میں نے مارا) اس میں 'کم' ممیّز 'رجلا' تمیز ممیز تمیز ملکر مفعول بہ مقدم اور ضربت فعل با فاعل۔

کم استفہامیہ کی مثال: کَمْ غُلامًا مَلَکْتَ (تو کتنے غلاموں کا مالک بنا) یہ کم خبریہ مفعول بہ ہونے کی مثال ہے اس میں کم ممیز مضاف غلام تمیز مضاف الیہ ممیز مضاف اپنے تمیز مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ مقدم ملکت فعل با فاعل۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ کبھی مفعول مطلق ہونے کی بنا پر کَم محلاً منصوب ہوگا جب اس میں مفعول مطلق ہونے کی صلاحیت موجود ہو۔

کم استفہامیہ کی مثال: کَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتَ (کتنی مار تو نے ماری) یہ کَمْ استفہامیہ مفعول مطلق واقع ہونے کی مثال ہے اس میں کَم ممیز ہے اور ضربۃ تمیز ہے ممیز تمیز سے ملکر مفعول مطلق مقدم اور ضربت فعل با فاعل۔

کم خبریہ کی مثال: کَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ (بہت ہی مار میں نے ماری ہیں) یہ کم خبریہ مفعول مطلق واقع ہونے کی مثال ہے اس میں کَمْ ممیز ہے اور ضربۃ تمیز ممیز تمیز سے ملکر مفعول مطلق مقدم اور ضربت فعل با فاعل۔

تیسری صورت: کَم کبھی مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہوگا جب اس میں مفعول فیہ ہونے کی صلاحیت موجود ہو۔

کم استفہامیہ کی مثال: کَمْ یَوْمًا سِرْتَ (کتنے دن تو نے سیر کی) یہ کَمْ استفہامیہ مفعول فیہ واقع ہونے کی مثال ہے اسمیں کَمْ ممیز ہے یوما تمیز ہے ممیز تمیز ملکر مفعول فیہ مقدم سرت فعل با فاعل۔

کم خبریہ کی مثال: کَمْ صَوْمٍ صُمْتُ (بہت دنوں میں نے روزہ رکھا) یہ کم خبریہ مفعول فیہ واقع ہونے کی مثال ہے اس میں کم ممیز مضاف ہے اور یوم تمیز مضاف الیہ ہے ممیز مضاف اپنی تمیز مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ مقدم فعل صمت با فاعل۔

کَمْ محلاً مجرور کی صورتیں: کَمْ خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ کبھی محلاً مجرور ہوتا ہے جب اس سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہو۔

کم استفہامیہ مجرور بحرف جر کی مثال: بِکَمْ رَجُلاً مَرَرْتَ (کتنے آدمیوں کے پاس سے تو گذرا) اس میں با حرف جر ہے کَمْ ممیز اور رجلا تمیز ممیز اپنی تمیز سے ملکر محلاً مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق مقدم مررت فعل کیلئے۔

کم خبریہ مجرور بحرف جر کی مثال: عَلٰی کَمْ رَجُلٍ حَکَمْتُ (بہت سے آدمیوں پر میں نے حکم

کیا) اس کی ترکیب پہلے والی ترکیب کے مطابق ہے۔

کم استفہامیہ مجرور باضافت کی مثال: غُلامَ كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتَ (کتنے آدمیوں کے غلاموں کو تو نے مارا) اس میں غلام مضاف کَمْ ممیز رجلا تمیز ممیز اپنی تمیز سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ ہوا ضربت فعل کا۔

کم خبریہ مجرور باضافت: مَالُ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ (بہت سے آدمیوں کا مال میں نے چھین لیا) ترکیب حسب سابق ہے۔

کَمْ محلاً مرفوع کی صورتیں: کم استفہامیہ ہو یا خبریہ دونوں صورتوں میں مرفوع ہوگا جب منصوب اور مجرور ہونے کا کوئی سبب نہ پایا جائے۔

پھر مرفوع کی دو صورتیں ہیں: ۱۔ مبتدا، ۲۔ خبر

پہلی صورت: مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہو جب کَمْ ظرف نہ ہو کیونکہ اگر کم ظرف ہوا تو ظرف جملہ بن جاتا ہے اور جملہ مبتدا نہیں بن سکتا ہے۔

کَمْ استفہامیہ کی مثال جب مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہو: كَمْ رَجُلاً اَخُوكَ (کتنے مرد تیرے بھائی ہیں) اس میں کَمْ ممیز رجلا تمیز ممیز تمیز سے ملکر مبتدا اخوک خبر ہے۔

کَمْ خبریہ کی مثال جب مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہو: كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهُ (بہت سے مردوں کو میں نے مارا) اس میں کَمْ ممیز مضاف رجل تمیز مضاف الیہ ممیز مضاف اپنی تمیز مضاف الیہ سے ملکر مبتدا ضربت فعل با فاعل۔

دوسری صورت: کَمْ خبر واقع ہونیکی وجہ سے مرفوع ہو، اگر تمیز ظرف ہو تو کَمْ اپنی تمیز سے ملکر خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور مابعد مبتدا ہوگا اس لئے کہ ظرف مبتدا نہیں بن سکتا ہے۔

کَمْ استفہامیہ کی مثال جب خبر ہونیکی وجہ سے مرفوع ہو اور خبر ظرف ہو: كَمْ يَوْمًا سَفَرُكَ (کتنے دن تیرا سفر ہے) اس میں ک کَمْ استفہامیہ ممیز یوما ظرف اس کی تمیز ممیز تمیز ملکر خبر مقدم سفرک مبتدا مؤخر ہے۔

کَمْ خبریہ کی مثال جب خبر ہونیکی وجہ سے مرفوع ہو اور خبر ظرف ہو: کَمْ شَھْرٍ صَوْمِیْ (میرا روزہ رکھنا بہت سے مہینوں میں ہوا) اس میں کَمْ ممیز مضاف شہر تمیز مضاف الیہ ہے ممیز مضاف اپنی تمیز مضاف الیہ سے ملکر خبر مقدم صومی مبتدا مؤخر ہے۔

﴿اسم مبنی کی آٹھویں قسم ظُرُوف﴾

فصلٌ: الظُّرُوفُ المَبْنِيَّةُ عَلٰى أَقْسامٍ منهامَاقُطِعَ عَنِ الإضافَةِبِأَنْ حُذِفَ المُضَافُ إِلَيْهِ كَقَبْلُ وبَعْدُ وفَوقُ و تَحْتُ قَالَ اللّٰه تعالى لِلّٰهِ الأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ أَىْ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَىْءٍ ومِنْ بَعْدِ كُلِّ شَىْءٍ هٰذَا اِذَاكَانَ الْمَحْذُوْفُ مَنْوِيًّا لِلْمُتَكَلِّمِ وَ اِلَّا لَكَانَتْ مُعْرَبَةً وَعَلٰى هٰذَا قُرِئَ لِلّٰهِ الاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَ مِنْ بَعْدٍ وَ تُسَمَّى الْغَايَاتُ وَمِنْهَا حَيْثُ بُنِيَتْ تَشْبِيهاً لَهَا بِالْغَيَاتِ لِمُلَازِمَتِهَا اَلِاضَافَةَ إِلَى الجُمْلَةِ فِي الْاَكْثَرِ قَالَ اللّٰهُ تعالى سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لاَ يَعْلَمُونَ وقَدْ يُضَافُ إِلَى الْمُفْرَدِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ:

أَمَا تَرٰى حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعاً　　نَجْمٌ يُضِئُ كَالشِّهَابِ سَاطِعًا

أَىْ مَكَانَ سُهَيْلٍ فَحَيْثُ هٰذَابِمَعْنٰى مَكَانَ وَشَرْطُهٗ اَنْ يُضَافَ اِلَى الْجُمْلَةِ نَحْوُ اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ.

ترجمہ: یہ فصل ظروف مبنیہ کی بحث میں ہے ظروف مبنیات وہ چند قسموں پر ہے بعض ان میں سے وہ ہیں جو اضافت سے کاٹ دیئے گئے ہوں اس طور پر کہ مضاف الیہ حذف کیا گیا ہو جیسے: قبل، بعد، فوق، تحت جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لِلّٰهِ الأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ أَىْ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَىْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَىْءٍ (اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں سارے امور پہلے کے اور بعد کے) یعنی ہر شیٔ کے پہلے اور ہر شیٔ کے بعد کے امور سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔ اور اس کو غایت کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ ان میں سے حیث ہے اس کو مبنی کیا گیا ہے غایات کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کے لازم ہونے کی وجہ سے اضافت الی الجملہ کی طرف اکثر صورتوں میں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لاَ يَعْلَمُوْنَ (ہم ان کو ڈھیل دیتے رہیں گے اس طور پر کہ وہ جانتے نہ ہونگے) اور کبھی وہ (حیث) مضاف کر دیا جاتا ہے مفرد کی طرف جیسے شاعر کا قول:

شعر کا ترجمہ: کیا تو نے سہیل (ستارہ) کی جانب نہیں دیکھا جس وقت کہ وہ طلوع ہو رہا ہو یعنی سہیل کے طلوع ہونے کی جگہ کی طرف پس یہ حیث اس جگہ مکان کے معنی میں ہے۔

اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ مضاف ہو جملہ کی طرف جیسے اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ یعنی اِجْلِسْ مَكَانَ جُلُوْسَ زَيْدٍ (زید کے بیٹھنے کی جگہ میں بیٹھ)۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے مبنیات کی آٹھویں قسم ظروف کو بیان فرما رہے ہیں، اور یہاں ظُرُوْف سے مراد وہ ظروف ہیں جو مبنی ہیں، اس لئے کہ بعض ظروف معرب بھی ہوتے ہیں۔ پھر ظروف مبنیہ کئی قسموں پر مشتمل ہے۔

ظروف مبنیہ کی اقسام: وہ ظروف جو مقطوع عن الاضافة ہوتے ہیں یعنی ان کا مضاف الیہ حذف کر لیا جاتا ہے جیسے قبل، بعد، فوق باری تعالیٰ کا فرمان ہے: لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ، یہاں قبل اور بعد کے مضاف الیہ حذف کئے گئے ہیں، اصل میں تھا: مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَيْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَيْءٍ ان کا نام ظروف غایات رکھا جاتا ہے اس لئے کہ کلام کی غایت وہ ہوتی ہے جو ان کا مضاف الیہ ہوتا ہے، لیکن جب مضاف الیہ حذف ہو گیا تو کلام کی غایت یہی بن گئی، اسی وجہ سے ان کا نام ظروف غایات رکھا جائے گا۔

فائدہ: ان ظروف غایات کی چار حالتیں ہیں: ۱)...... ان کا مضاف الیہ مذکور ہو۔

۲)...... مضاف الیہ محذوف ہو، نسیاً منسیاً ہو۔

۳)...... مضاف الیہ محذوف ہو لیکن نیت میں معنی اور لفظ دونوں باقی ہو ان تینوں صورتوں میں یہ ظروف غایات معرب ہوتے ہیں۔

۴)...... مضاف الیہ محذوف ہو اور نیت میں فقط معنی باقی ہو تو اس وقت یہ مبنی ہوتے ہیں، مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں حرف جیسی احتیاج پائی جاتی ہے اور مبنی بر ضم اس لئے کہ نقصان کی

تلافی ہو جائے۔

مضاف الیہ متکلم کے ذھن میں نہ ہو: رُبَّ بَعْدُ کَانَ خَیْرًا مِنْ قَبْلٍ (بہت سی بعد والی چیزیں بہتر ہوتی ہیں پہلے والی سے) اس میں مضاف الیہ متکلم نسیا منسیا ہے یعنی متکلم کے ذھن میں نہیں ہے اس لئے یہ معرب ہے

مضاف الیہ محذوف منوی ہو: اللہ کا فرمان ہے: لِلّٰہِ الامر من قبل و من بعد یہ اصل میں تھا من قبل کل شئ و من بعد کل شئ اس میں کل شئ مضاف الیہ کو حذف کیا گیا ہے لیکن نیت میں موجود ہے یعنی مضاف الیہ محذوف منوی ہے یہ صورت مبنی بر ضمہ ہے۔

ظروف مبنیہ کو غایات کہنے کی وجہ تسمیہ: غایات' غایۃ کی جمع ہے غایت 'انتہا' کو کہتے ہیں، ان اسماء کو غایت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ متکلم جب کلام کر رہا ہو تو اس وقت توقع یہی ہوتی ہے کہ وہ کلام کو مضاف الیہ پر ختم کرے گا، پس جب مضاف الیہ کو حذف کیا جائے تو خلاف توقع متکلم کلام کو ان اسماء پر ختم کرتا ہے اس لئے ان اسماء کو اسمائے غایات کہتے ہیں کہ ان پر کلام کی انتہا ہو جاتی ہے۔

وضاحت: و منہا حیث الخ مصنفؒ یہاں سے ظروف کی دوسری قسم کو بیان فرما رہے ہیں:

﴿ظروف مبنیہ کی دوسری قسم حیث﴾

ظروف مبنیہ میں سے دوسری قسم حیث ہے' مبنی ہونے کی وجہ: حیث کا لفظ مبنی اس لئے ہے کہ یہ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے لیکن حقیقتاً وہ جملہ اس کا مضاف الیہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مضاف الیہ حقیقتاً وہ مصدر ہے جسکو وہ جملہ متضمن ہوتا ہے، جملہ بحیثیت جملہ نہ مضاف ہوتا ہے نہ مضاف الیہ بلکہ بتاویل مصدر مضاف الیہ ہوتا ہے۔

اب یہاں دیکھنے میں تو جملہ مضاف الیہ لگ رہا ہے، حالانکہ مضاف الیہ وہ مصدر ہے جو کہ عبارت میں مذکور نہیں، بلکہ محذوف منوی ہے، تو اب مضاف الیہ محذوف ہونے کی وجہ سے یہ مشابہ ہو گیا حروف غایات کے، اور حروف غایات مبنی ہیں تو حیث بھی ان کی مشابہت کی وجہ سے مبنی ہو گیا۔

مثال: اِجْلِسْ حَیْثُ زَیْدٌ جَالِسٌ (بیٹھ تو جہاں زید بیٹھنے والا ہے) اس مثال میں حیث کی اضافت زَیْدٌ جَالِسٌ جملہ کی طرف ہو رہی ہے زَیْدٌ جَالِسٌ بظاہر مضاف الیہ لگ رہا ہے حیث کا لیکن حقیقت میں مضاف الیہ وہ مصدر ہے جو جملہ کو متضمن ہے گویا اصل میں تھا اِجْلِسْ حَیْثُ جُلُوْسَ زَیْدٍ یعنی مَکَانَ جُلُوْسِ زَیْدٍ ، یہاں حیث بمعنی مکان مضاف اور جلوس زید مضاف الیہ (بیٹھ زید کے بیٹھنے کی جگہ پر)

مثال: اللہ تعالی کا فرمان ہے سنستدرجهم من حیث لایعلمون (عنقریب ہم مہلت دیں گے ان کو ایسی جگہ سے کہ وہ نہیں جانتے ہونگے) اس مثال میں بظاہر دیکھنے میں لایعلمون مضاف الیہ ہے حیث کیلئے لیکن حقیقت میں مضاف الیہ وہ مصدر ہے جو لایعلمون میں متضمن ہے اصل میں یوں تھا:

حیث عدم علمهم اس میں عدم علمهم مصدر مضاف الیہ ہے جو لایعلمون سے سمجھا جارہا ہے

کبھی کبھی حیث مفرد کی طرف مضاف ہوتا ہے: حیث کی اضافت اکثر جملہ کی طرف ہوتی ہے' البتہ کبھی مفرد کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے، اس صورت میں بعض کے ہاں مبنی اور بعض کے نزدیک معرب ہوگا۔

حیث مفرد کی طرف مضاف ہونے کی مثال:

شعر: أمَا تَرٰی حَیْثُ سُهَیْلٍ طَالِعاً * نجمٌ یُضِیءُ کالشِّهابِ سَاطِعاً

ترجمہ: دیکھتا نہیں تو سہیل ستارے کی جگہ کو اس حال میں کہ وہ بلند ہونے والا ہے وہ ایک ستارہ ہے' جو آگ کے شعلے کی طرح چمکنے والا ہے۔

محل استشہاد: اس مثال میں حیث مضاف اور سہیل مضاف الیہ ہے جو کہ مفرد ہے۔

شعر کی ترکیب: همزہ استفہامیہ یا نافیہ، تری فعل، ضمیر انت فاعل، حیث مضاف، سهیل ذوالحال، طالعا حال، ذوالحال حال سے ملکر مضاف الیہ حیث مضاف کیلئے، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہوا تری فعل کا، نجم موصوف، یضی فعل، هو ضمیر مستتر فاعل، ک حرف جر

، الشھاب ذوالحال، ساطعا حال ذوالحال حال ملکر مجرور ہوا کے حرف جر کیلئے، جار مجرور ملکر ظرف لغو متعلق یضی فعل کے لئے، یضی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر صفت ہوئی نجما موصوف کیلئے، موصوف اپنی صفت سے ملکر مفعول بہ ہوا تری فعل کیلئے، تری فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا

ومنها إذَا وَهِيَ للمُسْتَقْبَلِ وإذَا دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِي صَارَ مُسْتَقْبَلاً نَحْوُ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَفِيها مَعْنَى الشَّرْطِ ويَجُوزُ أَنْ تَقَعَ بَعْدَها الجُمْلَةُ الاسْمِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْکَ إذا الشَّمْسُ طالِعَةٌ والمُخْتارُ الفِعْلِيَةُ نَحْوُ اٰتِيْکَ إذا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وقَدْ تَكُونُ للمُفاجَاةِ فَيُخْتَارُ بَعْدَهَا المُبْتَدَأُ نَحْوُ خَرَجْتُ فَإذا السَّبُعُ واقِفٌ.

ترجمہ: اور ظروف مبنیہ میں سے اذا ہے اور یہ مستقبل کیلئے آتا ہے اور جب یہ فعل ماضی پر داخل ہو تو وہ ماضی مستقبل کے معنی میں ہو جاتا ہے جیسے اذا جاء نصر اللّٰہ (یعنی جب آئیگی اللہ کی مدد) اور اسمیں شرط کے معنی ہوتے ہیں اور جائز ہے کہ اسکے بعد جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے اٰتِیْکَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ (میں تیرے پاس آؤنگا جب سورج طلوع ہوگا) اور جملہ فعلیہ لانا پسندیدہ ہے جیسے اٰتِیْکَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ (آؤنگا میں تیرے پاس جب سورج طلوع ہوگا) اور کبھی کبھی مفاجاۃ کیلئے بھی آتا ہے پس اسکے بعد مبتدا لانا مختار اور پسندیدہ ہے جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ، (نکلا میں پس اچانک درندہ کھڑا تھا)۔

﴿ظروف مبنیہ کی تیسری قسم اذا﴾

وضاحت: منھا اذا ھی الخ مصنفؒ یہاں ظروف مبنیہ کی تیسری قسم بیان فرما رہے ہیں اور وہ ہے 'اذا' مبنی اسلئے ہے کہ یہ حرف شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور حروف شرط مبنی ہیں تو یہ بھی مبنی ہوگا۔

اذا کا عمل: مستقبل کے معنی کیلئے آتا ہے اور جب یہ ماضی کے صیغہ پر داخل ہو تو اسے مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے۔ مثال: اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ (جب آئے گی اللہ کی مدد)۔

'اذا' میں شرط کے معنی بھی پائے جاتے ہیں: اور 'اذا' جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔

جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کی مثال: اٰتِیْکَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ

جملہ فعلیہ پر داخل ہونے کی مثال: اٰتِیْکَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ

پس 'اذا' کا فعل پر داخل ہونا اولی اور مختار ہے کیونکہ یہ حروف شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔

کبھی کبھی اذا مفاجاة کیلئے بھی آتا ہے: مفاجاة کے معنی کسی کام کا ہونا یا اچانک کسی سے ملاقات ہونا۔ جب 'اذا' مفاجاة کیلئے آئے تو پسندیدہ یہ ہے کہ اسکے بعد مبتدا مذکور ہو

مثال: خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ (میں نکلا پس اچانک درندہ کھڑا تھا)۔

ومنها إذ وهِيَ لِلْمَاضِي وَتَقَعُ بَعْدَهَا اَلْجُمْلَتَانِ اَلْإسْمِيَةُ والفعلیةُ نَحْوُ جِئْتُکَ إِذْ طَلَعَتِ الشَّمسُ وإذِ الشَّمسُ طَالِعَةٌ.

ترجمہ: اور ظروف مبنیہ میں سے ایک 'اذ' ہے اور وہ ماضی کیلئے آتا ہے اور اسکے بعد دونوں قسم کے جملے یعنی جملہ اسمیہ اور فعلیہ واقع ہوتے ہیں جیسے جِئْتُکَ اِذْطَلَعَتِ الشَّمْسُ اور اِذِالشَّمْسُ طَالِعَةٌ.

﴿ ظروف مبنیه کی چوتھی قسم "اذ" ﴾

وضاحت: مصنفؒ ظروف مبنیہ میں سے 'اذ' کو بیان فرما رہے ہیں یہ مبنی اسلئے ہے کہ اسکی وضع اور بنا حروف کی طرح ہے، حروف مبنی ہوتے ہیں اسلئے یہ بھی مبنی ہوگا۔

'اذ' فعل ماضی کیلئے آتا ہے اگر فعل مستقبل پر داخل ہو تو اسے بھی ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے، 'اذ' جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوتا ہے اور جملہ اسمیہ پر بھی۔

جملہ فعلیہ کی مثال: جِئْتُکَ اِذْطَلَعَتِ الشَّمْسُ، جملہ اسمیہ کی مثال: جئتک اِذِ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ

﴿ ظروف مبنیہ کی پانچویں قسم "اَیْنَ وَاَنّٰی" ﴾

ومنها اَیْنَ وَاَنّٰی لِلْمَکَانِ بِمَعْنَی الاسْتِفْهامِ نَحْوُ اَیْنَ تَمْشِی واَنّٰی تَقْعُدُ وبِمَعْنَی الشَّرْطِ نَحْوُ اَیْنَ تَجْلِسْ أَجْلِسْ واَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ.

ترجمہ: اور ظروف مبنیہ میں سے اَیْنَ اور اَنّٰی ہیں یہ ظروف مکان کیلئے آتے ہیں کبھی استفہام کے معنی میں آتے ہیں جیسے: اَیْنَ تَمْشِی واَنّٰی تَقْعُدُ (تو کہاں جا رہا ہے۔ اور تو کہاں بیٹھا ہے)، اور کبھی شرط کے معنی کیلئے آتے ہیں جیسے: اَیْنَ تَجْلِسْ أَجْلِسْ (تو جہاں بیٹھے گا میں وہاں بیٹھوں گا)، اَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ (تو جہاں کھڑا ہوگا میں وہاں کھڑا ہوں گا)۔

وضاحت: "این وانی" ظروف مکان کیلئے آتے ہیں کبھی استفہام کے معنی میں اور کبھی شرط کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں، ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرف شرط اور حروف استفہام کے معنی کو متضمن ہیں۔

استفہام کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال: اَیْنَ تَمْشِی (تو کہاں جا رہا ہے) اَنّٰی تَقْعُدُ (تو کہاں بیٹھا ہے)

شرط کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال: جیسے اَیْنَ تَجْلِسْ أَجْلِسْ (تو جہاں بیٹھے گا میں وہاں بیٹھوں گا) اَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ (تو جہاں کھڑا ہوگا میں وہاں کھڑا ہوں گا)۔

﴿ ظروف مبنیہ کی چھٹی قسم "مَتٰی" ﴾

وَمِنْهَا مَتٰی لِلزَّمانِ شَرْطاً او اسْتِفْهاماً نَحْوُ مَتٰی تَصُمْ اَصُمْ ومَتٰی تُسَافِرُ.

ترجمہ: اور ظروف مبنیہ میں سے ایک "مَتٰی" ہے جو زمان کیلئے آتا ہے، شرط اور استفہام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

وضاحت: ظروف مبنیہ میں سے ایک مَتٰی ہے، جو زمانہ کے ساتھ مختص ہے، اور شرط و استفہام کیلئے

آتا ہے۔ اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں شبہ معنوی پائی جاتی ہے، کہ یہ استفہام اور شرط کے معنی کو متضمن ہوا کرتے ہیں۔

شرط کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال: مَتٰی تَصُمْ اَصُمْ (جب تو روزہ رکھے گا میں بھی روزہ رکھوں گا)

استفہام کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال: مَتٰی تُسَافِرُ (تو کب سفر کرے گا)۔

﴿ ظروف مبنیہ کی ساتویں قسم "کَیْفَ" ﴾

وَمنها کَیْفَ لِلاسْتِفْهامِ حَالاً نَحْوُ کَیْفَ اَنْتَ ای فِی ایِّ حَالٍ اَنْتَ.

ترجمہ: اور ظروف مبنیہ میں سے ایک "کیف" ہے حالت دریافت کرنے کیلئے آتا ہے جیسے کَیْفَ اَنْتَ یعنی فِی ایِّ حَالٍ اَنْتَ (تو کس حالت میں ہے)۔

وضاحت: ظروف مبنیہ میں سے ساتویں قسم کیف ہے اور کیف حالت دریافت کرنے کیلئے آتا ہے جیسے کیف انت سے اگر استفہام کرے تو اس کا مطلب اس کے حالت دریافت کرنا ہوتا ہے یعنی فِیْ اَیِّ حَالٍ اَنْتَ کے معنی میں ہے یہ مبنی اس لئے ہے کہ یہ حروف استفہام کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور حروف تمام مبنی ہوتے ہیں لہٰذا یہ بھی مبنی ہوگا۔

﴿ ظروف مبنیہ کی آٹھویں قسم "أَیَّانَ" ﴾

ومنها أَیَّانَ لِلزَّمانِ اسْتِفْهَاماً نَحْوُ أَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ.

ترجمہ: ظروف مبنیہ میں سے ایک ایان ہے یہ استفہام زمانی کیلئے آتا ہے جیسے أَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ (کب ہوگا جزا کا دن)۔

وضاحت: ظروف مبنیہ میں آٹھویں قسم "أَیَّانَ" ہے یہ استفہام زمانی کیلئے آتا ہے جیسے أَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ (کب ہوگا جزا کا دن) اسکے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے۔

﴿ ظروف مبنیہ کی نویں قسم "مُذْ وَمُنْذُ" ﴾

وَمِنْهَا مُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنَی اَوَّلِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلُحَ جَوَاباً لِمَتٰی نَحْوُ مَا رَاَیْتُہٗ مُذْ اَوْ مُنْذُ یَوْمُ الْجُمْعَةِ فِی جَوَابِ مَنْ قَالَ مَتٰی مَارَاَیْتَ زیدًا أَیْ اَوَّلُ مُدَّةِ انْقِطَاعِ رُؤْیَتِی اِیَّاہُ

يَومُ الجُمُعَةِ وبِمَعْنى جَمِيعِ المُدَّةِ إنْ صَلُحَ جَوَاباً لِكَمْ نَحوُمَا رَأَيْتُهُ مُذْ اَوْمُنْذُ يَومَانِ فِي جوابِ مَنْ قَالَ كَمْ مُدَّةً مَارَاَيْتَ زَيْداً أیْ جَمِيعُ مُدَّةٍ مَا رَأَيْتُهُ يومانِ.

ترجمہ: ظروف مبنیہ میں سے مذ اور منذ ہیں جو اول مدت کو بیان کرتے ہیں اگر متیٰ کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے مَارَأَيْتُهُ مُذْ اَوْ مُنْذُ يَوْمُ الجُمْعَةِ (میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا ہے) اس شخص کے جواب میں جو کہے کب سے تو نے زید کو نہیں دیکھا یعنی اس کو میری رویت کے انقطاع کی اول مدت یوم جمعہ ہے اور یہ جمیع مدت کے معنی میں بھی آتا ہے، اگر وہ کم کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو جیسے: مَا رَأَيْتُهُ مُذْاَوْمُنْذُ يَوْمَانِ میں نے اس کو دونوں سے نہیں دیکھا اس شخص کے جواب میں جس نے کہا کتنی مدت سے تو نے زید کو نہیں دیکھا یعنی تمام مدت جس میں میں نے اس کو نہیں دیکھا دو دن ہیں۔

وضاحت: مذ اور منذ یہ دونوں کبھی ابتدائے مدت کیلئے آتے ہیں اور کبھی جمیع مدت کیلئے آتے ہیں اب اگر متی کے جواب میں واقع ہونے کی صلاحیت رکھیں تو ابتدائے مدت کیلئے ہونگے جیسے جب کوئی سوال کرے: مَتی مَارَأَيْتَ زَيْدًا (یعنی تو نے کب سے زید کو نہیں دیکھا ہے) اسکے جواب میں واقع ہوگا مَارَأَيْتُهُ مُذْ اَوْ مُنْذُ يَوْمِ الْجُمْعَةِ اَیْ اَوَّلُ مُدَّةِ اِنْقِطَاعِ رُؤْيَتِی اِيَاهُ يَوْمُ الْجُمْعَةِ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے اس کو نہ دیکھنے کی اول مدت جمعہ کا دن ہے اور اگر "مذ اور منذ" کَمْ کے جواب میں واقع ہونے کی صلاحیت رکھیں تو جمیع مدت کیلئے آئیں گے جیسے کوئی سوال کرے: كَمْ مُدَّةِ مَارَأَيْتَ زَيْدًا (کتنی مدت سے تو نے زید کو نہیں دیکھا) اس کے جواب میں کہا جائیگا مَا رَأَيْتُهُ مُذْ اَوْ مُنْذُ يَوْمَانِ (میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا) یعنی اس کو نہ دیکھنے کی کل مدت دو دن ہے

﴿ ظروف مبنیہ کی دسویں قسم "لَدٰی ولَدُن" ﴾

وَمِنْهَالَدٰی ولَدُنْ بِمَعْنى عِنْدَنَحُوُ المَالُ لَدَيْکَ والفَرْقُ بَيْنَهُما اَنَّ عِنْدَ لا يُشْتَرَطُ فِيهِ الحُضُورُ ويُشْتَرَطُ ذلِکَ فِی لَدَی ولَدُنْ وجاء فِيهِ لُغاتٌ اخرلَدْنَ، لُدْنِ، لَدَنْ،

لَدْ، لُدْ، لُدُ

ترجمہ: اور ظروف مبنیہ میں سے "لدیٰ اور لدن" ہیں جو عند کے معنی دیتے ہیں جیسے اَلْمَالُ لَدَیْکَ (مال تیرے پاس ہے) عند اور "لدیٰ ولدن" ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ عند کیلئے شئی کا حاضر ہونا ضروری نہیں ہے اور شئی کا حاضر ہونا "لدیٰ اور لدن" میں ضروری ہے اور "لدیٰ اور لدن" کی اور بھی لغات آئی ہیں جیسے لَدُنَ، لُدُنِ، لَدَنْ، لَدْ، لُدْ، لُدُ

وضاحت: ﴿لدیٰ ولدن اور عند کے درمیان فرق﴾

لدی ولدن اور عند کے درمیان فرق یہ ہے کہ لدیٰ ولدن کیلئے شئی کا موجود ہونا شرط ہے جبکہ عند کیلئے شئی کا موجود اور پاس ہونا شرط اور ضروری نہیں ہے۔

لدیٰ اور لدن کی دوسری لغات بھی منقول ہیں، جیسے لَدُنَ، لُدُنَ، لَدَنْ، لَدْ، لُدْ، لُدُ

﴿ ظروف مبنیہ کی گیارہویں قسم "قَطُّ" ﴾

ومنها قَطُّ للمَاضِی المَنْفِیِّ نَحْوُ مَا رَأَیْتُہٗ قَطُّ.

ترجمہ: ظروف مبنیہ میں سے "قَطُّ" بھی ہے جو ماضی منفی کیلئے آتا ہے جیسے مَارَأَیْتُہٗ قَطُّ (میں نے اس کو ہرگز نہیں دیکھا)۔

وضاحت: "قَطُّ" مبنی اسلئے ہے کہ اس میں ایک لغت قَطْ (بسکون الطاء) بھی آتی ہے اور "قَطْ" کی بنا اور وضع حروف کی طرح ہے اور حروف تمام مبنی ہوتے ہیں لہذا "قَطْ" بھی مبنی ہوگا اور اسی پر "قَطُّ" کو بھی محمول کیا گیا ہے۔

﴿ ظروف مبنیہ کی بارہویں قسم "عَوْضُ" ﴾

وَمِنْهَاعَوْضُ لِلْمُسْتَقْبَلِ المَنْفِیِّ نَحْوُ لا أَضْرِبُہٗ عَوْضُ.

ترجمہ: ظروف مبنیہ میں سے "عَوْضُ" بھی ہے یہ مستقبل کی نفی کیلئے آتا ہے جیسے لاَ اَضْرِبُہٗ عَوْضُ (میں اس کو ہرگز نہ ماروں گا)۔

وضاحت: اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مضاف الیہ ظروف غایات یعنی قبل

اور بعد وغیرہ کی طرح محذوف معنوی ہوتا ہے لہذا مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے حرف کے مشابہ ہے لاَ اَضرِبُهُ عَوضُ کے معنی ہیں لاَ اَضرِبُهُ دَهرًا (یعنی میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا)۔

وَاعْلَمْ أنَّهُ إذَا أُضِيفَ الظُّرُوفُ إلى الجُمْلَةِ اَوْ اِلٰى إذْ جَازَ بِنَاؤُهَا عَلى الفَتْحِ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى هٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ وكَيَوْمَئِذٍ و حِيْنَئِذٍ وكذلك مِثْل وغَيْرَ مَعَ مَا وأنْ و أنَّ تقولُ ضَرَبْتُهُ مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ وغَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ.

ترجمہ: اور جان لو کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جب ظروف کی اضافت کی جائے جملہ کی یا اذ کی طرف تو ان کا مبنی برفتحہ ہونا جائز ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ **هٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ** (آج کا دن وہ ہے کہ صادقین کو ان کی سچائی نفع دے گی) اور جیسے **یومئذ** اور **حینئذ** اور اسی طرح کلمہ **مثل** اور **غیر** بھی **ما** کے ساتھ اور **ان** مصدریہ کے ساتھ اور **اَن** کے ساتھ (یعنی جب ان کی طرف مضاف ہوں تو یہ بھی مبنی برفتحہ ہونگے) جیسے تو کہے گا **ضَرَبْتُهُ مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ** (میں نے اس کو مارا مثل مارنے زید کے) اور جیسے **غَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ** (میں نے اس کو مارا بغیر مارنے زید کے)

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے یہ بیان فرما رہے ہیں کہ بعض ظروف مبنی نہیں ہوتے ہیں بلکہ معرب ہوتے ہیں لیکن جب ان کو جملہ کی طرف مضاف کریں یا اذ کی طرف مضاف کریں اور اذ آگے جملہ کی طرف مضاف ہو تو یہ ظروف بھی مبنی برفتحہ ہونگے جیسے **هٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ** اس میں یوم کا مبنی برفتحہ ہونا جائز ہے اس میں یوم ظرف کی اضافت **يَنفَعُ الصَّادِقِينَ** جملہ کی طرف ہو رہی ہے۔

اسی طرح **یومئذ** اور **حینئذ** میں یوم اور **حین اذ** کی طرف مضاف ہیں اور اذ آگے جملہ کیطرف مضاف ہے جس کو محذوف کر کے اسکے عوض میں اذ پر تنوین لے آئے ہیں اصل میں تھا **یوم اذ کان کذا، حین اذ کان کذا** اس میں یوم اور **حین** جملے کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں۔

لفظ مثل اور غیر کو مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے: لفظ **مثل** اور **غیر** کو مبنی برفتحہ پڑھنا اس وقت جائز ہے

جب مضاف ہوں لفظ ما کی طرف یا ان مصدریہ کی طرف یا ان مشقلة کی طرف جیسے ضَرَبْتُه مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْد اس مثال میں لفظ مثل کی اضافت ما کی طرف ہورہی ہے لہذا اس کو مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے اسی طرح غَيْرَ أنّ ضَرَبَ زَيْدٌ اس مثال میں غیر کی اضافت ان مصدریہ کی طرف ہے لہذا غیر کو مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے۔

﴿ظروف مبنیہ میں سے ایک امس بھی ہے اھل حجاز کے نزدیک﴾

وَمِنهَا اَمْسِ بِالْكَسْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ

ترجمہ: اورظروف مبنیہ میں سے ایک امس ہے سین کے کسرہ کے ساتھ اھل حجاز کے نزدیک۔

وضاحت: لفظ امس اھل حجاز کے نزدیک مبنی برکسرہ ہے اور معرفہ ہے (بمعنی کل گذشتہ) اور بعض کے ہاں امس معرب معرفہ ہے لیکن جب یہ مضاف ہو یا اس پر الف لام داخل ہو یا نکرہ کیا جائے تو بالاتفاق معرب ہوگا جیسے مَضٰى اَمْسُنَا (گذر گیا ہمارا کل) اسی طرح مَضَى الْاَمْسُ الْمُبَارَكُ (گذر گیا کل گذشتہ مبارک) اسی طرح كُلُّ غَدٍ صَارَ اَمْسًا (ہر آنیوالا کل ہوجاتا ہے کل گذشتہ) اس میں پہلی مثال امس کے مضاف ہونے کی ہے اور دوسری مثال اس پر الف لام داخل ہونے کی ہے اور تیسری مثال نکرہ ہونے کی ہے لہذا ان تینوں مثالوں میں بالاتفاق امس معرب ہوگا۔

﴿الخَاتِمَةُ﴾

والخَاتِمَةُ فِى سائِرِ أحْكام الاسْمِ ولَواحِقِهِ غَيْرِ الإعْرابِ والبِناءِ وَفِيها فُصُولٌ.

ترجمہ ووضاحت: خاتمہ اسم کے تمام احکام اور اس کے ملحقات کے بیان میں مشتمل ہے علاوہ معرب ومبنی کے اور اس میں چند فصلیں ہیں۔

فَصْلٌ: اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْمَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْرِفَةٌ ونَكِرَةٌ المَعْرِفَةُ اِسْمٌ وُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ وَهِىَ سِتَّةُ اَقْسَامٍ اَلْمُضْمَرَاتُ والأعْلامُ وَالْمُبْهَمَاتُ أعْنِى أسْماءَ الإشَارَاتِ والمَوْصُولاتِ وَالْمُعَرَّفُ بِاللّامِ والمُضَافُ إلٰى أحَدِهَا اِضَافَةً مَعْنَوِيَّةً وَالْمُعَرَّفُ

بِالنّداءِ وَالْعَلَمُ مَا وُضِعَ لِشَيءٍ مُعَيَّنٍ لَا يَتَنَاوَلُ غَيْرَهُ بِوَضعٍ واحِدٍ وأَعْرَفُ الْمَعارِفِ الْمُضْمَرُ الْمُتكَلّمُ نَحْوُ أَنَا ونَحْنُ ثُمّ الْمُخاطَبُ نَحْوُ أَنْتَ ثُمّ الغائِبُ نَحْوُ هُوَ ثُمّ الْعَلَمُ ثُمّ الْمُبْهَماتُ ثُمّ الْمُعرَّف باللام ثُمّ المعرَّفُ بالنّداءِ وَالْمُضافُ وَهُوَ فِي قُوَّةِ الْمُضَافِ إليهِ والنَّكِرَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ غَيرِ مُعَيَّنٍ كَرَجُلٍ وَفَرَسٍ.

ترجمہ: جان لو کہ اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ اور نکرہ معرفہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو شی معین کیلئے اور اس کی چھ اقسام ہیں اول مضمرات، دوم اعلام، سوم مبہمات (یعنی اسمائے اشارات واسمائے موصولات)، چہارم معرف باللام، پنجم ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہونا اضافت معنوی کے ساتھ، ششم معروف بالنداء، اور علم وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو شی معین کیلئے جو ایک وضع کے ساتھ غیر کو شامل نہ ہو اور سب سے اَعْرَفُ الْمَعَارِفِ ضمیر متکلم ہے جیسے انا و نحن پھر ضمیر مخاطب ہے جیسے انت پھر ضمیر غائب ہے جیسے ھو پھر علم ہے پھر مبہمات ہیں پھر معرف باللام ہے پھر معرف بالنداء ہے اور مضاف دراصل مضاف الیہ کی قوۃ میں ہوتا ہے اور نکرہ وہ اسم ہے جو شی غیر معین کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے رجلٌ، فرسٌ۔

وضاحت: مصنفؒ اسم مبنی کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے ایک خاتمہ ذکر فرما رہے ہیں اس خاتمے میں معرب اور مبنی کے علاوہ اسم کے باقی سارے احکام اور ملحقات بیان ہونگے اور خاتمے میں دس فصلیں ذکر کی ہیں۔ چنانچہ فصل اول میں اسم کی دو قسمیں معرفہ اور نکرہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

﴿اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ اور نکرہ﴾

معرفہ کی تعریف: معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو چاہے ذات معین کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے زید، الرجل وغیرہ اور چاہے جنس کے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے اسامہ (اسد کی جنس کا علم ہے)

معرفہ کی اقسام: معرفہ کی چھ اقسام ہیں ۱۔ مضمرات ۲۔ اعلام ۳۔ مبہمات (یعنی اسمائے اشارات واسمائے موصولات) ۴۔ معرف باللام ۵۔ وہ اسم جو ان چاروں قسموں میں سے ایک کی طرف

مضاف ہو اضافت معنوی کے ساتھ ۶۔ معرف بالنداء

علم کی تعریف: علم وہ اسم ہے جو کسی معین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو اس حال میں کہ ایک ہی وضع کے ساتھ غیر کو شامل نہ ہو۔

اَعْرَفُ الْمَعَارِفِ: معرفہ میں سب سے کامل و اکمل تعریف کے اعتبار سے ضمیر متکلم ہے خواہ واحد کی ہو یا جمع کی جیسے انا، نحن اس کے بعد درجہ ضمیر مخاطب کا ہے جیسے انت پھر اس کے بعد ضمیر غائب اعرف المعارف ہوتی ہے اس کے بعد علم پھر مبہمات کا درجہ ہے اس کے بعد معرف باللام کا ہے پھر معرف بالنداء ہے۔

اور مضاف تعریف کے مذکورہ مراتب کے اعتبار سے اور قوت کے اعتبار سے اپنے مضاف الیہ کی قوت کے مساوی ہوتا ہے کیونکہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے تعریف کا فیض حاصل کرتا ہے لہذا

اسی کے مرتبہ میں ہوگا۔

نکرہ کی تعریف: نکرہ وہ اسم ہے جو کسی غیر معین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے رجل، فرس

فَصْلٌ: أَسْمَاءُ العَدَدِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلى كَمِّيَّةِ آحَادِ الأشْياءِ وأُصُولُ العَدَدِ اثْنَتَا عَشْرَةَ كَلِمَةً واحِدةٌ إلى عَشَرَةٍ ومِائَةُ وأَلْفٌ واسْتِعْمَالُهُ من واحِدٍ و اثْنَينِ عَلى القِيَاسِ أَعْنِى لِلْمُذَكَّرِ بِدُون التَّاءِ ولِلْمُؤنَّثِ بِالتَّاءِ تَقُولُ فِى رَجُلٍ وَاحِدٌ وفِى رَجُلَيْنِ اثْنَانِ وَفِى امْرَأةٍ وَاحِدةٌ وفِى امْرَأتَيْنِ اثْنَتَانِ ومِنْ ثَلاثَةٍ إلى عَشَرةٍ عَلى خِلافِ القِيَاسِ أعِنْى لِلمُذَكَّرِ بِالتَّاءِ تَقُولُ ثَلاثَةَ رِجَالٍ إلى عَشَرةِ رِجَالٍ ولِلْمُؤنَّثِ بِدُونِهَا تَقُوْلُ ثَلاثُ نِسْوَةٍ إلى عشْرِ نِسْوَةٍ

ترجمہ: اسمائے عدد وہ اسماء ہیں جنہیں وضع کیا گیا ہے تا کہ دلالت کریں اشیاء کے افراد کی مقدار پر اصول عدد بارہ کلمات ہیں واحد سے عشر تک اور مائۃ (سو) اور الف (ہزار) اور ان کا استعمال واحد سے اثنین تک قیاس کے مطابق ہے یعنی مذکر کیلئے بغیر تا کے اور مونث کیلئے تاء

کے ساتھ جیسے تو کہے گا (مفرد مذکر میں) رجل واحد اور (تثنیہ مذکر میں) رجلین اثنان اور (مفرد مونث میں) امراة واحدة اور (تثنیہ مونث میں) امراتین اثنتان وثنتان اور ثلثة سے عشرة تک خلاف قیاس آیگا یعنی مذکر کیلئے تاء کے ساتھ جیسے تم کہو گے ثلاثة رجال سے عشرة رجال تک اور مونث کیلئے بغیر تا کیساتھ جیسے تو کہے گا ثلاث نسوة سے عشر نسوة تک۔

وضاحت: مصنفؒ اس فصل میں اسمائے عدد کا قاعدہ ذکر فرما رہے ہیں اس میں اسم عدد کی تعریف اور اصول عدد اور اسمائے عدد کا قاعدہ ذکر کریں گے۔

اسم عدد کی تعریف: اسم عدد وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہے تاکہ چیزوں کے افراد کی مقدار کو بیان کرے۔

اصول عدد بارہ ہیں: یعنی اصل عدد کل بارہ کلمے ہیں اور وہ یہ ہیں واحدة سے عشرة تک دس یہ ہوئے اور مائة اور الف یہ کل بارہ ہوئے باقی جتنے اعداد ہیں انہی سے بنائے جاتے ہیں چاہے بواسطہ حرف عطف ہوں یا بواسطہ حرف عطف نہ ہوں۔

﴿اسمائے عدد کا قاعدہ﴾

"ایک" اور "دو" کا قاعدہ: ایک اور دو میں عدد ہمیشہ قیاس کے موافق ہوتا ہے یعنی مذکر میں بغیر تاء کے اور مونث میں تاء کے ساتھ۔ جیسے واحد مذکر کیلئے "واحد" اور تثنیہ مذکر کیلئے "اثنان" اور واحد مونث کیلئے "واحدة" اور تثنیہ مونث کیلئے "اثنتان، ثنتان" آتا ہے۔

فائدہ: عام طور پر ایک اور دو کا عدد استعمال نہیں ہوتا بلکہ معدود ہی کی مفرد اور تثنیہ کی شکل اس عدد کو بیان کرتی ہے۔ جیسے "رجل" (ایک مرد) "رجلان" (دو مرد) البتہ یہ عدد بعد میں تاکید کیلئے استعمال ہوسکتا ہے جیسے "عِنْدِیْ رَجُلٌ وَاحِدٌ، عِنْدِیْ رَجُلَانِ اِثْنَانِ" اور مونث میں جیسے "عِنْدِیْ اِمْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ، عِنْدِیْ اِمْرَأَتَانِ اِثْنَتَانِ"

"تین" سے "دس" تک کا قاعدہ: تین سے دس تک عدد ہمیشہ مخالف القیاس آتا ہے یعنی

اگر تمیز مذکر ہو تو عدد مونث آتا ہے اور تمیز اگر مونث ہو تو عدد مذکر آتا ہے۔

جب تمیز مذکر ہو، مثالیں: تو کہے گا ثَلٰثَةُ رِجَالٍ، اَرْبَعَةُ رِجَالٍ، خَمْسَةُ رِجَالٍ، سِتَّةُ رِجَالٍ، سَبْعَةُ رِجَالٍ، ثَمَانِيَةُ رِجَالٍ، تِسْعَةُ رِجَالٍ، عَشْرَةُ رِجَالٍ

جب تمیز مونث ہو، مثالیں: ثَلٰثُ نِسْوَةٍ، اَرْبَعُ نِسْوَةٍ، خَمْسُ نِسْوَةٍ، سِتُّ نِسْوَةٍ، سَبْعُ نِسْوَةٍ، ثَمَانِیُ نِسْوَةٍ، تِسْعُ نِسْوَةٍ، عَشْرُ نِسْوَةٍ

﴿ گیارہ سے انیس تک کا قاعدہ ﴾

وَبَعْدَ الْعَشْرَةِ تَقُوْلُ أَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً وَ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً وَ ثَلاثَةَ عَشَرَ رَجُلاً إلى تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً وَإِحْدٰى عَشَرَةَ امْرَأَةً وَ اِثْنَتَا عَشْرَةَ امْرَأَةً وَ ثَلاثَ عَشْرَةَ امْرَأَةً إلٰى تِسْعَ عَشْرَةَ امْرَأَةً.

ترجمہ: اور عَشْرَةُ کے بعد تم کہو أَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً اور اِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً وَ ثَلاثَةَ عَشَرَ رَجُلاً سے لیکر تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً تک (انیس مرد) اور مونث کیلئے إِحْدٰى عَشَرَةَ امْرَأَةً وَ اِثْنَتَا عَشْرَةَ امْرَأَةً وَ ثَلاثَ عَشْرَةَ امْرَأَةً سے لیکر تِسْعَ عَشْرَةَ امْرَأَةً تک۔

"گیارہ" اور "بارہ" کا قاعدہ: گیارہ اور بارہ میں عدد کے دونوں جز تمیز کے موافق ہونگے۔

جب تمیز مذکر ہو، مثال أَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً اور اِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً **جب تمیز مونث ہو، مثال:** إِحْدٰى عَشَرَةَ امْرَأَةً وَ اِثْنَتَا عَشْرَةَ امْرَأَةً۔

"تیرہ" سے "انیس" تک کا قاعدہ: تیرہ سے لیکر انیس تک تمیز مذکر ہونے کی صورت میں عدد کے پہلے جز کو مونث اور دوسرے جز کو مذکر لایا جائے گا اور تمیز اگر مونث ہو تو عدد کا پہلا جز مذکر اور دوسرا جز مونث لایا جائیگا۔

جب تمیز مذکر ہو، مثالیں: ثَلٰثَةَ عَشَرَ رَجُلاً، اَرْبَعَةَ عَشَرَ رَجُلاً، خَمْسَةَ عَشَرَ رَجُلاً، سِتَّةَ عَشَرَ رَجُلاً، سَبْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً، ثَمَانِيَةَ عَشَرَ رَجُلاً، تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً

جب تمیز مونث ہو، مثالیں: ثَلاثَ عَشْرَةَ اِمْرَأَةً، اَرْبَعَ عَشْرَةَ اِمْرَأَةً، خَمْسَ عَشْرَةَ اِمْرَأَةً، سِتَّ عَشْرَةَ اِمْرَأَةً، سَبْعَ عَشْرَةَ اِمْرَأَةً، ثَمَانِيَ عَشْرَةَ اِمْرَأَةً، تِسْعَ عَشْرَةَ اِمْرَأَةً.

وبَعْدَ ذٰلِک تَقُولُ عِشْرُونَ رَجُلاً وعِشْرُونَ امْرَأَةً بِلا فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ اِلٰى تِسْعِينَ رَجُلاً وامْرَأَةً وواحِدٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً وإحْدٰى وعِشْرُونَ امْرَأَةً وَاِثْنَانِ وَ عِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاِثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً وَثَلاثَةٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَثَلاثٌ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً إلٰى تِسْعَةٍ وتِسعِينَ رجلاً وتِسْعٍ وتِسعِينَ امْرَأَةً.

ترجمہ: اور اس (انیس) کے بعد تو کہے گا عِشْرُونَ رَجُلاً وعِشْرُونَ امْرَأَةً مذکر اور مونث میں فرق کے بغیر تِسْعِينَ رَجُلاً تک (نوے مرد) اور تِسْعِينَ امْرَأَةً تک واحِدٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (اکیس مرد) اور إحْدٰى وعِشْرُونَ امْرَأَةً (اکیس عورتیں) اور اِثْنَانِ وَ عِشْرُوْنَ رَجُلاً (بائیس مرد) اور اِثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً (بائیس عورتیں) اور ثَلاثَةٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً (تیس مرد) اور ثَلاثٌ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً (تیس عورتیں) سے لیکر تِسْعَةٌ وتِسعِينَ رجلاً (ننانوے مرد) اور تِسْعٌ وَ تِسعِينَ امْرَأَةً (ننانوے عورتیں) تک۔

"۲۰" سے "۹۰" تک عقود (دہائیوں) کا قاعدہ: بیس سے لیکر نوے تک عقود ہمیشہ مذکر ہوتے ہیں تمیز چاہے مذکر ہو چاہے مونث جیسے عِشْرُوْنَ رَجُلاً، عِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً، ثَلٰثُوْنَ رَجُلاً، ثَلٰثُونَ اِمْرَأَةً، اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً، اَرْبَعُوْنَ امراةً، خَمْسُوْنَ رَجُلاً، خَمْسُوْنَ امراةً اسی طرح سِتُّوْنَ، سَبْعُوْنَ، ثَمَانُوْنَ اور تِسْعُوْنَ میں بھی دھائیاں مذکر ہونگی۔

"۲۰" سے "۹۹" تک ہر دھائی کے پہلے اور دوسرے عدد کا قاعدہ:

یہ ہے کہ عدد کا جزءِ اول تمیز کے موافق اور دوسرا جزءِ ثانی ہمیشہ مذکر ہوگا۔

جب تمیز مذکر ہو، مثال: وَاحِدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً، اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً

جب تمیز مونث ہو مثال: اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً، اِثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً

باقیوں کو اس پر قیاس کرلیں۔

"۲۰" کے بعد ہر دھائی میں ۳ سے لیکر ۹ تک کا قاعدہ:

قاعدہ یہ ہے کہ عدد کا جزء اول تمیز کے خلاف ہوگا یعنی اگر تمیز مذکر ہے تو عدد کا جزء اول مونث اور تمیز اگر مونث ہے تو عدد کا جزء اول مذکر آئیگا جبکہ عدد کا جزء ثانی ہمیشہ یعنی ننانوے تک مذکر ہی رہے گا۔

جب تمیز مذکر ہو، مثالیں: ثَلٰثَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً، اَرْبَعَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً الخ

جب تمیز مونث ہو، مثالیں: ثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ اِمْرَأَۃً، اَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ اِمْرَأَۃً، خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اِمْرَأَۃً الخ.

ثم تَقُولُ مِائَۃُ رَجُلٍ ومِائَۃُ امْرَأَۃٍ وأَلْفُ رَجُلٍ وأَلْفُ امْرَأَۃٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ ومِائَتَا امْرَأَۃٍ وأَلْفَا رَجُلٍ وأَلْفَا امْرَأَۃٍ بِلا فَرْقٍ بَیْنَ الْمُذَکَّرِ و الْمُؤَنَّثِ فإذا زادَ عَلَی الألفِ والمِائَۃِ یُسْتَعْمَلُ عَلٰی قِیاسِ مَا عَرَفْتَ.

۱۰۰، ۲۰۰ اور ۱۰۰۰ کا قاعدہ:

سو اور دو سو اور ہزار اور دو ہزار میں مذکر اور مونث دونوں کا عدد یکساں ہوگا۔

جب تمیز مذکر ہو، مثالیں: مِائَۃُ رَجُلٍ (سومرد) مِائَتَا رَجُلٍ (دوسومرد) أَلْفُ رَجُلٍ (ہزارمرد) أَلْفَا رَجُلٍ (دوہزارمرد) **جب تمیز مونث ہو، مثالیں:** مائۃ امراۃ، مِائَتَانِ اِمرَأَۃٍ، الف اِمْرَأَۃٍ، الفا امْرَأَۃٍ

ویُقَدَّمُ الأَلْفُ عَلَی المِائَۃِ والمِائَۃُ علی الآحَادِ والآحَادُ علی العَشَراتِ تَقُولُ عِنْدِی أَلْفٌ وَمِائَۃٌ وَوَاحِدٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً وأَلْفَانِ و مِائَتَان واثْنَانِ وعِشْرُونَ رَجُلاً وأَرْبَعَۃُ آلافٍ وَتِسْعُ مِائَۃٍ وَخَمْسَۃٌ وَأَرْبَعُونَ اِمْرَأَۃً وَعَلَیْکَ بِالْقِیَاسِ.

ترجمہ: (اور بڑے اعداد کی ترتیب اس طرح ہوگی) الف کو مقدم کیا جائیگا مائۃ پر اور مائۃ کو مقدم کیا جائیگا احاد پر اور احاد کو مقدم کیا جائے گا عشرات پر جیسے تو کہے گا عِنْدِی أَلْفٌ وَمِائَۃٌ وَوَاحِدٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً وأَلْفَانِ و مِائَتَان واثْنَانِ وعِشْرُونَ رَجُلاً (میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس مرد اور میرے پاس دو ہزار دو سو بائیس مرد) وأَرْبَعَۃُ آلافٍ وَتِسْعُ مِائَۃٍ وَخَمْسَۃٌ وَأَرْبَعُونَ اِمْرَأَۃً (اور چار ہزار نو سو پینتالیس عورتیں ہیں)

کئی اعداد جمع ہوں تو بڑے عدد کو پہلے ذکر کیا جاتا ہے

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے فرما رہے ہیں کہ عدد جب مائۃ اور الف سے آگے بڑھ جائے تو اس کا ذکر کرنے کا ایک طریقہ تو وہی ہے جو آپ پہلے پہچان چکے ہیں یعنی جو طریقہ عدد کے ذکر کرنے کا ایک سے لیکر نانوے تک ہے اسی طریقہ سے یہاں بھی ذکر کیا جائے صرف مائۃ یا الف کا اضافہ ہوگا۔

بہت سارے اعداد جمع ہونے کی صورت: جب بہت سارے اعداد جمع ہوجائیں تو ان کے استعمال کا طریقہ یہ ہوگا کہ سب سے بڑے عدد کو پہلے ذکر کیا جائیگا اسکے بعد اس سے چھوٹا عدد اس کے بعد اس سے چھوٹا عدد ذکر کیا جائیگا الف کو مثلاً مائۃ پر اور مائۃ کو احاد پر اور احاد کو عشرات پر مقدم کیا جائے گا۔

چند مختلف مثالیں: عِنْدِی اَلفٌ وَمِائَۃٌ وَاحِدٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً والفَانِ و مِائَتان واثْنانِ وعِشْرُونَ رَجلا (میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس مرد اور میرے پاس دو ہزار دو سو بائیس مرد) اور أرْبَعَةُ آلافٍ وَتِسعُ مِائَةٍ وَخَمْسَةٌ وأرْبَعُونَ اِمْرَأۃٌ (اور چار ہزار نو سو پینتالیس عورتیں ہیں) اسی پر آپ دیگر اعداد کو قیاس کریں۔

تمیز کیلئے قاعدہ

وَاعْلَمْ اَنَّ الوَاحِدَوَالاثْنَينَ لامُمَيِّزَلَهُمالأنَّ لَفْظَ المُمَيِّزِيُغْنى عَنْ ذِكْرِالعَدَدِفِيهِماتَقُولُ عِندِی رَجُلٌ ورَجُلانِ وأمّاسَائرُالأعْدادِفَلابدَّ لَهامِنْ مُمَيِّزٍفتقول مُمَيِّزُالثَّلاثَةِإلى العَشَرَةِ مَخْفُوضٌ وَمَجْمُوعٌ تَقُول ثَلاثَةُ رِجَالٍ وثَلاثُ نِسْوَةٍ إلاّ إذا كَانَ المُمَيِّزُ لَفْظَ المِائَةِ فَحِينَئِذٍيَكُونُ مَخْفُوضاًمُفْرَداً تَقُولُ ثَلاثُ مِائَةٍوَتِسعُ مِائَةٍ والقِياسُ ثَلاثُ مِاٰتٍ اَوْ مِئِينَ.

ترجمہ: اور جان لو کہ بے شک واحد اور اثنین دونوں کیلئے کوئی ممیّز نہیں ہے اس لئے کہ ممیّز کا لفظ ان میں عدد کے ذکر سے بے نیاز کرتا ہے جیسے تو کہے گا عِندِی رَجُلٌ ورَجُلانِ (میرے پاس

ایک مرد ہے اور دو مرد ہیں) اور ان کے علاوہ باقی جتنے اعداد بھی ہیں تو ان کیلئے کسی تمیز دینے والے کی ضرورت ہے، پس تین سے لیکر دس تک تمیز دینے والا مجرور اور جمع کا صیغہ ہوگا جیسے فَـــلاثَةُ رِجَالٍ وثَلاثُ نِسْوَةٍ لیکن جب تمیز دینے والا لفظ مائة ہو تو اس وقت وہ مفرد اور مجرور ہوگا جیسے تو کہے گا ثَلاثُ مِائَةٍ وَتِسعُ مِائَةٍ اور قیاس کا تقاضا ہے مِئَاتٍ یا مِئِين آئے۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے تمیز کے سلسلے میں ایک قاعدہ ذکر فرما رہے ہیں۔

"ایک" اور "دو" کے عدد کی تمیز کے سلسلے میں قاعدہ: ایک اور دو میں معدود خواہ مذکر ہو یا مونث عدد (ممیز) سے مستغنی کر دیتا ہے اس لئے کہ ایک اور دو میں معدود کے لفظوں ہی سے عدد کا معنی حاصل ہو جاتا ہے لہذا اب الگ عدد لانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب معدود مذکر ہو، مثالیں: عِنْدِیْ رَجَلٌ، عِنْدِیْ رَجُلَانِ

جب معدود مونث ہو، مثالیں: عِنْدِیْ اِمْرَاۃٌ، عِنْدِیْ اِمْرَأَتَان

وأمّا سَائرُ الأعْدادِ: مصنفؒ اس عبارت سے فرما رہے ہیں کہ ایک اور دو کے عدد کے علاوہ باقی تمام اعداد کیلئے تمیز کا ہونا ضروری ہے۔

"۳" سے "۱۰" تک کی تمیز کا قاعدہ: تین سے دس تک عدد کی تمیز کا قاعدہ یہ ہے کہ اس کی تمیز جمع مجرور ہوگی۔ جب تمیز مذکر ہو، مثالیں: ثَلٰثَةُ رِجَالٍ، اَرْبَعَةُ رِجَالٍ

جب تمیز مونث ہو، مثالیں: ثَلٰثُ نِسْوَةٍ، اَرْبَعُ نِسْوَةٍ الخ

لفظ مائۃ جب تمیز واقع ہو تو اس کا قاعدہ: لفظ مائۃ جب تمیز واقع ہو تو مفرد مجرور ہوگی۔

مثالیں: ثَلٰثُ مِائَةٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ قیاس کا تقاضا یہ ہے ثَلٰثُ مِاٰت یا مِئِیْنَ آئے۔

وَمُمَيِّزُ أَحَدَ عَشَرَ إلى تِسْعٍ وتِسْعِينَ مَنْصُوبٌ مُفْرَدٌ تَقُولُ أَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً وإحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً وتِسْعَةٌ وتِسْعُونَ رَجُلاً وتِسْعٌ وتِسْعُونَ امْرَأَةً ومُمَيِّزُ مِائَةٍ وأَلْفٍ وتَثْنِيَتِهِمَا وجَمْعِ الألْفِ مَخْفُوضٌ مُفْرَدٌ تَقُولُ مِائَةُ رَجُلٍ ومِائَةُ امْرَأَةٍ أَلْفُ رَجُلٍ وأَلْفُ امْرَأَةٍ ومِائَتَا رَجُلٍ وَ مِائَتَا امْرَأَةٍ وألفا رجلٍ وألفا امْرَأَةٍ وثَلاثَةُ آلافِ رَجُلٍ

وَثَلاثَةُ آلافِ امْرَأَةٍ وقِسْ عَلى هذا.

ترجمہ: اور گیارہ سے ننانوے تک کی تمیز منصوب مفرد ہوگی جیسے تو کہے گا أَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً (گیارہ مرد) إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً (گیارہ عورتیں) اور تِسْعَةٌ وتِسْعُونَ رَجُلاً (ننانوے مرد) تِسْعٌ و تِسْعُونَ امْرَأَةً (ننانوے عورتیں) اور مِائَة اور أَلْفٍ کی تمیز اور ان دونوں کے تثنیہ (یعنی مائتان اور الفان) کی تمیز اور الف کی جمع (یعنی الاَف یا اُلوُف) کی تمیز مجرور اور مفرد ہوتی ہیں جیسے تو کہے گا مِائَةُ رَجُلٍ ومِائَةُ امْرَأَةٍ أَلْفُ رَجُلٍ وأَلْفُ امرَأةٍ ومِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا امْرَأَةٍ وَألفا رجلٍ و ألفا امرَأةٍ وثَلاثَةُ آلافِ رَجُلٍ وَثَلاثَةُ آلافِ امْرَأَةٍ اس پر دیگر کو قیاس کریں (ان تمام مثالوں میں تمیز مفرد مجرور ہے)

وضاحت: گیارہ سے ننانوے تک اعداد کی تمیز منصوب مفرد ہوگی جیسے تو کہے گا مذکر کیلئے أَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً تا تِسْعَةٌ وتِسْعُونَ رَجُلاً اور مونث کیلئے إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً تا تِسْعٌ وتِسْعُونَ امْرَأة.

ان میں رجلا اور امراۃ مفرد بھی ہے اور منصوب بھی ہے۔

مائة اور الف اور ان دونوں کی تثنیہ اور الف کی جمع کی تمیز کا قاعدہ:

مائة اور الف اور ان کے تثنیہ مأتان اور الفان اور الف کی جمع الاف و الوف ان سب کی تمیز مفرد اور مجرور ہوگی۔ مثالیں: مذکر کیلئے تو کہے مائة رجلٍ، مائتا رجلٍ اور الف رجلٍ وَاَلْفَا رجلٍ وَثَلٰثَةُ الاَفِ رجلٍ اور مونث کیلئے تو کہے مائة امرأةٍ ومائتا امرأةٍ والف امرأةٍ والفا امرأةٍ وثلث الاف امرأةٍ ان تمام مثالوں میں تمیز مفرد اور مجرور ہے۔ باقی کو ان پر قیاس کریں۔

نقشہ اسمائے عدد

برائے مذکر		برائے مونث	
رجلٌ	احدعشررجلاً	امرأةٌ	احدی عشرۃامرأۃً
رجلان	اثناعشررجلاً	امراتان	اثنتاعشرۃامرأۃً
ثلثةرجالٍ	ثلثة عشررجلاً	ثلث نسوةٍ	ثلث عشرۃامرأۃً
اربعةرجالٍ	اربعة عشررجلاً	اربع نسوةٍ	اربع عشرۃامرأۃً
خمسةرجالٍ	خمسةعشررجلاً	خمس نسوةٍ	خمس عشرۃامرأۃً
ستةرجالٍ	ستةعشررجلاً	ست نسوةٍ	ست عشرۃامرأۃً
سبعةرجالٍ	سبعةعشررجلاً	سبع نسوةٍ	سبع عشرۃامرأۃً
ثمانيةرجالٍ	ثمانيةعشررجلاً	ثمانی نسوةٍ	ثمانی عشرۃامرأۃً
تسعةرجالٍ	تسعةعشررجُلا	تسع نسوةٍ	تسع عشرۃامرأۃً
عشرةُرجالٍ	عشرون رجلاً	عشرنسوةٍ	عشرون امرأۃً

برائے مذکر	برائے مونث
احدوعشرون رجلاً	احدی وعشرون امرأۃً
اثنان وعشرون رجلاً	اثنتان وعشرون امرأۃً
ثلاثةوعشرون رجلاً	ثلث وعشرون امرأۃً
اربعةوعشرون رجلاً	اربع وعشرون امرأۃً
خمسةوعشرون رجلاً	خمس وعشرون امرأۃً
ستةوعشرون رجلاً	ست وعشرون امرأۃً
سبعةوعشرون رجلاً	سبع وعشرون امرأۃً
ثمانيةوعشرون رجلاً	ثمانی وعشرون امرأۃً
تسعةوعشرون رجلاً	تسع وعشرون امرأۃً

ثلاثون رجلاً	ثلاثون امرأةً
تسعةوتسعون رجلاً	تسع وتسعون امرأةً
مأةرجلٍ	مأةامرأةٍ
مأةُ رجلٍ ورجلٌ	مأةُامرأةٍوامرأةٌ
مأةرجلٍ ورجلان	مأةامرأةٍوامرتان
مائةوثلاثةرجالٍ	مائةوثلاث نسوةٍ
مائةواربعةرجالٍ	مائةو اربع نسوةٍ
مائةوتسعةوتسعون رجلاً	مائةوتسع وتسعون امرأةً
مائتارجلٍ	مائتاامرأةٍ

بڑے اعداد کو یوں ذکر کریں گے: اَلفٌ وَمِائَةٌ وَوَاحِدٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (ایک ہزار ایک سو اکیس مرد)، و اَلفَانِ و مِائَتَان و اِثْنَانِ وعِشْرُونَ رَجُلاً (دو ہزار دو سو بائیس مرد)

﴿اسم مذکر و مؤنث﴾

فَصْلٌ: اَلاسْمُ إمَّامُذَكَّرٌ وإمَّامُؤَنَّثٌ فالمُؤَنَّثُ مَافِيهِ عَلامَةُ التَّانِيثِ لَفْظاً أوْ تَقْدِيراً والمُذَكَّرُ بِخِلافِهٖ وعَلامَاتُ التَّانِيثِ ثلاثةٌ اَلتَّاءُ كطَلحَةَ والألِفُ المَقْصُورَةُ كحُبْلٰى والألِفُ المَمْدُودَةُ كحَمْرَاءَ والمُقَدَّرَةُ اِنَّمَاهُوَ التَّاءُ فقط كأَرْضٍ ودَارٍ بدليل أُرَيْضَةٍ ودُوَيْرَةٍ ثم المُؤَنَّثُ عَلٰى قِسْمَيْنِ حَقِيقِيٌّ وهُوَمابِإزَائِهٖ مُذَكَّرٌ مِنَ الحَيْوَانِ كَامْرَأةٍ وناقَةٍ ولفظى وَهوُ مَابِخِلافِهٖ كظُلْمَةٍ وَعَيْنٍ وَقَدْعَرَفْتَ اَحْكامَ الفِعْلِ إذا اُسْنِدَ اِلَى المُؤَنَّثِ فَلا نُعِيدُهَا.

ترجمہ: تیسری فصل اسم یا تو مذکر ہوگا یا مونث پس مونث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظا موجود ہو یا تقدیرا اور مذکر وہ اسم ہے جو اس کے برخلاف ہو اور علامت تانیث تین ہیں اول تاء جیسے طلحة دوم الف مقصورہ جیسے حبلی (حاملہ عورت) سوم الف ممدودہ جیسے حمراء (سرخ رنگ والی) اور علامت تانیث مقدرہ صرف تاء ہوتی ہے جیسے ارض اور دار میں اس کی دلیل یہ

ہے کہ ان کی تصغیر اریضۃ اور دویرۃ آتی ہے پھر مونث دو قسم پر ہے ایک مونث حقیقی ہے اور وہ وہ مونث ہے جس کے مقابلے میں حیوان مذکر ہو جیسے امرأۃ اور ناقۃ اور مونث لفظی وہ مونث ہے جو اسکے خلاف ہو جیسے ظلمۃ، عین اور تحقیق فعل کے احکام کو جب اسکی نسبت مونث کی طرف کی جائے آپ جان چکے ہیں ہم یہاں دوبارہ نہیں دہرائیں گے۔

وضاحت: مصنفؒ نے خاتمہ کی اس تیسری فصل میں تین باتیں ذکر فرمائی ہیں **پہلی بات:** اسم کی دو اقسام مذکر اور مونث کی تعریفات، **دوسری بات:** مونث کی علامات، **تیسری بات:** مونث کی دو قسمیں حقیقی اور لفظی کا ذکر۔

﴿پہلی بات: اسم کی دو اقسام اور ان کی تعریف﴾

اسم کی دو قسمیں ہیں: (۱) مذکر (۲) مونث

مذکر کی تعریف: مذکر وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث موجود نہ ہو۔

مونث کی تعریف: مونث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظاً یا تقدیراً موجود ہو۔

﴿دوسری بات: مونث کی علامات﴾

علامات تانیث تین ہیں: ۱)......تاء تانیث خواہ ظاہرہ ہو جیسے طلحة یا مقدرہ ہو جیسے ارض

تاء تانیث ظاہرہ: جو اسماء کے آخر میں آتی ہے اور وقف کی حالت میں 'ھا' بن جاتی ہے جیسے طلحة

تاء تانیث مقدرہ: جو اسم میں ظاہر نہ ہو بلکہ اس کی تصغیر نکالنے سے ظاہر ہوتی ہے جیسے ارض کی تصغیر اریضۃ اور دار کی تصغیر دویرۃ آتی ہے کیونکہ تصغیر میں صیغہ کے حروف اصلی سب واپس آجاتے ہیں۔

۲)......الف مقصورہ جیسے حُبْلٰی

۳)......الف ممدودہ جیسے حَمْرَاءُ

﴿تیسری بات: مؤنث کی اقسام﴾

مونث کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ مونث حقیقی ۲۔ مونث لفظی

مونث حقیقی کی تعریف: مونث حقیقی وہ ہے جس کے مقابل کوئی حیوان مذکر ہو۔

مثال: امراۃ (عورت) اور ناقۃ (اونٹنی)

مونث لفظی: مونث لفظی وہ مونث ہے جس کے مقابلے میں حیوان مذکر نہ ہو۔ جیسے: ظلمۃ اور عین کہ ان کے مقابلے میں حیوان مذکر نہیں ہے۔

وقد عرفت: فعل کی اسناد مونث کی طرف کرنے کے احکام گذر چکے ہیں لہذا انہیں یہاں اعادہ نہیں کیا جا رہا ہے۔

اسم کی ایک قسم "مُثَنّٰی"

فَصْلُ: الْمُثَنّٰی اِسْمٌ اُلْحِقَ بِآخِرِہٖ اَلِفٌ اَوْ یاءٌ مَفْتُوْحٌ مَا قَبْلَھا ونُوْنٌ مَکْسُورَۃٌ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَہٗ آخَرَمِثْلَہٗ نَحْوُرَجُلَانِ ورَجُلَیْنِ ھٰذَا فِی الصَّحِیْحِ اَمَّاالْمَقْصُورُ فَاِنْ کَانَت اَلِفُہٗ مُنْقَلِبَۃً وَاوٍوَکَانَ ثُلَاثِیًّا رُدَّ إلٰی أَصْلِہٖ کَعَصَوَانَ فِی عَصا واِنْ کَانت عَنْ یاء أوْوَاوٍوَھُوَ أکْثَرُمِنَ الثُّلَاثِیِّ أوْ لَیْسَتْ مُنْقَلِباًعَنْ شَیءٍ تُقْلَبُ یاءً کَرَحَیانِ فی رَحٰی ومَلْھَیَانِ فِی مَلْھٰی وَحُبَارَیانِ فِیْ حُبَارٰی وَحَبْلَیَانِ فِیْ حُبْلٰی وَأَمَّا الْمَمْدُوْدُ فَإِنْ کَانَتْ ھَمْزَتُہٗ أصْلِیَّۃً تَثْبُتُ کقُرَّاانِ فِیْ قُرَّاءٍ وإنْ کَانَتْ للتَّانِیثِ تُقْلَبُ واواًکحَمْرَاوَانِ فِیْ حمراءٍ وإنْ کَانَتْ بَدَلاً مِنْ اصلٍ وَاوًاأوْ یاءً جَازَفِیہِ الوَجْھانِ ککِسَاوَانِ وَکِسَاءَ انِ ویَجِبُ حَذْفُ نُوْنِہٖ عِنْدَ الإضَافَۃِ تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ غُلامَا زَیْدٍوَمُسْلِمَامصرٍوَکَذَالِکَ تُحْذَفُ تَاءُ التَّانِیثِ فِیْ تَثْنِیَۃِالخُصْیَۃِوالالْیَۃِ خَاصَّۃً تَقُولُ خُصْیَانِ والْیَانِ لأَنَّھُمَا مُتَلازِمَانِ فَکَاَنَّھُما شَیءٌ واحِدٌ.

ترجمہ: چوتھی فصل مثنی کی بحث میں، مثنی وہ اسم ہے جس کے آخر الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور آخر میں لاحق کیا گیا ہو تاکہ یہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے مثل اس میں ایک اور (مفرد) بھی ہے جیسے رجلان، رجلین یہ الحاق صحیح میں ہے بہرحال اسم مقصورہ میں تو اگر اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہے یا ثلاثی تھا جو بعد میں اپنے اصل کی جانب لوٹا دیا گیا ہے جیسے عصوان عصا میں، اور اگر وہ الف واو یا یاء سے بدلا ہوا ہے اور حال یہ ہے کہ یہ ثلاثی سے زائد (یعنی رباعی

ہے) یا کسی چیز سے بدلا ہوا نہیں ہے تو الف یاء سے بدل دیا جائے گا جیسے رحـــــــی میں رحیان، ملهی میں ملهیان، حباری میں حباریان اور جبلی میں حبلیان، اور بہر حال الف ممدودہ پس اگر اس کا ہمزہ اصلی ہو تو باقی رکھا جائے گا جیسے قُرّاان قُرّاءِ میں اور اگر تانیث کیلئے تھا تو وہ الف واو سے بدل جائیگا جیسے حمراوان حمراء میں اور اگر اصل سے ہی واو یا یاء سے بدلا ہوا تھا تو اب تثنیہ میں یہ دونوں وجہ جائز ہیں جیسے کساوان، کساان اور اس کے نون کا حذف کر دینا اضافت کے وقت واجب ہے تو کہے گا جاء نی غلاما زید (میرے پاس زید کے دو غلام آئے) اور جاء نی مسلما مصر (میرے پاس شہر کے دو مسلمان آئے) اسی طرح تاء تانیث حذف کر دی جائے گی خصیة اور الیة کی تثنیہ میں خاص کر کے جیسے تو کہے گا خصیان (دو خصیہ) الیان (دو سرین) کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم ملزوم ہیں پس گویا وہ دونوں شی واحد ہیں۔

وضاحت: مصنفؒ چوتھی فصل میں مثنیٰ کے متعلق فرما رہے ہیں اس فصل میں مصنفؒ نے چھ باتیں ذکر فرمائی ہیں

پہلی بات: مثنیٰ کی تعریف اور اقسام

،**دوسری بات:** اسم مقصورہ کو مثنیٰ بنانے کی چند صورتیں،

تیسری بات: الف ممدودہ کو مثنیٰ بنانے کی چند صورتیں،

چوتھی بات: خصیة اور الیة کو مثنیٰ بناتے وقت 'ت' کو حذف کرنے کا ذکر،

چھٹی بات: مثنیٰ کی اضافت مثنیٰ کی طرف کرنے کا قاعدہ۔

﴿پہلی بات: مثنیٰ کی تعریف اور اقسام﴾

مثنیٰ کی تعریف: تثنیہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف ونون مکسورہ (حالت رفعی) میں اور یا ما قبل مفتوح اور نون مکسورہ (حالت نصبی وجری) میں لاحق کیا گیا ہو تا کہ لحوق اس بات پر دلالت کرے کہ اس مفرد کی مثل اس کے ساتھ ایک اور (مفرد) بھی ہے جیسے رجلان (دو مرد) حالت رفعی میں اور رجلین حالت نصبی وجری میں۔

مثنیٰ کی تین اقسام: (۱) مثنیٰ صحیح (۲) مثنیٰ اسم مقصورہ (۳) مثنیٰ اسم ممدودہ۔

مثنی صحیح: وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے: رجلان

مثنی اسم مقصورہ: وہ ہے کہ جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے: حبلیٰ

مثنی اسم ممدودہ: وہ ہے جس کے آخر میں الف ممدودہ ہو جیسے: حمراء

مثنیٰ صحیح: اس صورت میں حالت رفعی میں اسم کے آخر میں الف ونون مکسورہ ہوگا جیسے: رجلان اور حالت نصبی اور جری میں یا ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ لاحق کیا جائے گا جیسے: رجلین اسم صحیح کے آخر میں الحاق اور زیادتی کرنے کی وجہ بتا رہے ہیں کہ تاکہ یہ اسم اس بات پر دلالت کرے کہ اس میں اس کے مثل ایک اور مفرد بھی ہے۔

﴿دوسری بات: اسم مقصورہ کو مثنیٰ بنانے چند صورتیں﴾

اسم مقصورہ کو مثنی بنانے کی دو صورتیں:

پہلی صورت: جب الف مقصورہ 'واؤ' سے تبدیل ہو کر آیا ہو اور وہ ثلاثی ہو تو اس کو مثنیٰ بناتے وقت وہ واو لوٹ آئے گا جیسے عَصَا سے عصوان یہ ثلاثی بھی ہے اور اس کا الف 'واؤ' سے تبدیل ہو کر آیا ہے لہذا اس کی مثنی بناتے وقت واو لوٹ آیا۔

دوسری صورت: اور اگر الف مقصورہ 'یاء' سے تبدیل ہو کر آیا ہو، یا واؤ سے تبدیل ہو کر آیا ہو، یا ان میں سے کسی سے تبدیل ہو کر نہ آیا ہو اور وہ زائد علی الثلاثی بھی ہو تو اسکی مثنی بناتے وقت الف کو یاء سے تبدیل کیا جائے گا جیسے: رَحٰی سے رَحَیَانِ، مَلْهٰی سے مَلْهَیَانِ، حَبَارٰی سے حَبَارَیَانِ، حُبْلٰی سے حُبْلَیَانِ

﴿تیسری بات: الف ممدودہ کی مثنیٰ بنانے کی چند صورتیں﴾

۱)...... الف ممدودہ کا ہمزہ اصلی ہو تو اس کو تثنیہ بناتے وقت اصلی حالت پر برقرار رکھیں گے جیسے قُرَّاءٌ سے قُرَّاآنِ

۲)...... اگر الف ممدودہ کا ہمزہ تانیثی ہو تو تثنیہ بناتے وقت اسے واؤ سے تبدیل کیا جائیگا، جیسے: حَمْرَاءُ کی تثنیہ حَمْرَاوَانِ آئے گی۔

۴)......اور اگر وہ ھمزہ اصل 'واو' یا 'یاء' سے تبدیل ہوکر آیا ہو، تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں، پہلی یہ کہ: ہمزہ اصلی حالت میں برقرار رکھیں، دوسری یہ کہ اسے 'واؤ' سے تبدیل کردیں۔ جیسے کِسَاءٌ کی تثنیۃ کِسَاءَانِ اور کِسَاوَانِ دونوں جائز ہیں۔

﴿چوتھی بات: مثنیٰ سے اضافت کے وقت نون اعرابی گرنے کا ذکر﴾

اضافت کے وقت نون تثنیہ کو حذف کرنا واجب ہے۔ کیونکہ نون تنوین کی طرح نون تثنیہ بھی موجب انفصال ہے اور اضافت موجب اتصال ہے لہٰذا ان دونوں میں منافات کی وجہ سے نون اعرابی کو اضافت کے وقت حذف کردیا جاتا ہے جیسے: غلاما زید (زید کے دو غلام) غلاما اصل میں غلامان تھا اور جیسے مُسْلِمَا مِصْرَ اصل میں مسلمان تھا اضافت کی وجہ سے نون گرگیا۔

﴿پانچویں بات: خصیۃ اور الیۃ کو مثنیٰ بناتے وقت 'ت' کو حذف کرنیکا ذکر﴾

جس طرح مثنیٰ کے نون کو تثنیۃ بناتے وقت حذف کیا جاتا ہے، اسی طرح خصیۃ اور الیۃ کی تا کو تثنیۃ بناتے وقت حذف کردیا جاتا ہے، جیسے: خُصْیَۃٌ کی تثنیۃ: خُصْیَانِ، اور اِلْیَۃٌ کی تثنیۃ اِلْیَانِ پڑھی جائے گی۔

خُصْیَۃٌ اور اِلْیَۃٌ کی تثنیۃ بناتے وقت 'تا' کو حذف کرنے کی وجہ:

اس کی 'تا' کو حذف کرنا خلاف قیاس ہے، اس لئے کہ قیاس یہ تھا کہ 'تا' حذف نہ کی جاتی جیسے شَجَرَۃٌ کی تثنیۃ شَجَرَتَانِ آتی ہے اور ان دونوں میں حذف 'تا' کا سبب یہ ہے کہ خُصْیَانِ اگرچہ دو چیزیں ہیں لیکن دونوں خصیوں میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے ہیں اسی طرح اِلْیَتَانِ (دونوں چوتڑوں) میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے پس دونوں خصیۃ اور دونوں 'الیۃ' شدت اتصال کی وجہ سے شی واحد ہیں لہٰذا اس شدت اتصال کی وجہ سے اس کا تثنیہ بمنزلہ کلمہ مفردہ کے کرلیا گیا پس اگر تا تانیث کو ثابت رکھا جائے گا تو اس کا مفرد حکمی کے درمیان

میں واقع ہونا لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے کیونکہ علامت تانیث کلمہ مفردہ میں وسط میں نہیں آتی۔

واعلم انّه إذا أُرِيدَ الاضافةُ المُثنّى إلى المُثنّى يُعَبَّرُ عَنِ الأوّلِ بِلَفظِ الجَمعِ كَقَوْلِهٖ تَعَالى فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا وذٰلِكَ لِكَرَاهَةِ اجتِمَاعِ التَّثنِيَتَيْنِ فِيما تَاكّد الاتّصال بينهُما لَفظًا و مَعنًى.

ترجمہ: اور جان لو کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جب کسی تثنیہ کی تثنیہ کی طرف اضافت کی جائے تو اول تثنیہ کو لفظ کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے **فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا** اور یہ اسلئے کہ دو تثنیہ کا اجتماع ناپسند سمجھا گیا ہے اُس جگہ جہاں دونوں کا اتصال مؤکد ہو لفظاً بھی اور معناً بھی۔

﴿چھٹی بات: مثنی کی اضافت مثنی کی طرف کرنے کا قاعدہ﴾

وضاحت: جب ایک مثنی کی اضافت دوسرے مثنی کی طرف کی جائے تو پہلے والے مثنی کو لفظ جمع کے ساتھ ذکر کریں گے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ **فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا** (پس تحقیق تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہوگئے) یہ اصل میں قلبان تھا اس کو جمع کا صیغہ بنا کر قلوبکما کر دیا گیا اسی طرح **فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا** (تم ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو) میں لفظ ایدیھما اصل میں یداھما تھا یدان کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کر کے ایدیھما ذکر کیا گیا۔

وجہ: یہ ہے کہ دو تثنیہ کا اجتماع ایسے مقام پر ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے جب دونوں میں اتصال مؤکد پایا جائے لفظاً یا معناً چنانچہ اضافت میں مضاف مضاف الیہ کے جز ہونے کی وجہ سے اتصال مؤکد ہونے کی وجہ سے ان دونوں کا تثنیہ ہونا ناپسندیدہ ہے۔

﴿اسم کی ایک قسم "جمع"﴾

فَصْلُ الْمَجْمُوعُ اِسمٌ دَلَّ عَلٰى آحادٍ مقصودة بحرف مُفْرَدِةِ بِتَغْيِيرٍ امّا لَفْظِيٌّ كرِجال فى رَجُل او تَقْدِيرِيٌّ كفُلك عَلٰى وَزنِ أُسْد فَانَّ مُفْرَدَهٗ اَيضاً فُلْك لٰكِنَّهٗ عَلٰى وَزْنِ قُفْلٍ فَقَوْمٌ وَرَهْطٌ وَنَحْوُهٗ وَاِنْ دلّ على آحادٍ لٰكِنَّه لَيْسَ بِجَمْعٍ

اِذْلامُفْرَدَلَهُ ثُمَّ الجَمْعُ عَلى قِسْمَيْنِ مُصَحَّحٌ وهُوَ لا يَتَغَيَّرُ بِناءُ وَاحِدِهٖ ومُكَسَّرٌ وهُوَ مَا تَغَيَّرَ بِناءُ وَاحِدِهٖ۔

ترجمہ: پانچویں فصل مجموع کی بحث میں ہے مجموع وہ اسم ہے جو ایسے احاد (افراد) پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوں معمولی تغیر کے ساتھ یا لفظی تغیر ہو۔ جیسے: رِجَالٌ رَجُلٌ میں یا تقدیری تغیر ہو۔ جیسے فلک اسد کے وزن پر اس لئے کہ اس کا مفرد فلک ہے لیکن وہ مفرد قفل کے وزن پر ہے پس قوم اور رھط اور اس کے مانند اگر چہ وہ افراد پر دلالت کرتے ہیں لیکن وہ جمع کے صیغے نہیں ہیں اس لئے کہ ان کا کوئی مفرد نہیں ہے پس جمع دو قسم پر ہے جمع صحیح وہ جمع ہے جس کے واحد کا وزن متغیر نہ ہوا ہو دوسری قسم جمع مکسر ہے وہ وہ جمع ہے کہ جس میں اس کے واحد کا وزن بدل گیا ہو۔

وضاحت: مصنف رحمہ اللہ اس فصل میں چھ باتیں ذکر فرما رہے ہیں،

پہلی بات: جمع کی تعریف اور جمع کی دو قسمیں، جمع سالم اور جمع مکسر کا ذکر،

دوسری بات: جمع سالم کی دو قسموں کا ذکر اور جمع مذکر سالم صحیح بنانے کا طریقہ،

تیسری بات: اسم منقوص اور اسم مقصورہ سے جمع سالم بنانے کا طریقہ،

چوتھی بات: اسم ذات اور اسم صفت سے جمع سالم بنانے کا قاعدہ، اور اس کی شرائط،

پانچویں بات: جمع کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم اور اسکی شرائط

چھٹی بات: جمع مکسر اور جمع قلت و کثرت کے اوزان۔

﴿پہلی بات: جمع کی تعریف اور جمع کی دو قسموں، جمع سالم اور جمع مکسر کا ذکر﴾

جمع کی تعریف: وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوتے ہیں مگر تھوڑی تبدیلی کیساتھ تبدیلی خواہ لفظی ہو یا تقدیری۔ تغیر لفظی جیسے رجل واحد کی جمع رجال یا تغیر تقدیری ہو جیسے فُلْکٌ اُسْدٌ کے وزن پر جمع ہے اس کا مفرد بھی فُلْکٌ ہے لیکن مفرد بروزن قفل ہے۔

جمع کی اقسام: جمع کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ جمع صحیح یعنی جمع سالم، ۲۔ جمع مکسر۔

جمع صحیح کی تعریف: جمع صحیح وہ جمع ہے جس کی جمع بناتے ہوئے واحد کا وزن تبدیل نہ ہوا ہو۔

جیسے مسلمون مفرد مسلم ہے۔

جمع مکسر کی تعریف: وہ جمع جس کی جمع بناتے ہوئے اس کے واحد کا وزن سلامت نہ رہے۔

جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ

بِحُرُوفِ مُفْرَدَةٍ: اس فصل سے قوم اور رھط نکل گئے اس لئے کہ یہ قوم اور رھط اور اس جیسے دوسرے اسماء اگرچہ جمع والے معنی پر دلالت کرتے ہیں مگر وہ جمع نہیں ہیں کیونکہ ان کا مفرد نہیں ہے۔

والمُصَحَّحُ عَلٰی قِسمَیْنِ مُذَکَّرٌ وھُوَ ما الحِقَ بِآخِرِہٖ واو مُضمُومٌ مَا قَبلَھا ونُونٌ مَفتُوحَۃٌ کمُسْلِمُونَ اَوْ یاء مَکْسُورٌ مَا قَبلَھا ونُونٌ کذالک لیدلّ علی انّ معہ منہ نحو مُسْلِمِینَ وھذا فی الصحیح .

ترجمہ: اور جمع صحیح دو قسم پر ہے اول مذکر ہے اور جمع مذکر وہ ہے جس کے آخر میں واو ماقبل میں مضموم اور نون مفتوح لاحق کیا گیا ہو جیسے مسلمون اور یا ماقبل مکسور اور نون مفتوح لاحق کیا گیا ہو تا کہ یہ لاحق کرنا اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھی افراد اس سے زائد ہیں جیسے: مسلمین اور یہ الحاق (جمع بنانے کیلئے) صحیح میں ہے۔

﴿دوسری بات: جمع سالم کی دو قسموں کا ذکر اور جمع مذکر سالم صحیح بنانیکا طریقہ﴾

جمع صحیح کی دو قسمیں ہیں: (۱) جمع مذکر سالم (۲) جمع مونث سالم

جمع صحیح کو جمع سالم بھی کہتے ہیں۔

جمع مذکر سالم صحیح بنانیکا طریقہ: یہ ہے کہ اس کے آخر میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ لگایا جائے، جیسے: مسلمون، یا اس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ لگایا جائے، جیسے: مُسْلِمِیْنَ تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ کچھ اور افراد بھی ہیں جو اس سے

زائد ہیں۔

أمّا الـمَنْقُوصُ فَتُحْذَفُ يَاؤُهُ مثلُ قاضُوْنَ وداعُوْنَ والمَقْصُورُ يُحْذَفُ أَلِفُهُ وَيَبْقى ما قِبْلَها مَفْتُوحاً لِيَدُلَّ عَلى اَلِفٍ مَحْذُوفةٍ مِثْلُ مُصْطَفَونَ ويختص باولى العلم وَامّا قَوْلُهُمْ سِنُونَ وَأَرَضُونَ وَثبُونَ وقُلُوْن فَشاذٌّ.

ترجمہ: اور بہرحال اسم منقوص تو اس میں یا کو حذف کردیا جاتا ہے جیسے: **قاضون، داعون** اور اسم مقصورہ میں اس کا الف حذف کیا جاتا ہے اور باقی رکھا جائے گا اس سے ماقبل کو مفتوح تاکہ دلالت کرے الف محذوفہ پر۔ جیسے: **مصطفون** اور یہ جمع اہل علم کیلئے خاص ہے اور بہرحال ان کا قول **سنون** اور **ارضون** اور **ثبون** اور **قلون** پس یہ شاذ ہیں۔

﴿تیسری بات: اسم منقوص اور اسم مقصورہ سے جمع سالم بنانے کا طریقہ﴾

اسم منقوص کی جمع بنانے کا طریقہ: اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں 'یا ساکن ماقبل مکسور' ہو جیسے قاضی اس کے جمع بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ 'واو نون اور یا نون' اس کے آخر میں لانے کے ساتھ اس کے آخر کی 'یاء' کو حذف کردیا جائے جیسے **قاضی** سے **قاضون** اس میں **قاضون** اصل میں **قاضیون** تھا 'یا' پر ضمہ ثقیل تھا اس لئے ماقبل کو دے دیا ماقبل کی حرکت دور کرنے کے بعد اب قاعدہ پایا گیا کہ 'یا' اور 'واؤ' ایک کلمہ میں جمع ہیں اس لئے تخفیف کیلئے 'یا' کو حذف کردیا گیا تو **قاضون** ہوا۔

دوسرا **داعون** ہے یہ بھی **داعیون** تھا اس کی یاء کو مذکورہ قاعدہ کے تحت حذف کردیا تو **داعون** ہوگیا

اسم مقصورہ کی جمع بنانے کا طریقہ: اسم مقصورہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں 'الف مقصورہ' ہو جیسے **مصطفیٰ** اس کی جمع بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے الف کو حذف کردیں اور آخر میں 'واو نون' کا اضافہ کیا جائے گا جیسے **مصطفیٰ** سے **مصطفَوْنَ** ہوگیا۔

ویختص باولی العلم: اس عبارت سے مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ مذکورہ جمع صحیح بنانے کا طریقہ

جو ذکر کیا گیا یعنی واو ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ کیساتھ یہ وزن اولوا العلم یعنی ذوی العقول کیساتھ خاص ہے۔

﴿ایک اعتراض اور اس کا جواب﴾

مذکورہ قاعدہ پر ایک اعتراض ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مذکورہ قانون سنون، ارضون، ثبون، قلون میں ٹوٹ گیا اس لئے کہ یہ جمع ہیں اور واو نون کے ساتھ لائی گئی ہیں اور غیر ذوی العقول ہیں۔

جواب: یہ ہے کہ سنون سنۃ کی جمع بمعنی سال اور ارضون ارض کی جمع بمعنی زمین اور ثبون ثبۃ کی جمع بمعنی جماعت اور گروہ اور قلون قلۃ کی جمع بمعنی چھڑی (گلی ڈنڈا) یہ سب الفاظ نہ تو مذکر اور نہ ہی ذوی العقول ہیں حالانکہ انکی جمع 'واو نون' کے ساتھ آتی ہے یہ چند الفاظ قاعدہ کے خلاف ضرور ہیں لیکن یہ شاذ ہیں اور نادر الوقوع ، بہرحال قاعدہ وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔

ویجب أنْ لا یَکُونَ افعَل مُؤَنّثُہٗ فَعْلاء کاَحْمَر وحَمراء وَلا فَعْلان مُؤَنّثُہٗ فَعْلی کسَکْرَان و سَکْری ولا فعیلا بمعنی مفعول کجَرِیحَ بمعنی مجروح ولا فعول بمعنی فاعل کصَبُوْر بمعنی صابر ویَجِبُ حَذْفُ نُونِہٖ بِالإضافَۃِ نَحْوُ مُسْلِمُو مِصْرَ.

ترجمہ: اور واجب ہے کہ وہ (اسم جس کی جمع لانے کا ارادہ کیا گیا ہے) اس افعل کے وزن پر نہ ہو کہ جسکی مونث فعلاء کے وزن پر آتی ہے جیسے احمر کی جمع حمراء آتی ہے اور نہ اس فعلان کے وزن پر ہو جس کی مونث فعلی آتی ہو جیسے سکران کی جمع سکری آتی ہے اور نہ وہ اسم اس فعیلۃ کے وزن پر ہو جو مفعول کے وزن پر ہو جیسے جریح معنی میں مجروج کے ہے اور نہ وہ ایسا فعولۃ کے وزن پر ہو جو بمعنی فاعل ہو جیسے صبور صابر کے معنی میں ہے اور جمع سالم کے نون کو اضافت کی وجہ سے حذف کرنا واجب ہے جیسے مسلمو مصر۔

﴿چوتھی بات﴾

﴿اسم ذات اور اسم صفت سے جمع سالم بنانے کا قاعدہ، اور اسکی شرائط﴾

وضاحت: قاعدے کی وضاحت سے پہلے تمہید کے طور پر اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ: وہ اسم جسکی جمع سالم بنائیں گے یا تو اسم ذات ہوگا جیسے زید، یا اسم صفت ہوگا یعنی وہ اسم جو ذات کے علاوہ کسی صفت پر دلالت کرے جیسے ضارب ، قائم وغیرہ۔

پس اگر وہ اسم ذات ہے تو اس کی جمع سالم بنانے کیلئے تین شرطیں ہیں:

پہلی شرط: وہ اسم مذکر ہو، یعنی اس میں تاء تانیث نہ ملفوظ ہو اور نہ مقدر پس طلحة اور عین کی جمع سالم واؤ نون کے ساتھ نہیں آئے گی۔

دوسری شرط: وہ اسم ذات عَلَمْ ہو اگر عَلَمْ نہ ہو تو اس کی جمع سالم واؤ نون کے ساتھ نہیں آئے گی۔

جیسے رَجُلٌ اس کی جمع واو نون کے ساتھ نہیں آئے گی۔

تیسری شرط: وہ اسم ذات ذو العقول کا عَلَمْ ہو، اگر ذوی العقول کا عَلَمْ نہ ہو تو اسکی جمع واو نون کے ساتھ نہیں آئے گی، جیسے: اَعْوَج یہ گھوڑے کا نام ہے، اور گھوڑا ذوی العقول نہیں ہے لہٰذا اس کی جمع سالم واؤ نون کے ساتھ نہیں آئے گی۔ اور یہ تمام قیود اس وجہ سے اختیار کی گئی ہیں کہ جمع سالم تمام جمعوں میں اشرف ہے اور وہ اسم جو مذکر ہو اور عاقل کا علم ہو وہ تمام اسموں میں اشرف ہے لہٰذا اشرف کیلئے اشرف کو خاص کیا۔ جیسے زید کی جمع سالم زیدون آتی ہے۔

﴿اگر وہ اسم صفت ہو تو اس کی جمع سالم بنانے کی پانچ شرطیں﴾

اسم صفت سے مراد اسم فاعل اور اسم مفعول وغیرہ ہیں۔

پہلی شرط: وہ مذکر عاقل ہو۔

دوسری شرط: وہ صفت مذکر ہو، پس عَلَّامَةٌ مذکر ہے، لہٰذا اسکی جمع واؤ نون کیساتھ نہیں آئے گی۔

تیسری شرط: وہ صفت کا صیغہ ایسے اَفْعَلُ کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعْلَاءُ کے وزن پر

آتی ہے، جیسے: اَحْمَرُ اسکی مؤنث حَمْرَآءُ آتی ہے۔ لہٰذا اسکی جمع واؤ نون کیساتھ نہیں آئیگی۔

چوتھی شرط: وہ صفت کا صیغہ ایسے فَعْلَانُ کے وزن پر نہ ہو، جس کی مؤنث فَعْلیٰ آتی ہے، جیسے: سَکْرَانُ، اس کی مؤنث سَکْرٰی آتی ہے۔ لہٰذا اسکی جمع واؤ نون کیساتھ نہیں آئے گی۔

پانچویں شرط: وہ صفت کا صیغہ ایسے فَعِیْلٌ کے وزن پر نہ ہو جو مفعول کے معنی میں ہو، جیسے: جَرِیْحٌ، یہ مجروحٌ کے معنی میں ہے۔ اور نہ ایسے فَعُوْلٌ کے وزن پر ہو جو فَاعِلٌ کے معنی میں آتا ہے، جیسے: صَبُوْرٌ یہ صَابِرٌ کے معنی میں ہے۔ لہٰذا ان کی جمع واؤ نون کے ساتھ نہیں آئے گی۔

قاعدہ: جمع مذکر سالم کے نون کو اضافت کے وقت حذف کرنا واجب ہے جیسے مسلمو مصر اصل میں مسلمون تھا اس کی اضافت جب مصر کی طرف کی گئی تو نون حذف ہوگیا۔

وَمُؤنَّثٌ وَهُوَمَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِہٖ الفٌ وتاءٌ نحو مُسْلِمَاتٌ وشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهٗ مُذَكَّرٌ اَنْ يكون مذكرهٗ قدجُمِعَ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ نَحْوُمُسْلِمُوْنَ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مُذَكَّرٌ فَشَرْطُهٗ اَنْ لَايَكُوْنَ مؤنَّثًامُجَرَّدًاعَنِ التَّاءِ كَالْحَائِضِ وَالْحَامِلِ واِنْ كَانَ اِسْمًاغَيْرَصفَةٍجُمِعَ بِالْاَلِفِ وَالتَّاءِ بِلَاشَرْطٍ كَهِنْدَاتٍ.

ترجمہ: (جمع صحیح کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم) اور جمع مؤنث وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء کو لایا گیا ہو، جیسے: مُسْلِمَاتٌ اس کی شرط یہ ہے کہ اگر صفت کا صیغہ ہو اور اس کے لئے مذکر ہو اور اس مذکر کی جمع واؤ نون کے ساتھ لائی گئی ہو، جیسے: مُسْلِمُوْنَ اور اگر اس کے لئے مذکر نہ ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ اسم ایسا مؤنث کا صیغہ نہ ہو، جو تاء سے خالی ہو، جیسے: حَائِضٌ اور حَامِلٌ اور اگر ایسا اسم ہو جو صفت کا صیغہ نہ ہو تو اس کی جمع الف تا کے ساتھ لائی جائے گی، بغیر کسی شرط کے۔ هِنْدَاتٌ.

﴿پانچویں بات: جمع کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم اور اسکی شرط﴾

جمع مؤنث سالم کی تعریف: وہ ہے جس کے آخر میں الف اور تاء لائی جائے، جیسے

سْلِمَاتِ.

ع مؤنث سالم بنانے کی شرائط:

لی شرط: ''الف' تاء'' کے ساتھ جمع لانے کی شرط یہ ہے کہ اگر صیغہ صفت کا ہو اور اس کے لئے مذکر بھی ہو تو شرط یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع ''واؤ''،''نون'' کے ساتھ آتی ہے جیسے: مُسْلِمَةٌ اس کا مذکر مُسْلِمٌ ہے، اور اس کی جمع مُسْلِمُوْنَ ''واؤ نون'' کے ساتھ آتی ہے۔

سری شرط: اگر اس اسم کا مذکر نہیں آتا ہو تو اس کی جمع ''الف' تاء'' کے ساتھ لانے کیلئے شرط یہ ہے کہ اس کا مؤنث کا صیغہ 'تاء' سے خالی نہ ہو، پس حَائِضٌ ، اور حَامِلٌ، کی جمع حَائِضَاتٌ اور حَامِلَاتٌ نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ ان کی مؤنث 'تاء' سے خالی ہے۔

یسری شرط: اگر وہ صفت نہ ہو بلکہ اسم ہو تو اس کی جمع ''الف' تاء'' کے ساتھ آئے گی، بغیر کسی شرط کے، جیسے: هِنْدٌ کی جمع هِنْدَاتٌ ''الف' تاء'' کے ساتھ آتی ہے۔

والمُكَسَّرُ صِيغَتُهٗ فِي الثُّلَاثِيِّ كَثِيرَةٌ تُعْرَفُ بِالسَّماعِ كَرِجَال وأَفْرَاس وَفُلُوس وفِي ِيرِ الثُّلَاثِيِّ عَلَى وَزْنِ فَعَالِل وفعاليل قِيَاساً كَما عَرَفْتَ فِي التَّصْرِيفِ ثمّ الجَمْعُ أَيْضاً عَلى قِسْمَينِ جَمْعُ قِلَّةٍ وهُوَ ما يُطْلَقُ عَلى العَشَرَةِ فَمَا دُوْنَها وأَبْنِيَتُه أَفْعُلٌ وأَفْعَالٌ وفِعْلَةٌ وأَفْعِلَةٌ وَجَمْعَا الصَّحِيْحُ بِدُوْنِ اللَّامِ كَزَيْدُوْنَ وَمُسْلِمَاتٍ وجَمْعُ كَثْرَةٍ وهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلى مَا فَوْقَ العَشَرَةِ وأَبْنِيَتُهُ مَا عَدا هٰذِهِ الأَبْنِية.

ترجمہ: اور جمع مکسر کے صیغے ثلاثی میں زیادہ ہیں جو سماع سے معلوم ہوتے ہیں جیسے رجال، فلوس اور غیر ثلاثی میں فعالل اور فعاليل کے وزن پر آتے ہیں قیاساً جیسا کہ آپ نے انکی گردان پڑھ لی ہے، پھر جمع بھی دو قسم پر ہے، اول جمع قلت ہے اور جمع قلت وہ جمع ہے جو دس اور اس سے کم پر بولی جاتی ہو اور اس کے اوزان یہ ہیں افعل افعال افعلة فعلة اور صحیح کی دونوں جمع بغیر لام کے جیسے زیدون اور مسلمات دوسری قسم جمع کثرت ہے یہ وہ جمع ہے جو دس سے

زائد پر بولی جاتی ہے اوران کے اوزان جمع قلت کے اوزان کے علاوہ ہیں جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں۔

﴿چھٹی بات: جمع مکسر کے اوزان اور جمع قلت و کثرت کے اوزان﴾

جمع مکسر کے اوزان: جمع مکسر کے اوزان ثلاثی اور غیر ثلاثی کے مختلف ہیں چنانچہ مصنفؒ نے فرمایا کہ جمع مکسر کے صیغے ثلاثی میں سماع سے تعلق رکھتے ہیں ان کا قیاس سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ ان کیلئے کوئی قاعدہ مقرر ہو۔ جیسے: رجال جمع رجل، افراس جمع فرس، فلوس جمع فلس

جمع مکسر کے اوزان غیر ثلاثی یعنی رباعی اور خماسی میں فَعَالِلُ اور فَعَالِيلُ کے وزن پر آتے ہیں اور یہ اوزان قیاس کے موافق ہیں جیسا کہ آپ علم صرف میں معلوم کر چکے ہیں۔

جمع کی باعتبار معنی کے دو قسمیں ہیں ا۔ جمع قلت ۲۔ جمع کثرت

﴿جمع قلت اور اس کے اوزان﴾

جمع قلت: وہ ہے کہ جو دس اور دس سے کم پر بولی جاتی ہو اور جمع قلت کے اوزان یہ ہیں:

(۱) اَفْعُلُ جیسے اَفْلُس، فَلْس کی جمع ہے، (۲) اَفْعَال جیسے اقوال قول کی جمع، (۳) افعلة جیسے ارغفة رغیف کی جمع، (۴) فعلة جیسے غلمة جمع ہے غلام کی، (۵) جمع مذکر سالم، (۶) جمع مونث سالم جبکہ یہ دونوں الف لام سے خالی ہوں جیسے زیدون اور مسلمات

فائدہ: جمع مؤنث سالم اور جمع مذکر سالم جب الف لام کے ساتھ ہوں وہ بھی جمع کثرت میں داخل ہیں۔

جمع کثرت: وہ جمع ہے جو دس سے زائد پر بولی جائے۔ جمع کثرت کے اوزان جمع قلت کے اوزان کے علاوہ ہیں۔

﴿اسم کی ایک قسم مصدر﴾

فَصْلٌ: اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ يَدُلُّ عَلَى الْحَدَثِ فَقَطْ وَيُشْتَقُّ مِنْهُ الْأَفْعَالُ كَالضَّرْبِ وَالنَّصْرِ مَثَلاً وَأَبْنِيَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ غَيْرُ مَضْبُوطَةٍ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ وَمِنْ غَيْرِهِ

ـاسِیةٌ کـالإفْـعـال وَالانْفِعَال وَالاسْتِفْعال والفَعْلَلَة والتفعلل مثلافالمَصْدَرُ إنْ لَمْ ـکُنْ مَفْعُولاً مُطْلَقاً یَعْمَلُ عمَل فِعْلِهِ اعْنِی یَرْفَعُ الفاعِل إنْ کَانَ لازماً نَحْوُ اعْجَبَنِی ـیامٌ زَیْدٌویَـنْـصِبُ مَفْعُولاً أیضاً إنْ کَانَ مُتَعَدِّیاً نَحْوُ اعْجَبَنی ضَرْبٌ زَیْدٌ عَمرواً ولا یَجُوزُ تَقْدِیمُ مَعْمُولِ المَصْدَرِ عَلیه فَلا یُقالُ أعْجَبَنی زَیْدٌضَرْبٌ عَمْرًوا وامّاإنْ کَانَ مَـفْـعُـولاً مُـطْـلَقاً فَالعَمَلُ لِلْفعلِ الَّذِی قَبْلَهُ نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْباً عَمْراً فعَمْرو ـنْصوبٌ بِضَرَبْت.

ترجمہ: مصدر وہ اسم ہے جو حدوث پر دلالت کرے فقط (جیسے ہونا، کرنا وغیرہ) اور اس سے افعال مشتق ہوتے ہیں جیسے: الضرب (مارنا) اور النصر (مدد کرنا) اور اس کے اوزان ثلاثی مجرد سے منضبط نہیں ہیں (یعنی کوئی طے شدہ قانون کے مطابق نہیں ہیں) سماع سے پہچانے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ (یعنی ثلاثی مجرد کے علاوہ) قیاسی ہیں۔ جیسے: افعال، انفعال، استفعال، فعللة، تفعیل وغیرہ پس مصدر اگر مفعول مطلق واقع نہ ہو تو وہ اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی فاعل کو رفع دیتا ہے اگر وہ لازم ہو جیسے: اعْجَبَنی قِیامٌ زَیْدٌ اور مفعول کو نصب دیتا ہے اگر وہ متعدی ہو جیسے: أعْجَبَنی ضَرْبٌ زَیْدٌ عَمرواً اور جائز نہیں ہے مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا پس یہ نہ کہا جائے گا: أعْجَبَنی ضَرْبٌ زَیْدٌ عَمرواً اور نہ ہی عَمْرًوا ضَرْبٌ زَیْدٌ کہنا درست ہوگا اور مصدر کی اضافت فاعل کی طرف جائز ہے جیسے کَرِهْتُ ضَرْبَ زَیْدٍ عَمْرًوا یا مفعول بہ کی جانب جیسے کَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَیْدٌ اور بہر حال مصدر اگر مفعول مطلق واقع ہو تو اس وقت عمل اس فعل کا ہوتا ہے جو اس سے پہلے ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًوا (مارا میں نے مارنا عمر کو) پس منصوب ہے ضربتُ کی وجہ سے

وضاحت: مصنفؒ خاتمہ کی دس فصلوں میں سے چھٹی فصل یہاں سے بیان فرما رہے ہیں اور وہ ہے مصدر، اس فصل میں مصنفؒ نے پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں،

پہلی بات: مصدر کی تعریف

دوسری بات: مصدر کے اوزان،

تیسری بات: مصدر جب مفعول مطلق واقع نہ ہوتو اس کا عمل کیا ہوگا،

چوتھی بات: مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا درست نہیں،

پانچویں بات: مصدر کی اضافت فاعل کی طرف بھی درست ہے اور مفعول کی طرف بھی درست ہے،

چھٹی بات: مصدر جب مفعول مطلق واقع ہوتو اس کا عمل کیا ہوگا۔

﴿پہلی بات: مصدر کی تعریف﴾

مصدر وہ اسم ہے جو صرف حدوث پر دلالت کرے، (یعنی کسی کام کا کرنا، ہونا، کھانا، پڑھنا وغیرہ)، اور مصدر سے افعال نکلتے ہیں جیسے: الضرب ، النصر وغیرہ۔ (کسی اور چیز پر دلالت نہ کرے یعنی زمانہ اور نسبت الی الفاعل پر دلالت نہ کرے)۔

﴿دوسری بات: مصدر کے اوزان﴾

ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان مقرر اور طے شدہ نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی قاعدہ ایسا ہے جس کی بنیاد پر دوسرے اوزان کو قیاس کیا جاسکے صرف سماعی ہیں سننے پر موقوف ہیں غیر ثلاثی مجرد (یعنی رباعی اور خماسی وغیرہ) سے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں مثلاً افعال، انفعال، استفعال، فعللة اور تفعیل وغیرہ

﴿تیسری بات: مصدر مفعول مطلق واقع نہ ہوتو اسکا عمل﴾

مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہوتو یہ وہی عمل کرتا ہے جو اس سے مشتق ہونے والا فعل کرتا ہے (یعنی فعل اگر لازمی ہے تو فاعل کو رفع دیتا ہے اور اگر فعل متعدی ہے تو مفعول کو نصب دیتا ہے) پس مصدر بھی اگر لازم ہوتو فاعل کو رفع دیگا جیسے: اَعْجَبَنِی قِیَامُ زَیْدٌ اور مصدر اگر متعدی ہوتو مفعول کو نصب دیگا جیسے: اَعْجَبَنِی ضَرْبُ زَیْدٌ عَمْرًوا

﴿چوتھی بات: مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے﴾

مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا اس لئے جائز نہیں ہے کہ مصدر ضعیف عامل ہے اس کا معمول

اس سے مؤخر ہو تو اس پر عمل کریگا ورنہ نہیں لہٰذا اَعْجَبَنِی ضَرْبٌ زَیْدٌ عَمْرًوا کہنا اور اَعْجَبَنِی عَمْرًوا ضَرْبٌ زَیْدٌ کہنا جائز نہیں ہے اس میں پہلی مثال میں زید فاعل کو ضرب مصدر پر مقدم کیا گیا ہے اور دوسری مثال میں ضرب مصدر پر اس کے مفعول عَمْرًوا کو مقدم کیا گیا ہے یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں

﴿پانچویں بات: مصدر کی اضافت فاعل اور مفعول کی جانب جائز ہے﴾

مصدر بھی چونکہ دیگر اسماء کی طرح ایک اسم ہے اس لئے جس طرح دوسرے اسماء کی اضافت فاعل اور مفعول کی طرف جائز ہے اسی طرح مصدر کی بھی اضافت فاعل کی طرف اور مفعول کی طرف جائز ہے فاعل کی طرف مصدر کی اضافت کی مثال جیسے: کَرِهْتُ ضَرْبَ زَیْدٍ عَمْرًوا مفعول کی جانب اضافت کی مثال جیسے: کَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍ زَیْدٌ اسمیں 'عمر' ضرب مصدر کا مفعول اور 'زید' اس کا فاعل ہے۔

﴿چھٹی بات: مصدر جب مفعول مطلق ہو﴾

مصدر اگر مفعول مطلق ہو تو یہ عمل نہیں کریگا بلکہ اس سے پہلے جو فعل ہے وہ اس میں عمل کریگا اور یہ مصدر اس کا معمول بنے گا کیونکہ عامل قوی کے ہوتے ہوئے عامل ضعیف عمل نہیں کرسکتا کیونکہ یہ خود معمول بن رہا ہے' جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًو اس میں 'عَمْرًوا' ضَرَبْتُ کی وجہ سے منصوب ہے۔

﴿اسم کی ایک قسم اسمِ فاعل﴾

فصلٌ: اِسْمُ الفاعِل اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فَعْلٍ لِیدُلَّ عَلی مَنْ قامَ بِهِ الفِعْلُ بِمَعْنی الحُدُوثِ، وصِیغَتُهٗ مِنَ الثُّلاثِیِّ المُجرَّدِ عَلی وَزْنِ الفاعِلِ کضارِبٍ وناصِرٍ، ومِنْ غَیْرِهٖ عَلی صِیغَةِ المُضارِعِ مِنْ ذٰلِک الفِعْلِ بِمیمٍ مَضْمُومٍ مَکانَ حَرْفِ المُضارَعَةِ وکَسْرِ مَا قَبْلَ الأخِرِ کمُدْخِلٍ ومُسْتَخْرِجٍ، وهویَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِه المعروف إنْ کَانَ بِمَعْنَی الحالِ والاسْتِقبالِ وَمُعْتَمِداً عَلی المُبْتَدأ نَحْوُ زَیدٌ قَائِمٌ

أَبُوهُ أَوْ ذِى الْحَالِ نَحْوُ جَاءَنِى زَيْدٌ ضَارِباً أَبُوهُ عَمْرًوا، أَوْ موصولٍ نحو مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ أَبُوهُ عَمْرًوا، أَوْ مَوْصُوفٍ نَحْوُ عِنْدِى رَجُلٌ ضَارِبٌ أَبُوهُ عَمْرواً او هَمْزَةِ الاسْتِفْهَامِ نَحْوُ أَقَائِمٌ زَيْدٌ أَوْ حَرْفِ النَّفْىِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ، فَإِنْ كَانَ بِمَعْنَى الماضِى وَجَبَتِ الإضافَةُ معنًى نَحْوُ زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو أَمْسِ هذا إِذا كَانَ مُنَكَّراً، أَمّا إِذا كَانَ مُعَرَّفاً بِاللَّامِ يَسْتَوِى فِيهِ جَمِيعُ الأَزْمِنَةِ، نَحْوُ زَيْدٌ الضَّارِبُ أَبُوهُ عَمرواً الآنَ أَوْ غَداً أَوْ أَمْسِ.

ترجمہ: فصل اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو، تاکہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے بطور حدوث کے اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر آتا ہے جیسے ضارب مارنے والا۔ ناصر مدد کرنے والا۔ اور اس کے علاوہ یعنی ثلاثی مجرد کے علاوہ اس فعل کے مضارع صیغہ کے مطابق ہوتا ہے (تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ) وہ یہ کہ علامت مضارع کی جگہ میم مضموم شروع میں ہوتی ہے اور آخر سے ماقبل کسرہ ہوتا ہے جیسے مُدخِل (داخل کرنے والا) مُستَخرِج (خروج کرنے والا) اور وہ اپنے فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے اگر اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو تو (چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر سہارا لیکر عمل کرتا ہے) مبتدا پر سہارا لیکر عمل کرتا ہے جیسے: زیدٌ قائمٌ ابوہ یا ذوالحال پر جیسے: جاءَنِی زیدٌ ضارِباً أبُوهُ عمرًوا یا موصول پر جیسے: مَرَرتُ بِالضَّارِبِ اَبُوہُ عَمرًوا، یا موصوف پر جیسے: عِندِی رَجُلٌ ضارِبٌ أبُوهُ عَمرواً یا ہمزہ استفہام اس کے شروع میں ہو جیسے: أقائِمٌ زیدٌ یا حرف نفی اس کے شروع میں ہو جیسے: مَا قَائِمٌ زیدٌ، پس اگر فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو اضافت واجب ہے جیسے: زیدٌ ضارِبُ عَمرٍو امسِ (میں نے عمرو کو گذشتہ کل مارا ہے) یہ اس وقت ہے جب اسم فاعل نکرہ ہو اور بہر حال جب اسم فاعل معرف باللام ہو تو اس میں تمام زمانے برابر ہونگے جیسے: زیدٌ الضَّارِبُ أبُوهُ عمرواً الآنَ أوْ غداً أوْ أمسِ (زید جس کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے آج یا کل آئندہ یا کل گذشتہ)۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے خاتمہ کی فصلوں میں ساتویں فصل کو بیان فرما رہے ہیں جو کہ اسم فاعل کی بحث پر مشتمل ہے اس فصل میں بنیادی طور پر تین باتیں ذکر کی گئی ہیں۔

پہلی بات: اسم فاعل کی تعریف،

دوسری بات: اسم فاعل کا وزن،

تیسری بات: اسم فاعل کا عمل۔

﴿پہلی بات: اسم فاعل کی تعریف﴾

اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا ہے تا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل بطور حدوث کے قائم ہے۔

بمعنی الحدوث: کا مطلب یہ ہے کہ فعل اس ذات کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ مقید ہے نیز بمعنی الحدوث کہہ کر صفت مشبہ کو اسم فاعل سے جدا کر دیا۔ اس لئے کہ اس میں مصدری معنی دائمی ہوتے ہیں۔

﴿دوسری بات: اسم فاعل کا وزن﴾

اسم فاعل کی دوصورتیں ہیں ثلاثی مجرد سے ہوگا یا غیر ثلاثی مجرد سے ہوگا۔ اگر ثلاثی مجرد سے ہے تو اسم فاعل اکثر فَاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے، جیسے: ضاربٌ اور ناصِرٌ اسم فاعل اگر غیر ثلاثی مجرد ہو تو اسی باب کے فعل مضارع کے وزن پر ہوگا مگر تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ، اور وہ اس طرح کہ علامت مضارع کو گرا کر اس کی جگہ میم مضموم لگا دیں گے اور اس کے آخر کے ماقبل کو کسرہ دیں گے جیسے: يُدْخِلُ سے مُدْخِلٌ اور يَسْتَخْرِجُ سے مُسْتَخْرِجٌ.

﴿تیسری بات: اسم فاعل کا عمل اور اس کی شرائط﴾

اسم فاعل اپنے فعل معروف والا عمل کرے گا اگر اس کا فعل لازمی ہے تو یہ بھی لازمی ہوگا اور اگر اس کا فعل متعدی ہے تو یہ بھی متعدی ہوگا اسم فاعل کے عمل کرنے کے لئے دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: یہ ہے کہ اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ اسم فاعل چھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر سہارا پکڑے ہوئے ہو۔

وہ چھ چیزیں یہ ہیں: ۱۔ مبتدا پر، جیسے: زيدٌ قائمٌ ابوهُ، ۲۔ ذوالحال پر، جیسے: جَاءَ نِیْ

زَیْدٌ ضَارِبًا اَبُوْہُ عَمْرًوا، ۳۔ اسم موصول پر، جیسے: مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْہُ عَمْرًوا، ۴۔ موصوف پر، جیسے: عِنْدِی رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْہُ عَمْرًوا، ۵۔ ہمزہ استفہام پر، جیسے: اَقَائِمٌ زَیْدٌ، ۶۔ حرف نفی پر، جیسے: مَاقَائِمٌ زَیْدٌ

بہرحال اسم فاعل جب فعل ماضی کے معنی میں ہو تو اس کو اضافت معنوی کے ساتھ بعد والے اسم کی طرف وجوباً اضافت کریں گے جیسے: زَیْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ. زید نے عمرو کو گذشتہ کل مارا۔ **ھٰذا اِذَا کَانَ مُنَکَّرًا:** اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اسم فاعل کیلئے زمانہ حال یا استقبال کی شرط اسی وقت ہے جب وہ نکرہ ہو، بہرحال اگر اسم فاعل معرف باللام ہو الف لام موصول داخل ہونے کے بعد تو اس میں تمام زمانے برابر ہونگے، جیسے: زَیْدُنِ الضَّارِبُ اَبُوْہُ عَمْرًوا نِ الْاٰنَ او غَدًا او اَمْسِ (زید کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے ابھی یا کل آئندہ یا کل گذشتہ)

﴿اسم کی ایک قسم اسم مفعول﴾

فصلٌ: اِسْمُ المَفْعُولِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنَ فِعْلٍ مُتَعَدٍّ، لِیَدُلَّ عَلٰی مَنْ وَقَعَ عَلَیْهِ الفِعْلُ، وَصِیغَتُهٗ مِنْ مُجَرَّدِ الثُّلاثِیِّ عَلٰی وَزْنِ مَفعولٍ لَفْظًا، کَمَضْرُوبٍ اَوْ تَقْدِیرًا کَمَقُولٍ وَمَرْمِیٍّ، وَمِنْ غَیْرِهٖ کَاسْمِ الفاعِلِ بِفَتْحِ مَا قَبْلَ الآخِرِ، کَمُدْخَلٍ ومُسْتَخْرَجٍ، وَیَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ المَجْهُولِ بِالشَّرائِطِ المَذْکُورَةِ فِی اسْمِ الفاعِلِ، نَحْوُ زَیْدٌ مَضْرُوبٌ غُلامُهٗ الآنَ اَوْ غَداً او امسِ.

ترجمہ: اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو۔ تاکہ اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہے اور اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے لفظاً جیسے مَضْرُوْبٌ یا تقدیراً جیسے مَقُوْلٌ اور مَرْمِیٌّ اور اس کے علاوہ (یعنی ثلاثی مجرد کے علاوہ) سے اسم فاعل کے مانند ہے صرف یہاں آخر سے پہلے (والے حرف پر) فتحہ آئیگا جیسے مُدْخَلٌ اور مُسْتَخْرَجٌ اور یہ اپنے فعل مجہول جیسا عمل کرتا ہے ان شرائط کیساتھ جو اسم فاعل میں مذکور تھیں جیسے: زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُہٗ الْاٰنَ یا غدا یا امس.

وضاحت: مصنف ؒ خاتمہ کی فصلوں میں آٹھویں فصل اسم مفعول کو یہاں سے ذکر فرمارہے ہیں اس فصل میں تین باتیں ذکر فرمائی ہیں، **پہلی بات:** اسم مفعول کی تعریف، **دوسری بات:** اسم مفعول کے اوزان اور تیسری بات: اسم مفعول کا عمل۔

﴿پہلی بات: اسم مفعول کی تعریف﴾

اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو، تاکہ اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہے

﴿دوسری بات: اسم مفعول کے اوزان﴾

اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مضروبٌ کے وزن پر آتا ہے لفظاً اور تقدیراً مَقُوْلٌ اور مَـرْمِيٌّ کے وزن پر آتا ہے۔ مَـرْمِيٌّ اصل میں مَـرْمُوْيٌ تھا تعلیل کے بعد مَـرْمِيٌّ ہوا اسی طرح مَقُوْلٌ اصل میں مَقْوُوْلٌ تھا تعلیل کے بعد مَقُوْلٌ ہوا۔

اور غیر ثلاثی مجرد یعنی رباعی اور خماسی سے اسم مفعول اسم فاعل کی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس کے آخر سے ماقبل میں فتحہ لایا جائے گا جبکہ اسم فاعل کے آخر سے ماقبل میں کسرہ آتا ہے۔ جیسے: مُدْخِلٌ سے مُدْخَلٌ اور مُسْتَخْرِجٌ سے مُسْتَخْرَجٌ.

﴿تیسری بات: اسم مفعول کا عمل اور اسکی شرط﴾

اسم مفعول وہی عمل کرتا ہے جو فعل مجہول کرتا ہے یعنی نائب فاعل کو رفع دیتا ہے اور باقی مفاعیل کو نصب دیتا ہے۔ اسم مفعول اگر نکرہ ہو تو اسکے عمل کیلئے وہی دو شرطیں ہیں جو اسم فاعل میں تھیں، یعنی اس میں حال یا استقبال کا معنی ہو اور چھ چیزوں میں سے کسی ایک کا سہارا لیا ہو جیسے زَیْدٌمَـضْرُوْبٌ غُلَامُہٗ اَلْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْـسِ (زید کا غلام مارا ہوا ہے آج یا کل آئندہ یا گذشتہ کل) اسمیں زید مبتدا ہے مضروب اسم مفعول غـلامہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر نائب فاعل الان یا غدا یا امس مفعول فیہ۔

﴿اسم کی ایک قسم "صفۃِ مُشبّۃ"﴾

فَصْلٌ: اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ اسْمٌ مَشْتَقٌ مِنْ فِعْلٍ لازِمٍ، لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قامَ بِهِ الفِعْلُ بِمَعْنَى الثُّبُوتِ، وصِيغَتُهَا عَلٰى خِلافِ صِيغَةِ اسْمِ الفاعِلِ والمَفْعُولِ، وانّما تُعْرَفُ بِالسِّماعِ كَحَسَنٍ وصَعْبٍ وَظَرِيفٍ، وهِيَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقاً بِشَرْطِ الاِعْتِمَادِ الْمَذْكُورِ، ومَسائِلُهَا ثَمانِيَةَ عَشَرٍ، لِاَنَّ الصِّفَةَ اِمَّا بِاللّامِ اَوْ مُجَرَّدَةٍ عَنْهَا، وَمَعْمُوْلُ كُلِّ واحِدٍ مِنْهُمَا اِمَّامُضَافٌ اَوْبِاللّامِ اَوْمُجَرَّدٍ عَنْهُمَافَهٰذِهٖ سِتَّةٌوَمَعْمُوْلِ كُلٍّ مِنْهَااِمَّامَرْفُوْعٌ اَوْ مَنْصُوْبٌ اَوْ مَجْرُوْرٌ، فَذٰلِکَ ثَمانِيَةُ عَشَر، وَتَفْصِيْلُهَا نَحْوُجَاءَ نِيْ زَيْدٌ نِ الْحَسَنُ وجهُهٗ ثلاثةُ اوجُهٍ و كذلک اَلْحَسَنُ الْوجهَ ُ الحسن وجهٍ وحَسَنَ وجهُهٗ وحَسَنَ الوَجْهَ وحسن وجهٌ

ترجمہ: صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو۔ تا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے ثبوت کے طور پر، اور اس کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغے کے خلاف ہوتا ہے۔ اور سماع سے پہچانا جاتا ہے جیسے: حسن، صعب، ظریف اور وہ اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے مطلقاً (یعنی بغیر زمانہ حال اور استقبال کی شرائط کے) اس شرط کے ساتھ کہ وہ سہارا لے مذکورہ (چھ چیزوں میں سے موصولہ کے علاوہ) پانچ میں سے کسی ایک کا اور اس کے مسائل اٹھارہ ہیں اس لئے کہ صفت یا تو لام کے ساتھ ہوگی یا بغیر لام کے ہوگی اور ان میں سے ہر ایک کا معمول یا تو مضاف ہوگا یا لام کے ساتھ ہوگا یا ان دونوں سے خالی ہوگا پس یہ چھ صورتیں ہوگئیں اور مذکورہ چھ صورتوں میں سے ہر ایک کا معمول یا مرفوع ہوگا یا منصوب ہوگا یا مجرور ہوگا۔ پس یہ اٹھارہ صورتیں ہوئیں (چھ کو تین سے ضرب دینے سے حاصل ہوئیں) ان کی تفصیل یہ ہے جَاءَ نِيْ زَيْدُ الْحَسَنِ وجهِهٖ' اس میں تین صورتیں ہیں اور اسی طرح الحسن الوجهَ ُ اور الحسن وجهٍ اور حَسُنَ وجهِهٖ' اور حسن الوجهِ ُ اور حسن وجهٍ .

وضاحت: مصنفؒ خاتمہ کی نویں فصل میں صفت مشبہ کو بیان فرما رہے ہیں اس فصل میں پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں،

پہلی بات: صفت مشبہ کی تعریف،

دوسری بات: صفت مشبہ کے اوزان،

تیسری بات: صفت مشبہ کا عمل،

چوتھی بات: صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتیں،

پانچویں بات: صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتوں کا حکم۔

﴿پہلی بات: صفت مشبہ کی تعریف﴾

صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے بنایا گیا ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل بطور ثبوت کے قائم ہے۔

بمعنی ثبوت: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دلالت اس صفت پر ہوگی جو ذات کے ساتھ بطور دوام کے ثابت ہوگی حادث نہ ہوگی جیسے زید کریم میں زید میں کرم کا وصف ثابت ہے۔

﴿دوسری بات: صفت مشبہ کے اوزان﴾

صفت مشبہ کے اوزان سماعی ہیں قیاسی نہیں ہیں۔ ان کے بنانے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے جیسا کہ اسم فاعل اور اسم مفعول کیلئے تھا۔ جیسے: حسن (خوبصورت) صعب (مشکل دشوار) اور ظریف (عقلمند اور خوش طبع)۔

﴿تیسری بات: صفت مشبہ کا عمل﴾

صفت مشبہ مطلقاً یعنی بغیر زمانہ حال اور استقبال کی شرط کے اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے بشرطیکہ وہ اسم موصول کے علاوہ مذکورہ چھ چیزوں میں سے کسی ایک کا سہارا لے۔

وہ پانچ چیزیں یہ ہیں: (۱) مبتدا (۲) ذوالحال (۳) موصوف (۴) ہمزہ استفہام (۵) حرف نفی

اسم موصول کا سہارا نہ لینے کی وجہ: یہ ہے کہ اس پر داخل ہونے والا لام بالاتفاق موصول کا نہیں ہے

﴿چوتھی بات: صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتیں﴾

صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتیں: صفت مشبہ کی اٹھارہ قسمیں یا مسائل ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ صفت مشبہ یا تو معرف باللام ہوگا جیسے: الحسن یا معرف باللام نہیں ہوگا جیسے: حسن

پھر ان دونوں صورتوں میں سے ہر ایک کا معمول یا تو مضاف ہوگا جیسے: وجھہ یا معرف باللام ہوگا جیسے: الوجہ یا ان دونوں چیزوں سے خالی ہوگا جیسے: وجہ یعنی نہ مضاف ہوگا نہ معرف باللام ہوگا۔ تو یہ چھ صورتیں ہوئیں اور صفت مشبہ کے معمول کی حالتیں باعتبار اعراب تین ہیں مرفوع، منصوب، مجرور پس مذکورہ چھ صورتوں کو تین میں ضرب دینے سے اٹھارہ صورتیں حاصل ہوئیں۔

اب ان میں نو قسمیں صفت مشبہ معرف باللام کی ہیں اور نو قسمیں غیر معرف باللام کی ہیں۔

﴿صفت مشبہ معرف باللام کی نو قسمیں﴾

قسم معمول	حالت رفعی	حالت نصبی	حالت جری
جبکہ معمول مضاف ہو	زَيْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْهُهُ (احسن)	زَيْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْهَهُ (حسن)	زَيْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْهِهِ (ممتنع)
جبکہ معمول معرف باللام ہو	زَيْدُ نِ الْحَسَنُ الْوَجْهُ (قبیح)	زَيْدُ نِ الْحَسَنُ الْوَجْهَ (احسن)	زَيْدُ نِ الْحَسَنُ الْوَجْهِ (احسن)
جبکہ معمول دونوں سے خالی ہو	زَيْدُ نِ الْحَسَنُ وجهٌ (قبیح)	زَيْدُ نِ الْحَسَنُ وجهًا (احسن)	زَيْدُ نِ الْحَسَنُ وجهٍ (ممتنع)

﴿صفت مشبہ غیر معرف باللام کی نو قسمیں﴾

قسم معمول	حالت رفعی	حالت نصبی	حالت جری
جبکہ معمولی مضاف ہو	زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهُ (احسن)	زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهَهُ (حسن)	زَيْدٌ حَسَنُ وَجْهِهِ (مختلف فیہ)
جبکہ معمول معرف باللام ہو	زَيْدٌ حَسَنُ الْوَجْهُ (قبیح)	زَيْدٌ حَسَنُ الْوَجْهَ (احسن)	زَيْدٌ حَسَنُ الْوَجْهِ (احسن)
جبکہ معمول دونوں سے خالی ہو	زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهٌ (قبیح)	زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهًا (احسن)	زَيْدٌ حَسَنُ وَجْهٍ (احسن)

وَهِىَ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ مِنْهَا مُمْتَنِعٌ الحسن وجهٍ والحسن وجهُه ومُخْتَلَفٌ فيه حسن وجهه والبواقى احسنُ اِنْ كَانَ فيهِ ضَمِيْرٌ واحدٌ وحسنٌ ان كانَ فيهِ

ضَمِيْرَانِ وَقَبِيْحٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ ضَمِيْرٌ، والضابطة انک مَتٰى رَفَعْتَ بِها مَعْمُولَها فَلا ضَمِيرَ فِي الصِّفَةِ ومَتٰى نَصَبْتَ اَوْ جَرَرْتَ فَفِيها ضَمِيرُ الْمَوْصُوفِ نحوُ زيدٌ حسن وجهه.

ترجمہ: اور صفت مشبہ کی یہ اٹھارہ قسمیں (باعتبار احسن، حسن، قبیح اور ممتنع کے) پانچ قسموں پر مشتمل ہیں ان میں سے بعض ممتنع ہیں جیسے: الحسن وجه اور الحسن وجهه اور بعض صورتیں مختلف فیہ ہیں جیسے: حسن وجهه اور باقی صوتیں احسن ہیں اگر ان میں ایک ضمیر موجود ہو تو وہ احسن ہونگے اور اگر ان میں دو ضمیریں ہوں تو وہ حسن ہونگی اور اگر کوئی ضمیر نہ ہو تو قبیح ہونگی اور ضابطہ اس کا یہ ہے کہ جب تو نے صفت مشبہ کے ذریعے اس کے معمول کو رفع دیا تو صفت میں کوئی ضمیر نہ ہوگی اور جب تو نے صیغہ صفت مشبہ کے ذریعے اس کے معمول کو نصب یا جر دیا تو اس میں موصوف کی ضمیر ہوگی جیسے: زیدٌ حسنٌ وجهُهٗ.

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے صفت مشبہ کی اٹھارہ اقسام کا حکم بیان فرمارہے ہیں اور یہ اٹھارہ اقسام باعتبار حکم کے پانچ قسموں پر مشتمل ہیں: فصل میں پانچ باتوں کا ذکر ہے ان میں سے پانچویں بات کا ذکر یہاں سے ذکر فرمارہے ہیں۔

﴿پانچویں بات﴾

صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتوں کا حکم: صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتیں باعتبار حکم کے پانچ قسموں پر مشتمل ہیں، (۱) ممتنع (۲) مختلف فیہ (۳) احسن (۴) حسن (۵) قبیح.

پہلی قسم ممتنع: صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتوں میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں اول الحسن وجه یعنی صیغہ 'صفت مشبہ' معرف باللام ہو اور وہ مضاف ہو ایسے معمول کی طرف جو غیر معرف باللام ہو اور مجرور ہو

امتناع کی وجہ: اس صورت کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ترکیب میں معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف ہورہی ہے جو کہ اضافت معنویہ میں ممتنع ہے لہذا ممتنع کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ

سے نحات نے اس کو ممتنع قرار دیا ہے۔

دوم: **الحسن وجهه** یعنی صیغہ صفت مشبہ معرف باللام ہو اور وہ مضاف ہو ایسے معمول کی طرف جو آگے ضمیر کی طرف مضاف ہو اور غیر معرف باللام ہو اور مجرور ہو۔

امتناع کی وجہ: اس صورت کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اضافت لفظی ہے اور اضافت لفظی تخفیف کا فائدہ دیتی ہے، تخفیف کی دو صورتیں ہیں: ۱۔ تخفیف مضاف میں ہوگی یا ۲۔ مضاف الیہ میں مضاف کے آخر میں نون تنوین، نون تثنیہ اور نون جمع ہو تو اس کو گرا دیتی ہے مضاف الیہ کے آخر میں تخفیف کا فائدہ اس طرح دیتی ہے کہ اس کے ساتھ سے ضمیر کو حذف کر کے صفت کے اندر مستتر کر دیتی ہے مذکورہ صورت میں اضافت لفظیہ ہونے کے باوجود نہ مضاف میں تخفیف کا فائدہ دیا اور نہ مضاف الیہ میں اس لئے کہ مضاف میں تخفیف لام کی وجہ سے ہوئی ہے یعنی تنوین حذف ہوئی اور پس اضافت لفظی کے باوجود تخفیف کا فائدہ نہ دینے کی وجہ سے یہ صورت ممتنع ہوئی۔

دوسری قسم مختلف فیہ: صیغہ صفت غیر معرف باللام ہو اور مضاف ہو ایسے معمول کی طرف جو آگے ضمیر کی طرف مضاف ہو اور مجرور ہو۔ جیسے: زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهِهٖ

مختلف فیہ ہونے کی وجہ: نحات بصرۃ اور سیبویہ اس صورت کو ممتنع قرار دیتے ہیں اور وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ اضافت لفظیہ تخفیف کیلئے ہے پس اس صورت میں مناسب تھا کہ ضمیر حذف ہوتی لیکن چونکہ یہاں ادنیٰ درجے کی تخفیف ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ صرف مضاف سے تنوین حذف ہوئی ہے اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی حالانکہ اعلیٰ درجے کی تخفیف ممکن تھی لہٰذا اعلیٰ درجے کی تخفیف کے ہوتے ہوئے ادنیٰ درجے کی تخفیف پر اکتفا کرنا قبیح ہے اور نحات کوفہ اس صورت کو بلا قباحت جائز کہتے ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ جواز کیلئے فی الجملہ تخفیف کافی ہے اور وہ حذف تنوین ہے جو یہاں پائی گئی۔ اس اختلاف کی وجہ سے یہ صورت مختلف فیہ ہے۔

﴿احسن، حسن اور قبیح کی پہچان﴾

صفت مشبہ کی اٹھارہ اقسام میں سے دو قسمیں تو ''ممتنع'' ہوئیں اور ایک قسم ''مختلف

فیہ" جس کا ذکر گذر چکا اب باقی پندرہ قسمیں رہ گئی ہیں ان میں سے نو قسمیں "احسن" اور دو "حسن" اور چار "قبیح" ہیں اب یہ کیسے معلوم ہوگا کہ کونسی قسم "احسن" ہے اور کونسی "حسن" اور کونسی "قبیح" اس سلسلے میں ایک ضابطہ اور قاعدہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

ضابطہ: اس سلسلے میں ضابطہ اور قاعدہ یہ ہے کہ صیغہ صفت اپنے معمول کے ساتھ ملکر ماقبل کی صفت بنتا ہے اور اس کا ماقبل موصوف ہوتا ہے، پس موصوف اور صفت کے درمیان ایک عائد کا ہونا ضروری ہے جو ان دونوں کے درمیان ربط پیدا کرے پھر عائد کی تین صورتیں ہیں: عائد ایک ضمیر ہوگی یا دو ضمیریں ہوں گی یا کوئی ضمیر نہیں ہوگی اگر ایک ضمیر ہوئی تو یہ صورت احسن ہے کیونکہ موصوف صفت کے درمیان ربط پیدا کرنے کیلئے ایک ہی ضمیر کافی ہے لہٰذا جب ایک ضمیر ہوگی تو یہ صورت "احسن" ہوگی۔

اور جہاں دو ضمیریں ہوں تو وہ صورت "حسن" کہلائے گی کیونکہ موصوف اور صفت کے درمیان ربط کیلئے جب ایک ضمیر کافی ہے تو دو ضمیریں ہوں تو ایک ضمیر ضرورت سے زائد ہوگی۔ لہٰذا یہ صورت حسن ہوگی اور جہاں کوئی ضمیر نہ ہو تو وہ قبیح ہے۔ موصوف اور صفت کے درمیان ضمیر کا ہونا ضروری ہے اور اس صورت میں ضمیر نہیں ہے لہٰذا یہ صورت قبیح ہوگی۔

﴿احسن والی نو صورتیں درج ذیل ہیں﴾

۱)...... زَیْدُ اِلْحَسَنُ وَجْهُهُ (حالت رفع) اس میں ایک ضمیر ہے جو وجهه میں ہے۔

۲)...... زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهُ (حالت رفعی) اس میں ایک ضمیر ہے جو وجهه میں ہے۔

۳)...... زَیْدُ اِلْحَسَنُ الْوَجْهَ (حالت نصبی) اس میں بھی ایک ضمیر ہے جو حسن میں ہے۔

۴)...... زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْهَ (حالت نصبی) اس میں ایک ضمیر ہے جو حسن میں ہے۔

۵)...... زَیْدُ اِلْحَسَنُ وجهًا (حالت نصبی) اس میں ایک ضمیر ہے جو کہ الحسن میں ہے۔

۶)...... زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْهَ (حالت نصبی) اس میں ایک ضمیر ہے جو حسن میں ہے۔

۷)...... زَیْدُ اِلْحَسَنُ الْوَجْهِ (حالت جری) اس میں ایک ضمیر ہے جو الحسن میں ہے۔

۸)...... زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْهِ (حالت جری) اس میں ایک ضمیر ہے جو حسن میں ہے۔

۹)...... زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهٍ (حالت جری) اس میں ایک ضمیر ہے جو حسن میں ہے۔

نقشہ احسن والی صورتوں کا نقشہ

حالت رفعی	حالت نصبی	حالت جری
۱) زَیْدُ اِلْحَسَنُ وَجْھُہٗ معرف باللام	۳) زَیْدُ اِلْحَسَنُ الْوَجْہَ معرف باللام	۷) زَیْدُ اِلْحَسَنُ الْوَجْہِ معرف باللام
۲) زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھُہٗ غیر معرف باللام	۴) زَیْدُ اِلْحَسَنُ وَجْھًا معرف باللام	۸) زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہِ غیر معرف باللام
	۵) زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہَ غیر معرف باللام	۹) زَیْدٌ حَسَنُ وَجْہٍ غیر معرف باللام
	۶) زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھًا غیر معرف باللام	

حسن والی دو صورتیں

۱)...... زَیْدُ اِلْحَسَنُ وَجْھُہٗ (حالت نصبی) اس میں دو ضمیریں ہیں ایک الحسن میں اور دوسری وجہہ میں

۲)...... زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھُہٗ (حالت نصبی) اس میں بھی دو ضمیریں ہیں ایک حسن میں اور دوسری وجھہ میں۔

قبیح والی چار صورتیں

ان میں ضمیر بالکل نہ ہونے کی وجہ سے قبیح ہیں۔

۱)...... زَیْدُ اِلْحَسَنُ الْوَجْہُ (حالت رفعی) اسمیں کوئی ضمیر نہیں ہے۔

۲)...... زَیْدُ اِلْحَسَنُ وَجْہٌ (حالت رفعی) اس میں بھی کوئی ضمیر نہیں ہے۔

۳)...... زَیْدٌ حَسَنٌ الْوَجْہُ (حالت رفعی) کوئی ضمیر نہیں ہے۔

۴)...... زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہٌ (حالت رفعی) کوئی ضمیر نہیں ہے۔

یہ کل اٹھارہ ضمیریں ہوئی۔

﴿ضمیر پہچاننے کا ضابطہ﴾

ضمیر پہچاننے کا ضابطہ یہ ہے کہ جب تو صفت مشبہ کے معمول کو رفع دیگا تو اس وقت صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہ ہوگی اس لئے کہ اس وقت اس کا معمول خود اس کا فاعل ہے اور جب صفت مشبہ کے معمول کو نصب یا جر دے گا تو اس وقت صفت مشبہ میں ایک ضمیر ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹے گی اور صفت مشبہ کا فاعل بنے گی اس وقت صفت مشبہ مذکر و مونث تثنیہ و جمع ہونے میں موصوف کے مطابق ہوگی کیونکہ ضمیر کا اپنے مرجع کے مطابق ہونا ضروری ہے جیسے: زید حسن وجهه اور هند حسنة وجها هند حسنة وجه الزيدان حسنان وجها الزيدون حسنون وجها وغیرہ۔

﴿اسم کی ایک قسم اِسمِ تَفضِیل﴾

فصلٌ: اِسمُ التَّفضِيلِ اِسمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ، لِيَدُلَّ عَلَى المَوْصُوفِ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ، وصِيغَتُهُ أَفْعَلُ فَلا يُبْنٰى إلاّ مِنَ الثُّلاثِيِّ المُجَرَّدِ الّذِىْ لَيسَ بِلَوْنٍ ولا عَيْبٍ، نَحْوُ زَيْدٌ أَفْضَلُ النّاسِ، فَإنْ كَانَ زَائِداً عَلَى الثُّلاثِيِّ أوْ كَانَ لَوْناً أوْ عَيْباً يَجِبُ أنْ يُبْنٰى اَفْعَلُ مِنَ ثُلاثِيٍّ مُجَرَّدٍ، لِيَدُلَّ عَلٰى مُبَالَغَةٍ وشِدَّةٍ وَ كَثْرَةٍ، ثُمَّ يُذْكَرُ بَعْدَهُ مَصْدَرُ ذٰلِكَ الفِعْلِ مَنصُوباً عَلَى التَمْيِيزِ، كَمَا تَقُولُ هُوَ أَشَدُّ اسْتِخْراجاً وأَقْوٰى حُمْرَةً وَأَقْبَحُ عَرَجاً، وقِيَاسُهُ أنْ يَكُونَ للفَاعِلِ كَمَا مَرَّ وقَدْ جَاءَ لِلمَفْعُولِ قَلِيْلاً نَحْوُ أَعْذَرُ وأَشْغَلُ وَاَشْهَرُ، واسْتِعْمالُهُ عَلى ثَلاثَةِ أوْجِهٍ، امَّا مُضافٌ كزَيدٍ أَفْضَلُ القَوْمِ او مُعَرَّفٌ بِاللّامِ نَحْوُ زَيدُنِ الأَفْضَلُ او بِمِنْ نَحْوُ زَيْدٌ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو، ويَجُوزُ فِي الأوَّلِ الإفراد ومُطابَقَةُ اسْمِ التَّفْضِيلِ لِلمَوْصُوفِ نَحْوُ زَيْدٌ أَفْضَلُ القَوْمِ وَالزَّيدانِ أَفْضَلُ القَوْمِ وأَفْضَلا القَوْمِ والزَّيدُونَ أَفْضَلُ القَوْمِ وأَفْضَلُو القَوْمِ وَفِي الثّانِي يَجِبُ المُطابَقَةُ نَحْوُ زَيْدُ نِ الأفْضَلُ والزَّيْدانِ الأفْضَلانِ وَالزَّيْدُونَ

الأَفْضَلُونَ، وَفِي الثَّالِثِ يَجِبُ كَوْنُهُ مُفْرَداً مُذَكَّراً أَبداً نَحْوُ زَيْدٌ وهِنْدٌ والزَّيْدَانِ والهِنْدانِ والزَّيْدونَ والهِنْداتُ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو، وعَلى الأَوْجُهِ الثَّلاثَةِ يُضْمَرُ فِيهِ الفَاعِلُ، وَهُوَ يَعْمَلُ فِي ذٰلِكَ المُضْمَرِ ولا يَعْمَلُ فِي المُظْهَرِ أَصْلاً إلاَّ فِي مِثْلِ قَوْلِهِم مَا رَأَيْتُ رَجُلاً أَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الكُحْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيدٍ فَإِنَّ الكُحْلَ فاعلٌ لِأَحْسَنَ.

ترجمہ: اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل (یعنی مصدر) سے مشتق ہو، تا کہ دلالت کرے اس ذات پر جو بنسبت اپنے غیر کے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو اور اسم تفضیل کا صیغہ افعل کے وزن پر آتا ہے پس اس کا وزن ثلاثی مجرد سے ہی سے آتا ہے۔ جو لون، عیب کے معنی میں نہ ہو جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ (زید تمام لوگوں سے افضل ہے) پس اگر ثلاثی مجرد سے زائد ہو یا لون یا عیب کے معنی میں ہو تو ثلاثی مجرد سے اس کا وزن لانا واجب ہے تا کہ مبالغہ شدت اور کثرت پر دلالت کرے پھر اس کے بعد اس فعل کا مصدر ذکر کیا جائے بصورت منصوب تمیز کی بناء پر جیسے تو کہے: اَشَدُّ اسْتِخْرَاجًا (بہت زیادہ سخت ہے از روئے نکالنے کے) اور اَقْوٰی حُمْرَۃً (از روئے سرخ ہونے کے وہ اس سے بہت قوی) اور اَقْبَحُ عَرَجًا (وہ اس سے از روئے لنگڑا ہونے کے بہت زیادہ قبیح ہے) اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ فاعل کیلئے ہو جیسا کہ گذر چکا اور کبھی مفعول کیلئے بھی آیا ہے قلت کے ساتھ جیسے: اَعْذَرُ زیادہ معذور اور اَشْغَلُ زیادہ مشغول اور اَشْھَرُ زیادہ مشہور اور اس کا استعمال تین طریقے پر ہے یا "اضافت" کے ذریعے جیسے: زید افضل القوم یا "معرف باللام" بنا کر جیسے: زَیْدٌ الأَفْضَلُ یا "مِنْ" کے ذریعے جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اور جائز ہے پہلی قسم میں مفرد لانا اور اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا۔ جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اور اَلزَّیْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اور اَفْضَلَا الْقَوْمِ اور اَفْضَلُوا الْقَوْمِ اور دوسری قسم میں واجب ہے مطابقت (یعنی اسم تفضیل معرف باللام کو موصوف کے مطابق لانا واجب ہے افراد تثنیہ جمع تذکیر تانیث میں) جیسے: زَیْدُ نِ الْاَفْضَلُ وَالزَّیْدَانِ الْاَفْضَلَانِ

وَالزَّیْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ اور تیسری قسم میں واجب ہے اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا ہمیشہ جیسے: زَیْدٌ وَهِنْدٌ وَالزَّیْدَانِ وَالْهِنْدَانِ وَالزَّیْدُوْنَ وَالْهِنْدَاتُ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اور تینوں صورتوں پر اسم تفضیل میں فاعل کی ضمیر ہوتی ہے اور وہ اس ضمیر پر عمل کرتا ہے اور اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا ہے بالکل، مگر اہل عرب اس جیسے کا قول: مَا رَاَیْتُ رَجُلاً اَحْسَنَ فِی عَیْنِهِ الْکُحْلُ مِنْهُ فِی عَیْنِ زَیْدٍ اس مثال میں الکحل فاعل ہے احسن کا۔

وضاحت: مصنفؒ خاتمہ کی دس فصلوں میں سے دسویں فصل کو بیان فرمارہے ہیں جو کہ اسم تفضیل کے بیان میں ہے اس فصل میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

پہلی بات: اسم تفضیل کی تعریف،

دوسری بات: اسم تفضیل کا صیغہ اور وزن،

تیسری بات: دو اشکال اور ان کے جوابات،

چوتھی بات: جن ابواب سے اسم تفضیل کا صیغہ نہیں آتا اگر ان ابواب سے بھی اسم تفضیل والا معنی لانا ہو تو اس کا طریقہ،

پانچویں بات: اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقے،

چھٹی بات: اسم تفضیل کے باعتبار استعمال تینوں طریقوں میں اسم تفضیل کو مفرد، تثنیہ، جمع لانے کا حکم،

ساتویں بات: اسم تفضیل کا عمل۔

﴿پہلی بات: اسم تفضیل کی تعریف﴾

اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو، تاکہ موصوف پر زیادتی کے ساتھ دلالت کرے اپنے غیر کے مقابلے میں۔

﴿دوسری بات: اسم تفضیل کا صیغہ اور وزن﴾

اسم تفضیل کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مذکر کیلئے "افعل" کے وزن پر اور مونث کیلئے فُعلٰی

کے وزن پر آتا ہے اسم تفضیل کا صیغہ صرف ثلاثی مجرد سے آتا ہے اور ثلاثی مجرد کے بھی صرف ان ابواب سے جن میں لون اور عیب کا معنی نہ ہو۔

﴿تیسری بات: دو اشکال اور ان کے جوابات﴾

پہلا اشکال: اسم تفضیل غیر ثلاثی مجرد کے ابواب (یعنی ثلاثی مزید فیہ اور رباعی) سے کیوں نہیں آتا ہے؟

جواب: اگر اسم تفضیل غیر ثلاثی مجرد سے بھی آئے تو پھر یا تو اسم تفضیل کے وزن کی حفاظت ہوگی یا ان ابواب کے حروف کی حفاظت ہوگی اور یہ دونوں کام ایک وقت میں ممکن نہیں ہے مثلاً دحرج یہ رباعی مجرد ہے اس کیلئے اسم تفضیل لایا جائے تو اَدْحَرَجُ لائیں گے اس صورت میں حرف کی حفاظت تو ہوئی لیکن اسم تفضیل کے وزن کی حفاظت نہیں ہوئی اور اگر اسم تفضیل کے صیغے کی رعایت کر کے اَدْحَرُ لائیں تو اسم تفضیل کے وزن کی حفاظت تو ہوگی لیکن حروف کی حفاظت نہیں ہوگی اسلئے اسم تفضیل کا صیغہ غیر ثلاثی مجرد سے نہیں آتا ہے۔

دوسرا اشکال: اسم تفضیل ثلاثی مجرد کے ان ابواب سے کیوں نہیں آتا، جن میں رنگ اور عیب والا معنی پایا جائے؟

جواب: یہ ہے کہ جن ابواب میں لون اور عیب والا معنی پایا جائے تو انکی صفت مشبہ بھی افعل کے وزن پر آتی ہے اب اگر ان ابواب سے اسم تفضیل بھی لائیں تو التباس پیدا ہو جائے گا اور یہ پتہ نہیں چل سکے گا کہ یہ صفت مشبہ ہے یا اسم تفضیل ہے جیسے صفت مشبہ سے بھی اسود (کالا رنگ) کا وزن آتا ہے اور اسم تفضیل کا وزن بھی اسود آتا ہے اگر ان کا استعمال اسم تفضیل میں بھی ہو تو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ اسود کا معنی سیاہ رنگ والا ہے یا زیادہ سیاہ رنگ والا۔ اسی لئے ثلاثی مجرد بھی لون اور عیب کے معنی پر ہو تو اسم تفضیل افعلُ کے وزن پر نہیں آئیگا۔

﴿چوتھی بات﴾

﴿جن ابواب سے اسم تفضیل کا صیغہ نہیں آتا ان سے تفضیل والا معنی حاصل کرنیکا طریقہ﴾

جن ابواب سے اسم تفضیل کا صیغہ نہیں آتا اگر ان ابواب سے بھی اسم تفضیل والا معنی لانا ہو تو اس کا

طریقہ کار یہ ہے کہ ثلاثی مجرد کے وہ ابواب جن میں شدت، کثرت، قوت یا ضعف، یا قبح، یا حسن والا معنی ہو تو ان سے اسم تفضیل لاکر پھر جن ابواب سے اسم تفضیل والا معنی مقصود ہو اس کا مصدر بنا بر تمیز کے اس کے بعد منصوب ذکر کیا جائے تاکہ اسم تفضیل والا معنی حاصل ہو جائے جیسے: **ھو اشد استخراجًا** (وہ نکلنے کے اعتبار سے زیادہ سخت ہے) اور **ھو اقوی حمرةً** (وہ اس سے سرخی کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے) **ھو اقبح عرجًا** (وہ اس سے لنگڑا ہونے کے اعتبار سے زیادہ قبیح ہے)۔

﴿اسم تفضیل کا قیاسی استعمال﴾

اسم تفضیل کا قیاسی استعمال یہ ہے کہ وہ فاعل کا معنی دینے کیلئے ہو چونکہ اسم تفضیل اس چیز کو کہتے ہیں کہ فعل پر اثر کرنے میں زیادتی یا نقصان پر دلالت کرے یہ وصف فاعل میں ہوا کرتا ہے اس لئے اسم تفضیل کا فاعل کیلئے آنا قیاسی ہے جیسا کہ گذر چکا ہے مگر کبھی کبھی مفعول کا معنی کیلئے بھی آتا ہے جیسے: **اعذر** (زیادہ عذر والا) **اشغل** (زیادہ مصروف رہنے والا) **اشھر** (زیادہ شہرت یافتہ)۔

﴿پانچویں بات: اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقے﴾

اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقے یہ ہیں: (۱) اضافت کیساتھ (۲) الف لام کیساتھ (۳) مِنْ کیساتھ

اضافت کے ساتھ: جیسے **زیدٌ افضلُ القومِ**، **الف لام تعریف کے ساتھ:** جیسے **زیدٌ الافضلُ**، **مِنْ کے ساتھ:** جیسے **زیدٌ افضلُ مِنْ عمرٍو** ۔

فائدہ: اسم تفضیل کا استعمال ان تینوں طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اس لئے ضروری ہے کہ اس کے اندر زیادتی غیر کی نسبت سے ہوتی ہے اگر تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اس کا استعمال نہ ہو تو پھر زیادتی والا معنی حاصل نہیں ہوگا۔

﴿چھٹی بات: اسم تفضیل کے تینوں طریقوں میں مفرد، تثنیہ، جمع لانے کا حکم﴾

قسم اول کا حکم: پہلی قسم کا حکم جبکہ اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے ساتھ ہو تو اس کو مفرد

لانا بھی جائز ہے اور موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے۔

اسم تفضیل کو مفرد لانے کی صورت میں مثالیں: زیدٌ افضلُ القومِ، والزیدانِ افضلُ القومِ، والزیدونَ افضلُ القومِ، ان تینوں مثالوں میں اسم تفضیل کا صیغہ مفرد ہے۔

اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانے کی مثالیں: زیدٌ افضلُ القومِ، والزیدانِ افضلَا القومِ، والزیدُونَ افضلُو القومِ.

اسم تفضیل کو مفرد لانے کا جواز: یہ ہے کہ اسم تفضیل مستعمل باضافت کی مشابہت اس اسم تفضیل کے ساتھ ہے جو مستعمل بَمِنْ ہے، کیونکہ جس طرح اس کا مفضل علیہ کلام میں موجود ہوتا ہے اسی طرح اس کا مفضل علیہ بھی کلام میں موجود ہوتا ہے چنانچہ وہ اسم تفضیل جو مستعمل ہو مِنْ کے ساتھ وہ ہمیشہ مفرد ہوتا ہے تو لہذا یہ بھی مفرد ہوگا۔

قسم ثانی کا حکم: دوسری قسم اسم تفضیل جب مستعمَل معرف باللام ہو تو اسکا حکم یہ ہے کہ اس صورت میں اسم تفضیل کی موصوف کے ساتھ افراد و تثنیہ و جمع اور تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری ہے

مطابقت کی وجہ: یہ ہے کہ صیغہ صفت اپنے معمول کے ساتھ مل کر ماقبل کی صفت بن رہا ہے تو موصوف صفت کے درمیان مطابقت ہوتی ہے لہذا یہاں بھی مطابقت ضروری ہوگی،

مثالیں: زَیدٌ الأفضَلُ والزیدَانِ الافضلَانِ والزیدُونَ الاَفضَلُوْنَ

قسم ثالث کا حکم: تیسری قسم جبکہ اسم تفضیل کا استعمال مِنْ کے ساتھ ہو اس صورت میں اسم تفضیل کے صیغہ کو ہمیشہ مفرد مذکر لانا واجب ہے خواہ اسکا موصوف مثنّی ہو خواہ مجموع ہو خواہ مؤنث ہو

اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانے کی وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال مِنْ کیساتھ اصل ہے اس کی وجہ سے مِنْ بمنزلہ جزء کلمہ کے ہے اور تثنیہ و جمع اور تانیث کی علامات آخر میں لگتی ہیں اب اگر یہ علامات مِنْ سے پہلے لگ جائیں تو درمیانِ کلمہ میں ان کا آنا لازم ہوگا۔

﴿ساتویں بات: اسم تفضیل کا عمل﴾

اس کا عمل یہ ہے کہ اسم تفضیل تینوں صورتوں میں ہمیشہ ضمیر مستتر پر عمل کرتا ہے اسم ظاہر پر کبھی بھی عمل نہیں کرتا ہے اور یہی ضمیر اس کا فاعل ہوتی ہے۔

اسم ظاہر پر عمل نہ کرنے کی وجہ: یہ ہے کہ اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اور اسم ظاہر معمول قوی ہے لہٰذا یہ ضمیر مستتر جو کہ معمول ضعیف ہے اس میں عمل کرتا ہے۔

اسم تفضیل اسم ظاہر پر تین شرائط کے ساتھ عمل کرتا ہے: اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا ہے لیکن وہ **مَا رَأَيْتُ رَجُلاً أَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْدٍ** جیسی ترکیبوں میں فاعل مظہر میں بھی عمل کرتا ہے مصنفؒ نے اس ترکیب سے اسم تفضیل کے فاعل مظہر میں عمل کرنے کیلئے تین شرطوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس ترکیب میں یہ تینوں شرطیں پائی جائیں گی وہاں اسم تفضیل فاعل مظہر میں عمل کریگا اور وہ تین شرطیں یہ ہیں:

پہلی شرط: یہ ہے کہ اسم تفضیل باعتبار لفظ کے ایک شیٔ کی صفت ہو اور باعتبار معنی کے اس شیٔ کے متعلق کی صفت ہو اور وہ متعلق اس شیٔ اور دوسری شیٔ میں مشترک ہو۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ وہ شیٔ متعلق اس اعتبار سے کہ اس شیٔ میں پایا جارہا ہے مفضل ہو اور اس اعتبار سے کہ اس شیٔ کے غیر میں پایا جارہا ہے مفضل علیہ ہو یعنی وہ مفضل بھی ہو اور مفضل علیہ بھی ہو لیکن دو اعتبار سے

تیسری شرط: یہ ہے کہ وہ اسم تفضیل منفی ہو۔

یہاں یہ بات سمجھنا چاہئے کہ متعلِق شی کا اس شیٔ کے اعتبار سے مفضل ہونا اور دوسری شیٔ کے اعتبار سے مفضل علیہ ہونا نفی کے داخل ہونے سے پہلے ہو لیکن نفی کے داخل ہونے کے بعد معنی برعکس ہونگے جیسا کہ مثال سے واضح ہوجائیگی۔

مثال کی وضاحت: جیسے **مَا رَأَيْتُ رَجُلاً أَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْدٍ**

(ترجمہ: نہیں دیکھا میں نے کوئی آدمی کہ زیادہ اچھا ہو اس کی آنکھ میں سرمہ اس سرمہ سے جو ہے زید کی آنکھ میں)۔

اثبات والا معنی: اس مثال میں اولا اثبات کے معنی کا لحاظ کریں گے تا کہ کلام کے معنی ظاہر ہو جائیں اور پھر اس کے بعد نفی کے معنی کا لحاظ کریں گے۔

چنانچہ اس مثال میں احسن اسم تفضیل ہے جو باعتبار لفظ ایک شیٔ یعنی رجلا کی صفت ہے اور باعتبار معنی کے رجل کے متعلق یعنی کحل کی صفت ہے اور یہ کحل رجل اور زید کی آنکھ میں مشترک ہے اور یہ کحل باعتبار عین رجل مفضل ہے اور باعتبار عین زید کے مفضل علیہ ہے اس وقت معنی یہ ہیں ”میں نے ایک مرد کو دیکھا جسکی آنکھ میں سرمہ زید کی آنکھ کے سرمہ سے زیادہ اچھا ہے“

اس میں نفی کے سوا باقی سب شرطیں ظاہر ہو گئیں لیکن جب اس پر نفی داخل ہو گئی تو اب اسم تفضیل مثبت سے منفی ہو جائیگا اور تینوں شرطیں پائی جائیں گی اور نفی کے بعد کحل باعتبار عین رجل، مفضل علیہ ہے اور باعتبار عین زید، مفضل ہے اور نفی کے بعد مقصود زید کی آنکھ کے سرمہ کی تعریف ہے۔

اس مثال میں مانافیہ ہے رَأَیْتُ فعل با فاعل رَجُلًا مفعول بہ اَحْسَنَ اسم تفضیل ہے جو الکحل میں عمل کر رہا ہے الکحل اسم ظاہر ہے جو احسن کا فاعل ہے۔

نفی کی صورت میں مثال کا ترجمہ یہ ہوگا۔ ”نہیں دیکھا میں نے کسی شخص کو کہ زیادہ حسین ہو اس کی آنکھ میں سرمہ اس سرمہ کے مقابلے میں جو زید کی آنکھ میں ہے۔“ یعنی زید کی آنکھ کا سرمہ تمام انسانوں سے زیادہ حسین ہے۔

وھھنا بحث: یعنی مثال ما رایت رجلا الخ میں بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ مثال مذکور کو اس سے مختصر عبارت کے ساتھ بھی لا سکتے تھے باوجودیکہ دونوں کے معنی ایک ہیں جیسے ما رایت رجلا فی عینہ الکحل احسن من عین زید اس میں منہ کی ضمیر مجرور اور فی کو حذف کر دیا اور مزید اختصار کی بھی گنجائش ہے۔

مصنفؒ نے مذکورہ لمبی مثال شاید اس لئے ذکر کی تا کہ مذکورہ تینوں شرطیں صحیح طور پر آسانی سے سمجھ میں

آجائیں۔

﴿کلمہ کی دوسری قسم فعل﴾

الْقِسْمُ الثَّانِی فِی الْفِعْلِ: وَقَدْ سَبَقَ تَعْرِیْفُهُ، وَأَقْسَامُهُ ثَلَاثَةٌ: مَاضٍ وَمُضَارِعٌ وَأَمْرٌ اَلْاَوَّلُ الْمَاضِی وَهُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِکَ وَهُوَ مَبْنِیٌّ عَلَی الْفَتْحِ إِنْ لَمْ یَکُنْ مَعَهُ ضَمِیْرٌ مَرْفُوْعٌ مُتَحَرِّکٌ وَلَا وَاوٌ کَضَرَبَ وَمَعَ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّکِ عَلَی السُّکُوْنِ کَضَرَبْتُ وَعَلَی الضَّمِّ مَعَ الْوَاوِ کَضَرَبُوْا.

ترجمہ: دوسری قسم فعل کی بحث میں ہے فعل کی تعریف پہلے گزر چکی ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں: ماضی، مضارع، امر اول ماضی ہے اور وہ ایسا فعل ہے جو اُس زمانے پر دلالت کرے جو آپ کے زمانے سے پہلے ہو اور وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے اگر اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو تو مبنی برسکون ہوگا جیسے ضَرَبَ اور ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ مبنی برسکون ہوگا جیسے ضربت اور واو کے ساتھ مبنی برضمہ ہوگا جیسے ضربوا۔

وضاحت: مصنفؒ کلمہ کی تین قسموں میں سے اسم کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے فعل کی بحث شروع فرمارہے ہیں۔ فعل کی تعریف اور علامات شروع میں گذر چکی ہیں۔ اب یہاں سے اقسام ذکر فرمارہے ہیں چنانچہ فعل کی تین قسمیں ہیں: (١) ماضی (٢) مضارع (٣) امر۔ اس میں وجہ حصر یہ ہے کہ: فعل دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو اخباری ہوگا یا انشائی اگر انشائی ہے تو امر اگر اخباری ہے تو اس کے شروع میں حرف اتین میں سے کوئی حرف ہوگا یا نہیں اگر ہے تو مضارع، نہیں ہے تو ماضی ہے۔

مصنف نے یہاں کل پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: فعل کی اقسام ثلاثہ، اور فعل ماضی کی تعریف اور اس کا اعراب،

دوسری بات: فعل مضارع کی تعریف اور اس کی اسم کے ساتھ مشابہت لفظی اور معنوی کا بیان،

تیسری بات: سین اور سوف فعل مضارع کو استقبال اور لام حال کے معنی کے ساتھ خاص کردیتے ہیں،

چوتھی بات: فعل مضارع اگر رباعی ہے تو علامت مضارع مضموم اور اگر ثلاثی ہے تو مفتوح،

پانچویں بات: فعل مضارع کے معرب ہونے کی وجہ۔

﴿پہلی بات: فعل کی اقسام ثلاثہ، فعل ماضی کی تعریف اور اسکا اعراب﴾

ماضی وہ فعل ہے جو آپ کے زمانے سے پہلے والے زمانے پر دلالت کرے۔ اور فعل ماضی مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اگر اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو اور واو نہ ہو جیسے ضَرَبَ کیونکہ اگر اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہوگی تو مبنی برسکون ہوگا جیسے ضَرَبْنَ اور ضَرَبْتِ وغیرہ کیونکہ ضمیر مرفوع متحرک فاعل کی ضمیر ہے اس کا فعل کے ساتھ شدید اتصال ہے فعل اس کے ساتھ ملکر بمنزلہ ایک کلمہ کے ہوگیا اور ایک کلمہ میں چار حرکتوں کا پے درپے جمع ہونا ناجائز ہے لہٰذا فعل کے آخری حرف کو ساکن پڑھنا ضروری ہے۔ اور اگر آخر میں واو ہو تو واو کی مناسبت کی وجہ سے مبنی برضمہ ہوگا جیسے ضَرَبُوْا۔

﴿الفِعْلُ المُضارِعُ﴾

والثانی المُضارِعُ وهوفِعْلٌ يَشْبَهُ الاسْمَ بِاحدٰى حُرُوفِ أَتَيْنَ فِى أوّلِهٖ لَفْظاً فِى اِتّفَاقِ الحَرَكاتِ والسَّكَنَاتِ نَحْوُ يَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ كَضارِبٍ ومُسْتخْرِجٍ وفِى دُخُولُ لامِ التّأكيدِ فِى أوَّلِهِما تَقُولُ إنَّ زَيْداً لَيَقُومُ كَما تَقُولُ إنَّ زَيْداً لَقائِمٌ وفِى تَساوِيهِمَا فِى عَدَدِ الحُرُوفِ و مَعْنىً فِى أنَّهٗ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الحَالِ والاسْتِقْبالِ كَاسْمِ الفاعِلِ ولِذٰلِك سَمَّوْهُ مُضارِعاً أَىْ مُشابِهاً لاسْمِ الفاعِلِ.

ترجمہ: دوسرا فعل مضارع ہے اور مضارع وہ فعل ہے جو مشابہ ہو اسم کے حروف اتین میں سے کسی ایک کے اس کے شروع میں آنے کی وجہ سے خواہ مشابہت لفظی ہو حرکات وسکنات کے متفق ہونے میں جیسے يَضْرِبُ اور يَسْتَخْرِجُ مشابہ ہے ضَارِبٌ اور مُسْتَخْرِجٌ (اسم) کے اور فعل مضارع مشابہ ہے اسم کے ساتھ ان دونوں کے شروع میں لام تاکید داخل ہونے کی وجہ سے جیسے تو کہے اِنَّ زَيْدًا لَيَقُوْمُ جیسے تو کہتا ہے (اسم میں) اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ اور فعل مضارع اسم

کے مشابہ ہے عدد حروف کے برابر ہونے میں اور خواہ وہ مشابہت معنوی ہو اس بات میں کہ وہ فعل مشترک ہو حال واستقبال میں جیسے اسم فاعل مشترک ہے حال واستقبال میں اور اسی وجہ سے نحویوں نے اسکا نام مضارع رکھا ہے۔

﴿دوسری بات: فعل مضارع کی تعریف اور اسکی اسم سے مشابہت لفظی ومعنوی﴾

فعل مضارع کی تعریف: فعل مضارع وہ فعل ہے جو حروف اتین میں سے کسی کے کے آنے کی وجہ سے اسم کے ساتھ مشابہ ہو۔

مضارع کی اسم سے مشابہت: فعل مضارع کی اسم کیساتھ دو طرح کی مشابہت ہے، (۱) مشابہت لفظی، (۲) مشابہت معنوی پھر مشابہت لفظی کی تین صورتیں ہیں۔

مشابہت لفظی کی پہلی صورت: یہ ہے کہ فعل مضارع اسم فاعل کے مشابہ ہوگا، حرکات وسکنات میں موافق ہونے کی وجہ سے، جیسے یَضْرِبُ، یَسْتَخْرِجُ مشابہ ہے حرکات وسکنات میں ضارب اور مستخرج اسم فاعل کے۔

مشابہت لفظی کی دوسری صورت: یہ ہے کہ جس طرح اسم فاعل کے شروع میں لام تاکید (مفتوحہ) آتا ہے اسی طرح فعل مضارع کے شروع میں بھی لام تاکید (مفتوحہ) آتا ہے جیسے: اِنَّ زَیْدًا لَیَقُوْمُ فعل مضارع کے شروع میں لام تاکید آیا ہے اسی طرح اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ میں اسم فاعل کے شروع میں بھی لام تاکید آیا ہے۔

مشابہت لفظی کی تیسری صورت: یہ ہے کہ فعل مضارع تعداد حروف میں مساوی ہوگا اسم فاعل کے، جیسے یضرب اور ضارب.

مشابہت معنوی: فعل مضارع کی اسم کے ساتھ مشابہت معنوی یہ ہے کہ جس طرح اسم فاعل میں زمانہ حال اور استقبال ہوتا ہے اسی طرح فعل مضارع میں بھی زمانہ حال اور استقبال ہوتا ہے پس یہ زمانہ حال واستقبال میں مشترک ہیں۔

فعل مضارع کی وجہ تسمیہ: فعل مضارع کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مضارع کے معنی ہیں مشابہ

کے۔ چونکہ فعل مضارع مذکورہ چیزوں میں اسم کے مشابہ ہے اس لئے اس کو مضارع کہتے ہیں۔

والسّینُ وسَوْفَ تُخَصِّصُه بالاسْتِقْبالِ، نَحْوُ سَیَضْرِبُ وسَوفَ یَضْرِبُ واللّامُ المَفْتُوحَۃُ بِالحالِ نَحْوُ لَیَضْرِبُ، وحُرُوفُ المُضارَعَۃِ مَضْمُومَۃٌ فِی الرُّباعِیِّ نَحْوُ یُدَحْرِجُ وَیُخْرِجُ لِاَنَّ اَصْلَهٗ یُأخْرِجُ وَمَفْتُوحَۃٌ فِی ما عَداهُ کَیَضْرِبُ ویَسْتَخْرِجُ.

ترجمہ: اور سین اور سوف فعل مضارع کو استقبال کے معنی کے ساتھ خاص کردیتے ہیں جیسے سَیَضْرِبُ اور سَوْفَ یَضْرِبُ میں اور لام مفتوحہ فعل مضارع کو حال کے ساتھ خاص کردیتا ہے جیسے لَیَضْرِبُ (وہ مارتا ہے) اور حروف مضارع سب کے سب رباعی میں مضموم ہوتے ہیں جیسے یُدَحْرِجُ اور یُخْرِجُ کیونکہ اس کے اصل یُأخْرِجُ تھی اور ان کے علاوہ میں علامات مضارع مفتوح ہوتی ہے جیسے یَضْرِبُ اور یَسْتَخْرِجُ.

﴿تیسری بات﴾

﴿سین اور سَوْفَ فعل مضارع کو استقبال اور لام حال کے معنی کیساتھ خاص کردیتے ہیں﴾

فعل مضارع ویسے تو حال اور استقبال دونوں کیلئے آتا ہے لیکن جب فعل مضارع کے شروع میں سین یا سوف آجائے تو یہ فعل مضارع کو استقبال کے معنی کیلئے خاص کردیتے ہیں جیسے سَیَضْرِبُ کے معنی ہیں (عنقریب مارے گا) اور اسی طرح سَوْفَ یَضْرِبُ کے معنی ہیں (وہ عنقریب مارے گا)۔

سین اور سَوْفَ میں فرق: سین اور سوف میں فرق یہ ہے کہ سین استقبال قریب کیلئے آتا ہے اور سوف استقبال بعید کیلئے۔

اور اگر فعل مضارع کے شروع میں لام مفتوحہ آجائے تو وہ فعل مضارع کو حال کے معنی کیلئے خاص کردیتا ہے جیسے لَیَضْرِبُ (وہ مارتا ہے)۔

اور حروف مضارعت رباعی میں مضموم ہوتے ہیں، رباعی سے مراد وہ مضارع جسکی ماضی چار

حرفی ہو خواہ چاروں حروف اصلی ہوں جیسے یُدَحْرِجُ کی ماضی دَحْرَجَ میں چاروں حروف اصلی ہیں یا کوئی حرف زائد ہو جیسے یُخْرِجُ اصل میں یُأخْرِجُ تھا۔

اور رباعی کے علاوہ یعنی جسکی ماضی پانچ حرفی ہو یا سہ حرفی ہو تو اس کے مضارع میں حروف اتین کی حرکت کو فتحہ دیں گے جیسے یَضْرِبُ اور یَسْتَخْرِجُ وغیرہ۔

وانما اَعْرَبُوهُ مَعَ أَنَّ اَصْلَ الفِعْلِ البناءُ لمُضارَعَتِهِ اَیْ لِمُشابَهَتِهِ الاسْمَ فی ما عرفتَ واَصْلُ الاسْمِ الإعْرابُ وذٰلِکَ إذا لمْ یَتَّصِلْ بِهٖ نُونُ تَاكيدٍ ولا نُونُ جَمْعِ المُؤَنَّثِ و إعْرابُهٗ ثَلاثَةُ انواعٍ رَفْعٌ ونَصْبٌ وجزْمٌ نَحْوُ هُوَ يَضْرِبُ و لَنْ يَضْرِبَ ولَمْ يَضْرِبْ.

ترجمہ: اور بیشک فعل مضارع کو نحویوں نے معرب کہا ہے باوجودیکہ فعل میں اصل مبنی ہونا ہے بوجہ فعل مضارع کی اس کے ساتھ مشابہت کے جیسے آپ پہچان چکے ہیں اور اصل اسم میں معرب ہونا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ اس کے ساتھ متصل نہ ہو نون تاکید اور نہ ہی نون جمع مونث، اور اس کے تین اعراب ہیں: رفع، نصب، جزم جیسے: یَضْرِبُ لَنْ یَّضْرِبَ وَلَمْ یَضْرِبْ .

﴿پانچویں بات: فعل مضارع کے معرب ہونے کی وجہ﴾

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نحویوں نے فعل مضارع کو معرب کہا ہے حالانکہ فعل میں اصل مبنی ہونا ہے اس کی وجہ بتا رہے ہیں کہ: ''فعل مضارع'' میں اسم کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے چونکہ معرب کی خصوصیات پائی جاتی ہیں، اس لئے فعل مضارع کو بھی معرب کہا گیا ہے (مشابہت کی بحث گذر چکی ہے)

فعل مضارع معرب اس وقت ہوگا' جب فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید اور نون جمع مونث ملے ہوئے نہ ہوں۔

جب فعل مضارع کے آخر میں نون تاکید اور نون جمع مونث ملے ہوئے ہوں، تو وہ فعل مضارع مبنی ہوگا جیسے لَیَضْرِبَنَّ یہ مبنی ہے۔

﴿فعل مضارع کے اعراب﴾

فعل مضارع کے اعراب تین ہیں: ۱۔ رفع ۲۔ نصب ۳۔ جزم جیسے: هُوَ يَضْرِبُ، لَنْ يَضْرِبَ؛ لَمْ يَضْرِبْ.

﴿فعل مضارع کے اعراب کی قسمیں﴾

فَصْلٌ: فِیْ اَصْنَافِ إِعْرابِ الْفِعلِ وهِیَ أَرْبَعَةٌ الأَوَّلُ انْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ والنَّصْبُ بِالفَتْحَةِ والجَزْمُ بِالسُّكُونِ ويُخْتَصُّ بِالمُفْرَدِ الصَّحِيحِ غيرِ المُخَاطَبَةِ تَقُولُ هُوَيَضْرِبُ ولَنْ يَضْرِبَ ولَمْ يَضْرِبْ وَالثَّانِی أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِثُبُوتِ النُّونِ والنَّصْبُ والجَزْمُ بِحَذْفِهَا ويُخْتَصُّ بِالتَّثْنِيَةِ وجَمْعِ المُذَكَّرِ والمُفْرَدَةِ المُخَاطَبَةِ صَحِيحاً كَان أَوْ غَيْرَهُ تَقُولُ هُمَا يَفْعلانِ وهُمْ يَفْعَلُونَ وأَنْتِ تَفْعَلِينَ ولَنْ يَفْعَلا ولَنْ يَفْعَلُوا ولَنْ تَفْعَلِی ولَمْ تَفْعَلا ولَمْ تَفْعَلُوا ولَمْ تَفْعَلِی واَلثَّالِثُ أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيرِ الضَّمَّةِ والنَّصْبُ بِالفَتْحَةِ لفظًا والجَزْمُ بِحَذْفِ اللامِ ويُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ اليائِيِّ والواوِيِّ غَيْرِ تَثْنِيَةٍ وجَمْعٍ ومُخاطَبَةٍ تَقُولُ هُوَ يَرْمِیْ ويَغْزُوْ ولَنْ يَرْمِیَ ولَنْ يَغْزُوَ ولَمْ يَرْمِ ولَمْ يَغْزُ والرَّابِعُ أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيرِ الضَّمَّةِ والنَّصْبُ بِتَقْدِيرِ الفَتْحَةِ والجَزْمُ بِحَذْفِ اللامِ و يُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الأَلِفِيِّ غَيْرِ تَثْنِيَةٍ وجَمْعٍ ومُخاطَبَةٍ نَحْوُ هُوَيَسْعٰى ولَنْ يَسْعٰى ولَمْ يَسْعَ.

ترجمہ: یہ فصل فعل مضارع کے اعراب کی قسموں میں ہے اور یہ چار قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ کے ساتھ، حالت نصب فتحہ کے ساتھ، حالت جزم سکون کے ساتھ اور یہ مختص ہے ، مفرد صحیح غیر مخاطب کے ساتھ تو کہے گا، هُوَيَضْرِبُ ولَنْ يَضْرِبَ ولَمْ يَضْرِبْ دوسری قسم اعراب کے اعتبار سے یہ ہے کہ حالت رفع ثبوت نون کے ساتھ اور حالت نصب و جزم نون کو حذف کرنے کے ساتھ اور یہ مختص ہے تثنیہ اور جمع مذکر اور مفردہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ خواہ صحیح ہوں یا غیر صحیح تو کہے گا، هُما يَفْعلانِ وهُمْ يَفْعَلُونَ وأَنْتِ تَفْعَلِينَ ولَنْ يَفْعَلا ولَنْ يَفْعَلُوا ولَنْ تَفْعَلِی ولَمْ تَفْعَلا ولَمْ تَفْعَلُوا ولَمْ تَفْعَلِیْ اور تیسری قسم اعراب کے اعتبار سے یہ ہے

کہ حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ اور یہ مختص ہے ناقص یائی اور واوی کے ساتھ درانحالیکہ وہ تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ نہ ہوں تو کہے گا هُوَ يَرْمِيْ وَيَغْزُوْ وَلَنْ يَرْمِيَ وَلَنْ يَغْزُوَ وَلَمْ يَرْمِ وَلَمْ يَغْزُ اور چوتھی قسم اعراب کے اعتبار سے یہ ہے کہ: حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور، حالت جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ اور یہ مختص ہے، ناقص الفی کے ساتھ درانحالیکہ وہ ناقص الفی تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ نہ ہو جیسے: هُوَ يَسْعٰى وَلَنْ يَسْعٰى وَلَمْ يَسْعَ.

﴿فعل مضارع کے اعراب کی اقسام﴾

فعل مضارع کی باعتبار اعراب کے چار اقسام ہیں۔

پہلی قسم: حالت رفع ضمہ لفظی کے ساتھ اور حالت نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جزم سکون کے ساتھ، اور یہ قسم مختص ہے "مفرد صحیح" کے ساتھ جو واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے علاوہ ہو۔ جیسے: هُوَ يَضْرِبُ، لَنْ يَضْرِبَ اور لَمْ يَضْرِبْ.

دوسری قسم: حالت رفع ثبوت نون کے ساتھ اور حالت نصب و جزم میں حذف نون کے ساتھ یہ قسم مختص ہے تثنیہ کے ساتھ اور جمع مذکر کے ساتھ اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ چاہے یہ صیغے صحیح ہوں یا غیر صحیح ہوں یہ کل سات صیغے ہیں جیسے: هُمَا يَفْعَلَانِ وَهُمْ يَفْعَلُوْنَ وَأَنْتِ تَفْعَلِيْنَ وَلَنْ يَفْعَلَا وَلَنْ يَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلِيْ وَلَمْ تَفْعَلَا وَلَمْ تَفْعَلُوْا وَلَمْ تَفْعَلِيْ

تیسری قسم: حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ اور یہ مختص ہے ناقص یائی اور واوی کے ساتھ درانحالیکہ وہ تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ نہ ہوں، تو کہے گا: هُوَ يَرْمِيْ وَيَغْزُوْ وَلَنْ يَرْمِيَ وَلَنْ يَغْزُوَ وَلَمْ يَرْمِ وَلَمْ يَغْزُ.

تیسری قسم: ناقص یائی اور واوی کے پانچ صیغوں کے ساتھ مختص ہے وہ یہ ہیں: واحد مذکر

غائب، واحدہ مونثہ غائبہ، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم، جمع متکلم۔

چوتھی قسم: حالت رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ اور حالت نصب تقدیری فتحہ کے ساتھ اور حالت جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ اور یہ مختص ہے ناقص الفی کے ساتھ درانحالیکہ وہ ناقص الفی تثنیہ اور جمع اور واحدہ مونثہ مخاطبہ نہ ہو اور وہ کل پانچ صیغے ہیں جیسے: **هُوَ يَسْعٰى وَلَنْ يَسْعٰى وَلَمْ يَسْعَ.**

فَصْلٌ: الْمَرْفُوْعُ عَامِلُه مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ تَجَرُّدُهٗ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ هُوَ يَضْرِبُ وَ يَغْزُوْوَ يَرْمِي وَ يَسْعٰى.

ترجمہ: فعل مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہوتا ہے اور وہ خالی ہونا ہے: رافع، ناصب اور جازم سے جیسے: **هُوَ يَضْرِبُ وَ يَغْزُوْوَ يَرْمِي وَ يَسْعٰى.**

﴿فعل مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہوگا﴾

وضاحت: فعل مضارع جب مرفوع ہو تو اس کا عامل معنوی ہوتا ہے اور عامل معنوی یہ ہے کہ عامل رافع عامل ناصب اور عامل جازم سے خالی ہو، جیسے: **هُوَ يَضْرِبُ وَ يَغْزُوْوَ يَرْمِي** یہ کوفیوں کا مذہب ہے مصنفؒ کے ہاں بھی یہی پسندیدہ ہے اس لئے اسے ذکر فرمایا۔

فَصْلٌ: الْمَنْصُوْبُ عَامِلُه خَمْسَةُ اَحْرُفٍ، أَنْ وَلَنْ وَكَيْ وَإِذَنْ وَاِن المقدرةُ نَحْوُ اُرِيْدُ أَنْ تُحْسِنَ إِلَيَّ وَأَنَا لَنْ أَضْرِبَكَ وَأَسْلَمْتُ كَيْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَإِذَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ.

ترجمہ: فعل مضارع منصوب کے عامل پانچ حروف ہیں: **اَنْ لَنْ كَيْ وَاِذَنْ** اور **اَنْ مُقَدَّرَهْ** جیسے **اُرِيْدُ أَنْ تُحْسِنَ إِلَيَّ** (میں ارادہ کرتا ہوں کہ تو میرے ساتھ احسان کرے) **وأَنَا لَنْ أَضْرِبَكَ** (اور میں ہرگز نہیں ماروں گا) **وأَسْلَمْتُ كَيْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ** (اسلام لایا میں تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں) اور **وإِذَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ** (اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے گا)۔

﴿فعل مضارع کے عامل ناصب پانچ ہیں﴾

فعل مضارع کو نصب دینے والے حروف عاملہ پانچ ہیں: (۱) اَنْ، (۲) لَنْ، (۳) کَیْ، (۴) اِذَنْ (۵) اَنْ مقدّرہ۔

پہلا عامل ناصب: اَنْ ہے اور یہ اصل ہے نصب دینے میں اور باقی اسی پر محمول ہیں یہ فعل مضارع کو حتمی طور پر نصب دیتا ہے بشرطیکہ علم اور ظن کے بعد نہ ہو۔ جیسے اُرِیْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ (میں چاہتا ہوں کہ تو میرے ساتھ احسان کرے) اس میں تحسن فعل مضارع کو نصب اَنْ نے دیا ہے۔

دوسرا عامل ناصب: لَنْ ہے یہ بھی فعل مضارع کو نصب دیتا ہے یہ فعل مضارع کو مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اور اسمیں نفی اور تاکید کا معنی پیدا کرتا ہے جیسے: وأنا لَنْ اَضْرِبَکَ (اور میں ہرگز تجھے نہیں ماروں گا) اس میں لَنْ نے اضرب فعل مضارع کو نصب دیا ہے۔

تیسرا عامل ناصب: کَیْ ہے یہ سببیت کا معنی دیتا ہے اس کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہوتا ہے جیسے وأَسْلَمْتُ کَیْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ (اسلام لایا میں تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں) اسلام دخول جنت کا سبب ہے اس میں کَیْ نے ادخل فعل مضارع کو نصب دیا ہے۔

چوتھا عامل ناصب: اِذَنْ ہے یہ بھی فعل مضارع کو نصب دیتا ہے دو شرطوں کے ساتھ: ایک یہ کہ اس کا مابعد اپنے ماقبل کا معمول نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مضارع بمعنی مستقبل ہو بمعنی حال نہ ہو۔ اور یہ کسی بات کے جواب میں داخل ہوتا ہے جیسے کسی نے کہا: اسلمتُ (میں نے اسلام لایا) تو اس کے جواب میں آپ نے کہا اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ یا آپ نے کہا: اِذَنْ یَغْفِرَ اللّٰهُ لَکَ اس میں اذن نے تدخل اور یغفر کو نصب دیا ہے۔

پانچواں عامل ناصب: اَنْ مقدرہ ہے، یہ بھی اَنْ ملفوظہ کی طرح فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔

وَتُقَدَّرُ أَنْ فِی سَبْعَةِ مَوَاضِعَ بَعْدَ حَتّٰی نحو اَسْلَمْتُ حَتّٰی اُدْخُلَ الْجَنَّةَ ولامِ کَیْ نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ لِیَذْهَبَ ولامِ الجحدِ نَحْوُ مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ والفاءِ الوَاقِعَةِ فِی

جَوابِ الأمْرِ والنَّهْيِ والاسْتِفْهَامِ والنَّفْيِ والتَّمَنِّي والعَرْضِ نَحْوُ أَسْلِمْ فَتَسْلِمَ ولا تَعْصِ فَتُعَذَّبَ وهَلْ تَعَلَّمْ فَتَنْجُوَ ومَا تَزُورُنَا فَنُكْرِمَكَ ولَيْتَ لِي مَالاً فَأُنْفِقَهُ والاَ تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيبَ خَيْراً وبَعْدَ الوَاوِ الوَاقِعَةِ فِي جَوَابِ هَذِهِ المواضع كذالكَ نَحْوُ أَسْلِمْ وتَسْلَمَ إلى آخِرِهٖ وبَعْدَ اَوْ بِمَعْنٰى إلى اَنْ اَوْ اِلَّا اَنْ نَحْوُ لَاَحْبِسَنَّكَ اَوْ تُعْطِيَنِي حَقِّي و وَاوِ العَطْفِ إذا كَانَ المَعْطُوفُ عَلَيْهِ اِسْماً صَرِيحاً نَحْوُ أَعْجَبَنِي قِيَامُكَ وتَخْرُجَ.

ترجمہ: اور اَنْ سات مواقع میں مقدر ہوتا ہے، اول حَتّٰی کے بعد، جیسے: اَسْلَمْتُ حَتّٰی أَدْخُلَ الْجَنَّةَ میں نے اسلام قبول کیا تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤں۔ اور لام کَیْ کے بعد، جیسے: قَامَ زَيْدٌ لِيَذْهَبَ (زید کھڑا ہوا تا کہ وہ جائے)۔ اور لامِ جَحَدْ کے بعد، جیسے: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ (نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ان کو عذاب دے)۔ اور اس فاء کے بعد جو واقع ہو امر، نہی، استفہام، نفی، تمنّی، اور عَرَض کے جواب میں، اَمْر جیسے: اَسْلِمْ فَتَسْلِمَ. تو اسلام قبول کر لے پس تو محفوظ رہے گا۔ نہی جیسے: وَلاَ تَعْصِنِيْ فَتُعَذَّبَ. (نافرمانی مت کر کہ تو عذاب دیا جائے)۔ اِستفہام، جیسے هَلْ تَعَلَّمَ فَتَنْجُوَ (کیا تو نے علم حاصل کیا تا کہ نجات پائے)۔ نفی جیسے: مَاتَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَكَ (اور نہیں زیارت کرتا تو کہ ہم تیرا اکرام کریں)۔ تمنّی جیسے: لَيْتَ لِيْ مَالاً فَاُنْفِقَهٗ. کاش میرے لئے مال ہوتا کہ میں اسے خرچ کرتا۔ عَرَض جیسے اَلاَ تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْراً. تو ہمارے پاس کیوں نہیں اترتا کہ پس تو بھلائی پا جائے)۔ اور اس واؤ کے بعد (اَن پوشیدہ ہوتا ہے)، جو واؤ ان مقاماتِ مذکورہ بالا کے جواب میں واقع ہو۔ جیسے: اَسْلِمْ وَ تَسْلِمَ. اسلام لے آ اور سلامت رہ آخر تک اور اس اَوْ کے بعد (اَن پوشیدہ ہوتا ہے)، جو اِلیٰ اَنْ یا اِلَّا اَنْ کے بعد واقع ہو، جیسے: لَأَحْبِسَنَّكَ اَوْ تُعطِيَنِيْ حَقِّيْ. (میں تجھ کو ضرور بالضرور روکوں گا، یہاں تک کہ تو میرا حق دے دے)۔ اور واو عطف کے بعد (اَن پوشیدہ ہوتا ہے) جبکہ معطوف علیہ اس میں صریح ہو، جیسے: اَعْجَبَنِيْ قِيَامَكَ وَاَنْ تَخْرُجَ. (تعجب میں ڈالا مجھ کو تیرے قیام نے، یہاں تک کہ تو نکلے)۔

﴿اَنْ سات جگہوں میں مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے﴾

مصنفؒ یہاں سے وہ سات جگہیں ذکر فرما رہے ہیں جہاں اَنْ مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔

پہلی جگہ: حَتّٰی کے بعد جیسے اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْجَنَّةَ یہ اصل میں تھا اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ یہاں پر اَدْخُلَ فعل مضارع کو اَنْ مقدرہ نے نصب دیا ہے۔

دوسری جگہ: لام کَیْ کے بعد جیسے قام زید لِیَذْهَبَ یہ اصل میں تھا قام زید لِاَنْ یَذْهَبَ یہاں پر یَذْهَبَ فعل مضارع کو اَنْ مقدرہ نے نصب دیا ہے۔

تیسری جگہ: لام جحد کے بعد جیسے مَاکَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ یہ اصل میں تھا مَاکَانَ اللّٰهُ لِاَنْ یُعَذِّبَهُمْ یہاں پر یُعَذِّبَهُم فعل مضارع کو اَنْ مقدرہ نے نصب دیا ہے۔

لامِ جحد وہ ہوتا ہے جو کان منفی کے بعد واقع ہو۔

فائدہ: ان تین جگہوں میں اَنْ اس لئے مقدر ہوتا ہے کہ یہ تینوں حروف جارہ ہیں اور حروف جارہ اسم پر داخل ہوتے ہیں نہ کہ فعل پر پس ہم نے ان حروف کے بعد ان مقدرہ نکالا تاکہ فعل مصدر کے معنی میں ہو جائے اور مصدر اسم ہوتا ہے۔

چوتھی جگہ: ان اس فاء کے بعد مقدر ہوتا ہے جو چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو اور وہ چھ چیزیں یہ ہیں: ۱)......امر کی مثال: اَسْلِمْ فَتَسْلِمَ یہ اصل میں تھا اَسْلِمْ فَاَنْ تَسْلِمَ (تو اسلام لا تاکہ تو سلامت رہے) تسلم کو اَنْ مقدرہ نے نصب دیا ہے۔

۲)......نہی کی مثال: لا تَعْصِ فَتُعَذَّبَ (نافرمانی نہ کر کہ تجھے عذاب دیا جائے) یہ اصل میں تھا لا تَعْصِ فَاَنْ تُعَذَّبَ اس میں بھی ان مقدرہ نے تعذب کو نصب دیا ہے۔

۳)......استفہام کی مثال: هَلْ تَعَلَّمَ فَتَنْجُوَ (کیا تو سیکھتا ہے کہ نجات پائے) یہ اصل میں تھا هَلْ تَعَلَّمَ فَاَنْ تَنْجُوَ، تنجو کو ان مقدرہ نے نصب دیا ہے، یہاں ان فاء استفہام کے جواب میں واقع ہے۔

۴)...... **نفی کی مثال:** مَا تَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَکَ (تو ہماری زیارت نہیں کرتا کہ ہم تیرا اکرام کریں) یہ اصل میں تھا مَاتَزُوْرُنَا فَاَنْ نُكْرِمَکَ اس میں نکرم فعل مضارع کو ان مقدرہ نے نصب دیا ہے اور یہاں فاء نفی کے جواب میں واقع ہے۔

۵)...... **تمنی کی مثال:** لَیْتَ لِیْ مَالاً فَاُنْفِقَهٗ. (کاش میرے پاس مال ہوتا کہ میں اس کو خرچ کرتا) یہ اصل میں تھا لَیْتَ لِیْ مَالاً فَاَنْ اُنْفِقَهٗ اس میں انفق فعل مضارع کو اَنْ مقدرہ نے نصب دیا ہے۔ یہاں اَنْ فاء تمنی کے جواب میں واقع ہے۔

۶)...... **عرض کی مثال:** اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِیْبَ خَیْراً (تو ہمارے پاس کیوں نہیں اترا تا کہ تو بھلائی تک پہنچے) یہ اصل میں فَاَنْ تُصِیْبَ خَیْراً. تھا ان نے نصب دیا اور یہاں اَن فا عرض کے جواب میں واقع ہے۔

پانچویں جگہ: اَنْ' اس واو کے بعد مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے جو مذکورہ چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو جیسے: فاء واقع تھا۔ امر کی مثال جیسے اَسْلِمْ وَتَسْلِمَ (اسلام لا اور تو سلامتی پاتا) یہ اصل میں تھا اسلم واَنْ تَسْلِمَ اَنْ مقدرہ نے فعل مضارع کو نصب دیا ہے اور یہاں امر کے جواب میں واقع ہے باقی کو اسی طرح قیاس کر لیں صرف فاء کی جگہ واو آئیگا۔

چھٹی جگہ: اس او کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جو اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ کے معنی میں ہو۔ جیسے: لَاَحْبِسَنَّکَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ یہاں پر او الی کے معنی میں ہو تو تقدیری عبارت یہ ہوگی: لَاَحْبِسَنَّکَ اِلٰی تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ یہ (البتہ میں تجھے ضرور روکے رکھوں گا یہاں تک کہ تو مجھے میرا حق دیدے) اور اَوْ اِلَّا اَنْ کے معنی میں ہو تو تقدیری عبارت یوں ہوگی لَاَحْبِسَنَّکَ فِیْ كُلِّ وَقْتٍ اِلَّا فِیْ وَقْتِ اَنْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ. (میں تجھے البتہ ضرور روکے رکھوں گا ہر وقت مگر اس وقت کہ تو مجھے میرا حق دیدے)

ساتویں جگہ: اور واو عاطفہ کے بعد بھی اَن مقدر ہوتا ہے جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو (بلکہ تمام حروف عاطفہ کے بعد ان مقدر ہوتا ہے) واو عطف کے بعد انْ اس لئے مقدر مانا جاتا ہے تا کہ فعل کا عطف اسم پر لازم نہ آئے اور جملے کا عطف مفرد پر نہ ہو جیسے اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ وَتَخْرُجَ (مجھ کو تیرے کھڑے ہونے اور نکلنے نے تعجب میں ڈالا) اس میں قیامک

اسم صریح معطوف علیہ ہے اور تخرج فعل معطوف ہے اور اس وقت فعل کا عطف اسم پر لازم آتا ہے اور نیز جملہ کا عطف مفرد پر لازم آتا ہے جو نا جائز ہے لہٰذا واو کے بعد ان مقدر ماننا جس سے تخرج فعل مصدر کی تاویل میں ہوگیا اور اسم مفرد کا عطف اسم مفرد پر ہوگیا ای اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ وَخُرُوْجُکَ وَتَخْرُجَ وَاَنْ تَخْرُجَ ہوگیا۔

﴿اَنْ سے متعلق چند قاعدے﴾

وَيَجُوْزُ إظْهَارُ أَنْ مَعَ لامِ كَیْ نَحْوُ أَسْلَمْتُ لأَنْ أَدْخُلَ الجنَّةَ، ومَعَ وَاوِ العَطْفِ نحو أَعْجَبَنِی قِيَامُکَ وأَنْ تَخْرُجَ، ويَجِبُ إظْهَارُ اَن فِی لَامِ كَیْ إِذَا اتَّصَلَتْ بِلاَ النَّافِيَةِ نَحْوُ لِئَلاّ يَعْلَمَ واعْلَمْ أَنَّ أَنِ الواقِعَةَ بَعْدَ العِلْمِ لَيْسَتْ هِیَ النَّاصِبَةُ لِلْفعلِ الْمُضَارِعِ و إنّما هِیَ المُخَفَّفَةُ مِنَ المُثَقَّلَةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ قَالَ اللّٰه تَعَالٰی عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنكُمْ مَّرْضٰى وأن الواقِعَةَ بَعْدَ الظَّنِّ جَازَ فِيهِ الوَجْهَانِ النَّصْبُ بِها وأَنْ تَجْعَلَهَا كَالوَاقِعَةِ بَعْدَ العِلْمِ نَحْوُ ظَنَنتُ أَنْ سَيَقُومُ.

ترجمہ: اور جائز ہے اَنْ کا ظاہر کرنا لام کَیْ کے ساتھ جیسے: أَسْلَمْتُ لأَنْ أَدْخُلَ الجَنَّةَ، اور واو عاطفہ کے ساتھ جیسے أَعْجَبَنِی قِيَامُکَ وأَنْ تَخْرُجَ اور واجب ہے اَنْ کا ظاہر کرنا لام کَیْ میں جب وہ ملا ہوا ہو لا نافیہ کے ساتھ جیسے: لِئَلَّايَعْلَمَ. اور جان لو بیشک وہ اَنْ جو عَلِمَ يَعْلَمُ کے بعد واقع ہو وہ فعل مضارع کو نصب دینے والا نہیں ہے بلکہ وہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہوگا جیسے: عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى (جان لیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ تحقیق عنقریب تم میں سے بعض مریض ہونگے) اور وہ اَنْ جو ظَنَّ يَظُنُّ کے بعد واقع ہونے والا ہو اس میں دو وجہ جائز ہیں ایک یہ کہ ان کی وجہ سے نصب اور یہ کہ تو اس کو بنائے اس اَن کے مثل جو علِم يعلَم کے بعد واقع ہونے والا ہو جیسے ظَنَنْتُ أَنْ سَيَقُوْمُ (میں نے گمان کیا کہ تحقیق وہ عنقریب کھڑا ہوگا یا یہ معنی کہ میں نے گمان کیا اس بات کا کہ عنقریب وہ کھڑا ہوگا)۔

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے اَنْ سے متعلق چند قاعدے ذکر فرما رہے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ

عبارت میں چار قاعدے ذکر کیے گئے ہیں۔

قاعدہ۱: لامِ کَیْ اور واوِ عاطفہ کے ساتھ اَنْ کو ظاہر کرنا جائز ہے۔ لامِ کَیْ کے ساتھ اَنْ ظاہر کرنے کی مثال: اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّۃَ. واوعطف کے بعد اَنْ ظاہر کرنیکی مثال: اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ وَاَنْ تَخْرُجَ .

قاعدہ۲: لامِ کَیْ جب لا نافیہ کے ساتھ متصل ہو تو اَنْ کا ظاہر کرنا واجب ہے۔ تاکہ ''دو لاموں'' کا اجتماع لازم نہ آئے دو لاموں کے جمع ہونے سے جملہ ثقیل اور بھاری ہو جاتا ہے۔ جیسے لِئَلَّا یَعْلَمَ یہاں لام کَیْ کے بعد اَنْ کو ظاہر کیا گیا ہے یہ اصل میں تھا لان لا یعلم البتہ پھر "لام کَیْ"، "لا نافیہ" میں مدغم ہو گیا تو لِئَلَّا یَعْلَمَ ہوا۔

قاعدہ۳: وہ اَنْ جو عَلِمَ یَعْلَمُ کے بعد واقع ہو (یعنی ہر اس باب کے بعد واقع ہو جس میں یقین والا معنیٰ ہو) تو وہ اَنْ ناصِبہ نہیں ہوگا، بلکہ وہ اَنَّ مُخففہ من المثقلہ ہوگا۔ لفظوں میں اَنْ ہوگا لیکن حقیقت میں اَنَّ ہوگا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنکُمْ مَرْضیٰ یہ اصل میں تھا عَلِمَ اَنَّ سَیَکُوْنُ مِنکُمْ مَرْضیٰ.

قاعدہ۴: اور وہ اَنْ جو ظَنَّ کے بعد واقع ہو تو اس میں دو وجہ جائز ہیں، پہلی وجہ اس کو اَنْ ناصبہ بنایا جائے، دوسری وجہ یہ کہ اس کو اَنْ مُخَفَّفہ مِنَ المثقلہ بنایا جائے، لہٰذا مضارع پر رَفع و نصب دونوں جائز ہوں گے، جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ اور ظَنَنْتُ اَنْ یَقُوْمَ. دونوں جائز ہیں۔

﴿فعل مضارع کے عواملِ جازمہ﴾

فصلٌ: المَجْزُومُ عَامِلُه لَمْ وَلَمَّا ولامُ الأمْرِ و لاَ فی النَّهْيِ و کَلِمُ المُجازاتِ وَهِيَ إنْ ومَهْما وإذْ ما وحَيْثُما وأَيْنَ ومَتٰى وما ومَنْ وأيٌّ، وأنّٰى وإنْ المُقَدَّرَةُ نَحْوُ لَمْ يَضرِبْ وَلَمَّا يَضرِبْ ولِيَضرِبْ ولا تَضرِبْ وإنْ تَضرِبْ اِضرِبْ إلى اٰخِرِها.

ترجمہ: فعل مضارع مجزوم کا عامل لم، لما، لام امر، لائے نہی اور کلمات مجازات یعنی کلمات شرط وجزا ہیں، اور کلمات مجازات یہ ہیں: ان، مھما، اذما، حیثما، این، متی، ما، من، ایٌّ اور انّٰی ہیں اور وہ ان جو مقدر ہوتا ہے (شرط کے ساتھ) جیسے: لَمْ یَضْرِبْ وَلَمَّا یَضرِبْ ولِیَضرِبْ ولا تَضرِبْ وإنْ تَضرِبْ اِضرِبْ۔

وضاحت: مصنفؒ اس سے پہلے فعل مضارع مرفوع اور اسکے عامل اور فعل مضارع منصوب اور اسکے عامل کو بیان فرمانے کے بعد اب یہاں سے فعل مضارع مجزوم کو ذکر فرما رہے ہیں کہ اس کے عامل کیا ہونگے اب یہاں پہلے عامل ذکر کرنے کے بعد اس کی مثالیں ذکر فرما رہے ہیں۔

فعل مضارع کے عامل جازم: لَمْ، لَمَّا، لام امر، لاءِ نہی اور کلمات مجازات اور وہ ہیں اِنْ، مَھْمَا، اِذْ مَا، حَیْثُمَا، اَیْنَ، مَتٰی، مَا، مَنْ، اَیٌّ، اَنّٰی اور وہ اَنْ جو مقدر ہوتا ہے۔ کلمات مجازات سے مراد وہ کلمات ہیں جو شرط اور جزاء پر داخل ہوتے ہیں۔

مثالیں: بالترتیب جیسے لَمْ یَضْرِبْ، لَمَّا یَضْرِبْ، لِیَضْرِبْ، لَاتَضْرِبْ، اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ "لَمْ" تَقْلِبُ المضارِعَ ماضِیاً منفیًّا و لَمَّا کَذٰلِک إلاّ اَنَّ فِیھا تَوَقُّعاً بَعْدَہٗ وَدَواماً قَبْلَہٗ نحو قَامَ الْاَمِیْرُ لَمَّا یَرْکَبْ ایضًا یَجُوزُ حَذْفُ الفِعْلِ بَعدَ لَمَّا خاصَّۃً تقولُ نَدِمَ زَیْدٌ ولَمَّا أیْ لَمَّا یَنْفَعُہُ النَّدَمُ ولا تقُولُ نَدِمَ زَیْدٌ ولَمْ۔

ترجمہ: اور جان لو کہ تحقیق "لَمْ" فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کردیتا ہے اور لما بھی اسی طرح فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کردیتا ہے مگر بے شک لَمَّا میں امید ہوتی ہے اس کے بعد اور دوام ہوتا ہے اس سے پہلے جیسے قَامَ الْاَمِیْرُ لَمَّا یَرْکَبْ (کھڑا ہوا امیر ابھی تک سوار نہیں ہوا) اور اسی طرح جائز ہے فعل کا حذف کرنا لَمَّا کے بعد خاص کر کے تو کہے گا نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمَّا (شرمندہ ہوا زید اور نہیں) یعنی (نفع نہیں دیا اس کو شرمندگی نے) اور تو یہ نہیں کہے گا (نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمْ)۔

﴿لَمْ اور لَمَّا کا عمل اور ان کے درمیان فرق﴾

وضاحت: لَمْ اور لَمَّا کا عمل: لَمْ اور لَمَّا فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں۔

﴿لَمْ اور لَمَّا کے درمیان فرق﴾

پہلا فرق: لَمَّا میں زمانہ تکلم کے بعد فعل منفی کے واقع ہونیکی امید ہوتی ہے، اور زمانہ تکلم سے پہلے دوام ہوتا ہے، جیسے قَامَ الْاَمِیْرُ لَمَّا یَرْکَبْ. (امیر کھڑا ہوا ہے اور سوار نہیں ہوا) یعنی سوار ہونے کی امید ہے، لیکن قَامَ الْاَمِیْرُ لَمْ یَرْکَبْ. میں سوار ہونیکا امکان نہیں۔

دوسرا فرق: لما کے بعد فعل کو حذف کرنا جائز ہے جب کوئی قرینہ موجود ہو، جیسے نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمَّا یہ اصل میں وَلَمَّا یَنْفَعُہُ النَّدَمُ تھا۔ جبکہ لَمْ میں یہ جائز نہیں، پس تو نَدِمَ زَیْدٌ وَ لَمْ نہیں کہہ سکتا۔

وامّا کَلِمُ الْمُجازاتِ حَرْفاً کَانَتْ أو اسمًا فَھِیَ تَدْخُلُ عَلَی الْجُمْلَتَیْنِ لِتَدُلَّ عَلٰی أَنَّ الأُولٰی سَبَبٌ لِلثَّانِیَۃِ وتُسَمَّی الْأُوْلٰی شَرْطاً والثَّانِیَۃُ جَزاءً ثُمَّ إِنْ کَانَ الشَّرْطُ والجَزاءُ مُضارِعَیْنِ یَجِبُ الجَزْمُ فِیْھِمَا لفظًا نَحْوُ إِنْ تُکْرِمْنِی أُکْرِمْکَ وإِنْ کَانَا ماضِیَیْنِ لَمْ تَعْمَلْ فِیْھِمَا لَفْظاً نَحْوُ إِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ وإِنْ کَانَ الْجَزاءُ وَحْدَہُ ماضِیاً یَجِبُ الجَزْمُ فِی الشَّرْطِ نَحْوُ إِنْ تَضْرِبْنِی ضَرَبْتُکَ وإِنْ کَانَ الشَّرْطُ وَحْدَہُ ماضِیاً جازَ فِی الجَزاءِ الوَجھانِ نَحْوُ إِنْ جِئْتَنِی أُکْرِمُکَ، أُکْرِمْکَ.

ترجمہ: اور بہر حال کلمات مجازات خواہ حرف ہوں یا اسم پس یہ داخل ہوتے ہیں دو جملوں پر تاکہ دلالت کرے اس بات پر کہ پہلا جملہ سبب ہوتا ہے دوسرے جملہ کیلئے اور ان میں سے پہلے کا نام رکھا جاتا ہے شرط اور دوسرے کا جزاء پھر اگر شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں تو ان دونوں میں لفظاً جزم واجب ہے جیسے اِنْ تُکْرِمْنِیْ اُکْرِمْکَ اور اگر وہ دونوں ماضی ہوں تو کلمات مجازات ان دونوں پر لفظاً عمل نہیں کریں گے جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ اور اگر جزاء اکیلا ماضی ہو تو شرط میں جزم واجب ہے جیسے اِنْ تَضْرِبْنِیْ ضَرَبْتُکَ اور اگر شرط اکیلے ماضی ہو تو جزاء میں دو صورتیں جائز ہیں جیسے اِنْ جِئْتَنِیْ اُکْرِمُکَ، اُکْرِمْکَ.

﴿کلمات مجازات کا مدخول اور عمل کے اعتبار سے اس کی صورتیں﴾

وضاحت: مصنفؒ یہاں کلمات مجازات خواہ یہ حرف ہوں یا اسم ان کے حوالے سے دو باتیں ذکر فرما رہے ہیں پہلی بات یہ کہ یہ کلمات دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں جن میں سے پہلا جملہ دوسرے جملے کیلئے سبب ہوتا ہے اور پہلے جملے کو شرط اور دوسرے جملے کو جزاء کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ کلمات مجازات کی عمل کے اعتبار سے تین صورتیں ذکر فرما رہے ہیں۔

کلمات مجازات کی عمل کے اعتبار سے تین صورتیں:

پہلی صورت: کلمات مجازات جن دو جملوں پر داخل ہوں اگر وہ دونوں جملے فعل مضارع کے ہوں تو یہ فعل مضارع کے دونوں جملوں کو جزم دیں گے اور اس صورت میں لفظاً جزم دینا واجب ہے کیونکہ مضارع معرب ہے اس میں جزم آسکتی ہے جیسے: اِنْ تُکْرِمْنِیْ اُکْرِمْکَ (اگر تو میری عزت کرے گا تو میں بھی تیری عزت کروں گا)۔

دوسری صورت: اگر شرط اور جزاء والے دونوں جملے ماضی کے ہوں تو اس صورت میں کلمات مجازات ان دونوں جملوں پر عمل نہیں کریں گے کیونکہ ماضی مبنی ہوتی ہے۔ لفظوں میں عامل کا اثر ظاہر نہیں ہوگا جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ (اگر تو مجھے مارے گا تو میں بھی تجھے ماروں گا)۔

تیسری صورت: اگر صرف جزاء ماضی ہو اور شرط والا جملہ مضارع ہو تو شرط یعنی فعل مضارع میں جزم واجب ہوگی جزاء میں جزم واجب نہیں ہوگی کیونکہ وہ ماضی ہے جیسے اِنْ تَضْرِبْنِیْ ضَرَبْتُکَ (اگر تو مجھے مارے گا تو میں بھی تجھے ماروں گا)۔

چوتھی صورت: اگر شرط والا جملہ ماضی ہو اور جزاء والا جملہ فعل مضارع ہو تو اس وقت جزاء میں دو صورتیں جائز ہیں ایک جزم دوسری رفع، جَزْمْ اس لئے کہ جزاء مضارع معرب ہے جزم کی صلاحیت رکھتا ہے اور رفع اس لئے کہ جب شرط پر اس کے ماضی ہونے کی وجہ سے جزم نہیں آیا تو اسکے تابع ہو کر جزاء میں بھی جزم نہ ہونی چاہئے جیسے اِنْ جِئْتَنِیْ اُکْرِمْکَ اور اُکْرِمُکَ، دونوں جائز ہیں، (اگر تو میرے پاس آیا تو میں تیرا اکرام کروں گا)۔

وَاعْلَمْ أَنَّهُ إِذَا كَانَ الجزاءُ ماضِياً بِغَيْرِ قَدْ لَمْ يَجُزِ الفَاءُ فِيهِ نَحْوُ إِنْ أَكْرَمْتَنِي أَكْرَمْتُكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ دخلَهُ كَانَ اٰمِناً وإِنْ كَانَ مُضارِعاً مُثْبَتاً أَوْ مَنْفِيّاً بِلا جَازَ فِيهِ الوَجْهانِ نَحْوُ إِنْ تَضْرِبْنِي أَضْرِبْكَ أَوْ فَأَضْرِبُكَ وإِنْ تَشْتِمْنِي لا أَضْرِبْكَ أَوْ فَلا أَضْرِبُكَ وإِنْ لَمْ يَكُنِ الجَزاءُ أَحَدَ القِسْمَيْنِ المَذْكُورَيْنِ فَيَجِبُ الْفَاءُ فِيهِ وذٰلِكَ فِي أَرْبَعِ صُوَرٍ الأُولٰى أَنْ يَكُونَ الجزاءُ مَاضِياً مَعَ قَدْ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى إِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ والثَّانِيَةُ أَنْ يَكُونَ مُضارِعاً مَنْفِيّاً بِغَيْرِ لا كَقَوْلِهِ تَعَالٰى وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ والثَّالِثَةُ أَنْ يَكُونَ جُمْلَةً اسْمِيَّةً كَقَوْلِهِ تَعَالى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا والرَّابِعةُ أَنْ يَكُونَ جُمْلَةً إِنْشائِيَّةً إِمَّا أَمْراً كَقَوْلِهِ تَعَالى قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ وإِمَّا نَهْياً كَقَوْلِهِ تَعَالى فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِناتٍ فَلاَ تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ.

ترجمہ: اور جان لو کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جب جزاء فعل ماضی ہو بغیر قد کے تو اسمیں فاء لانا جائز نہیں ہے جیسے إِنْ أَكْرَمْتَنِي أَكْرَمْتُكَ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِناً (اور وہ شخص جو اس بیت اللہ میں داخل ہو تو وہ ہوگا امن والا) اور اگر جزاء فعل مضارع مثبت یا منفی بلا ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں جیسے إِنْ تَضْرِبْنِي أَضْرِبْكَ یا فَأَضْرِبُكَ اور إِنْ تَشْتِمْنِي لا أَضْرِبْكَ یا فَلا أَضْرِبُكَ اور اگر جزاء مذکورہ دونوں قسموں میں سے کوئی ایک قسم نہ ہو تو پس واجب ہے اس میں فاء اور یہ چار صورتوں میں ہے اول یہ کہ جزاء ماضی قد کے ساتھ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ (اگر اس نے چوری کی ہے تو پس اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی اس سے پہلے) دوسری صورت یہ ہے کہ مضارع منفی بغیر لا کے ہو جیسے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (اور جو اسلام کے علاوہ اور کوئی دین تلاش کریگا وہ اس سے ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا) تیسری صورت یہ ہے کہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (جو شخص ایک نیکی لائے گا اس

کے لئے دس نیکیاں ہونگی) اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جزاء جملہ انشائیہ یا امر ہو جیسے: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ (اے محمد ﷺ فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو) یا نہی ہو جیسے: فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ (اگر تم ان عورتوں کو مومن جانو تو ان کو کافروں کی طرف مت لوٹاؤ)

﴿جزاء پر فَاء کے داخل ہونے یا نہ ہونے کی صورتیں﴾

وضاحت: مصنفؒ یہاں سے فاء کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ کہاں فاء کا جزاء میں لانا ممتنع ہے اور کہاں جائز ہے اور کہاں واجب ہے۔

پہلی صورت: جس میں فاء کا جزاء میں لانا ممتنع ہے: وہ صورت یہ ہے کہ "جب جزاء ماضی ہو بغیر قد کے" تو اس میں فاء کا لانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حرف شرط نے ماضی کے معنی میں اثر کیا ہے کہ اس کو مستقبل کے معنی میں کر دیا ہے لہٰذا، جزاء کو شرط کے ساتھ ربط دینے کیلئے کسی اور حرف کی ضرورت نہیں۔

مثال: جیسے اِنْ اَكْرَمْتَنِیْ اَكْرَمْتُكَ اس میں اَكْرَمْتُكَ ماضی بغیر قد کے ہے، لہٰذا اس پر فاء کا لانا جائز نہیں۔

دوسری مثال: جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا اس میں كَانَ ماضی بغیر قد کے ہے۔ لہٰذا فاء کا لانا جائز نہیں۔

دوسری صورت: جزاء میں فاء کا لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہیں: وہ یہ کہ اگر جزاء مضارع مثبت ہو یا مضارع منفی ہو لا کے ساتھ، تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔ یعنی فاء کا جزاء میں لانا اور نہ لانا۔

مضارع مثبت کی مثال: جیسے اِنْ تَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْكَ یا فَاَضْرِبُكَ دونوں جائز ہیں۔

مضارع منفی بلا کی مثال: جیسے اِنْ تَشْتِمْنِیْ لَا اَضْرِبْكَ یا فَلَا اَضْرِبُكَ دونوں جائز ہیں

وہ صورتیں جہاں جزاء میں فاء کا لانا واجب ہے: جب جزاء مذکورہ دونوں قسموں کے

علاوہ ہوتو اسمیں فاء کالانا واجب ہے اور پھر اس کی چار صورتیں ہیں:

پہلی صورت: جب جزاء فعل ماضی "قد" کے ساتھ ہو تو وہاں جزاء میں "فاء" کالانا واجب ہے۔ جیسے اِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ. اس میں فَقَدْ سَرَقَ جزاء ہے جو کہ فعل ماضی قد کے ساتھ ہے لہٰذا جزاء میں فاء کالانا واجب ہے۔

دوسری صورت: جب فعل مضارع منفی ہو بغیر "لا" کے تو جزاء میں "فاء" کالانا واجب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ. اس میں فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ جزاء فعل مضارع بغیر "لاء" ہے، لہٰذا جزاء میں "فاء" کالانا واجب ہے۔

تیسری صورت: جب جزاء جملہ اسمیہ ہو تو جزاء میں "فاء" کالانا واجب ہے جیسے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اس میں فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جزاء ہے جو کہ جملہ اسمیہ ہے لہٰذا "فاء جزائیہ" لانا واجب ہے۔

چوتھی صورت: جب جملہ انشائیہ جزاء میں واقع ہو تو بھی جزاء میں فاء کالانا واجب ہے۔ پھر جملہ انشائیہ چاہے امر ہو یا نہی،

امر کی مثال: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ اس میں فَاتَّبِعُوْنِىْ جزاء ہے، اور جملہ انشائیہ امر ہے۔ لہٰذا فاء کالانا واجب ہے۔

نہی کی مثال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ، اس میں فلا ترجعوھن جزا اور انشائیہ نہی ہے۔ لہٰذا جزاء میں فا کالانا واجب ہے۔

وَقَدْ تَقَعُ إِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الاسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْن.

ترجمہ: اور کبھی کبھی جب جزاء جملہ اسمیہ ہو تو فاء کی جگہ اذا (مفاجاتیہ) واقع ہوتا ہے جیسے وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْن. (اور اگر کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو جو ان کے ان گناہوں کے سبب سے ہے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں تو وہ اچانک ناامید ہو جاتے ہیں)

وضاحت: جب جزاء جملہ اسمیہ ہوتو کبھی کبھی فاء کی جگہ اذا مفاجاتیہ بھی آتا ہے۔ جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ اس میں إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ جملہ اسمیہ ہے جس پر فاء کی جگہ اذا مفاجاتیہ داخل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح فاء تعقیب والے معنی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح اذا بھی تعقیب والے معنی پر دلالت کرتا ہے۔

﴿إِنْ شرطیہ پانچ افعال کے بعد مقدر ہوتا ہے﴾

وإنّما تُقَدَّرُ إنْ بَعْدَ الأفعالِ الخَمْسَةِ الَّتِيْ هِيَ الأمرُ نَحْوُ تَعَلَّمْ تَنْجَحْ والنَّهيُ نَحْوُ لا تَكْذِبْ يَكُنْ خَيْراً لَكَ والاسْتِفْهامُ نَحْوُ هَلْ تَزُوْرُنا نُكْرِمُكَ والتَّمَنِّي نَحْو لَيْتَكَ عِنْدِيْ أُخْدِمُكَ والعَرْضُ نَحْوُ ألا تَنْزِلُ بِنا تُصِبْ خَيْراً.

ترجمہ و وضاحت: مصنفؒ یہاں سے یہ بات ذکر فرمارہے ہیں کہ یہ بات چونکہ پہلے معلوم ہوچکی ہے کہ ان شرطیہ مقدر ہوکر فعل مضارع کو جزم دیتا ہے اب یہاں سے یہ بتارہے ہیں کہ اس کے علاوہ کون کون سے افعال کے بعد ان مقدر ہوتا ہے تو وہ کل پانچ افعال ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱. **امر** : کے بعد إِنْ مقدر ہوتا ہے جیسے تَعَلَّمْ تَنْجَحْ (تو سیکھ اگر تو سیکھے گا تو نجات پائے گا) یہ اصل میں تھا تَعَلَّمْ إِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجَحْ.

۲. **نهی** : کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جیسے لَا تَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَكَ اصل عبارت یہ ہے: لَا تَكْذِبْ إِنْ لَا تَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَكَ (جھوٹ مت بول اگر تو جھوٹ نہیں بولے گا تو تیرے لئے بہتر ہوگا)۔

۳. **استفهام** کے بعد جیسے هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمُكَ (کیا تو ہماری زیارت کرے گا اگر تو ہماری زیارت کرے گا تو ہم تیری عزت کریں گے) اصل عبارت یہ تھی هَلْ تَزُوْرُنَا إِنْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمُكَ.

۴۔ **تمنی:** کے بعد جیسے **لَیْتَکَ عِنْدِیْ اَخْدِمُکَ** اصل عبارت یہ تھی: **لَیْتَکَ عِنْدِیْ اِنْ تَکُنْ عِنْدِیْ اَخْدِمُکَ** (کاش تو میرے پاس ہوتا اگر تو میرے پاس ہوتا تو میں تیری خدمت کرتا)۔

۵۔ **عرض:** کے بعد جیسے **اَلَا تَنْزِلُ بِنَاتُصِبْ خَیْرًا**۔ اصل عبارت یہ تھی **اَلَا تَنْزِلُ بِنَا اِنْ تَنْزِلْ بِنَاتُصِبْ خَیْرًا** (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں اترتے اگر آپ ہمارے پاس اترتے تو آپ بھلائی کو پہنچیے)

وَبَعْدَ النَّفْیِ فِیْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نحو لَاتَفْعَلُ شَرًّا یَّکُنْ خَیْرًا لَّکَ وذٰلِک إذا قَصَدَ أَنَّ الأَوَّلَ سَبَبٌ لِلثَّانِی کَما رَأَیْتَ فِی الأَمْثِلَةِ فَإِنَّ مَعْنٰی قَوْلِنَا تَعْلَمْ تَنْجُ هُوَ إِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ وکَذٰلِکَ البَوَاقِی فَلِذٰلِکَ امْتَنَعَ قَوْلُکَ لا تَکْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ لامْتِنَاعِ السَّبَبِیَّةِ إذ لا یَصِحُّ اَنْ یُقالَ إِنْ لا تَکْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ.

ترجمہ مع وضاحت: مصنفؒ یہاں سے دو باتیں ذکر فرما رہے ہیں پہلی بات تو یہ کہ **اِنْ** بعض مواقع پر نفی کے بعد بھی مقدر ہوتا ہے جیسے **لَا تَفْعَلُ شَرًّا یَّکُنْ خَیْرًا لَکَ** (شر کا کام نہ کر تو تیرے لئے بہتر ہوگا) یہ اصل میں تھا **اِنْ لَا تَفْعَلُ شَرًّا یَّکُنْ خَیْرًا لَکَ**.

تنبیہ: یہ عبارت شاید سہواً ذکر کی گئی ہے ورنہ یہ بات درست نہیں ہے کہ ان نافیہ کے بعد مقدر ہوتا ہے کیونکہ نفی خبر محض ہے اس میں طلب کے معنی نہیں ہوتے' اور ان وہاں مقدر ہوتا ہے جہاں طلب کے معنی ہوں۔

اِنْ کے مقدر ہونے کیلئے شرط: **وذلک اذا قصد الخ** اس عبارت سے یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ اشیائے مذکورہ کے بعد ان شرطیہ کا مقدر کرنا اس وقت ہے جب یہ قصد کیا جائے کہ اول ثانی کیلئے سبب ہے اور جہاں اول ثانی کیلئے سبب نہ ہو وہاں شرط مفقود ہونے کی وجہ سے ان کو مقدر کرنا درست نہ ہوگا مذکورہ اشیائے خمسہ میں چونکہ اول ثانی کیلئے سبب ہے اس لئے ان کا مقدر کرنا درست ہے جیسے ہمارے قول **تَعَلَّمْ تَنْجُ** کا معنی ہے کہ **اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ** (اگر تو سیکھے گا تو نجات پائے گا) اب یہاں سیکھنا نجات کا سبب ہے اسی طرح باقی مثالوں پر غور کریں وہاں اول ثانی کیلئے سبب ہے۔

اسی وجہ سے تیرا یہ قول ممتنع ہوگا جیسے **لَا تَکْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ** (کفر مت کر داخل ہو جائے گا نار

میں) یہاں اگرچہ لاتکفر نہی ہے کیونکہ اِنْ مقدر کرنے کی صورت میں عبارت یوں ہوگی اِنْ لاَ تَکْفُرْ تَدْخُلُ النَّار (اگر تو کفر نہ کرے تو نار میں داخل ہوگا) حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ وہ جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے اور نار میں داخل ہونے کا سبب کفر ہے پس یہاں پر اول ثانی کیلئے سبب نہ ہونے کی وجہ سے ان کا مقدر کرنا درست نہیں ہے۔

﴿فعل کی تیسری قسم "اَمَرْ"﴾

والثالثُ الأمْرُ وَهُوَ صِيْغَةٌ يُطلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الفَاعِلِ الْمُخاطَبِ بأَنْ تَحْذِفَ مِنَ الْمُضَارِعِ حَرْفَ الْمُضَارَعَةِ، ثُمَّ تُنْظَرُ فَإنْ كَانَ مَا بَعْدَ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ سَاكِناً زِدتَ هَمْزَةَ الوَصْلِ مَضْمُومَةً إنِ انْضَمَّ ثالِثُهُ نَحْوُ اُنْصُرْ ومَكْسورَةً إنِ انْفَتَحَ اَوِ انكَسَرَ كاِعْلَمْ و اِضْرِبْ واسْتَخرِجْ وإنْ كَانَ مُتَحَرِّكاً فَلا حاجَةَ إلَى الهَمْزَةِ نَحْوُ عِدْ وحَاسِبْ وَالْاَمْرُ مِنْ بَابِ الإفْعالِ منَ الْقِسْمِ الثَّانِيْ وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى عَلامَةِ الجَزْمِ كاِضْرِبْ واُغْزُ وارْمِ واِسْعَ واِضْرِبا واِضْرِبُوا واِضْرِبِي.

ترجمہ: اور تیسرا امر ہے اور امر وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل حاضر سے فعل طلب کیا جاتا ہے بایں صورت کہ فعل مضارع سے حرف مضارع (علامت مضارع) کو حذف کردیا جائے، تو دیکھ پس اگر علامت مضارع کے بعد والا حرف ساکن ہے تو ہمزہ وصل مضموم اس کے شروع میں اضافہ کردے اگر اس کا تیسرا حرف (یعنی عین کلمہ) مضموم ہو جیسے تَنْصُرُ سے اُنْصُرْ اور ہمزہ مکسورہ کا شروع میں اضافہ کردے اگر عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہو جیسے تَعْلَمُ سے اِعْلَمْ اور تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ اور تَسْتَخْرِجُ سے اِسْتَخْرِجْ اور اگر حرف مضارعت کے بعد والا حرف متحرک ہے تو ہمزہ وصلی کی ضرورت نہیں ہے جیسے تَعِدُ سے عِدْ اور تُحَاسِبُ سے حَاسِبْ اور امر کا صیغہ باب افعال سے قسم ثانی سے آتا ہے اور وہ علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے جیسے اِضْرِبْ، اُغْزُ اور اِرْمِ، اِسْعَ اور اِضْرِبَا، اِضْرِبُوْا، اور اِضْرِبِيْ.

وضاحت: مصنفؒ فعل کی اقسام ثلاثہ ماضی مضارع، امر میں سے ماضی اور مضارع کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے امر کو ذکر فرما رہے ہیں امر کی بحث میں چار باتیں ذکر کی ہیں:

پہلی بات: امر کی تعریف،

دوسری بات: امر بنانے کا طریقہ،

تیسری بات: سوال مقدر کا جواب،

چوتھی بات: "امر" کا اعراب،

﴿پہلی بات: امر کی تعریف﴾

امر وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے۔

﴿دوسری بات: امر بنانے کا طریقہ﴾

امر حاضر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع سے علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد دیکھیں کہ اس کے بعد ساکن ہے یا متحرک اگر ساکن ہے تو عین کلمہ کو دیکھیں گے جو کہ تیسرا حرف ہے اگر وہ مضموم ہے تو اس کے شروع میں ہمزہ مضمومہ کا اضافہ کیا جائے گا جیسے تَنْصُرُ سے اُنْصُرْ اور اگر عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہے تو اس کے شروع میں ہمزہ مکسورہ کا اضافہ کیا جائے گا جیسے تَعْلَمُ سے اِعْلَمْ اور تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ اور یَسْتَخْرِجُ سے اِسْتَخْرِجْ اور اگر علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد مابعد والا حرف متحرک ہو تو اس صورت میں اِس کو اپنے حال پر چھوڑیں گے شروع میں ہمزہ لانے کی ضرورت نہیں ہے پس آخر میں وقف کردیں گے جیسے تَعِدُ سے عِدْ اور تُحَاسِبُ سے حَاسِبْ۔

﴿تیسری بات: سوال مقدر کا جواب﴾

سوال: آپ کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے کہ اگر علامت مضارع کے بعد والا حرف ساکن ہو تو شروع میں ہمزہ مضمومہ لائیں گے اور اگر مفتوح یا مکسور ہو تو شروع میں ہمزہ مکسور لائیں گے کیونکہ باب افعال میں تُکْرِمُ سے علامت مضارع کو حذف کیا تو بعد والا حرف ساکن تھا پس عین کلمہ مکسور ہونے کی وجہ سے اس کے شروع میں ہمزہ مکسورہ آنا چاہئے تھا جبکہ ہمزہ مفتوحہ آرہا ہے جیسے اَکْرِمْ.

جواب: "باب افعال کا امر" دوسری قسم سے ہے اس لئے کہ اس میں علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد دوسرا حرف ساکن نہیں، بلکہ متحرک ہے، اس لئے کہ تُكْرِمُ اصل میں تُـأكْرِمُ تھا، "تـا" کے حذف کرنے کے بعد ہمزہ قطعی ہے۔ جوکہ متحرک ہے، اس لئے ہمزہ لایا ہی نہیں گیا، اور جو ہمزہ نظر آرہا ہے، وہ قطعی ہے وصلی نہیں۔

﴿چوتھی بات: اَمْرْ کا اعراب﴾

امر حاضر معلوم علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے اور علامت جزم تین ہیں:

۱۔ سکون کے ساتھ جیسے اِضْرِبْ،

۲۔ حرف علت کے حذف کے ساتھ جیسے اُغْزُ، اِرْمِ،

۳۔ نون اعرابی کے حذف کرنے کے ساتھ جیسے اِضْرِبَا، اِضْرِبُوْا، اِضْرِبِیْ.

﴿فعل مالم یسم فاعله﴾

فَصْلٌ: فِعْلُ لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ هُوَ فِعْلٌ حُذِفَ فَاعِلُهُ وَأُقِيمَ المَفْعُولُ مَقَامَهُ ويُخْتَصُّ بِالْمُتَعَدِّیْ، وعَلامَتُهُ فِی الْماضِی أَنْ يَكُونَ أَوَّلُه مَضْمُوماً فَقَطْ وما قَبْلَ اٰخِرِهٖ مَكْسوراً فِی الأَبْوابِ الَّتِی لَيْسَتْ فِی أَوائِلِها هَمْزَةُ وَصْلٍ ولا تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ ضُرِبَ ودُحْرِجَ واُكْرِمَ وأَنْ يَكُونَ أَوَّلُهُ وثَانِيهِ مَضْمُوماً وما قَبْلَ اٰخِرِهٖ كذالکَ فِيما فی أَوَّلِهٖ تاءٌ زائِدَةٌ نَحْوُ تُفُضِّلَ وتُضُورِبَ وَأَنْ يَكُونَ أَوَّلُه وثالِثُهُ مَضْمُوماً وما قَبْلَ اٰخِرِهٖ كذالکَ فِی ما فی أَوَّلِهٖ هَمْزَةُ وَصْلٍ نَحْوُ اسْتُخْرِجَ واقْتُدِرَ والهَمْزَةُ تَتْبَعُ المَضْمُومَ إنْ لَمْ تُدْرَجْ.

ترجمہ: فعل مالم یسم فاعله وہ فعل ہے جس کا فاعل حذف کردیا گیا ہو اور مفعول کو اس کے قائم مقام بنایا گیا ہو اور یہ فعل متعدی کے ساتھ خاص ہے اور اس کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ اس کے شروع میں حرف مضموم ہو فقط اور آخر سے پہلا حرف مکسور ہو اُن ابواب میں جن کے شروع میں ہمزہ وصل اور تاء زائدہ نہ ہو جیسے ضُرِبَ، دُحْرِجَ، اُكْرِمَ اور یہ کہ اس کا اول اور ثانی مضموم

ہواوراس کے آخر سے ماقبل والا حرف اسی طرح ہو (یعنی مکسور ہو) ان ابواب میں جن کے پہلے حرف میں تاءزائدہ ہو جیسے تُفُضِّلَ اور تُضُوْرِبَ اور یہ کہ اس کا اول اور ثالث حرف مضموم اوراس کے آخر سے ماقبل والا بھی ایسا ہی ہو (یعنی مکسور ہو) ان ابواب میں جب کہ اول میں ہمزہ وصل ہو جیسے اُسْتُخْرِجَ اور اُقْتُدِرَ اور ہمزہ تابع ہوگا حرف مضموم کے اگر درمیان نہ ہو۔

وضاحت: مصنفؒ نے اس فصل میں پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں،

پہلی بات: فعل مجہول کی تعریف،

دوسری بات: فعل مجہول کی علامت کے اعتبار سے تین صورتیں،

تیسری بات: فعل مجہول کی علامت،

چوتھی بات: باب مفاعلہ، افعال وغیرہ میں فعل مضارع مجہول کی علامت،

پانچویں بات: اجوف میں ماضی مجہول اور مضارع مجہول کی علامت،

﴿پہلی بات: فعل مجہول کی تعریف﴾

فعل مجہول وہ فعل ہوتا ہے جس کے فاعل کو حذف کردیا گیا ہو اور اس کی جگہ مفعول کو رکھ دیا گیا ہو۔..... اور یہ مختص ہے فعل متعدی کے ساتھ کیونکہ فعل لازم کا مفعول نہیں ہوتا۔

﴿دوسری بات: ماضی میں فعل مجہول کی علامت کے اعتبار سے تین صورتیں﴾

پہلی صورت: پہلی علامت یہ ہے کہ ماضی کا صرف پہلا حرف مضموم ہوتا ہے اور آخر سے پہلے والا حرف مکسور ہوتا ہے اور یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصلیہ اور تاءزائدہ نہیں ہوتی ہے۔

"ثلاثی مجرد" کی مثال جیسے ضُرِبَ (مارا گیا) اور "رباعی مجرد" سے ماضی مجہول کی مثال جیسے دُحْرِجَ (بہت پھیرا گیا) اور "ثلاثی مزید فیہ" سے ماضی مجہول کی مثال جیسے اُکْرِمَ (اکرام کیا گیا)۔

دوسری صورت: فعل مجہول کی ماضی کی دوسری علامت یہ ہے کہ ماضی کا پہلا اور دوسرا حرف

مضموم ہو اور اس کے آخر سے ماقبل مکسور، اور یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں "تاء زائدہ" ہو، بـاب تفعّل سے ماضی مجہول جیسے تُفُضِّلَ اور تفاعل سے ماضی مجہول جیسے تُضُوْرِبَ اور باب تفعلل سے ماضی مجہول جیسے تُدُخْرِجَ.

تیسری صورت: علامت یہ ہے کہ ماضی کا پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہو اور اسکے آخر سے پہلے حرف والا مکسور ہو اور یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصلیہ آتا ہے باب استفعال ماضی مجہول جیسے اُسْتُخْرِجَ اور باب افتعال ماضی مجہول جیسے اُقْتُدِرَ.

وَالهَـمْـزَةُ تَتبَعُ المَضْمُومَ اِنْ لَمْ تُدْرَجْ: یہ عبارت کلام سابق کا تتمہ ہے یعنی ماضی مجہول میں ہمزہ وصل مضموم ہوتا ہے اس وجہ سے کہ اس کے مابعد حرف مضموم ہوتا ہے (اگرچہ ہمزہ وصل میں کسرہ ہے) لیکن ہمزہ وصل کا حرف مضموم کے تابع ہونا اس وقت ہے جبکہ ہمزہ تلفظ میں ساقط نہ ہو اس لئے کہ اگر وہ مکسور ہو تو کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم آئیگا اور عربوں کے ہاں یہ ناپسندیدہ ہے جیسا کہ ضمہ سے کسرہ کی طرف خروج ناپسندیدہ ہے اور حرف ساکن بیچ میں آنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اسلئے کہ حرف ساکن کوئی مانعِ قوی نہیں ہے کیونکہ سکون ایک مردہ صفت ہے جس کی وجہ سے حرف ساکن ایک مردہ حرف ہے پس اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے لہٰذا حرف ساکن کوئی مانع نہیں لیکن اگر ہمزہ وصل تلفظ میں ساقط ہو جائے تو اس وقت وہ تابعیت سے بالکل علیحدہ ہو جاتا ہے۔

وَفِـى المُضارِعِ اَنْ يَكُونَ حَرْفُ المُضارَعَةِ مَضْمُوماً وَمَا قَبْلَ آخِرِهِ مَفْتُوحاً نَحْوُ يُـضْرَبُ وَيُسْتَخْرَجُ اِلَّا فِى بابِ المُفاعَلَةِ وَالإفْعالِ وَالتَّفْعِيلِ وَالفَعْلَلَةِ وَمُلْحَقاتِها الثـمـانية فَـاِنَّ الـعَـلامَةَ فِيهـا فَتْـحُ مـا قَبـلَ الآخِـرِ نَـحْوُ يُحاسَبُ وَيُدَحْرَجُ وَفِى الأجْـوَفِ مَـاضِيـهِ قِيـلَ وَبِيعَ وَبالاشمام قِيْلَ وَبِيْعَ وَبِالْوَاوِ قُولَ وَبُوِعَ كَذالِكَ باب اُخْتِيْرَ وَانْقِيْدَ دُوْنَ اُسْتُخِيْرَ وَاُقِيْمَ لفقد فُعِلَ فِيْهِمَا وَفِى مُضَارِعِهِ تُقْلَبُ العَيْنُ اَلِفاً نَحْوُ يُقالُ وَيُباعُ كَما عَرَفْتَ فِى التَّصرِيفِ مستقصىً.

ترجمہ: اور فعل مضارع میں فعلِ مجہول کی علامت یہ ہے کہ حرف مضارع مضموم ہو اور آخر سے ماقبل والا حرف مفتوح ہو جیسے يُضْرَبُ وَيُسْتَخْرَجُ مگر باب مفاعلة، افعال، تفعيل اور فعللة

اوران کے آٹھوں ملحق ابواب میں کیونکہ مجہول کی علامت ان ابواب میں ماقبل آخر کا فتحہ ہے جیسے يُحَاسَبُ وَيُدَحْرَجُ اوراجوف میں اس کی فعل مجہول کی ماضی قِيلَ اور بِيعَ ہےاوراشمام کے ساتھ بھی قِيْلَ وَبِيْعَ اورواو کے ساتھ قُوِلَ اوربُوِعَ بھی پڑھا گیا ہےاسی طرح اُخْتِيْرَ اور اُنْقِيْدَ کاباب ہے مگر اُسْتُخِيْرَ اور اُقِيْمَ نہیں پڑھا گیا ہے فُعِلَ کے مفقود ہونے کی وجہ سے ان دونوں افعال میں اوراس کے مضارع کے صیغہ میں عین کلمہ الف سے بدل دیا جائے گا جیسے يُقَالُ اوريُبَاعُ جیسا کہ صرف کی کتابوں میں آپ تفصیل سے ان قواعد کو پڑھ چکے ہیں۔

﴿تیسری بات: مضارع میں فعل مجہول کی علامت﴾

علامت مضارع مضموم ہوتی ہے اوراسکے آخر سے پہلے والا حرف مفتوح، جیسے يُضْرَبُ اور يُسْتَخْرَجُ یہ علامت تمام ابواب میں ہوگی، سوائے چار بابوں مفاعله، افعال، تفعيل اور فعللة کے اسی طرح یہ علامت فعللة کے ملحقاتِ ابواب میں جو کہ سات ہیں، نہیں ہوگی۔

﴿چوتھی بات: باب مفاعله، افعال وغیرہ میں فعل مجہول کی علامت﴾

باب مفاعله، افعال، تفعيل اور فعللة کے ملحقات ابواب میں فعل مجہول کی علامت: ان ابواب میں مجہول کی علامت حرف آخر کے ماقبل کا مفتوح ہونا ہے کیونکہ ان ابواب میں معلوم اور مجہول دونوں میں علامت مضارع مضموم ہوتی ہے جیسے يُحَاسَبُ يُكْرَمُ يُصَرَّفُ يُدَحْرَجُ آخر سے ماقبل کا فتحہ اس لئے ہے تاکہ فعل معروف اور مجہول میں امتیاز ہو جائے۔

فعللة کے ملحقات یہ ہیں۔ جَلْبَبَ، قَلْنَسَ، جَوْرَبَ، سَرْوَلَ، شَرْيَفَ، خَيْعَلَ قَلْسیٰ

فائدہ: فعللة کے ملحقات سات ہیں بعض نسخوں میں ''آٹھ'' لکھنا کاتب کی غلطی ہے۔

﴿پانچویں بات: اس اجوف کی ماضی مجہول کی علامت جسکا عین کلمہ الف سے بدلا ہو﴾

اس اجوف کی ماضی مجہول جس کا عین کلمہ الف سے بدلا ہو اس کی تین صورتیں:

﴿پہلی صورت: قِيلَ اور بِيعَ ہے پس قِيلَ اصل میں قُوِلَ تھا اب قاف کی حرکت دور کرنے

کے بعد واو کا کسرہ ماقبل کونقل کرکے دیدیا اب واو ساکن ہے اور اس کا ماقبل مکسور، واو کو یا سے بدل دیا گیا تو قِیْلَ ہوا، اور بِیْعَ اصل میں بُیِعَ تھا یاء کی حرکت دور کرنے کے بعد یاء کا کسرہ باء کو دیدیا تو بِیْعَ ہوا اور یہ لغت آنے والی دونوں لغتوں سے فصیح ہے۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ قِیْلَ اور بِیْعَ کا اشمام کے ساتھ پڑھنا اشمام سے مراد یہ ہے کہ فاء کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کرکے اور عین کلمہ جو کہ یاء ہے اس کو تھوڑا سا واو کی طرف مائل کرکے پڑھنا تا کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ فاء کلمہ اصل میں مضموم ہے۔

تیسری صورت: واو ساکنہ کے ساتھ قُوْلَ اور بُوْعَ پڑھنا جو کہ اصل میں قُوِلَ اور بُیِعَ تھے واو اور یا کی حرکت کو حذف کر دیا گیا اب قُوْلَ اور بِیْعَ ہو گئے پھر بِیْعَ میں یُوْسَر والا قانون جاری ہوا اور باء کو ضمہ دیدیا اب یاء ساکن ماقبل مضموم ہونے کی وجہ سے یاء کو واو سے بدل دیا تو بوع ہو گیا۔

وکذلک باب اختیر: یعنی جس طرح اجوف کے ثلاثی مجرد کی ماضی مجہول میں تین صورتیں ہیں اسی طرح اجوف کے باب افتعال اور انفعال کی ماضی مجہول میں بھی تین صورتیں جاری ہو سکتی ہیں کیونکہ اول دو حرفوں کو ہٹا دیں تو فعل کا وزن تیار ہو جاتا ہے تو یہ فعل حکمی ہے اب اُخْتِیْرَ سے تِیْرَ اور اُنْقِیْدَ سے قِیْدَ ہوئے اب یہ قیل اور بیع کی طرح ہیں لہٰذا ان کو تین طریقے سے پڑھ سکتے ہیں۔

لیکن اجوف کے باب استفعال اور باب افعال کی ماضی مجہول میں یہ تین صورتیں جاری نہیں ہو سکتیں ان میں صرف پہلی صورت جاری ہوگی کیونکہ ان میں حرف علت سے ماقبل اصل کے اعتبار سے ساکن ہے اصل میں اُسْتُخْیِرَ اور اُقْوِمَ تھے پس ان میں فُعِلَ والا وزن نہیں پایا جاتا ہے۔

وَفِیْ مُضَارَعَةِ تُقْلَب الخ

یعنی اجوف کے مضارع مجہول میں عین کلمہ الف سے بدل جائیگا خواہ عین کلمہ میں واو ہو یا یاء ہو جیسا کہ تم علم صرف میں اچھی طرح جان چکے ہیں چنانچہ یَقُوْلُ کو یُقَالُ اور یَبِیْعُ کو یُبَاعُ

پڑھا جائیگا۔

﴿فعل متعدی﴾

فصلٌ: اَلْفِعْلُ اِمَّا مُتَعَدٍّ وهُوَ مَا يَتَوَقَّفُ فَهْمُ مَعْنَاهُ عَلٰى مُتَعَلِّقٍ غَيْرِ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ وَاِمَّا لَازِمٌ وَهُوَ بِخِلَافِهٖ كَقَعَدَ وَقَامَ وَالْمُتَعَدِّیْ قَدْ يَكُوْنُ اِلٰى مَفْعُوْلٍ واحِدٍ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرواً وَاِلٰى مَفْعولَيْنِ. كَأَعْطٰى زَيْدٌ عَمْرواً دِرْهَماً ويَجُوْزُ فِيهِ الاقْتِصارُ على أَحَدِ مَفْعُولَيهِ كَأَعطَيْتُ زَيداً او أعْطَيْتُ دِرْهماً بِخِلافِ بابِ عَلِمْتُ وَاِلٰى ثَلاثَةِ مَفاعِيلَ نَحْو أَعْلَمَ اللّٰهُ زَيداً عمْرًوا فاضلًا ومِنْهُ أَرَی واَنْبَاَ وَنَبَّاَ وأَخْبَرَ وخَبَّرَ وحَدَّثَ وَهٰذِهِ السبْعَةُ مَفْعُولُها الأَوَّلُ مع الْاٰخِيْرَيْنِ كَمَفْعُولَیْ اعْطَيْتُ فِی جَوازِ الاقْتِصارِ عَلی أحَدِهِمَا تقول أَعْلَمَ اللّٰهُ زَيداً والثَّانِی مَعَ الثَّالِثِ كَمَفْعُولَی عَلِمْتُ فِی عَدَمِ جَوازِ الْإِقْتِصارِ عَلی أَحَدِهِما فَلا تقولُ أَعْلَمْتُ زَيداً خَيْرَ النَّاسِ بَلْ تُقولُ أَعْلَمْتُ زَيداً عَمرًوا خَيْرَ النَّاسِ.

ترجمہ: فعل یا متعدی ہوگا اور متعدی وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف ہو جو فاعل کے علاوہ ہو جیسے ضَرَبَ (اس نے مارا) اور یا لازم ہوگا اور لازم وہ فعل ہے جو اس کے برخلاف ہو (یعنی اس کا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف نہ ہو جو فاعل کے علاوہ ہو) جیسے: قَعَدَ اور قَامَ (وہ بیٹھا اور وہ کھڑا ہوا) اور فعل متعدی کبھی مفعول واحد کی طرف ہوتا ہے جیسے: اَعْطٰی زَیْدٌ عَمْرًوا دِرْهَمًا اور جائز ہے اس میں دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اختصار کرنا جیسے: اعطیتُ زَیْدًا یا اَعْطَیْتُ دِرْهَمًا بخلاف باب عَلِمْتُ کے اور کبھی فعل متعدی ہوتا ہے تین مفعولوں کی طرف جیسے اَعْلَمَ اللّٰهُ زَیْدًا عَمْرًوا فَاضِلًا (اللہ نے بتایا زید کو عمرو کا فاضل ہونا) اور اسی قبیل سے ہے اُریٰ، اَنْبَاَ، نَبَّاَ اور اَخْبَرَ اور خَبَّرَ اور حَدَّثَ ان ساتوں افعال کا مفعول اوّل آخر کے دونوں مفعولوں کے ساتھ اعطیت کے دونوں مفعولوں کے مانند ہے ان میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے کے جواز میں جیسے تو کہے گا اعلم اللہ زیدا اور (ان افعال کے مفعول ثانی اور ثالث باب علمت کے دونوں مفعولوں کے مانند ہیں ان میں سے کسی ایک مفعول پر اکتفاء کرنے کے عدم

جواز میں، پس یہ نہیں کہہ سکتا اَعْلَمْتُ زَیْدًا خَیْرَ النَّاسِ بلکہ تو کہے گا اَعْلَمْتُ زَیْدًا عَمْرًوا خَیْرَ النَّاسِ (میں نے زید کو بتایا عمرو کا خیر الناس ہونا)

وضاحت: مصنفؒ فعل مجہول سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے فعل متعدی کو ذکر فرمارہے ہیں اس لئے کہ فعل مجہول فعل متعدی میں ہوتا ہے۔ اس فصل میں مصنفؒ نے بنیادی طور پر تین باتیں ذکر فرمائی ہیں:

پہلی بات: فعل متعدی اور فعل لازم کی تعریف۔

دوسری بات: فعل متعدی کی اقسام۔

تیسری بات: متعدی بہ مفعول سے متعلق قواعد۔

﴿پہلی بات: فعل متعدی اور فعل لازم کی تعریف﴾

فعل متعدی کی تعریف: فعل متعدی وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف ہو جو فاعل کے علاوہ ہو جیسے ضَرَبَ (اس نے مارا) [illegible] فعل کو سمجھنے کیلئے فاعل کے علاوہ مفعول کی بھی ضرورت ہے۔

فعل لازم کی تعریف: فعل لازم وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف نہ ہو جو فاعل کے علاوہ ہو جیسے قَعَدَ (وہ بیٹھا) اور قَامَ (وہ کھڑا ہوا) اب یہ دونوں فعل مفعول کے محتاج نہیں۔

﴿دوسری بات: فعل متعدی کی اقسام﴾

فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: متعدی بیک مفعول یعنی وہ فعل جو ایک مفعول کی طرف متعدی ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا۔ (زید نے عمرو کو مارا)۔

دوسری قسم: وہ فعل جو متعدی ہو دو مفعولوں کی طرف اور ایک پر اکتفا جائز ہے، جیسے اَعْطَیْتُ زَیْدًا دِرْهَمًا. (یعنی میں نے زید کو ایک درھم دیا) اس کو اعطیت زیدا اور اعطیت درھما دونوں پڑھنا جائز ہے۔

تیسری قسم: وہ فعل جو متعدی ہو دو مفعولوں کی طرف اور ایک پر اکتفا جائز نہ ہو، یعنی یا تو دونوں کو حذف کریں گے یا دونوں کو ذکر کریں گے، اور یہ افعال قلوب میں ہوتا ہے، جیسے ظَنَنْتُ زَیْدًا فَاضِلاً. (یعنی میں نے زید کو فاضل ہونے کا گمان کیا)۔

چوتھی قسم: متعدی بسہ مفعول، یعنی وہ فعل جو متعدی ہو تین مفعولوں کی طرف، یہ سات افعال ہیں: وہ سات افعال یہ ہیں۔ اَعْلَمَ، اَرٰی، اَنْبَأَ، اَخْبَرَ، خَبَّرَ، نَبَّأَ، حَدَّثَ، جیسے اَعْلَمَ اللّٰہُ زَیْدًا عَمْرًوا فَاضِلاً، یعنی اللہ تعالیٰ نے زید کے علم میں ڈالا کہ عمرو فاضل ہے۔ یہاں اعلم تینوں مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ اسی پر باقی کو قیاس کرلیں۔

﴿تیسری بات: متعدی بسہ مفعول سے متعلق قواعد﴾

قاعدہ نمبر ایک: ان ساتوں افعال کا پہلا مفعول آخر کے دونوں مفعولوں کے ساتھ باب اعطیتُ کے دو مفعولوں کی مانند ہے دونوں مفعولوں میں سے کسی ایک پر جواز اقتصار میں۔ پس ان کے پہلے مفعول کو دوسرے اور تیسرے کے بغیر ذکر کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اَعْلَمَ اللّٰہُ زَیْدًا. کہنا درست ہے اور ان کے دوسرے اور تیسرے مفعول کو پہلے مفعول کے بغیر بھی ذکر کر سکتے ہیں جیسے تو کہہ سکتا ہے اعلم اللہ عمروا فاضلا.

قاعدہ نمبر دو: اور ان ساتوں فعلوں کا دوسرا اور تیسرا مفعول باب علمتُ کے دو مفعولوں کی مانند ہے کسی ایک پر عدم جواز اقتصار میں پس ان کے دوسرے اور تیسرے مفعول کو اکٹھا حذف کرنا جائز ہے لیکن دوسرے اور تیسرے میں سے کسی ایک کے ذکر کرتے وقت دوسرے کا ذکر ضروری ہے پس اَعْلَمْتُ زَیْدًا عَمْرًوا خَیْرَ النَّاسِ کہہ سکتے ہیں کیونکہ ان فعلوں کا دوسرا اور تیسرا مفعول حقیقت میں باب علمت کے مفعول ہیں۔

﴿اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ﴾

فَصْلٌ: اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ عَلِمْتُ وَظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَرَاَیْتُ وَزَعَمْتُ وَوَجَدْتُ وَھِیَ اَفْعَالٌ تَدْخُلُ عَلَی الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُھُمَا عَلَی الْمَفْعُوْلِیَّۃِ نَحْوُ

عَلِمْتُ زَيْداً عالِماً واعلم اَنَّ لِهٰذِهِ الأفْعالِ خَواصٌ مِنْهَا اَنْ لا تُقْتَصَرَ عَلى أحَدِ مَفْعُولَيْهَا بِخِلافِ بَابِ أعطَيْتُ فَلا تَقُولُ عَلِمْتُ زَيْداً وَمِنْهَا جوازُ الإلغاءِ إذا تَوَسَّطَتْ نَحْوُ زَيدٌ ظَنَنْتُ قائِمٌ او تَأَخَّرَتْ نَحْوُ زَيدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ وَمِنْهَا اَنَّها تُعَلَّقُ عَنِ العَمَلِ إذا وَقَعَتْ قَبْلَ الاسْتِفْهَام نَحْوُ عَلِمْتُ أَزَيدٌ عِنْدَکَ أمْ عَمْرٌو وَقَبْلَ النَّفی نَحْوُ عَلِمْتُ ما زَيدٌ فِی الدَّارِ و قَبْلَ لامِ الابْتِداءِ نَحْوُ عَلِمْتُ لَزَيدٌ مُنْطَلِقٌ وَمِنْهَا انَّهَا يَجُوزُ اَنْ يَكونَ فاعِلُها ومَفْعُولُها ضَمِيرَيْنِ لِشَیْءٍ واحِدٍ نَحْوُ عَلِمْتُنِی مُنْطَلِقاً وظَنَنْتُکَ فاضِلاً واعلم انه قَدْ يَكُونُ ظَنَنْتُ بِمَعْنی اتَّهَمْتُ وعَلِمْتُ بِمَعْنی عَرَفْتُ و رَأَيْتُ بِمَعْنی أَبْصَرْتُ و وَجَدْتُ بِمَعنی أصَبْتُ الضَّالَةَفَتَنْصِبُ مَفْعولاًواحِداًفَقَطْ فَلاتَكُونُ حِينَئِذٍمَنْ أفْعالِ القُلُوبِ.

ترجمہ: افعال قلوب عَلِمْتُ، ظَنَنْتُ، حَسِبْتُ، خِلْتُ، رَأَيْتُ، زَعَمْتُ، وَجَدْتُ ہیں یہ ایسے افعال ہیں جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس دونوں کو مفعول ہونے کی بنا پر نصب دیتے ہیں جیسے (عَلِمْتُ زَيْداً فاضِلاً، عَمْرواً عالِماً) اور جان لو کہ ان افعال کی کچھ خصوصیات اور خاصے ہیں اول ان میں سے یہ ہے کہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں بخلاف باب اعطیتُ کے (کہ اس کے دونوں مفعولوں میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا جائز ہوتا ہے) لہٰذا (عَلِمْتُ زَيْداً) نہیں کہہ سکتے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے عمل کو لغو کر دیتا ہے جب یہ وسط میں واقع ہوں جیسے (سُعيدٌ ظَنَنْتُ عالِمٌ) یا افعال قلوب آخر میں واقع ہو جیسے (سَعِيدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ) اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ افعال قلوب استفہام، نفی اور لام ابتدا سے پہلے واقع ہوں تو یہ متعلق ہونگے (یعنی لفظاً عمل نہیں کریں گے اور معنی عمل کریں گے) جیسے: (عَلِمْتُ أَسَعِيدٌ عِنْدَکَ أمْ جَعْفَرٌ؟) اور نفی سے پہلے جیسے: (عَلِمْتُ ما سَعِيدٌ فِی الدَّارِ) اور لام ابتدا سے پہلے جیسے: (عَلِمْتُ لَسَعِيدٌ مُنْطَلِقٌ) اور ان میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان افعال کا فاعل اور مفعول شی واحد کی دو ضمیریں ہوں یہ جائز ہے جیسے: عَلِمْتَنِی مُنْطَلِقاً وظَنَنْتُکَ فاضِلاً اور جان لو کہ (ظَنَنْتُ) کبھی (اتَّهَمْتُ) کے معنی میں ہوتا ہے اور (عَلِمْتُ) بمعنی عرفتُ اور (رَأَيْتُ) بمعنی (أَبْصَرْتُ) اور وجدتُ بمعنی (أَصَبْتُ) آتا ہے پس اس

صورت میں یہ مفعول واحد کو نصب دیتے ہیں صرف اس وقت یہ افعال قلوب نہ ہوں گے۔ جیسے: (وَجَدْتُ الكِتابَ).

وضاحت: مصنفؒ اس فصل میں چار باتیں ذکر فرما رہے ہیں:

پہلی بات: افعال قلوب کی تعداد۔

دوسری بات: افعال قلوب کا عمل۔

تیسری بات: افعال قلوب کی خصوصیات۔

چوتھی بات: افعال قلوب اگر اپنے معنی میں مستعمل نہ ہوں، تو یہ افعال قلوب نہیں کہلائیں گے، اور نہ ہی افعال قلوب والا عمل کریں گے۔

﴿پہلی بات: افعال قلوب کی تعداد﴾

افعال قلوب حصر استقرائی کے لحاظ سے سات ہیں ورنہ عرفت، اعتقدت اور اردت بھی افعال قلوب میں سے ہیں اور دو مفعول کی جانب متعدی ہو کر مستعمل ہوتے ہیں مگر ان پر افعال قلوب کے احکام جاری نہیں ہونگے۔

افعال قلوب سات ہیں: عَلِمْتُ، ظَنَنْتُ، حَسِبْتُ، خِلْتُ، رَأَيْتُ، زَعَمْتُ، وَجَدْتُ

﴿دوسری بات: افعال قلوب کا عمل﴾

افعال قلوب کا عمل یہ ہے کہ یہ افعال مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس یہ مبتدا اور خبر دونوں کو نصب دیتے ہیں مفعول ہونے کی بناء پر۔

﴿تیسری بات: افعال قلوب کی خصوصیات﴾

پہلی خصوصیت: افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اکتفاء جائز نہیں برخلاف باب اعطیتُ کے کہ ان کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء جائز ہے۔ لہٰذا علمت زیدا کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے دونوں مفعول بمنزلہ ایک کلمے کے ہوتے ہیں۔

دوسری خصوصیت: ان کا عمل لغو و بیکار کر دینا جائز ہے جبکہ یہ افعال اپنے دونوں مفعولوں کے

درمیان مذکور ہوں جیسے زَیْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ یا جملے کے آخر میں مذکور ہوں۔ جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ.

تیسری خصوصیت: جب افعال قلوب استفہام، نفی اور لام ابتدا سے پہلے واقع ہوں تو یہ معلق ہوں گے یعنی لفظاً عمل نہیں کریں گے اور معناً عمل کریں گے ان کے معلق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفی، استفہام اور لام ابتدا صدارت کلام کو چاہتے ہیں اگر ان سے پہلے والے افعال کو عمل دیں تو ان کی صدارت ختم ہو جائے گی۔

استفہام سے پہلے واقع ہونے کی مثال: جیسے عَلِمْتُ أَسَعِیدٌ عِنْدَکَ أَمْ جَعْفَرٌ.

نفی سے پہلے واقع ہونے کی مثال: جیسے عَلِمْتُ مَا زَیْدٌ فِی الدَّار.

لام ابتدا سے پہلے واقع ہونے کی مثال: جیسے عَلِمْتُ لَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ.

ان تینوں صورتوں میں افعال قلوب کا عمل لفظاً باطل ہو جاتا ہے لیکن معناً یہ عمل کرتے ہیں اور دونوں جز بنا بر مفعولیت محلاً منصوب ہوتے ہیں پس معنی یہ ہونگے کہ علمتُ احدھما بعینه عندک اور علمتُ زیدًا لیس فی الدار اور علمتُ زیدًا منطلقا. مصنفؒ نے قبل الاستفہام کہا تا کہ اسم استفہام کو بھی شامل ہو جائے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحصیٰ.

چوتھی خصوصیت: افعال قلوب کے خواص میں سے ایک خاصیت یہ ہے ان میں جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول اول دونوں شئی واحد کی دو ضمیریں ہوں جو کہ دونوں متصل ہوں صرف متکلم کیلئے یا صرف مخاطب کیلئے یا صرف غائب کیلئے جیسے علمتُنِی مُنطلقًا (میں نے اپنے آپ کو چلنے والا جانا) اس میں فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں جو متصل ہیں اور شئی واحد یعنی متکلم کی طرف لوٹ رہی ہیں اور جیسے ظَنَنْتُکَ فَاضِلاً (تو نے اپنے آپ کو فاضل گمان کیا) اس میں فاعل اور مفعول دونوں مخاطب کی ضمیریں ہیں جو متصل ہیں اور شئ واحد یعنی مخاطب کی طرف لوٹ رہی ہیں یہ اجتماع دوسرے افعال میں جائز نہیں پس ضربتنی کہنا جائز نہیں بلکہ اس صورت میں فصل کریں گے اور ضربت نفسی کہیں گے۔

﴿چوتھی بات﴾

﴿افعال قلوب اگر اپنے معنی میں مستعمل نہ ہوں، تو یہ افعال قلوب نہیں کہلائیں گے، اور نہ ہی افعال قلوب والا عمل کریں گے﴾

افعال قلوب میں سے بعض افعال کیلئے دوسرے معنی بھی ہیں پس جب افعال قلوب ان معنوں میں مستعمل ہوں تو یہ افعال قلوب نہیں کہلائیں گے اور اس وقت ان کا عمل بھی افعال قلوب والا نہ ہوگا بلکہ یہ صرف ایک مفعول کی طرف متعدی ہونگے۔

جیسے ظَنَنْتُ بمعنی اِتَّهَمْتُ۔ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے پس ظَنَنْتُ زَیْدًا (یعنی میں نے زید پر تہمت لگائی) کہنا درست ہوگا اور علمت بمعنی عرفت ایک مفعول کی طرف متعدی ہے پس عَلِمْتُ زَیْدًا (یعنی میں نے زید کو پہچانا) کہنا درست ہے اور رایت زیدا بمعنی ابصرت ایک مفعول کی طرف متعدی ہے پس رایت زیدا بمعنی ابصرت زیدا (یعنی میں نے زید کو دیکھا) کہنا درست ہے اور وجدت بمعنی اصبت ایک مفعول کی طرف متعدی ہوگا پس وجدت الضالۃ (میں نے گمشدہ چیز کو پایا) کہنا درست ہے۔

﴿افعالِ ناقصہ﴾

فصلٌ: الأفعالُ النَّاقِصَةُ هی أفْعالٌ وُضِعَتْ لِتَقْرِيرِ الفاعِلِ على صِفَةٍ غَيْرِ صِفَةِ مَصْدَرِها وهِيَ كَانَ وصارَ وظَلَّ وباتَ الی اخرها تَدْخُلُ عَلى الجُمْلَةِ الإسْمِيَّةِ لِإِفَادَةِ نِسْبَتِهَا حكمَ معناها فَتَرْفَعُ الأوَّلَ وتَنْصِبُ الثَّانِيَ فَتَقُولُ كَانَ زَيْدٌ قَائِماً وكَانَ عَلى ثَلاثَةِ أقْسامٍ نَاقِصَةٍ وهِيَ تَدُلُّ عَلى ثُبُوتِ خَبَرِها لِفاعِلِهَا فِي الْمَاضِي إمّا دائِماً نَحْوُ كَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا أوْ مُنْقَطِعاً نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ شابّاً وتَامَّةٌ بِمَعْنى ثَبَتَ وحَصَلَ نَحْوُ كَانَ القِتالُ ایْ حَصَلَ القِتالُ وزَائِدَةٌ لا يَتَغَيَّرُ باسقاطها مَعْنى الجُمْلَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ شعر جِيادُ ابنِی أَبِی بَكْرٍ تَسَامٰی عَلی كَانَ الْمُسَوَّمَةِ لِعِرابِ ای علی المسومة.

ترجمہ: افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو ایسی صفت پر ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں

جوان کے مصدر والی صفت کے علاوہ ہوں (یعنی جزم والی صفت کے علاوہ ہوں) اور وہ افعال ناقصہ کَانَ، صَارَ، ظَلَّ اور بَاتَ وغیرہ ہیں۔ یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تاکہ اپنے معنی کا حکم اور اثر اس کی نسبت کو عطا کریں (یعنی افعال ناقصہ اپنے معنی حکم اور اثر خبر کو عطا کریں) پس اول کو رفع دیتے ہیں اور ثانی کو نصب دیتے ہیں پس تو کہے گا کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا اور کلمہ کَانَ تین قسم پر ہے اول ناقصہ اور یہ دلالت کرتا ہے اپنے فاعل کیلئے زمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثابت ہونے پر خواہ یہ ثبوت زمانہ ماضی میں دائمی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان کَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا یا منقطع ہو یعنی خبر اس سے جدا ہونے والی ہو جیسے کَانَ زَیْدٌ شَابًّا (زید جوان تھا) اور کان کی دوسری قسم تامہ ہے جو بمعنی ثَبَتَ و حَصَلَ ہے: جیسے کَانَ الْقِتَالُ یعنی حَصَلَ الْقِتَالُ (لڑائی ہوئی) اور کان کی تیسری قسم زائدہ ہے جس کے گرانے سے جملہ کا معنی تبدیل نہیں ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے شعر کا ترجمہ: میرے بیٹے ابوبکر کے تیز رفتار گھوڑے ان عربی گھوڑوں سے جن پر تیز روی کے نشان لگے ہوئے ہیں بلند تر ہیں۔

وضاحت: مصنفؒ افعال قلوب کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے افعال ناقصہ کو ذکر فرما رہے ہیں۔ اس فصل میں مصنفؒ نے پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں،

پہلی بات: افعال ناقصہ کی تعریف،

دوسری بات: افعال ناقصہ کی تعداد

تیسری بات: افعال ناقصہ کا عمل۔

چوتھی بات: کان کی تین اقسام،

پانچویں بات: افعال ناقصہ کا استعمال۔

﴿پہلی بات: افعال ناقصہ کی تعریف﴾

افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی صفت پر جوان کی صفت مصدر کے علاوہ ہو ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔

فائدہ: قولہ غیر صفۃ مصدرھا اس قید سے افعال ناقصہ کے علاوہ تمام افعال خارج ہو گئے اس لئے کہ تمام افعال فاعل کو اپنے مصدر کی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں مثلا

ضرب فعل اپنے فاعل کیلئے صفت ضرب ثابت کر رہا ہے لیکن افعال ناقصہ اپنے فاعل کیلئے اس صفت کو ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں جو صفت ان کے مصدر کے علاوہ ہو اور وہ صفت ان کی خبر ہوتی ہے جیسے كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا (زید کھڑا ہونے والا تھا) اس میں کان نے اپنے فاعل زید کیلئے صفت قیام کو ثابت کیا جو اس کی خبر ہے اور یہ صفتِ قیام اس کی صفت مصدر کینونت کے علاوہ ہے۔

افعال ناقصہ کی وجہ تسمیہ: ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ افعال دوسرے افعال کی طرح صرف فاعل کے ساتھ بغیر خبر کے تام نہیں ہوتے ہیں لہٰذا یہ نقصان سے خالی نہیں ہیں اس لئے انہیں افعال ناقصہ کہتے ہیں۔

﴿دوسری بات: افعال ناقصہ کی تعداد﴾

افعال ناقصہ کل سترہ ہیں ان میں سے تیرہ اصل ہیں اور وہ یہ ہیں: كَانَ، صَارَ، ظَلَّ، بَاتَ، اَصْبَحَ، اَمْسٰى، اَضْحٰى، مَازَالَ، مَاانْفَكَّ، مَا بَرِحَ، مَافَتِيَ، مَادَامَ، لَيْسَ.

چار ملحق ہیں اور وہ یہ ہیں: كَادَ، اضَ، غَدَا، رَاحَ.

﴿تیسری بات: افعال ناقصہ کا عمل﴾

افعال ناقصہ جملہ اسمیہ یعنی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں تاکہ اپنے معنی کا اثر جملہ اسمیہ کی نسبت کو عطا کریں جیسے مثلاً صَارَ ہے اس کا معنی ہے انتقال صَارَ زَيْدٌ غَنِيًّا (زید غنی ہو گیا) اس مثال میں صَارَ فعل ناقص ہے جملہ اسمیہ زید غنی پر داخل ہے اور اپنے معنی یعنی انتقال کا حکم اور اثر جملہ اسمیہ کی نسبت کو عطا کر رہا ہے کہ زید ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو گیا ہے یعنی فقر سے غناء کی طرف منتقل ہو گیا ہے تو غناء کی جو نسبت ہے زید کی طرف وہ منتقل الیہ ہے اور زید منتقل ہونے والا ہے۔

افعال ناقصہ جملہ اسمیہ کے اول جز یعنی مبتدا کو رفع اور جزء ثانی یعنی خبر کو نصب دیتے ہیں اور اب ان کو مبتدا اور خبر نہیں کہیں گے بلکہ افعال ناقصہ کا اسم و خبر کہیں گے جیسے كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا (زید کھڑا ہونے والا ہے)۔

﴿چوتھی بات: کان کی تین اقسام﴾

کلمہ کان تین قسم پر ہے (١) کان ناقصہ (٢) کان تامۃ (٣) کان زایدہ

١)...... کان ناقصہ: کان ناقصہ وہ ہوتا ہے جو صرف فاعل پر تام نہیں ہوتا بلکہ خبر کا محتاج ہوتا ہے۔ جو اپنے فاعل کیلئے زمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثابت ہونے پر دلالت کرے خواہ یہ ثبوت زمانہ ماضی میں دائمی ہو جیسے كَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے) یا منقطع ہو یعنی خبر اسم سے جدا ہونے والی ہو جیسے كَانَ زَيْدٌ شَابًّا (زید جوان تھا)

٢)...... کان تامہ: کان تامہ وہ ہوتا ہے جو صرف فاعل پر تام ہوتا ہے خبر کی طرف محتاج نہیں ہوتا ہے اور یہ بمعنی ثبت وحصل ہے جیسے كَانَ الْقِتَالُ یعنی حصل القتال (لڑائی ہوئی)

٣)...... کان زائدہ: کان زائدہ وہ ہوتا ہے جس کا ہونا نہ ہونا برابر ہو یعنی اس کے ساقط ہونے کی وجہ سے جملہ کا معنی متغیر نہیں ہوگا۔ مثال شعر کے ذریعہ دے رہے ہیں۔

جِيَادُ ابنِي أَبِي بَكْرٍ تَسَامٰى
عَلٰى كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ

ترجمہ: میرے بیٹے ابوبکر کے عمدہ گھوڑے فوقیت رکھتے ہیں عربی تیز رفتار نشان لگے ہوئے گھوڑوں پر۔

محل استشہاد: اس مثال میں علی کان المسومة العراب میں کان زائدہ ہے اس کے بغیر بھی شعر کا معنی پورا ہو رہا ہے گویا کلام میں یہ زائدہ ہے۔

ترکیب: جیاد مضاف ابنیْ مبدل منہ ابی بکر بدل، بدل مبدل منہ سے ملکر مضاف الیہ جیاد کیلئے جیاد مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدا تسامی فعل ھی ضمیر مستتر فاعل علی حرف جار کان زائدہ المسومة موصوف العراب صفت موصوف صفت سے ملکر مجرور جار مجرور سے مل کر ظرف لغو متعلق تسامی فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر جیاد مبتدا کیلئے مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وَصَارَ لِلانْتِقَالِ نَحْوُ صَارَ زَيْدٌ غَنِيًّا وأَصْبَحَ وأَمْسٰى وأَضْحٰى تَدُلُّ عَلَى اقْتِرَانِ

مَضْمُونِ الْجُمْلَةِ بِتِلْكَ الأَوْقَاتِ نَحْوُ أَصْبَحَ زَيْدٌ ذاكِراً أي كَانَ ذَاكِراً فِي وَقْتِ الصُّبْحِ وبِمَعْنَى صَارَ نحو اَصْبَحَ زَيْدٌ غَنِيًّا وَتَامَّةٌ بِمعنى دَخَلَ فِي الصَّبَاحِ والضُّحى وَالْمَسَا وظَلَّ وبَاتَ يَدُلاَّنِ عَلى اقْتِرانِ مَضْمونِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيهِما نحو ظَلَّ زَيْدٌ كاتباً وبمعنى صَارَ وَمَازَالَ وَمَا فَتِئَ وَمَا بَرِحَ وَمَا انْفَكَّ تَدُلُّ عَلى اسْتِمْرَار ثُبُوتِ خَبَرِهَا لِفاعِلِها مذ قَبِلَهُ نَحْوُ ما زَالَ زَيْدٌ أمِيراً ويلازمها حرف النفي ومَا دَامَ يَدُلُّ عَلى تَوْقِيتِ أَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوتِ خَبَرِهَا لِفاعِلِها نَحْوُ أَقُوْمُ مَادَامَ الأَمِيرُ جَالِساً ولَيْسَ يَدُلُّ عَلى نَفْيِ الْجُمْلَةِ حالاً وقِيلَ مُطْلَقاً وقَدْ عَرَفْتَ بَقِيَّةَ أَحْكَامِهَا فِي القِسْمِ الأَوَّلِ فَلا نُعِيدُهَا.

ترجمہ: اور صار جو انتقال کیلئے آتا ہے جیسے صَار زَیْدٌ غَنِیًّا اور اَصْبَحَ، اَمْسٰی، اَضْحٰی مضمون جملہ کو ان اوقات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے: اَصْبَحَ زَیْدٌ ذَاکِرًا یعنی زید صبح کے وقت میں ذکر کرنے والا تھا اور (یہ تینوں کبھی) بمعنی صار بھی ہوتے ہیں جیسے: اصبحَ زَیْدٌ غَنِیًّا (زید غنی ہوگیا) (اور یہ تینوں) تامہ بھی ہوتے ہیں اس وقت اَصْبَحَ کا معنی ہوگا دخل فی الصباح اور امسی کا معنی ہوگا دخل فی المساء اور اضحی کا معنی ہوگا دخل فی الضحی اور ظل اور بات یہ دونوں مضمون جملہ کو اپنے اپنے اوقات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے ظَلَّ زَیْدٌ کَاتِبًا (یعنی زید دن کے وقت کاتب ہوگیا) اور یہ دونوں کبھی بمعنی صار بھی ہوتے ہیں جیسے ظل زید غنیا بمعنی صار زید غنیا ہے (زید غنی ہوگیا) اور مَازَالَ، مَافَتِئَ، مَابَرِحَ اور مَاانْفَکَّ دلالت کرتے ہیں اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثبوت کے استمرار و دوام پر دلالت کرتے ہیں جب سے فاعل نے خبر قبول کیا جیسے مازال زید امیرا (ہمیشہ زید امیر ہے) اور ان کو حرف نفی لازم ہے اور مادام دلالت کرتا ہے شئے کی تعیین پر اس مدت میں کہ اس کی خبر اس کے فاعل کیلئے ثابت ہے جیسے اَقُوْمُ مَادَامَ الْاَمِیْرُ جَالِسًا (میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھنے والا ہے) اور لیس معنی جملہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے فی الحال اور بعض حضرات نے مطلقاً کہا ہے اور ان افعال ناقصہ کے بقیہ احکام تم قسم اول میں پہچان چکے ہو پس ان

کو نہیں دہرائیں گے۔

«پانچویں بات: افعال ناقصہ کا استعمال»

صار انتقال کیلئے آتا ہے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جیسے صَارَ زَیْدٌ غَنِیًّا (زید غنی ہوگیا) یعنی انتقل زید من الفقر الی الغناء (زید حالت فقر سے حالت غنا کی طرف منتقل ہوا)

اصبح، امسی، اضحی: یہ تینوں افعال تین معنوں کیلئے آتے ہیں:

(۱) مضمون جملہ کو اپنے اپنے اوقات کے ساتھ ملانے کیلئے جیسے اَصْبَحَ زَیْدٌ ذَاکِرًا یہ اصل میں تھا کَانَ ذَاکِرًا فِیْ وَقْتِ الصُّبْحِ. اَمْسٰی زَیْدٌ مَسْرُوْرًا (زید شام کے وقت خوش ہونے والا تھا) اور اَضْحٰی زَیْدٌ حَزِیْنًا (زید چاشت کے وقت غمگین تھا)۔

(۲) اور یہ تینوں افعال کبھی صار کے معنی میں آتے ہیں اس وقت ان کے معنی میں ان کے اوقات کا لحاظ نہیں ہوگا جیسے اصبح زید غنیا (زید غنی ہوگیا)۔

(۳) اور یہ تینوں افعال کبھی کبھی تامہ بھی ہوتے ہیں اس وقت یہ دخل کے معنی میں ہونگے جیسے اصبح کا معنی ہوگا دخل فی الصباح اور امسی کا معنی ہوگا دخل فی المساء اور اضحی کا معنی ہوگا دخل فی الضحی۔

ظل اور بات: یہ دونوں بھی مضمون جملہ کو اپنے اپنے اوقات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے ظَلَّ زَیْدٌ کَاتِبًا یعنی حصل کتابته فی النهار (زید کی کتابت دن میں حاصل ہوئی) اور جیسے بَاتَ زَیْدٌ قَائِمًا ای حصل نومه فی اللیل (زید کی نیند رات میں حاصل ہوئی) اور یہ دونوں کبھی کبھی بمعنی صار بھی ہوتے ہیں جیسے ظل زید غنیا ای صار زید غنیا (زید غنی ہوگیا) بات زید فقیرا ای صار زید فقیرا (زید فقیر ہوگیا)۔

مازال، مافتی، مابرح. وماانفک: یہ چاروں افعال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کی خبر کا ثبوت ان کے فاعل کیلئے دائمی ہے جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے مَازَالَ زَیْدٌ اَمِیْرًا (زید ہمیشہ سے امیر ہے) یعنی جب سے زید نے امارت قبول کی اس وقت سے زید کی امارت دائمی ہے کبھی جدا نہیں ہوئی۔

ویلزمها حرف النفی: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ چاروں افعال کو حرف نفی لازم ہے یعنی جب ان افعال سے دوام واستمرار کا ارادہ کیا جائے تو حرف نفی اس کو لازم ہوگی کیونکہ حرف نفی کی وجہ سے ان میں دوام واستمرار کا معنی پیدا ہوگا اس لئے کہ ان افعال کے معنی میں نفی پائی جاتی ہے جیسے زال کا معنی زائل ہونا اسی طرح فتئ اور برح کا معنی بھی زائل ہونا ہے اور انفک کا معنی جدا ہونا ہے جب ان افعال پر ما نافیہ داخل ہوتا ہے تو نفی کی نفی ہو جاتی ہے اور ضابطہ ہے: **نفی النفی اثبات واستمرار** یعنی نفی کی نفی سے ثبوت اور دوام واستمرار کا معنی پیدا ہو جاتا ہے پس مازال کا معنی ہوگا نہیں زائل ہوا یعنی ہمیشہ رہا۔

مادام: یہ کسی امر کو مدت کے ساتھ موقت کرنے پر دلالت کرتا ہے جب تک فاعل کیلئے اس کی خبر کا ثبوت ہے جیسے **اقوم مادام الامیر جالسا** (میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھنے والا ہے) اس مثال میں متکلم نے اپنے کھڑے ہونے کی مدت کو امیر کے بیٹھنے کی مدت تک موقت ومتعین کر دیا۔

لیس: زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے اور بعض کا یہ کہنا ہے لیس مطلق نفی پر دلالت کرتا ہے۔

افعال ناقصہ کے بقیہ احکام چونکہ پہلی قسم میں گذر چکے ہیں مصنفؒ فرما رہے ہیں یہاں ان کو دوبارہ دہرانے کی حاجت نہیں۔

﴿افعالِ مقاربہ﴾

فصلٌ: أفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ هِیَ أفْعالٌ وُضِعَتْ لِلدَّلالَةِ عَلی دُنُوِّ الخَبَرِ لِفاعِلِها وَهِیَ عَلی ثَلاثَةِ أقْسامٍ الأوَّلُ للرَّجاءِ وهُوَ عَسٰی وهُوَ فِعْلٌ جَامِدٌ لا یُسْتَعْمَلُ مِنْهُ غَیْرُ الماضِی وهُوَ فِی العَمَلِ مِثْلُ کَادَ إلاّ أنّ خَبَرَهٗ فِعْلٌ مُضارِعٌ مَعَ أنْ نَحْو عَسٰی زَیْدٌ أنْ یَقُومَ ویَجُوزُ تَقْدِیمُ الْخَبَرِ عَلَی اسْمِهٖ نَحْوُ عَسٰی أنْ یَقُومَ زَیْدٌ وقَدْ تُحْذَفُ أنْ نَحْوُ عَسٰی زَیْدٌ یَقُومُ والثّانِی للحُصُولِ وهُوَ کَادَ وخَبَرُهٗ مُضارِعٌ دُونَ أنْ نَحْوُ کَادَ زَیْدٌ یَقُومُ وقَدْ تَدْخُلُ أنْ نَحْوُ کَادَ زَیْدٌ انْ یَقُومَ والثّالِثُ للأخْذِ والشُّروعِ فِی

الفِعْلِ وهُوَ طَفِقَ وجَعَلَ و كَرَبَ و أَخَذَ و اسْتِعْمَالُها مِثْلُ كَادَ طَفِقَ زَيْدٌ يَكْتُبُ و اَوْشَكَ و اسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ عَسٰى و كَادَ.

ترجمہ: یہ فصل افعال مقاربہ کے بیان میں ہے افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جنہیں خبر کو اپنے فاعل کے نزدیک کرنے پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہے اور وہ تین قسم پر ہیں پہلی قسم رجاء (یعنی امید ہے) کیلئے ہے اور وہ عسٰی ہے اور عسٰی فعل جامد ہے اس سے ماضی کے علاوہ دوسرے فعل استعمال نہیں کیا جاتا اور یہ عمل میں کَادَ کی طرح ہے (یعنی اس کی بھی خبر فعل مضارع ہوتی ہے) فرق اتنا ہے کہ عسٰی کی خبر فعل مضارع ان کے ساتھ ہوتی ہے اور کَادَ کی بغیر ان کے جیسے عَسٰی زَیْدٌ اَنْ تَقُوْمَ اور جائز ہے خبر کو مقدم کرنا اس کے اسم پر جیسے عَسٰی اَنْ یَّقُوْمَ زَیْدٌ اور کبھی کبھی ان کو حذف کیا جاتا ہے جیسے عَسٰی زَیْدٌ یَقُوْمُ اور دوسری قسم حصول کیلئے آتی ہے اور وہ کاد ہے اور اس کی خبر مضارع ہوتی ہے بغیر اَنْ کے جیسے کَادَ زَیْدٌ یَقُوْمُ (قریب ہے کہ زید کھڑا ہو) اور کبھی کبھی ان بھی داخل ہو جاتا ہے جیسے کَادَ زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ (زید کھڑے ہونے کے قریب ہے) اور تیسری قسم اخذ اور شروع فی الفعل کیلئے آتی ہے اور وہ طفق اور جعل، کرب اور اخذ ہیں اور ان کا استعمال کاد کی طرح ہے جیسے طَفِقَ زَیْدٌ یَکْتُبُ (زید نے لکھنا شروع کر دیا) اور اوشک بھی کاد اور عسی کی طرح ہے اَوْشَکَ زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ.

وضاحت: مصنفؒ افعال ناقصہ کو ذکر فرمانے کے بعد اب یہاں سے افعال مقاربہ کو ذکر فرمارہے ہیں اس فصل میں مصنفؒ نے دو باتیں ذکر فرمائی ہیں، **پہلی بات:** افعال مقاربہ کی تعریف، دوسری بات: افعال مقاربہ کی اقسام۔

﴿پہلی بات: افعال مقاربہ کی تعریف﴾

افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو خبر کو اپنے فاعل سے نزدیک کرنے پر دلالت کریں۔

فائدہ: عمل افعال مقاربہ: یہ افعال بھی افعال ناقصہ کی طرح اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

﴿دوسری بات: افعال مقاربہ کی اقسام﴾

افعالِ مقاربہ کی تین اقسام ہیں:

۱. للرجاء یعنی امید کیلئے ۲. للحصول یعنی حصول کیلئے، ۳. للاخذ والشروع فی الفعل (یعنی فعل میں شروع ہونے کیلئے)۔

پہلی قسم للرجاء: یعنی امید کیلئے ہے باعتبار امید کے خبر کو فاعل کے قریب کرنے کیلئے ہے، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ متکلم امید اور طمع رکھتا ہے نہ کہ یقین کہ حصول خبر فاعل کیلئے قریب ہے اور وہ عَسٰی ہے جیسے عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّخْرُجَ (امید ہے کہ زید عنقریب نکلے)

وهو فعل جامد: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ عَسٰی فعل جامد ہے اس سے ماضی کے سوا اور کوئی صیغہ نہیں آتا ہے جیسے عست وغیرہ اس سے امر، نہی، مضارع، اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغے نہیں آتے ہیں۔

وهو فی العمل مثل کاد: اور فعل عَسٰی کا عمل فعل کاد کی طرح ہے یعنی وہ کاد کی طرح اسم کو رفع دیتا ہے اور کاد کی طرح اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے۔

عسیٰ اور کاد میں فرق: یہ ہے کہ عسیٰ کی خبر مضارع اَنْ کے ساتھ ہوتی ہے اور فعل کاد کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے جیسے عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ (امید ہے کہ زید عنقریب کھڑا ہو) اس میں زید عَسٰی کا اسم ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور ان یقوم محل نصب میں ہے اور اس کی خبر ہے۔

ویجوز تقدیم الخبر: اور عسی کی خبر کی تقدیم اس کے اسم پر جائز ہے جیسے عَسٰی ان یقوم زید اس مثال میں ان یقوم عسیٰ کا فاعل ہونے کی بنا پر محلاً مرفوع ہے اور زید ان یقوم کا فاعل ہے اور اس صورت میں عَسٰی تامہ ہے اس کی خبر کی ضرورت نہیں ہے اور پہلی صورت میں عَسٰی ناقصہ ہے

وقد یحذف ان: اور کبھی استعمال اول میں عَسٰی کی خبر سے اَنْ مصدریہ کو کاد کے ساتھ مقاربت میں مشابہت کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے عسیٰ زید یقوم.

دوسری قسم للحصول: دوسری قسم حصول کیلئے ہے یعنی وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کیلئے یقیناً قریب ہے نہ کہ بطور امید کے اور وہ کاد ہے اس کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ

کے ہوتی ہے جیسے کَادَ زَیْدٌ یَقُوْمُ (زید یقیناً کھڑا ہونے کے قریب ہے) اس میں زید کاد کا اسم ہے اور یقوم محلاً منصوب ہو کر کاد کی خبر ہے اور اَنْ مصدر "کاد" کی خبر پر بھی داخل ہوتا ہے کیونکہ عسیٰ کے ساتھ مشابہت ہے جیسے کاد زید ان یقوم ۔

تیسری قسم: فعل کے شروع کرنے کیلئے ہے یعنی وہ اس امر پر دلالت کرنے کیلئے ہے کہ متکلم فاعل کیلئے خبر کے حصول کے قریب کی خبر دیتا ہے اس لئے کہ متکلم فاعل کو اس کے شروع کا یقین ہے نہ کہ امید۔ **وھو طفق** اور اس تیسری قسم کیلئے طفق بمعنی اخذ اور جعل بمعنی طفق اور کرب بمعنی قرب اور اخذ بمعنی شروع جیسے طَفِقَ زَیْدٌ یَخْرُجُ (زید نے یقیناً نکلنا شروع کردیا ہے)۔

واستعمالہ مثل کاد: اور ان چاروں الفاظ یعنی طفق، جعل، کرب اور اخذ کا استعمال کاد کی طرح ہے پس یہ چاروں فعل کاد کی طرح اسم اور خبر کو چاہتے ہیں پھر ان کی خبر کاد کی خبر کی طرح فعل مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے جیسے طفق زید یکتب (زید نے یقیناً لکھنا شروع کردیا ہے)۔

واوشک واستعمالھا مثل عسیٰ وکاد: اور اوشک کا استعمال عسی اور کاد کے استعمال کی طرح ہے یعنی کبھی خبر اَنْ کے ساتھ مثل عسیٰ اور کبھی بغیر اَنْ کے کاد کے مثل ہے جیسے اَوْشَکَ زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ یا اَوْشَکَ زَیْدٌ یَقُوْمُ.

اوشک بمعنی اسرع ہوتا ہے یہ بھی شروع کے معنی کیلئے آتا ہے۔

﴿افعالِ تعجُّب﴾

فصلٌ: فِعْلا التَّعَجُّبِ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ ولَهُ صِيغَتَانِ مَا أَفْعَلَهُ نَحْوُ مَا أَحْسَنَ زَيْداً أَيْ أَيُّ شَيْءٍ أَحْسَنَ زَيْداً وفِي أَحْسَنَ ضَمِيرٌ وهُوَ فَاعِلُهُ وأَفْعِلْ بِهِ نَحْوُ أَحْسِنْ بِزَيْدٍ ولا يُبْنَيَانِ إِلاَّ مِمَّا يُبْنَى مِنْهُ أَفْعَلُ التَّفْضِيلِ ويُتَوَصَّلُ فِي الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ ما أَشَدَّ استخراج في الاول واشدد باستخراجه في الثاني كما عَرَفْتَ في اسم

التفضيل ولا يَجُوزُ التَّصرِيفُ فِيهِما بتقدِيمٍ ولا التَّأخِيرُ ولا الفَصْلُ والمازنى أجازَ الفَصْلَ بِالظَّرْفِ نَحْوُ مَا أَحْسَنَ اليَوْمَ زَيْداً.

ترجمہ: تعجب کے دونوں فعل وہ ہیں جو وضع کئے گئے ہیں انشاء تعجب کیلئے اس کیلئے دو صیغے ہیں اول مَااَفْعَلَهٗ جیسے مااحسن زیدا یعنی کس چیز نے زید کو حسین بنایا اور احسن میں ایک ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے دوسرا صیغہ افعل بہ ہے جیسے احسن بزید یعنی کتنا ہی حسین ہے زید اور یہ دو صیغے نہیں بنائے جاتے مگر انہی افعال سے جن سے اسم تفضیل بنائے جاتے ہیں اور ذریعہ اور وسیلہ بنایا جاتا ہے ممتنع میں ما اشد استخراجا سے اول میں اور اشدد باستخراجہ سے ثانی میں جیسا کہ تم اسم تفضیل میں پڑھ چکے ہو اور ان دونوں میں تصرف جائز نہیں ہے تقدم کی نہ تاخُر کی اور نہ فصل کی اور امام مازنی نے ظرف کے ذریعے فصل کو جائز رکھا ہے جیسے مااحسن الیوم زیدا (کیا ہی عمدہ ہے وہ چیز جس نے آج زید کو حسین بنایا)۔

وضاحت: مصنفؒ اس فصل میں چار باتیں ذکر فرما رہے ہیں:

پہلی بات: فعل تعجب کی تعریف،

دوسری بات: فعل تعجب کے صیغے،

تیسری بات: فعل تعجب کے صیغے جن افعال سے آتے ہیں اور جن سے نہیں آتے ان کا ذکر،

چوتھی بات: جن افعال سے فعل تعجب کے صیغے نہیں آتے ہیں ان سے فعل تعجب لانے کا طریقہ:

﴿پہلی بات: فعل تعجب کی تعریف﴾

فعل تعجب وہ ہے جو انشاء تعجب کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

مصنفؒ نے انشاء تعجب کی قید لگا کر وہ افعال نکال دیئے جو تعجب کی خبر دیتے ہیں جیسے تَعَجَّبَ وغیرہ۔

﴿دوسری بات: فعل تعجب کے صیغے﴾

افعال تعجب کے دو صیغے ہیں:

پہلا صیغہ: ما افعلہ ہے جیسے ما احسنَ زیدا اَیٌ اَیُّ شیءٍ احسن زیدا (یعنی کس چیز نے زید کو صاحب حسن کردیا) اس میں ما استفہامیہ بمعنی ایّ شیء کے ہوکر مبتدا ہے احسن فعل ماضی ہے اس میں ضمیر ھو مستتر اس کا فاعل ہے اور زید مفعول بہ یہ جملہ ہوکر خبر ہے۔

دوسرا صیغہ: اَفْعِلْ بِہٖ ہے جیسے: احسن بزید اس میں احسن امر کا صیغہ ہے لیکن بمعنی ماضی احسن ہے اور بزید میں با جارہ زائدہ ہے اور زید اس کا فاعل ہے اور ہمزہ صیرورت کا ہے اور اس صورت میں احسن میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی کیونکہ اس کا فاعل زید موجود ہے پس احسن بزید کے معنی یہ ہونگے صار زید ذا حسن (زید صاحب حسن ہوگیا)۔

﴿تیسری بات﴾

﴿فعل تعجب کے صیغے جن افعال سے آتے ہیں اور جن سے نہیں آتے انکا ذکر﴾

فعل تعجب کے دونوں صیغے بھی انہی ابواب سے تیار ہوتے ہیں جن سے اسم تفضیل بنایا جاسکتا ہے یعنی صرف ثلاثی مجرد سے۔ ثلاثی مجرد بھی وہ جس میں لون وعیب کا معنی نہ ہو باقی ثلاثی مزید فیہ رباعی مجرد رباعی مزید فیہ اسی طرح ثلاثی مجرد جس میں لون وعیب کا معنی ہے ان سے یہ صیغے نہیں آتے ہیں۔

﴿چوتھی بات﴾

جن افعال سے فعل تعجب کے صیغے نہیں آتے ہیں ان سے فعل تعجب لانیکا طریقہ

ہر اس فعل سے جس سے صیغہ تعجب کا بنانا ممتنع ہے یعنی ثلاثی مجرد سے جس میں لون اور عیب کے معنی ہوں اور ثلاثی مزید فیہ اور رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ سے فعل تعجب کے پہلے صیغے کو مااشد استخراجا میں اشد سے اور اس کے دوسرے صیغہ کو اشدد باستخراجہ میں اشدد سے اور مثل کلمات جیسے اضعف یا احسن یا اقبح وغیرہ سے بناتے ہیں۔ اس طور پر کہ ان الفاظ کو ذکر کرنے کے بعد جن ابواب سے فعل تعجب لانا ممتنع ہے اس کے مصدر کو آگے ذکر کیا جائے اور پھر فعل ممتنع کے مصدر کو اس کا مفعول بہ بنایا جائے یا اس کو با جارہ کا مجرور بنایا جائے۔

اول کی مثال: ما اشد استخراجا (لفظی ترجمہ کس چیز نے اس کے نکلنے کو صاحب شدت

کیا، با محاورہ ترجمہ اس کا باہر نکلنا کیا ہی سخت ہے)۔

ثانی کی مثال: اشدد باستخراجہ (لفظی ترجمہ اس کا نکلنے صاحب شدت ہوا، با محاورہ ترجمہ اس کا باہر نکلنا کیا ہی سخت ہے)۔

ولا یجوز التصرف فیھما الخ : مصنفؒ اس عبارت سے یہ بات بیان فرمارہے ہیں کہ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم وتاخیر کا تصرف جائز نہیں اول میں مفعول بہ کو مقدم کرنا اور ثانی میں جار مجرور کو مقدم کرنا جائز نہیں ہے لہذا ما زیدا احسن یا بزید احسن کہنا درست نہیں ہے اسی طرح ان کے اور معمول کے درمیان فاصلہ کرنا بھی جائز نہیں ہے لہذا ما احسن فی الدار زیدا یا احسن الیوم بزید کہنا بھی درست نہیں ہے لیکن مازنی کے ہاں ان میں اور ان کے معمول میں ظرف کے ساتھ فصل جائز ہے کیونکہ ظرف میں وہ وسعت ہوتی ہے جو غیر ظرف میں نہیں ہوتی ہے لہٰذا ان کے ہاں ما احسن الیوم زیدا (یعنی کس چیز نے آج زید کو صاحب حسن بنایا) کہنا جائز ہے اسی طرح احسن الیوم بزید بھی جائز ہے۔

﴿افعال مدح وذم﴾

فصلٌ: أَفْعَالُ الْمَدْحِ والذَّمِّ ما وُضِعَ لِإنْشَاءِ مَدْحٍ أَوْ ذَمٍّ امَّا الْمَدْحُ فلهٗ فِعْلانِ نِعْم وفَاعِلُهٗ اسمٌ مَعرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ الرَّجُلُ زَيدٌ وقَدْ يَكُونُ فَاعِلُهٗ مُضْمَراً وَيَجِبُ تَمْيِيزُهٗ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوبَةٍ نَحْوُ نِعْمَ رَجُلاً زَيدٌ أَوْ بِما نَحْوُ قَوْلِهٖ تعالى فَنِعِمَّا هِيَ أيْ نِعْمَ شيئًا هِيَ وَزَيدٌ يُسَمَّى الْمَخْصوصَ بِالْمَدْحِ وحَبَّذا نَحْوُ حَبَّذا زَيدٌ حَبَّ فِعْلُ الْمَدْحِ وفَاعِلُهٗ ذَا والْمَخْصُوصُ زَيدٌ وَيَجُوزُ أَنْ يَقَعَ قَبْلَ مَخْصُوصٍ أَوْ بَعْدَهٗ تَمْيِيزٌ نَحْوُ حَبَّذا رَجُلاً زَيدٌ وحَبَّذا زَيدٌ رَجلاً او حَالٌ نَحْوُ حَبَّذا رَاكِباً زَيدٌ وحَبَّذا زَيدٌ راكِباً وامَّا الذَّمُّ فلَهٗ فِعْلانِ ايضا بِئْسَ نَحْوُ بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو وبِئْسَ غُلامُ الرَّجُلِ عَمْرٌو وبِئْسَ رَجُلاً عَمْرٌو وساءَ نَحْوُ سَاءَ الرَّجُلُ زَيدٌ وسَاءَ غُلامُ الرَّجُلِ زَيدٌ وسَاءَ رَجُلاً زَيدٌ وساءَ مثل بِئْسَ فی سائر الاقسام۔

ترجمہ: افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو انشاء مدح وذم کیلئے وضع کئے گئے ہیں بہرحال افعال مدح

پس اس کیلئے دو فعل ہیں اول نِعْمَ ہے اس کا فاعل وہ اسم ہوتا ہے جو معرف باللام ہوتا ہے جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ یا اس کا فاعل وہ ہوتا ہے جو معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَیْدٌ اور کبھی نعم کا فاعل مضمر یعنی مستتر ہوتا ہے اس وقت اس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ لانا واجب ہے جیسے نِعْمَ رَجُلًا زَیْدًا (زید اچھا ہے از روئے مرد ہونے کے) یا اس کی تمیز لفظ ما ہوگی جو نکرہ بمعنی شئے کے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان فنعما ھی ای نعم شئ ھی اور زید کو مخصوص بالمدح کا نام دیا جاتا ہے (یعنی مذکورہ مثالوں میں فاعل کے بعد جو زید واقع ہے اس کو مخصوص بالمدح کہتے ہیں) دوسرا فعل حَبَّذَا ہے جیسے حَبَّذَا زَیْدٌ حَبَّ فعل مدح ہے اور ذا اس کا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے (معنی کیا ہی عمدہ ہے زید) اور جائز ہے کہ مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد کوئی تمیز مذکور ہو جیسے حَبَّذَا رَجُلًا زَیْدٌ اور حَبَّذَا زَیْدٌ رَجُلًا یا مخصوص بالمدح کے بعد یا پہلے حال واقع ہے جیسے حَبَّذَا رَاکِبًا زَیْدٌ اور حَبَّذَا زَیْدٌ رَاکِبًا اور بہرحال افعال ذم اس کے دو فعل ہیں اول بئس ہے جیسے بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو اور بِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ اور بِئْسَ رَجُلًا عَمْرٌو (یعنی برا ہے مرد عمرو اور برا ہے مرد کا غلام عمرو اور برا ہے وہ باعتبار مرد ہونے کے) دوسرا فعل سَاءَ ہے جیسے: سَاءَ الرَّجُلُ زَیْدٌ برا ہے مرد زید اور سَاءَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَیْدٌ (برا ہے مرد کا غلام زید) اور سَاءَ رَجُلًا زَیْدٌ (برا ہے وہ باعتبار مرد کے زید) اور ساء مثل بِئْسَ کے ہے تمام اقسام میں۔

وضاحت: مصنفؒ اس فصل میں چار باتیں ذکر فرما رہے ہیں: **پہلی بات:** افعال مدح وذم کی تعریف اور افعال مدح کے صیغے، **دوسری بات:** نعم کے فاعل سے متعلق، اور **تیسری بات:** مخصوص بالمدح سے متعلق، اور **چوتھی بات:** افعال ذم کے صیغے اور ان کے استعمال سے متعلق

﴿پہلی بات: افعال مدح وذم کی تعریف اور افعال مدح کے صیغے﴾

افعال مدح وذم کی تعریف: افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو انشاء مدح وذم کیلئے وضع کئے گئے ہوں پس مَدَحْتُ زَیْدًا (میں نے زید کی مدح کی) اور ذَمَمْتُ زَیْدًا (میں نے زید کی مذمت کی) یہ انشاء مدح وذم ہے اور کرم زید اور شرف زید، عور زید اخبار مدح وذم کیلئے

ہیں نہ کہ انشاء مدح وذم کیلئے مذکورہ تعریف سے یہ خارج ہونگے۔

افعال مدح کے صیغے: افعال مدح کے دو صیغے ہیں نعم اور حبذا

﴿دوسری بات: نعم کے فاعل سے متعلق﴾

نِعْمَ کا فاعل وہ ہوتا ہے جو معرف باللام ہوتا ہے جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ (زید اچھا مرد ہے) یا اس کا فاعل وہ ہوتا ہے جو معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نعم غلام الرجل پہلی مثال میں الرجل نعم کا فاعل ہے اور دوسری مثال میں غلام نعم کا فاعل ہے۔

کبھی نعم کا فاعل ضمیر مستتر ہوتی ہے اس وقت اس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ لانا ضروری ہے جیسے نِعْمَ رَجُلًا زَیْدًا۔ اس مثال میں نعم میں ضمیر ھو مستتر ہے جو اس کا فاعل ہے اور رجلا اس کی تمیز ہے (زید اچھا ہے ازروئے مرد ہونے کے) یا اس کی تمیز لفظ "مَا" ہوگی جو نکرہ ہے اور بمعنی شی کے ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے فَنِعِمَّا ھِیَ اَیْ نِعْمَ شَیْءٍ ھِیَ اس مثال میں نعم میں ضمیر ھو مستتر ہے جو اس کا فاعل ہے۔ اور نکرہ ہے بمعنی شئ یہ ما نہ موصولہ ہے اور نہ موصوفہ اور ھی مخصوص بالمدح ہے۔ دوسرا فعل حبذا ہے جیسے حَبَّذَا زَیْدٌ اس میں حب فعل مدح ذا اس کا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے۔

﴿تیسری بات: مخصوص بالمدح سے متعلق﴾

فعل مدح اور ذم میں فاعل کے بعد جو چیز واقع ہوتی ہے اس کو مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں اس لئے کہ وہ مدح اور ذم کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ اس میں نعم فعل مدح ہے اور الرجل اس کا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے۔

مخصوص بالمدح سے پہلے یا بعد میں کسی تمیز کا ذکر کرنا جائز ہے، جیسے حَبَّذَا رَجُلًا زَیْدٌ اس میں رَجلا تمیز ہے جو کہ زید مخصوص بالمدح سے پہلے واقع ہے۔ اور حَبَّذَ زَیْدٌ رَجُلًا اس میں رجلاً تمیز زید مخصوص بالمدح کے بعد واقع ہے، اور یہ جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ مخصوص بالمدح سے پہلے حال واقع ہو، جیسے حَبَّذَا رَاکِبًا زَیْدٌ. اس میں راکبا حال ہے جو کہ زید سے پہلے واقع ہے۔ اور حَبَّذَا زَیْدٌ رَاکِبًا اس میں رَاکِبًا، حال زید مخصوص

بالمدح کے بعد واقع ہے۔

﴿چوتھی بات: افعال ذم کے صیغے اوران کا استعمال﴾

افعال ذم کے دوصیغے ہیں بئس اور ساء : بئس اورساء کا استعمال نعم کی طرح ہے یعنی ان دونوں کا فاعل یا تو معرف باللام ہوگا یا معرف باللام کی طرف مضاف ہوگا یا ان کا فاعل ضمیر مستتر ہوگی جس کی تمیز یا تو نکرہ منصوبہ ہوگی یا ما نکرہ بمعنی شی ہوگی۔

مثال: جیسے بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو (عمر برا مرد ہے) یہ بئس کا فاعل معرف باللام ہونے کی مثال ہے اس میں عمرو مخصوص بالذم ہے۔

بِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ: بئس کے فاعل کے معرف باللام کی طرف مضاف ہونے کی مثال ہے اور بئس رجلًا عَمْرٌو اس میں فاعل ضمیر مستتر ہونے کی مثال ہے جس کی تمیز رجلا نکرہ منصوبہ ہے۔

دوسرا فعل ساء کی مثالیں: جیسے سَاءَ الرَّجُل زَيْدٌ اور سَاءَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ اور سَاءَ رَجُلًا زَيْدٌ. پس ساء تمام اقسام میں بئس کے مانند ہے۔

﴿القسم الثالث فی الحروف﴾

اَلقِسْمُ الثَّالِثُ فِی الحَرُوفِ وقَدْ مَضٰی تَعْرِيفُهٗ وأقسامُهٗ سَبْعَةَ عَشَرَ حُرُوفُ الجَرِّ وَالحُرُوفُ المُشَبَّهَةِ بِالفِعْلِ، وحَرُوفُ العَطْفِ، وحُرُوفُ التَّنبِيه، وحُرُوفُ النِّداءِ، وحُرُوفُ الإيجابِ، وحُرُوفُ الزِّيادَةِ، وحَرْفا التَّفْسِيرِ، وحُرُوفُ المَصْدَرِ، وحُرُوفُ التَّحْضِيضِ، وحَرفُ التَّوَقُّعِ، وحَرفَا الاسْتِفْهام، وحُرُوفُ الشَّرْطِ، وحَرْفُ الرَّدعِ، وتَاءُ التَّأنِيثِ الساكنةِ، والتَّنوِينِ، ونُونا التَّأكِيدِ.

مصنفؒ یہاں سے کلمہ کی تیسری قسم حرف کو بیان فرمارہے ہیں حرف کی تعریف اوراس کی علامات گذرچکی ہیں حروف کی سترہ اقسام ہیں:

(۱) حروف جارہ (۲) حروف مشبہ بالفعل (۳) حروف عطف (۴) حروف تنبیہ (۵) حروف

نداء (۶) حروف ایجاب (۷) حروف زیادہ (۸) حروف تفسیر (۹) حروف مصدر (۱۰) حروف تحضیض (۱۱) حرف توقع (۱۲) حروف استفہام (۱۳) حروف شرط (۱۴) حروف ردع (۱۵) تائے تانیث ساکنہ (۱۶) تنوین (۱۷) نون تاکید

﴿حروف جارہ﴾

فصلٌ: حُرُوفُ الجَرِّ حُرُوفٌ وُضِعَتْ لإفضاءِ الفِعْلِ وشِبْهِهِ أوْمَعْنى الفعل إلى ماتَلِيْهِ نحومَرَرْتُ بِزَيْدٍ، وأنامارٌّ بزيدٍ، وهذا فِي الدّارِ أبُوكَ أيْ أُشِيرُ إلَيْهِ فِيها.

ترجمہ مع وضاحت: مصنفؒ یہاں سے حروف جارہ کو تفصیل سے ذکر فرما رہے ہیں چنانچہ حروف جارہ ذکر کرنے سے پہلے حروف جارہ کا فائدہ ذکر فرما رہے ہیں۔

حروف جارہ کا فائدہ: حروف جارہ وہ حروف ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اس اسم تک پہنچانے کیلئے وضع کئے گئے ہیں جو ان کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

فعل کو اسم کے قریب کرنے کی مثال: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ (گذرا میں زید کے ساتھ) اس مثال میں مررت فعل کو باحرف جر نے زید اسم تک پہنچایا ہے۔

شبہ فعل کو اسم کے قریب کرنے کی مثال: أنَا مَارٌّ بِزَيْدٍ (میں گذرنے والا ہوں زید کے ساتھ) اس مثال میں مار اسم فاعل شبہ فعل ہے اس کو باحرف جر نے زید تک پہنچایا ہے۔

معنی فعل کو اسم تک پہنچانے کی مثال: هٰذَا فِي الدَّارِ أبُوكَ (یہ گھر میں تیرا باپ ہے) اس مثال میں ھذا یہ معنی فعل ہے کیونکہ اس میں ھا أنَبِّهُ کے معنی میں ہے اور ذا أُشِيرُ کے معنی میں ہے پس ھذا فی الدار کے معنی أُشِيرُ إلَيْهِ فِيهَا ہے (میں اس گھر کی طرف اشارہ کرتا ہوں) اب اس میں ھذا معنی فعل کو فی حرف جر نے الدار جو کہ اسم ہے اس تک پہنچا دیا ہے۔

﴿حروف جارہ کی وضع اور ان کا استعمال﴾

وهِيَ تِسْعَةَعَشَرَ حَرْفاً مِنْ وَهِيَ لابْتِداءِ الغَايَةِ وعَلامَتُهُ أنْ يَصِحَّ فى مُقَابَلَتِهِ الانْتِهاءُ كَمَاتَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ البَصْرَةِ إلى الكُوفَةِ ولِلْتَّبْيِينِ وعَلامَتُهُ أنْ يَصِحَّ

وَضْـعُ لفظِ الّذِی مَکانَهٗ کَقَوْلِهٖ تعالی: فـاجْتَنِبوا الرِّجْسَ مِنَ الأَوْثان وللتّبعیض وعَلامَتُهٗ أَنْ یَصِحَّ لفظُ بَعْضٍ مکانَهٗ نَحْوُ أَخَذْتُ مِنَ الدَّراھِمِ و زائِدَةً وَعلامَتُهٗ أَنْ لا یَـخْتَـلَّ الـمَعْنٰی بِاِسْقَاطِھَا نَحْوُ مَاجاءَنِی مِنْ أَحَدٍ ولا تُزادُ فِی الکَلامِ المُوجَبِ خِلافاً لِلْکُوفِیِّیْنَ واما قولھم قد کَانَ مِن مَّطَرٍ وَشِبْهُهٗ فَمُتَاَوَّلٌ۔

وضاحت: حروف جارہ انیس ہیں: ان میں سے مِنْ کو پہلے ذکر فرما رہے ہیں مِنْ کو پہلے اس لئے ذکر فرما رہے ہیں کہ من ابتداء کیلئے ہے لہذا یہ ابتداء میں آئے یہی اولیٰ وانسب ہے۔

(۱) حرف مِنْ اوراس کا استعمال: یہ چار معنوں کیلئے آتا ہے (۱) ابتداء غایت کیلئے (۲) تبیین کیلئے (۳) تبعیض کیلئے (۴) زائدہ

(۱) ابتداء غایت کیلئے: یعنی اس چیز کی ابتداء بتانے کیلئے جس کی کوئی انتہاء ہو اس کی علامت یعنی یہ ابتداء غایت کا معنی کیلئے جب ہوگا جب اس کے مقابلے میں الی کا آنا صحیح ہو جو کہ انتہائے غایت کیلئے آتا ہے

مثال: **سِرْتُ مِنَ الْبَصَرَةِ اِلَی الْکُوْفَةِ** (میں نے سیر کی بصرہ سے کوفہ تک)۔

(۲) تبیین کیلئے: یعنی مقصود کے اندر جو ابہام ہوتا ہے اس کی وضاحت کیلئے آتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اگر مِنْ کو ہٹا کر اس کی جگہ الذی رکھ دیا جائے تو یہ صحیح ہو جیسے **فَاجْتَنِبُو الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ** (تم بچو پلیدی سے جو کہ بت ہیں) اس میں مِنْ کی جگہ الذی رکھ دیا جائے تو معنی درست ہوتا ہے یعنی الذی الاوثان یہاں مِنْ تبیین یعنی وضاحت کیلئے استعمال ہوا ہے۔

(۳) تبعیض کیلئے: بھی آتا ہے یعنی فعل بعض مجرور کے ساتھ متعلق ہے اسکی علامت یہ ہے کہ مِنْ کی جگہ اگر لفظ بعض رکھ دیا جائے تو معنی صحیح رہیں جیسے **اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاھِمِ اَیْ بَعْضَ الدَّرَاھِمِ** اس میں مِنْ کی جگہ اگر بعض رکھدیا جائے تو معنی درست ہوتا ہے اس لئے یہاں مِنْ تبعیض کیلئے ہے۔

(۴) زائد ہوتا ہے: کبھی مِنْ کلام میں زائد بھی ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کو کلام سے گرا دینے سے معنی میں کوئی فرق نہ آئے یعنی کلام میں ہونا نہ ہونا برابر ہو جیسے **مَاجَاءَنِیْ مِنْ**

اَحَدٍ (میرے پاس کوئی نہیں آیا) اس میں حرف مِنْ کلام میں نہ ہوتا اور ماجاء نی احد ہوتا تب بھی کلام درست ہوتا۔ تو یہاں من زائدہ ہے۔

مِنْ زائدہ کے بارے میں کوفیین اور بصریین کا اختلاف: مِنْ کلام موجب (جس میں نفی، نہی، استفہام نہ ہو) میں زائدہ ہوتا ہے یا کلام غیر موجب میں (جس میں نفی، نہی، استفہام ہو)

بصریین : کے نزدیک من کلام غیر موجب میں زائد ہوتا ہے اور کلام موجب میں زائدہ نہیں ہوتا ہے۔ جیسے مَاجَاءَ نِی مِنْ اَحَدٍ میں مصنفؒ کے نزدیک بصریین کا مذھب مختار ہے اس لئے اس کو پہلے ذکر کردیا۔

کوفیین : کے نزدیک من کلام موجب میں زائدہ ہوتا ہے جیسے قَدْ کَانَ مِنْ مَّطَرٍ
نحاۃ کوفہ کہتے ہیں عربوں کا اس قول میں من زائدہ ہے جو کہ کلام موجب میں واقع ہے۔

واما قولهم قد كان: مصنفؒ اس عبارت سے کوفیوں کو جواب دے رہے ہیں کہ عرب کا قول قَدْ کَانَ مِنْ مَّطَرٍ اور اس کے ہم مثل متاول (یعنی تاویل کئے ہوئے) ہیں یعنی عرب کا مذکورہ قول میں من زائدہ نہیں ہے بلکہ یا تو تبعیض کیلئے ہے جیسے قَدْ کَانَ مِنْ مَّطَرٍ بعض مطر کے معنی میں ہے یا تبیین کیلئے ہے ای قد کان شئی من مطر یا بطور حکایت واقع ہے گویا کسی کہنے والے نے کہا هل کان من مطر ؟ اس کے جواب میں کہا قَدْ کَانَ مِنْ مَّطَرٍ۔

﴿مِنْ کا استعمال ذیل کے معنوں میں بھی ہوتا ہے﴾

۱)......کبھی من بمعنی فی آتا ہے جیسے اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ من الخ.. ای فِی یَوْمِ الْجُمُعَۃِ

۲)......کبھی بمعنی با آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یَنْظُرُوْن من طرف خفی ای بطرف خفی

۳)......کبھی بمعنی بدل آتا ہے جیسے اللہ کا فرمان ہے کہ ارضیتم بالحیوۃ الدنیامن الآخرۃ ای بدل الآخرۃ

۴)......کبھی من بمعنی علی آتا ہے جیسے نَصَرْنَاہُ مِنَ الْقَوْمِ اَیْ عَلَی الْقَوْمِ

۵)......کبھی بمعنی قسم آتا ہے جیسے مِنْ رَبِّیْ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا

۶)......کبھی فصل کیلئے آتا ہے جب مِن دو متضاد چیزوں میں سے دوسرے پر داخل ہو جیسے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ.

والی وَھِیَ لانتِھاءِ الغَایَۃِ کَمَا مَرَّ وبِمَعْنی مَعَ قَلِیلاً کَقَوْلِہٖ تَعالی فاغسِلُوا وُجُوہَکُمْ وَأَیْدِیَکُمْ إلی المَرافِقِ.

(۲) اِلٰی جارہ اوراسکا استعمال: حروف جارہ میں سے دوسرا حرف اِلٰی ہے یہ انتہائے غایت کیلئے آتا ہے یہ مِنْ ابتدائیہ کے مقابلے میں واقع ہوتا ہے جیسے سِرْتُ مِنَ الْبَصَرَۃِ اِلَی الْکُوفَۃِ اور کبھی اِلٰی بمعنی مَعَ کے آتا ہے جیسے اللہ تعالی کو فرمان ہے: فَاغسلوا وجوھکم وایدکم الی المرافق ای مع المرافق (تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ) یہاں الی بمعنی مع کے ہے۔

وحَتّٰی وھِیَ مِثْلُ إلی نَحْوُ نِمْتُ البَارِحَۃَ حَتّی الصَّباحِ وبِمَعْنی مَعَ کَثِیراً نَحْوُ قَدِمَ الحَاجُّ حَتّی المُشَاۃِ ولا تَدْخُلُ الاعَلی الظَّاھِرِ فلایُقَالُ حَتَّاہُ خِلافاً لِلمُبَرِّدِ. وقَوْلُ الشَّاعِرِ: فَلا وَاللّٰہِ لا یَبْقی أُناسٌ فَتًی حَتَّاکَ یا ابن أبِی زِیَادِ فشاذ.

(۳) حتی جارہ اوراسکا استعمال: حروف جارہ میں سے تیسرا حرف حَتّٰی ہے یہ بھی اِلٰی کیطرح انتہاء غایت کیلئے آتا ہے جیسے نِمْتُ الْبَارِحَۃَ حَتَّی الصَّبَاحِ (میں گذشتہ رات سویا صبح تک)

وبمعنی مع کثیرًا: اور حتی بمعنی مع ہوکر کلام عرب میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے جیسے قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّی الْمَشَاۃ اَیْ مَعَ الْمَشَاۃ (حاجی لوگ مع پیادہ پا حاجیوں کے آگئے)، مَشَاۃٌ جمع مَاشِی کے ہے حتی بمعنی مع کثیرًا آتا ہے اور بمعنی الی کم آتا ہے۔

وَلَاتَدْخُلُ اِلَّاعَلَی الظَّاھِرِ فَلَایُقَالُ حَتَّاہُ خِلَافًالِلْمَبَرِّدْ وَقَوْلُ الشاعر شعر

اور حتی اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا ہے برخلاف الی کے کہ وہ اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے پس حتاہ نہیں کہا جاتا ہے۔

برخلاف امام مبرد: کہ وہ حَتّٰی جارہ کو ضمیر پر داخل ہونے کو جائز کہتے ہیں مبرد استدلال

میں ایک شاعر کا شعر پیش کر رہے ہیں جسمیں حتّٰی ضمیر پر داخل ہوا ہے جیسے مذکورہ شعر میں حتّاک میں حتّٰی "ک" ضمیر پر داخل ہوا ہے۔

مصنفؒ امام مبرد کو یہ جواب دیتے ہیں کہ اس طرح کا شعر شاذ ہے یعنی جمہور نحاۃ کے نزدیک مذکورہ شعر میں جو حتیٰ ک ضمیر پر داخل ہے یہ شاذ ہے جس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔

شعر:

فَلاَ وَاللّٰهِ لَایَبْقٰی اُنَاسٌ
فَتَی حَتَّاکَ یَاابْنَ اِبَی زِیَاد

ترجمہ: خدا کی قسم کوئی آدمی بھی باقی نہیں رہے گا اور نوجوان بھی یہاں تک کہ اب اے ابن زیاد تو بھی باقی نہیں رہے گا۔

محل استشہاد: مذکورہ شعر میں حتیٰ کاف حرف پر داخل ہے۔ اس مین چند حضرات کا اختلاف ہے:

(۱) جمہور نحاۃ کا قول ہے کہ "حتاک یا ابن زیاد" میں حتیٰ جو کہ ضمیر مجرور کاف پر داخل ہوا ہے، جس پر قیاس کرنا ممتنع ہے، لیکن یہ بات شاذ ہے، (۲) مبرد صاحب حتیٰ کو ضمیر مجرور پر داخل ہونا جائز قرار دیتے ہیں۔ (۳) مصنف کا قول بھی یہی ہے کہ یہ کلام شاذ ہے۔

ترکیب: فلا میں لا زائدہ ہے، واللہ جار مجرور متعلق اُقسم کے ہو کر قسم ہوا، لا یبقی فعل، اناس مبدل منہ فتی بدل ہوا، اب مبدل منہ مع البدل ملکر فاعل ہوا لا یبقی فعل کے لیے حتاک جار مجرور متعلق ہوا لا یبقی سے اب لا یبقی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ یا حرف ندا، ابن مضاف ابی مضاف الیہ مضاف، زیاد مضاف الیہ، اَب مضاف مع مضاف الیہ ملکر مضاف الیہ ہوا پہلے مضاف کے لیے، اب مضاف مع مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ہوا، ابن مضاف کے لیے، اب مضاف مع المضاف الیہ مل کر منادی ہوا، اب یا حرف ندا مع المنادی مل کر جملہ ندائیہ انشائیہ ہوا۔

وفِی هِیَ لِلظَّرْفِیَّةِ نَحْوُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ والماءُ فِی الْكُوزِ وبِمَعْنٰی علی قَلِیلاً نحوقَوْلِهٖ تعالی وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِی جُذُوعِ النَّخْلِ.

(۴) فی جارہ اوراسکا استعمال : حروف جارہ میں سے چوتھا حرف فی ہے اور کلمہ فی ظرفیت کیلئے ہے یعنی اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کیلئے ظرف بتانے کیلئے آتا ہے جیسے زَیۡدٌ فِی الدَّارِ (زید گھر میں ہے) اور اَلْمَاءُ فِی الْكُوْزِ (یعنی پانی مشکیزہ میں ہے)

وَبِمَعْنٰی عَلٰی قَلِیۡلًا نَحۡوُ قَوۡلِهٖ تَعَالٰی وَلَاُصَلِّبَنَّكُمۡ فِیۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ

وضاحت مع معنی: اور حرف فی علی کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن یہ کم آتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے وَلَاُصَلِّبَنَّكُمۡ فِیۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ اَیۡ عَلٰی جُذُوۡعِ النَّخۡلِ (یعنی میں تم کو کھجور کے تنوں پر ضرور سولی دونگا)

وَالۡبَاءُ وَهِیَ لِلۡاِلۡصَاقِ نَحۡوُ مَرَرۡتُ بِزَیۡدٍ اَیۡ اِلۡتَصَقَ مُرُوۡرِیۡ بِمَوۡضِعٍ یَقۡرُبُ مِنۡهُ زَیۡدٌ، وَلِلۡاِسۡتِعَانَةِ نَحۡوُ كَتَبۡتُ بِالۡقَلَمِ، وَقَدۡ یَكُوۡنُ لِلتَّعۡلِیۡلِ كَقَوۡلِهٖ تَعَالٰی اِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ بِاتِّخَاذِكُمُ الۡعِجۡلَ، وَلِلۡمُصَاحَبَةِ كَخَرَجَ زَیۡدٌ بِعَشِیۡرَتِهٖ، وَلِلۡمُقَابَلَةِ كَبِعۡتُ هٰذَا بِذَاكَ وَلِلتَّعۡدِیَةِ كَذَهَبۡتُ بِزَیۡدٍ، وَلِلظَّرۡفِیَّةِ كَجَلَسۡتُ بِالۡمَسۡجِدِ، وَزَائِدَةٌ قِیَاسًا فِی الۡخَبَرِ النَّفۡیِ نَحۡوُ مَا زَیۡدٌ بِقَائِمٍ، وَفِی الۡاِسۡتِفۡهَامِ نَحۡوُ هَلۡ زَیۡدٌ بِقَائِمٍ وَسَمَاعًا فِی الۡمَرۡفُوۡعِ نَحۡوُ بِحَسۡبِكَ زَیۡدٌ اَیۡ حَسۡبُكَ زَیۡدٌ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا اَیۡ كَفَی اللّٰهُ وَفِی الۡمَنۡصُوۡبِ نَحۡوُ اَلۡقٰی بِیَدِهٖ اَیۡ اَلۡقٰی یَدَهٗ.

(۵) ”با“ جارہ اوراسکا استعمال: حروف جارہ میں سے پانچواں حرف با ہے اور یہ چند معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) الصاق کیلئے، (۲) استعانت کیلئے، (۳) تعلیل کیلئے، (۴) مصاحبت کیلئے، (۵) مقابلہ کیلئے، (۶) تعدیہ کیلئے، (۶) ظرفیت کیلئے، (۸) زائدہ

۱)...... **الصاق کیلئے:** یعنی اس امر کا فائدہ دینے کیلئے کہ کوئی چیز اس کے مجرور کے ساتھ ملصق اور متصل ہے

جیسے مَرَرۡتُ بِزَیۡدٍ اَیۡ اِلۡتَصَقَ مُرُوۡرِیۡ لِمَوۡضِعٍ یقرب منه زید میں زید کے پاس سے گذرا (یعنی میرا گذرنا اس جگہ کیساتھ کہ جس جگہ سے زید قریب ہے)

۲)...... **استعانت کیلئے:** استعانت کے لغوی معنی مدد چاہنے کے ہیں با استعانت وہ ہوتی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میرے مدخول سے میرا فاعل مدد طلب کرتا ہے جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (میں نے قلم کے ساتھ لکھا یعنی قلم کی مدد سے لکھا)

۳)...... **تعلیل کیلئے:** با کبھی تعلیل کیلئے ہوتی ہے یعنی یہ بتلانے کیلئے کہ میرا مدخول فعل کا سبب اور علت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو فرمان ہے: اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ (بے شک تم نے اپنے نفسوں پر بچھڑا بنانے کے سبب ظلم کیا) اس میں **اتخاذ عجل** (یعنی بچھڑے کی پرستش) ظلم کیلئے سبب اور علت ہے۔

۴)...... **مصاحبت کیلئے:** یعنی اس کا فائدہ دینے کیلئے کہ اس کا مجرور دوسرے کے ساتھ تعلق فعل میں شریک ہے جیسے خَرَجَ زَیْدٌ بِعَشِیْرَتِہٖ (زید اپنے کنبہ کے ساتھ نکلا) اور اس کی علامت یہ ہے کہ با کی جگہ لفظ مع رکھنے سے معنی صحیح رہیں گے۔

۵)...... **مقابلہ کیلئے:** یعنی اس امر کا فائدہ دینے کیلئے کہ اس کا مجرور کسی دوسری شئی کے مقابلہ میں ہے۔ جیسے بِعْتُ ھٰذَا بِذَاکَ اَیْ بِمُقَابِلَۃِ ذَاکَ (یعنی میں نے اس کو اس کے مقابلہ میں بیچا)

۶)...... **تعدیہ کیلئے:** "با" تعدیہ کیلئے ہوتی ہے یعنی فعل لازم کو متعدی کرنے کیلئے آتی ہے جیسے ذَھَبْتُ بِزَیْدٍ (میں زید کو لے گیا) اور ذَھَبَ زَیْدٌ لازم ہے بمعنی زید چلا گیا

۶)...... **ظرفیت کیلئے:** جیسے جَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ اَیْ فِی الْمَسْجِدِ یعنی میں مسجد میں بیٹھا

۸)...... **زائدہ:** یعنی با زائدہ بھی ہوتی ہے زائدہ ہونا دو مقام پر قیاسی ہے اور باقی مقامات پر سماعی ہے۔

قیاسی: جن مقامات پر با زائدہ ہوتی ہے ان میں سے ایک مقام یہ ہے کہ نفی کی خبر پر با زائدہ ہوتی ہے جیسے مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ (زید قائم نہیں ہے) اور دوسرا مقام یہ ہے کہ استفہام کی خبر پر با زائدہ ہوتی ہے جیسے ھَلْ زَیْدٌ بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا ہے)

وسماعا فی المرفوع: اس کا عطف قیاساً پر ہے اور با سماعاً مرفوع میں زائد ہوتی ہے خواہ وہ

مرفوع مبتداء ہو جیسے بِحَسْبِکَ زَیْدٌ (تجھ کو زید کافی ہے) اس میں حسبک مبتداء ہے اس پر با زائدہ ہے خواہ وہ مرفوع خبر ہو جیسے حَسْبُکَ بِزَیْدٍ اس میں زید خبر ہے اس پر با زائدہ داخل ہوا ہے۔

اور خواہ وہ مرفوع فاعل ہو جیسے کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا اَیْ کَفَی اللّٰہُ شَہِیْدًا اس میں لفظ اللہ فاعل ہے اس پر باء زائد داخل ہوا ہے۔

وفی المنصوب: اس کا عطف مرفوع پر ہے اور "با" منصوب پر بھی زائدہ ہوتی ہے جیسے اَلْقٰی بِیَدِہٖ اَیْ اَلْقٰی یَدَہٗ (اس نے اپنے ہاتھ کو ڈالا) اس میں یدہ مفعول ہے اس پر با زائدہ داخل ہوئی ہے۔

وَالّلامُ وھِیَ لِلاخْتِصَاصِ نَحْوُ الجُلُّ لِلفَرَسِ وَالْمَالُ لِزَیْدٍ وَلِلتَعْلِیلِ کَضَرَبْتُہٗ لِلتَّأْدِیبِ وزَائِدَۃٌ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی رَدِفَ لَکُم اَیْ رَدِفَکُم وبِمَعْنٰی عَنْ إذَا اسْتُعْمِلَ مَعَ الْقَوْلِ کَقَولِہٖ تعالی وَقَالَ الَّذِینَ کَفَرُوا لِلَّذِینَ آمَنُوا لَوْ کَانَ خَیْراً مَّاسَبَقُونَا إلَیہِ وفِیہِ نَظَرٌ وبِمَعْنی الواوِ فِی القَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ کَقَوْلِ الْھَزْلی شِعْرٌ:

لام پانچ معنوں کیلئے آتا ہے: (۱) اختصاص (۲) تعلیل (۳) عن کے معنی میں (۴) زائدہ (۵) بمعنی واو

۱)......**اختصاص کیلئے:** یعنی اپنے مدخول کو کسی چیز کیلئے ثابت کرنے کیلئے خواہ وہ ثبوت بطریق استحقاق ہو جیسے اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ (یہ لگام گھوڑے کیلئے ہے) خواہ بطریق ملکیت ہو جیسے اَلْمَالُ لِزَیْدٍ (یہ مال زید کا ہے) یعنی اس کی ملکیت ہے۔

۲)......**تعلیل کیلئے:** یعنی یہ بیان کرنے کیلئے کہ اس کا مجرور کسی چیز کی علت ہے خواہ وہ علت ذھنی ہو جیسے ضَرَبْتُہٗ لِلتَّادِیْبِ (میں نے اس کو مارا ادب سکھانے کیلئے) اس میں تادیب ضرب کی علت غائی ہے جو کہ ذھن میں ہے۔ خواہ علت خارجی ہو جیسے خَرَجْتُ لِمَخَافَتِکَ (میں تیرے خوف کی وجہ سے نکلا) اس میں خوف خروج کی علت ہے جو کہ خارجی ہے۔

۳)......**زائدہ:** اور لام جارہ زائدہ ہوتا ہے جیسے رَدِفَ لَکُمْ اَیْ رَدِفَ کُمْ (وہ تمھارے پیچھے

ہوا) اور یہ اس وقت ہوگی جب کہ فعل متعدی بنفسہ ہو پس اس میں رَدِفَ متعدی بنفسہ ہے۔

۴)......عن کے معنی میں: اورلام جارہ بمعنی عن ہوتا ہے جبکہ وہ قول یا اس کے مشتقات کیساتھ واقع ہو۔ جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے قال الذین کفروا للذین امنوا لو کان خیرا ما سبقونا الیه اَیْ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (کہاں ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں کے حق میں جو ایمان لائے کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو مومنین ہم پر اس دین کیطرف سبقت نہ کرتے) یہاں لِلَّذِیْنَ عَنِ الَّذِیْنَ کے معنی میں ہے

۵)......واو کے معنی کیلئے: اورلام جارہ بمعنی واو قسم ہوتا ہے اور اس کا جواب قسم امور عظام میں سے ہوتا ہے جن سے تعجب کیا جاتا ہو جیسے لله لایؤخر الاجل ای و الله (اللہ کی قسم موت مؤخر نہیں ہوتی) اس میں لام واو قسم کے معنی میں ہے اور موت جواب قسم امور عظام میں سے ہے چونکہ اس کا استعمال امور عظام میں ہوتا ہے اس لئے لِلّٰهِ طَارَ الذُّبَابُ (یعنی اللہ کی قسم مکھی اڑی) نہیں کہا جاتا ہے۔

شاعر ھزلی کا قول: لِلّٰهِ یَبْقٰی عَلَی الْاَیَّامِ ذُوْحَیَدٍ
بِمُشْمَخِرٍّ بِهِ الظَّیَّانُ وَالْاٰسُ

مشکل لغات: ذوحید: گرہ جو پہاڑی بکرا کے سینگ پر ہوتی ہے، مشمخر: بلند پہاڑ، ظیان: خوشبودار گھاس جسکو یاسمین دشتی کہتے ہیں، الاس: بمعنی درخت ریحان۔

شعر کا ترجمہ: خدا کی قسم دنوں کے گذرنے پر باقی نہیں رہے گا گرہ والے سینگوں والا پہاڑی بکرا بھی ایسی بلند پہاڑی میں جسمیں ظیان اور اس ہیں۔

ترکیب: للہ جار مجرور متعلق اقسم فعل کے، یبقی فعل، علی الایام جار مجرور متعلق یبقی کے، ذوحید فاعل ہے یبقی کا، با حرف جارم، مشمخر موصوف، بہ خبر مقدم، الظیان والاس معطوف معطوف علیہ ملکر مبتدا مؤخر، مبتداء اپنی خبر سے ملکر صفت مشمخر موصوف کیلئے، موصوف صفت سے ملکر مجرور باحرف جار کیلئے متعلق یبقی کیلئے پھر یہ جملہ جواب قسم ہوا۔

ورُبَّ وهِیَ لِلتَّقْلِیلِ کَمَا أَنَّ کَمْ الخَبَرِیَّةَ لِلتَّکْثِیرِ وتَسْتَحِقُّ صَدْرَ الکَلامِ ولا تَدْخُلُ إلاّ عَلَی نَکِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ نَحْوُ رُبَّ رَجُلٍ کَرِیمٍ لَقِیتُهُ أَوْ مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُفْرَدٍ

مُذَكَّرٍ ابدًا مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوبَةٍ نَحْوُ رُبَّهُ رَجُلاً وَرُبَّهُ رَجُلَيْنِ وَرُبَّهُ رجالًا وَرُبَّهُ إمرَأَةً كَذَالِكَ وعِنْدَ الكُوفِيِّيْنَ يَجِبُ المُطَابَقَةُ نَحْوُ رُبَّهُمَا رَجُلَيْنِ وَرُبَّهُمْ رِجَالاً وَرُبَّهُمَا امْرَأَتَيْنِ وقَدْ تَلْحَقُهَا مَاالكَافَّةُ وتَدْخُلُ عَلى الجُمْلَتَيْنَ نَحْوُ رُبَّمَا قَامَ زَيدٌ ورُبَّمَا زَيْدٌ قائِمٌ وَلابُدَّ لَها مِنْ فِعْلٍ مَاضٍ لِأَنَّ لِلتَّقْلِيْلِ اَلْمُتَحَقِّقُ وَهُوَ لايَتَحَقَّقُ اِلَّابِهٖ وَيُحْذَفُ ذٰلِكَ الفِعْلُ غالِباً كَقَوْلِكَ رُبَّ رَجُلٍ أَكْرَمَنِى فِى جَوَابِ مَنْ قَالَ هَلْ لَقِيْتَ مَنْ أَكْرَمَكَ أىْ رُبَّ رَجُلٍ أَكْرَمَنِى لَقِيتُهُ فأَكَرَمَنِى صِفَةُ الرَّجُلِ و لَقِيتُهٗ فِعْلُهَا وهُوَ مَحْذُوف.

(۷) رُبَّ جارہ اوراسکا استعمال: حرف جارہ میں سے ساتواں حرف رب ہے یہ تقلیل کیلئے آتا ہے جیسے کم خبریہ تکثیر کیلئے آتا ہے۔

تقلیل کیلئے: اور رُبَّ انشاء تقلیل کیلئے آتا ہے یعنی اپنے مدخول کے افراد میں قلت پیدا کرنے کیلئے جس طرح کم خبریہ انشاء تکثیر کیلئے آتا ہے اور رب صدر کلام میں آتا ہے اور رب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے رُبَّ رُجُلٍ كَرِيمٍ لَقِيتُهٗ (میں نے چند بزرگ آدمیوں سے ملاقات کی)

یا رُبَّ ایسی ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے جو ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے اور اس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہو۔ جیسے رُبَّهُ رَجُلاً وَرُبَّهُ رَجُلَيْنِ وَرُبَّهُ رجالًا وَرُبَّهُ إمرَأَةً ضمیر مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز کی ضرورت ہوئی اور یہ ضمیر بصریین کے نزدیک ہمیشہ مفرد ہوتی ہے خواہ اس کی تمیز مثنی ہو یا مجموع ہو خواہ مذکر ہو خواہ مؤنث۔ اس لئے کہ ضمیر مَاحَضَرَفِى الذّهن کی طرف لوٹتی ہے اور ایسی چیز کی طرف نہیں لوٹتی ہے جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے کوفیین کے نزدیک ضمیر مبہم کی تمیز کے ساتھ مطابقت ضروری ہے جیسے رُبَّهُ رَجُلاً وَرُبَّهُمَا رَجُلَيْنِ وَرُبَّهُمْ رِجَالاً وربها امراة وَرُبَّهُمَا امْرَأَتَيْنِ وربهن نساء.

اور کبھی کبھی رب کے ساتھ ما کافہ لاحق ہوتا ہے جو رب کے عمل کو روک دیتا ہے اس صورت میں ما کافہ رب کے ساتھ ملا کر لکھا جائیگا علیحدہ کر کے نہیں لکھا جائیگا۔

فتدخل علی الجملتین: جب رب کے ساتھ ما کافہ لاحق ہوتا ہے تو اس وقت وہ دو جملوں (اسمیہ وفعلیہ) پر داخل ہوتا ہے اس وقت وہ اس نسبت کی تقلیل یا تکثیر کیلئے ہوگا جو جملہ میں ہے۔ جیسے رُبَّمَا قَامَ زَیْدٌ یہ رُبَّ کے جملہ فعلیہ پر داخل ہونے کی مثال ہے یا رُبَّمَا زَیْدٌ قَائِمٌ یہ رُبَّ کے جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کی مثال ہے۔

ولابدلهامن فعل ماض الخ: مصنفؒ اس عبارت سے یہ بیان فرما رہے ہیں کہ رب کے ساتھ جو فعل متعلق ہوگا اس کا فعل ماضی ہونا ضروری ہے اس لئے کہ رب تقلیل محقق کیلئے وضع کیا گیا ہے اور یہ ماضی میں متصور ہے۔

اشکال: قرآن کریم میں رُبَّ فعل مضارع کے ساتھ استعمال ہوا ہے جبکہ مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا رُبَّ صرف فعل ماضی کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے رُبَمَا یَوَدُّالَّذِیْنَ۔

جواب: یہ ہے کہ ربما قرآن کریم میں جو فعل مضارع یود پر داخل ہے یہ متاول ہے اور وہاں یود بمعنی فعل ماضی ود ہے اس لئے کہ وعدہ چونکہ سچا ہونے والا ہے پس وہ بمنزلہ متحقق شدہ کے ہے گویا وہ ہو ہی گیا

ویحذف ذالک الفعل: اور یہ فعل جس سے رب متعلق ہے اکثر استعمال میں اگر قرینہ ہو تو اسے حذف کرنا جائز ہے جیسے تم سے کوئی شخص پوچھے هل لقیت من اکرمک (کیا تم نے اس شخص سے ملاقات کی جس جس نے تمہارا اکرام کیا) کے جواب میں رب رجل اکرمنی کہو ای رب رجل اکرمنی لقیته اسمیں لقیت رب کا فعل ہے جو کہ محذوف ہے اور حذف پر قرینہ سوال ہے۔

وَوَاوُ رُبَّ وهِیَ الْوَاوُ الَّتِی یُبْتَدَأُ بِهَا فِیْ أَوَّلِ الْكَلامِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ شعر: وبَلْدَةٍ لَیْسَ بِها أَنِیسُ =إلاَّ الیَعَافِیرُ وإلاَّ العِیسُ.

(۸) وَاوِ رُبَّ جارہ اور اس کا استعمال: حروف جارہ میں سے آٹھواں حرف وَاوِ رُبَّ ہے اور وَاو بمعنی رب وہ ہے جو شروع کلام میں آتی ہے۔

مثال: شاعر کا شعر: وبَلْدَةٍ لَیْسَ بِها أَنِیسُ

إلاّ اليَعَافِيرُ وإلاّ العِيسُ.

ترجمہ: اور میں نے بہت سے شہروں کو طے کیا اس میں سوائے یعافیر اور عیس کے اور کوئی انیس اور دوست نہیں ہے۔

لغات: انیس بمعنی دوست، یعافیر جمع یعفور کی ہے بمعنی مٹیالا رنگ کا ہرن، عیس جمع عیساء کی ہے اور عیساء مؤنث عیس کا ہے بھورے رنگ کے عمدہ اونٹ۔

وواوُ القَسَمِ وهِيَ تَختَصُّ بِالظّاهِرِ نحوُ وَاللّٰهِ وَالرَّحمٰنِ لَاضرِبَنَّ فلا يقال وَكَ.

(۹) واو قسم اور اس کا استعمال: حروف جارہ میں سے نواں حرف واو قسم ہے اور واو قسم اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے پس وہ اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتی۔ جیسے وَاللّٰهِ وَالرَّحمٰنِ لَاضرِبَنَّ واو قسم صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے لہذا وَكَ لَاضرِبَنَّ نہیں کہا جاتا ہے۔

وتاءُ القَسَمِ وهِيَ تَختَصُّ بِاللّٰه وحدَهُ فَلا يُقالُ تَالرَّحمنِ وقَولُهُم تَرَبِّ الكَعبَةِ شَاذٌّ.

(۱۰) تائے قسم اور اس کا استعمال: حروف جارہ میں سے دسواں حرف تائے قسم ہے تائے قسم صرف لفظ اللہ پر آتی ہے اس کے علاوہ کسی اسم ظاہر یا ضمیر پر داخل نہیں ہوتی ہے جیسے تَاللّٰهِ پس تَالرَّحمٰنِ نہیں کہا جاتا۔

اشکال: یہ ہوتا ہے کہ عرب لوگ ترب الکعبۃ استعمال کرتے ہیں؟

جواب: یہ ہے کہ یہ شاذ ہے اور شاذ کالمعدوم کے حکم میں ہوتا ہے۔

وباءُ القَسَمِ وهِيَ تَدخُلُ عَلَى الظّاهِرِ والمُضمَرِ نَحوُ بِاللّٰهِ وبِالرَّحمنِ وبِكَ.

(۱۱) بائے قسم اور اس کا استعمال: حروف جارہ میں گیارہواں حرف بائے قسم ہے اور بائے قسم اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے جیسے بِاللّٰهِ، بِالرَّحمٰنِ اور بِكَ کہنا بھی درست ہے۔

وَلابُدَّ لِلقَسَمِ مِنَ الجَوابِ وهِيَ جُملَةٌ تُسَمّٰى المُقسَمَ عَلَيهَا فَإِن كَانَت مُوجَبَةً يَجِبُ دُخُولُ اللامِ فِي الاسمِيَّةِ والفِعلِيَّةِ نَحوُ وَاللّٰهِ لَزَيدٌ قَائِمٌ وَ وَاللّٰهِ لَافعَلَنَّ

كَذَا وَاِنْ كَانَ فِى الاسمِيَة نَحوُ وَاللّٰهِ اِنَّ زَيدًا لَقَائِمٌ وَاِن كَانَت مَنفِيَةً وَجَبَ دُخُولُ مَا وَلَا نَحوُ وَاللّٰهِ مَا زَيدٌ بِقَائِمٍ وَوَاللّٰهِ لَا يَقُومُ زَيدٌ.

وَلَابُدَّ لِلقَسَمِ مِنَ الجَوَابِ: مصنفؒ حروف قسم کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے جواب قسم کو بیان فرما رہے ہیں پس قسم کیلئے جواب قسم کا ہونا ضروری ہے اور جواب قسم وہ ہے جس پر قسم کھائی جائے جیسے وَاللّٰهِ لَاَضرِبَنَّ زَيدًا (اللہ کی قسم میں زید کو ضرور ماروں گا) اس میں وَاللّٰهِ قسم ہے اور لَاَضرِبَنَّ زَيدًا جواب قسم ہے۔

وهِىَ جُملَةٌ تُسَمّٰى المُقسَمُ عَلَيهَا: اور جواب قسم جملہ ہوگا اس کا نام مُقسَمٌ عَلَيهَا ہوگا یعنی اس پر قسم کھائی ہوئی ہو۔

فَاِنْ كَانَتْ مُوْجِبَةً: اب یہ جملہ جو جواب قسم واقع ہے یا تو جملہ مثبتہ ہوگا یا منفیہ ہوگا اگر جملہ مثبتہ واقع ہو تو جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی صورت میں اس پر لام تاکید کا داخل ہونا ضروری ہے۔ گویا لام جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔

جملہ اسمیہ مثبتہ کی مثال: وَاللّٰهِ لَزَيدٌ قَائِمٌ، جملہ فعلیہ مثبتہ کی مثال: وَاللّٰهِ لَاَفعَلَنَّ كَذَا

اور اِنَّ مکسورہ صرف جملہ اسمیہ پر داخل ہوگا۔ جیسے وَاللّٰهِ اِنَّ زَيدًا لَقَائِمٌ

اور اگر یہ جواب قسم منفی ہو تو جواب قسم میں ما اور لا میں سے کسی ایک کا داخل ہونا ضروری ہے۔

مثال: وَاللّٰهِ مَا زَيدٌ لَقَائِمٌ اس میں جملہ اسمیہ میں ما نافیہ داخل ہے اور وَاللّٰه لَا يَقُوْمُ زَيدٌ یہ جملہ فعلیہ کی مثال ہے جس میں لا نافیہ داخل ہے۔

وَاعلَم اَنَّه قَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النَّفْىِ لِزَوَالِ اللَّبسِ كَقَوْلِهِ تعالى تَاللّٰهِ تَفْتَوءُ تَذْكُرُ يُوسُفَ اَىْ لا تَفْتَوءُ.

مصنفؒ یہاں سے یہ بات بیان فرما رہے ہیں کہ حرف نفی کو کبھی کبھی جملہ فعلیہ منفیہ جبکہ جواب قسم واقع ہو حذف کر دیا جاتا ہے یہ اس وقت ہے جب منفی کا مثبت سے التباس کا اندیشہ نہ ہو۔

مثال: اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ تَاللّٰهِ تَفتَوءُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ اس میں تفتوء تذکر یوسف جواب

قسم ہے یہ اصل میں لاتفتؤ تھا حرف نفی کو اس سے حذف کر دیا گیا اس لئے کہ مضارع مثبت جب جواب قسم واقع ہوتا ہے تو اس پر لام کا آنا ضروری ہے اور یہاں چونکہ فعل مضارع پر لام نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ وہ منفی ہے اور حرف نفی محذوف ہے۔

و يُحْذَفُ جَوابُ القَسَمِ إنْ تَقَدَّمَ ما يَدُلُّ عَلَيْهِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاللّٰهِ اَوْ تَوَسَّطَ القَسَمُ نَحْوُ زَيْدٌ واللّٰهِ قَائِمٌ.

ترجمہ: اور کبھی جواب قسم حذف کر دیا جاتا ہے اس وقت جبکہ قسم پر ایسا جملہ مقدم ہو جو جواب قسم پر دلالت کر رہا ہو۔ جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ وَاللّٰهِ اس کی اصل تقدیری عبارت واللہ لزید قائم ہے۔

زید قائم جو قسم پر مقدم ہے ہو جواب قسم کے محذوف ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔

یا جواب قسم اس وقت حذف کر دیا جاتا ہے جبکہ قسم اس جملہ کے درمیان میں واقع ہو جو جواب پر دلالت کر رہا ہے جیسے زَيْدٌ واللّٰهِ قَائِمٌ اصل میں تھا والله لزيد قائم۔

وعَنْ للمُجاوَزَةِ نَحْوُ رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ القَوسِ اِلَى الصَّيدِ.

(۱۲) عن جارہ اور اس کا استعمال: حروف جارہ میں سے بارہواں حرف عن ہے اور عن جارہ مجاوزت کیلئے آتا ہے یعنی اپنے مجرور سے کسی چیز کو دور کرنے کیلئے۔

مثال: رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ القَوسِ اِلَى الصَّيدِ (میں نے تیر کو کمان سے شکار کی طرف پھینکا) یعنی تیر کو کمان سے مجاوز کیا شکار کی جانب۔

وعَلٰى للاِسْتِعْلاءِ نَحْوُ زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ

(۱۳) علیٰ جارہ اور اس کا استعمال: حروف جارہ میں سے تیرہواں حرف علیٰ ہے اور علیٰ استعلاء کیلئے آتا ہے استعلاء کے معنی ہیں بلندی طلب کرنا یعنی جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرے مدخول پر کسی چیز کی بلندی طلب کی گئی ہے اور استعلاء خواہ حقیقی ہو جیسے زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ (زید چھت پر ہے)

یا حکمی ہو جیسے عَلَيْهِ دَيْنٌ (اس پر قرضہ ہے)

وَقَدْ يَكُونُ عَنْ وَعَلٰى اِسْمَيْنِ إذا دَخَلَ عَلَيْهِمَا مِنْ كما تقول جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِينِهٖ وَنَزَلْتُ مِنْ عَلَى الفَرَسِ.

ترجمہ: علیٰ اور عن کبھی اسم بھی ہوتے ہیں جبکہ ان پر من جارہ داخل ہو جائے من کا داخل ہونا ان کے اسم ہونے کی علامت ہے اور اس وقت عن بمعنی جانب ہوگا اور علی بمعنی فوق ہوگا جیسے جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِينِهٖ (میں اس کے دائیں جانب بیٹھا) اور نَزَلْتُ مِنْ عَلَى الفَرَسِ (میں گھوڑے کے اوپر سے اترا)

والكافُ لِلتَّشْبِيهِ نَحْوُ زَيْدٌ كَعَمْرٍو وزائِدَةٌ كَقَوْلِهٖ تعالى لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَقَدْ تَكُونُ اسماً كَقَوْلِ الشَّاعِرِ يَضْحَكْنَ عَنْ كَالبَرَدِ المُنْهَمِّ.

(۱۴) کاف تشبیہ اور اس کا استعمال: حروف جارہ میں سے چودھواں حرف کاف ہے تشبیہ کیلئے آتا ہے تشبیہ کیلئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے (۱) مشبہ (۲) مشبہ بہ (۳) وجہ تشبیہ (۴) حرف تشبیہ

یہاں صرف حرف تشبیہ کو ذکر کیا جاتا ہے جیسے زَيْدٌ كَعَمْرٍو (زید عمرو کی طرح ہوتا ہے)

اور کاف کبھی زائدہ بھی ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے) اس میں مثلہ پر کاف جارہ زائدہ ہے۔

اور کاف جارہ کبھی اسم ہوتا ہے بمعنی مثل کے جبکہ اس پر حرف جر داخل ہو۔

جیسے شعر: يَضْحَكْنَ عَنْ كَالبَرَدِ المُنْهَمِّ اس میں البرد پر کاف اسم ہے بمعنی مثل

ترجمہ: عورتیں ان دانتوں سے ہنستی ہیں جو لطافت (یعنی باریکی) میں پگھلے ہوئے موتی کے مانند ہیں۔

ومُذْ ومُنْذُ للزمان اما لِابْتِداءِ فِي الماضِي كَما تَقُولُ فِي شَعْبانَ ما رَأَيْتُهُ مُذْ رَجَبٍ اولِلظَّرْفِيَّةِ فِي الحاضِرِ نَحْوُ ما رَأَيْتُهُ مُذْ شَهْرِنا ومُنْذُ يَوْمِنا أَيْ فِي شَهْرِنا وفِي يَوْمِنا

(۱۵،۱۶) مذ اور منذ اور ان کا استعمال: حروف جارہ میں پندرہواں حرف مذ اور سولہواں حرف منذ ہے یہ دونوں ظرف زمان کیلئے آتے ہیں یہ دونوں حرف یا تو ماضی میں ابتداء زمانہ کیلئے آتے ہیں یعنی زمانہ ماضی میں فعل کی ابتداء کیلئے ہوں گے۔ جیسے شعبان کے مہینے میں آپکا قول ما رایته مذ رجب (میں نے اس کو رجب کے مہینے سے نہیں دیکھا) یعنی میرے اس کے نہ دیکھنے کی ابتداء رجب کے مہینہ سے ہے۔

یا زمانہ حاضر میں ظرفیت کیلئے آتے ہیں یعنی یہ بتانے کیلئے کہ فعل کا تمام زمانہ یہی زمانہ حاضر ہے جیسے رَأیْتُهُ مُذْ شَهْرِنا اور منذ یومنا (میں نے اس کو مہینہ میں یا آج کے دن سے نہیں دیکھا) یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کا پورا زمانہ یہ موجودہ مہینہ یا موجودہ دن ہے۔

وخَلا وعَدا وحَاشَا لِلاسْتِثْناءِ نَحْوُ جاءَنِی القومُ خَلا زَیْدٍ وحَاشا عَمْرٍو وعَدا بکرٍ.

(۱۷،۱۸،۱۹) خلا وعدا وحاشا اور ان کا استعمال: حروف جارہ میں سے سترہواں حرف خلا، اٹھارہواں حرف عدا اور انیسواں حرف حاشا ہے یہ تینوں حروف استثناء کیلئے آتے ہیں یعنی اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم سے خارج کرنے کیلئے آتے ہیں جیسے جاءَنِی القومُ خَلا زَیْدٍ وحَاشا عَمْرٍو وعَدا بکرٍ

یہ تینوں حرف کبھی حرف ہوتے ہیں اور کبھی فعل۔ ان کے مدخول کو جر دو گے تو یہ حرف جارہ ہونگے اور جب تم ان کے مدخول کو نصب دو گے تو یہ فعل ہونگے۔

﴿الحُرُوفُ المُشَبَّهَةُ بِالفِعْلِ﴾

فصلٌ: الحُرُوفُ المُشَبَّهَةُ بِالفِعْلِ سِتَّةٌ إنَّ وأنَّ وكَأنَّ ولَيْتَ ولكنَّ ولَعَلَّ هٰذِهِ الحُرُوفُ تَدْخُلُ عَلَى الجُمْلَةِ الاسْمِيَّةِ تَنْصِبُ الاسْمَ وتَرْفَعُ الخَبَرَ كَمَا عَرَفْتَ نحو إنَّ زَيْدًا قَائمٌ زَيْدٌ وقَدْ يَلْحَقُهَا ما الكافَّةُ فَتَكُفُّهَا عَنِ العَمَلِ وحِينَئِذٍ تَدْخُلُ عَلَى الأفْعَالِ نحو تَقُولُ إنّما قَامَ زَيْدٌ واعْلَمْ أنَّ إنَّ المَكْسُورَةَ الهمزةِ لا تُغَيِّرُ مَعْنى

الجُمْلَةِ بَلْ تُؤَكِّدُها وأَنَّ المَفْتُوحَةَ الهمزةَ مَعَ مابعدها من الاسْمِ والخَبَرِ فِي حُكْمِ المُفْرَدِ ولِذلِک يَجِبُ الكَسْرُ إذا كَانَ فِي ابْتِداءِ الكَلام نَحْوُ إنَّ زَيداً قَائِمٌ وبَعْدَ القَولِ كَقَوْلِهِ تَعَالِي يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ وبَعْدَ المَوْصُولِ نَحْوُ مارايت الّذى إنَّهُ فى المساجدِ إذا كَانَ فِي خَبَرِها اللامُ نَحو إنَّ زَيداً لَقَائِمٌ ويجِبُ الفَتْحُ حيث يَقَعُ فَاعِلاً نَحْوُ بَلَغَنِي أَنَّ زَيْداً قَائِمٌ وحيث يَقَعُ مَفْعُولاً نَحْوُ كَرِهْتُ أَنَّک قائِمٌ وحيث يَقَعُ مُبْتَداً نَحْوُ عِنْدِى أَنَّکَ قَائِمٌ وحيث يَقَعُ مُضَافاً إِلَيهِ نَحْوُ عَجَبْتُ من طول اَنَّ بكرًا قائمٌ وحيث يَقَعُ مَجْرُورًا نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ انَّ بَكراً قائِمٌ و بَعْدَ لَوْ نَحْوُ لَوْ أَنَّکَ عِنْدَنَا لَأَكْرَمتُکَ وبَعْدَ لَوْلا نَحْوُ لَوْلا أَنَّهُ حاضِرٌ لغاب زيد

وضاحت: مصنفؒ حروف جارہ کو ذکر فرمانے کے بعد اب یہاں سے حروف مشبہ بالفعل کو ذکر فرما رہے ہیں۔ حروف مشبہ بالفعل سے متعلق ابتداءً تین باتیں ذکر کی جائیگی پھر ہر حرف کی تفصیل ذکر کی جائے گی۔

﴿پہلی بات﴾

وجہ تسمیہ: حروف مشبہ بالفعل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان حروف کی مشابہت فعل کے ساتھ لفظاً بھی ہے اور معنًا بھی ہے۔

مشابہت لفظی: اس طرح ہے کہ جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں اسی طرح یہ حروف بھی ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں مثلاً اِنَّ اور اَنَّ اور لَیْتَ ثلاثی ہیں اور کَأَنَّ ، لٰكِنَّ ، لَعَلَّ رباعی ہیں۔

مشابہت معنوی: اس طرح ہے کہ اِنَّ اور اَنَّ حَقَّقْتُ کے معنی میں ہوتے ہیں اور کَأَنَّ شَبَّهْتُ کے معنی میں ہوتا ہے لٰكِنَّ کے معنی اِسْتَدْرَكْتُ اور لَیْتَ بمعنی تَمَنَّیْتُ اور لَعَلَّ بمعنی تَرَجَّیْتُ ہے پس اس اعتبار سے ان حروف کی فعل کے ساتھ مشابہت معنوی ہوئی۔

﴿دوسری بات﴾

ان حروف کا عمل: یہ حروف اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ

﴿تیسری بات﴾

ان حروف کا مدخول: ان حروف کا مدخول اسم ہوتا ہے یہ حروف فعل پر داخل نہیں ہوتے ہیں فعل پر اس وقت داخل ہوتے ہیں جبکہ ان حروف کے بعد ما کافہ آجائے اس وقت ماء کافہ ان حروف کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے جیسے انما وام زید اس میں اِنَّ ماء کافہ کی وجہ سے عمل نہیں کررہا ہے ماء کافہ معنی میں حصر اور تاکید پیدا کردیتا ہے۔

واعلم: مصنفؒ یہاں سے ان مکسورۃ الھمزہ اور ان مفتوحۃ الھمزہ کے درمیان فرق بیان فرمارہے ہیں۔

﴿اِنَّ اور اَنَّ میں فرق﴾

پہلا فرق: اِنَّ کس مکسورۃ الھمزہ جملہ کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا ہے بلکہ جملہ کے معنی کو پختہ اور مضبوط کرتا ہے مثلاً اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اس مثال میں ان نے اگلے جملہ کے معنی کو تبدیل نہیں کیا ہے بلکہ مضبوط اور مؤکد کردیا ہے۔ اور اَنَّ مفتوحۃ الہمزہ اپنے مابعد اسم اور خبر سے ملکر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور جملہ کو مفرد کے حکم میں کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خبر مصدر کی اسم کی طرف اضافت کی جائے۔ مثلاً بَلَغَنِیْ اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اس کی تقدیری عبارت بلغنی قیام زید ہے۔

دوسرا فرق: اِنَّ مکسورۃ الہمزہ آٹھ مقامات پر آتا ہے مصنفؒ نے چار مقامات کا ذکر کیا ہے اور ان مفتوحۃ الہمزہ سات مقامات پر آتا ہے۔

اِنَّ کے مقامات:

۱)......اِنَّ کلام کی ابتداء میں آتا ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ کیونکہ جملہ ابتدائے کلام میں ہوتا ہے اور ان بھی جملے کے معنی کو پکا کردیتا ہے۔

۲)......قول کے بعد یعنی قال یقول کے بعد۔ جیسے یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

۳)......اسم موصول کے بعد۔ جیسے مَارَأَیْتُ الَّذِیْ اِنَّهٗ فِی الْمَسَاجِدِ۔

۴)......جب اس کی خبر میں لام ہو۔ جیسے اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ

۵)...... جواب قسم میں۔ جیسے **وَاللّٰہِ اِنَّ زَیْدًاقَائِمٌ**

۶)...... حرف نداء کے بعد۔ جیسے **یَابُنَیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْن**

۷)...... حتیٰ ابتدائیہ کے بعد۔ جیسے **مَرِضَ فُلَانٌ حَتّٰی اِنَّھُمْ لَایَرْجُوْنَہٗ** (فلاں بیمار ہو، یہاں تک کہ وہ اس کی امید نہیں رکھتے ہیں)

۸)...... حروف تنبیہ کے بعد۔ جیسے **الا اِنَّ اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔**

اَنَّ کے مقامات:

۱)...... جہاں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر فاعل واقع ہو رہا ہو وہاں اَنَّ آئیگا۔ جیسے **بَلَغَنِیْ اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ** اس میں **اَنَّ زید قائما** فاعل واقع ہو رہا ہے۔

(۲) جہاں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر مفعول واقع ہو رہا ہو وہاں بھی اَنَّ آئیگا۔ جیسے **کَرِھْتُ اَنَّکَ قَائِمٌ** اس میں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر مفعول واقع ہو رہا ہے۔

۳)...... جہاں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر مبتدا واقع ہو رہا ہو وہاں اَنَّ آئیگا۔ جیسے **عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ**

۴)...... جہاں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر مضاف الیہ واقع ہو رہا ہو وہاں اَنَّ آئیگا۔ جیسے **عجبت من طول اَنَّ بکرا قائم** (میں بکر کے طول قیام سے متعجب ہوا) یہاں بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہ ہے۔

۵)...... جہاں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر مجرور واقع ہو رہا ہو وہاں بھی اَنَّ آئیگا۔ جیسے **عجبت من اَنَّ بکرا قائم** یہاں بھی بتاویل مفرد مجرور ہے۔

۶)...... لو کے بعد۔ جیسے **لو اَنَّکَ عندنا لاکرمتک**

۷)...... لولا کے بعد۔ جیسے **لولا اَنَّہٗ حاضر لغاب زید**

وَیَجُوْزُ العَطْفُ عَلٰی اسْمِ اِنَّ الْمَکْسُوْرَۃِ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ بِاعْتِبَارِ الْمَحَلِّ وَاللَّفْظِ مثل اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وعَمْرٌو وعَمْرًوا.

مصنفؒ یہاں سے یہ بتارہے ہیں کہ ان مکسورۃ الھمزہ کے اسم پر کسی اسم کا عطف کرنا بھی جائز ہے اس صورت میں معطوف کو مرفوع اور منصوب دونوں پڑھ سکتے ہیں۔

مثال: إِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وعَمْرٌو وعَمْرًوا

معطوف کو مرفوع اسلئے پڑھ سکتے ہیں کہ اس صورت میں معطوف کا عطف زید پر ہورہا ہے اور زید ابتداء میں واقع ہونے کی وجہ سے محلا مرفوع ہے لہذا عمرو کو بھی مرفوع پڑھ سکتے ہیں۔

اور معطوف کو منصوب اس لئے پڑھ سکتے ہیں کہ اس صورت میں معطوف یعنی عمرو کا عطف زید کے لفظ پر ہورہا ہے اور زید لفظاً منصوب ہے ان کا اسم ہونے کی وجہ سے پس عمرو کو بھی منصوب پڑھ سکتے ہیں

واعلم اَنَّ اِنَّ الْمکسورۃَ یَجُوْزُ دُخُوْلُ اللَّامَ عَلٰی خَبَرِهَا وَقَدْ تَخَفَّفُ فَیَلْزَمُ اللَّامُ كَقَوْلِهِ تَعَالٰی وَاِنْ كُلًّا لَمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ .

مصنفؒ یہاں سے اس بات کو ذکر فرمارہے ہیں کہ ان مکسورہ کی خبر پر لام کا داخل کرنا جائز ہے کیونکہ یہ لام بھی تاکید کیلئے آتا ہے اور ان بھی تاکید کیلئے آتا ہے۔

اِنَّ مثقلہ کو مخففہ پڑھنے کی صورت: اِنَّ مثقلہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے بسا اوقات مخففہ کیا جاتا ہے اس صورت میں اسکی مشابہت اِنْ نافیہ کے ساتھ ہوجاتی ہے اس لئے کہ اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ کے درمیان فرق کرنے کیلئے اس کی خبر پر لام تاکید کا آنا ضروری ہے خواہ اس کو عمل دیا جائے خواہ نہ دیا جائے۔

اِنْ مخففہ کا عمل کرنے کی مثال: وَاِنْ كُلًّا لَمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ اس میں اِنْ مخففہ ہے اور کلا اس کا اسم ہے اور لما پر جو لام ہے وہ اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ کے درمیان فرق کرنے والا ہے پھر ما کو زائد کیا تا کہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ مکروہ ہے۔

وَحِیْنَئِذٍ یَجُوْزُ اِلْغَاؤُهَا كَقَوْلِهِ تَعَالٰی وَاِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ

ترجمہ: اور اس وقت جبکہ اِنْ مکسورہ مخففہ ہو تو اس کے عمل کا الغاء یعنی باطل کرنا جائز ہے اور اس

میں عمل دینے سے عمل نہ دینا بہتر ہے کیونکہ اِنْ فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا تھا اب مخففہ ہونے کی صورت اِنْ دوحرفی ہونے کی وجہ سے مشابہت کامل نہ رہی۔

عمل نہ دینے کی مثال: وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ اسمیں اِنْ مخففہ کا عمل باطل ہوگیا ہے

ویجوز دُخُولُها عَلی الأفعالِ علی المبتدا والخبر کَقَوْلِهٖ تَعَالی وَاِنْ کُنتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِینَ و وَاِنْ نَظُنُّکَ لَمِنَ الْکَاذِبِینَ و کَذالک اَنَّ المَفْتُوحَۃَ قَدْ تُخَفَّفُ فَحِینَئِذٍ یَجِبُ إعْمالُها فِی ضَمِیرِ شَانٍ مُقَدَّرٍ فَتَدْخُلُ عَلَی الجُمْلَۃِ اِسْمِیَّۃً کَانَتْ نَحْوُ بَلَغَنِی اَنْ زَیدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعلِیَّۃً نحو بَلَغَنِی اَنْ قد قام زَیدٌ.

اوراِنْ مخففہ من المثقلہ کوان افعال پر داخل کرنا جائز ہے جومبتدااور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور وہ افعال ناقصہ اور افعال قلوب ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کوفرمان ہے کہ وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِیْنَ یہ افعال ناقصہ پر داخل ہونے کی مثال ہے، وَاِنْ نَظُنُّکَ لَمِنَ الْکَاذِبِیْنَ یہ افعال قلوب پر داخل ہونے کی مثال ہے۔

اَنَّ مثقلہ کومخففہ پڑھنے کی صورت: مصنفؒ یہاں سے یہ بتارہے ہیں کہ جس طرح اِنَّ مکسورہ کومخففہ پڑھنا جائز ہے اسی طرح اَنَّ مفتوحہ کوبھی مخففہ پڑھنا جائز ہے اس وقت اس کے عمل کرنے کیلئے شرط یہ ہے کہ اس کے بعد ضمیر شان مقدر ہوگی جوکہ اس کا اسم بنے گی اوراس کے بعد جو جملہ ہوگا وہ خبر بنے گا پھر وہ جملہ خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ۔

اَنْ مخففہ جملہ اسمیہ پرآنے کی مثال: جیسے بَلَغَنِیْ اَنْ زَیْدٌ قَائِمٌ

اَنْ مخففہ جملہ فعلیہ آنے کی مثال: جیسے بَلَغَنِیْ اَنْ قد قام زیدٌ۔

ویَجِبُ دُخولُ السِّینِ اَوْ سَوفَ اَوْ قَدْ اَوْ حَرْفِ النَّفی عَلَی الفِعْلِ کَقَوْلِهٖ تعالی عَلِمَ اَنْ سَیَکُونُ مِنکُم مَرْضَی.

اوراَنْ مخففہ من المثقلہ جب فعل پرواقع ہوتواس وقت سین یا سوف یا قد یا حرف نفی کا فعل پر داخل

ہونا ضروری ہے تاکہ أَنْ مخففہ اور أَنْ مصدریہ میں فرق ہو جائے کیونکہ ان مصدریہ ان الفاظ پر داخل نہیں ہوتا۔ جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنكُمْ مَرْضٰى

وَالضَّمِيرُ الْمُسْتَتِرُ اسمُ أَنَّ والجُمْلَةُ خَبَرُها.

یہاں سے مصنفؒ أَنْ مخففہ کی ترکیب بتارہے ہیں کہ ضمیر شان مستتر أَنْ مفتوحہ مخففہ کا اسم ہوگی اور بعد والا جملہ أَنْ کی خبر ہوگا۔

وكَأَنَّ لِلتَّشْبِيهِ نَحْوُ كَاَنَّ زَيْداً أَسَدٌ وهِيَ مُرَكَّبٌ مِنْ كَافِ التَّشْبِيهِ و إنَّ المَكْسورَةِ وإنَّما فُتِحَتْ لِتَقْدِيمِ الكافِ عَلَيْها تَقْدِيرُه إنَّ زَيْداً كالأَسَدِ وقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغَى نحو كَأَنْ زَيْدٌ أَسَدٌ.

كَأَنَّ لِلتَّشْبِيهِ: حروف مشبہ بالفعل میں سے تیسرا حرف كَاَنَّ ہے یہ حرف تشبیہ کیلئے آتا ہے اور اس کی ترکیب کاف تشبیہ اور اِنَّ مکسورہ سے ملکر ہوئی ہے پھر کاف تشبیہ جو کہ مؤخر تھا اس کو مقدم ذکر کردیا ہے اسلئے کہ اِنَّ کے بجائے اَنَّ ہوگیا اور مجموعہ کان ہوگیا۔ جیسے كَاَنَّ زَيْدًا اَسَدٌ اسکی اصل عبارت یوں تھی اِنَّ زَيْدًا كَالْاَسَدِ

كَأَنَّ کو نون مخففہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اس وقت یہ عمل نہیں کریگا جیسے كَاَنْ زيدٌ اسدٌ کیونکہ اس کی لفظی مشابہت فعل کیساتھ باقی نہیں رہتی ہے۔

ولٰكِنَّ لِلاسْتِدْراكِ ويَتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ فِي المَعْنى نَحْوُ مَا جَاءَنِي القومُ لكِنَّ عمرًوا جَاءَ وغَابَ زَيْدٌ لكِنَّ بكراً حَاضِرٌ.

لكِنَّ : حروف مشبہ بالفعل میں سے چوتھا حرف لکِنَّ ہے اور یہ استدراک کیلئے آتا ہے یعنی کلام سابق میں جو وہم پیدا ہوا تھا اسے دور کرنے کیلئے آتا ہے۔ جیسے مَاجَاءَ نِىَ الْقَوْمُ لٰكِنَّ عَمْرًوا جَاءَ

لٰكِنَّ ایسے دو کلاموں کے درمیان واقع ہوتا ہے جو کہ معنی کے اعتبار سے مغایر اور مختلف ہوتے ہیں ان میں ایک جملہ اگر نفی کا ہے تو دوسرا جملہ اثبات کا ہوگا۔ جیسے غَابَ زَيْدٌ لٰكِنَّ بَكْرًا حَاضِرٌ

وَيَجُوزُ مَعَها الواوُ نَحْوُ قَامَ زيدٌ ولٰكِنَّ عمرًوا قَاعِدٌ

اور لٰكِنَّ کے ساتھ واو کو ذکر کرنا بھی جائز ہے کیونکہ دونوں استدراک کیلئے آتے ہیں جیسے قَامَ زيدٌ ولٰكِنَّ عمرًوا قَاعِدٌ

وتُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ مَشٰى زيدٌ لٰكِنْ بكرٌ عِنْدَنا.

لٰكِنَّ کو کبھی نون مخففہ کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں اس صورت میں یہ عمل نہیں کریگا جیسے مَشٰى زيدٌ لٰكِنْ بكرٌ عِنْدَنا اس وقت یہ حروف عاطفہ میں سے ہوگا۔

و لَيْتَ لِلتَّمَنِّي نَحْوُ لَيْتَ هندًا عندنا و اجاز الفراء لَيْت زيدًا قائمًا بِمَعْنى أتَمَنّى.

لَيْتَ: حروف مشبہ بالفعل میں سے پانچواں حرف لَيْتَ ہے اور یہ تمنی کیلئے آتا ہے یعنی کسی چیز کا برسبیل محبت طلب کرنا۔ جیسے لَيْتَ هندًا عندنا (کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی)

امام فرّاء لَيْتَ کے دونوں جزوں کو نصب دینے کو جائز کہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ لَيْتَ بمعنی اتمنی فعل ہے گویا لَيْت زيدًا قائمًا أتَمَنّى زيدًا قائمًا ہے (یعنی میں زید کے کھڑے ہونے کی تمنا کرتا ہوں) زيدًا قائمًا یہ دونوں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوئے۔

و لَعَلَّ لِلتَّرَجِّي كقَوْلِ الشَّاعِرِ شعر أُحِبُّ الصَّالِحِينَ ولَسْتُ مِنْهُم لَعَلَّ اللهَ يَرْزُقُني صَلاحا

لَعَلَّ: حروف مشبہ بالفعل میں سے چھٹا حرف لَعَلَّ ہے اور یہ ترجی کیلئے اتا ہے یعنی ایسے کام کیلئے جس کی امید کی جائے جیسے شاعر کا قول:

شعر: أُحِبُّ الصَّالِحِينَ ولَسْتُ مِنْهُم
لَعَلَّ اللهَ يَرْزُقُني صَلاحا

ترجمہ: میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں حالانکہ خود ان میں سے نہیں ہوں شاید اللہ تعالی نیک بننے کی توفیق عطاء فرمائے۔

محل استشہاد: اس میں لَعَلَّ تَرَجّی کے معنی میں ہے۔

ترکیب: احب فعل، انا ضمیر مستتر ذوالحال فاعل، الصالحین مفعول بہ ہوا، واؤ حالیہ، لست فعل ناقص ضمیر بارز اس کا اسم ہوا، منھم جار مجرور مل کر متعلق ثابتا کے ہوکر خبر ہوا، اب لست فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر حال ہوا، اب انا ضمیر ذوالحال مع الحال مل کر فاعل ہوا، احب فعل کے لیے، اب احب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، لعل حرف از حروف مشبہ بالفعل لفظ جلال اللہ اس کا اسم ہوا، یرزق فعل نون وقایہ، ی ضمیر مفعول اول ہوا، صلاحا مفعول ثانی ہوا، اب یرزق فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر ہوا لعل کے لیے، اب لعل حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وَشَذَّ الجَرُّ بِهَا: لَعَلَّ کو جارہ بنا کر مابعد کو جر دینا شاذ اور نادر ہے جیسے لَعَلَّ زید قائم کہنا۔

وفِی لَعَلَّ لُغَاتٌ عَلَّ وعَنَّ وأَنَّ ولَأَنَّ ولَعَنَّ وعِندَ المُبَرِّدَا أَصْلُه عَلَّ زِيدَ فِيه اللامُ والبَواقِي فُرُوعٌ.

اور کلمہ لَعَلَّ میں چند اور لغات بھی ہیں جیسے عَلَّ اور عَنَّ اور أَنَّ اور لَأَنَّ اور لَعَنَّ مبرد کے ہاں لَعَلَّ کی اصل عَلَّ ہے اس میں لام زائد کیا گیا تو لَعَلَّ ہوا باقی لغات اس کی فرع ہیں۔

﴿حُرُوفُ العَطْفِ﴾

فصلٌ: حُرُوفُ العَطْفِ عَشَرَةٌ الواوُ والفاءُ وثُمَّ وحَتّٰی و أَوْ وإِمّا وأَمْ ولا وبَلْ ولكِنْ. فَالأَرْبَعَةُ الأُوَلُ لِلْجَمْعِ.

مصنفؒ حروف مشبہ بالفعل سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے حروف عاطفہ کو ذکر فرما رہے ہیں اور یہ دس حروف ہیں۔

فَالأَرْبَعَةُ الأُوَلُ لِلْجَمْعِ: ابتداء چار حروف جمع کیلئے ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) واو (۲) فاء (۳) ثم (۴) حتی

مصنفؒ آگے ہر حرف کی تفصیل ذکر فرما رہے ہیں:

فالواوُ لِلجَمْعِ مُطْلَقًا نَحْوُ جاءَنِی زَیدٌ وعَمرٌو سَواءٌ كَانَ زَیدٌ مُقَدَّمًا فِی المَجِیءِ أَوْ عَمرٌو.

واؤ عاطفہ کا استعمال: مطلق جمع کیلئے آتا ہے یعنی اس میں ترتیب ضروری نہیں بلکہ صرف جمع کیلئے آتا ہے مثلاً جاءنی زیدٌ و عمرٌو (میرے پاس زید آیا اور عمرو آیا) اب آنے میں خواہ زید پہلے آئے یا عمرو بس صرف دونوں کی آنے کی خبر ہے۔

والفاءُ لِلتَّرتِیبِ بِلامُهْلَةٍ نحوُ قَامَ زَیدٌ فَعمرٌو إذا کَانَ زَیدٌ مُتقدِّماً و عمرٌو متاخرًا بِلا مُهْلَةٍ.

فاء عاطفہ کا استعمال: فاء ترتیب بلا مہلت کیلئے ہے۔ جیسے قَامَ زَیدٌ فَعمرٌو (زید کھڑا ہوا پس عمرو) اس میں اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ پہلے زید آیا ہے اس کے فوراً بعد ہی عمرو آیا ہے بغیر کسی تاخیر کے۔

و ثُمَّ لِلتَّرتِیبِ بِمُهْلَةٍ نَحوُ دَخَلَ زَیدٌ ثُمَّ عمرٌو إذا کَانَ زَیدٌ مُتقدِّماً وَبَیْنَهُما مُهْلَةٌ.

ثُمَّ عاطفہ کا استعمال: حروف عاطفہ میں سے تیسرا حرف ثُمَّ ہے ثُمَّ ترتیب کیلئے آتا ہے مہلت کے ساتھ۔ جیسے دَخَلَ زَیدٌ ثُمَّ عمرٌو (زید داخل ہوا پھر عمرو داخل ہوا) اس میں ثُمَّ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ پہلے زید داخل ہوا ہے اور اس کے کچھ دیر بعد عمرو داخل ہوا ہے اس میں ترتیب تاخیر کیساتھ ہے۔

وَحَتّٰی کثُمَّ فِی التَّرتِیبِ والمُهْلَةِ إلا أنَّ مُهْلَتَها أقلُّ مِنْ مُهْلَةِ ثُمَّ ویُشتَرطُ أنْ یَکُونَ مَعْطُوفُها داخِلاً فِی المَعطوفِ عَلَیهِ وهِیَ تُفِیدُ قُوَّةً فی المَعطُوفِ نَحوُ مَاتَ النّاسُ حَتّٰی الأنبِیاءُ أوْ ضَعْفًا نَحوُ قَدِمَ الحاجُّ حَتّٰی المُشاةُ.

حَتّٰی عاطفہ کا استعمال: حروف عاطفہ میں سے چوتھا حرف حَتّٰی ہے حَتّٰی بھی ترتیب اور مہلت میں ثُمَّ کی طرح ہے لیکن حَتّٰی میں ثُمَّ کے نسبت مہلت کم ہوتی ہے حتی کے علاوہ جتنے حروف عاطفہ ہیں ان میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت ہوتی ہے لیکن حَتّٰی کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہوتا ہے اور معطوف علیہ کا جزء بن جاتا ہے اور یہ یعنی معطوف کا معطوف علیہ میں داخل ہونا یا تو قوت کا فائدہ دیگا یعنی یہ بتانے کیلئے کہ اس کا معطوف اجزائے

معطوف علیہ میں سے ایک قوی جزء ہے۔

مثالیں: جیسے مَاتَ النّاسُ حَتّی الأنبِیاءُ (لوگ مر گئے یہاں تک کہ انبیاء بھی مر گئے) یا ضعف کا فائدہ دیگا۔ اور جیسے قَدِمَ الحاجُ حَتّی المُشاةُ (حاجی آگئے یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی آئے)۔ اس میں پہلی مثال میں انبیاء اجزاء ناس میں قوی جزء ہیں اور دوسری مثال میں مشاۃ یعنی پیدل چلنے والے حاجی میں سے جزء ضعیف ہے۔

وَ اوْ وإمّا وأمْ ثلاثتها لِثُبُوتِ الحُكْمِ لِأحَدِ الأمْرَيْنِ مبهمًالا بِعَيْنِهِ بحومَرَرْتُ بِرَجُلٍ اوْ امْرَأةٍ وإمّا إنّماتكونُ حَرْفَ العَطْفِ إذاتَقَدّمَتهاإمّاأُخرى نَحْوُ اَلْعَدَدُ إمّا زَوْجٌ وإمّا فَرْدٌ.

حروف عاطفہ میں سے أوْ، إمّا اور أم کا استعمال: حروف عاطفہ میں پانچواں حرف اوْ اور چھٹا حرف إمّا اور ساتواں حرف أمْ ہے یہ تینوں حروف دو امروں میں سے کسی ایک امر کیلئے جو کہ متکلم کے نزدیک متعین نہیں ہے حکم ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں یعنی یہ تینوں اس بات پر دلالت کرنے کیلئے آتے ہیں کہ نسبت معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کیلئے بطور ابہام کے ہے جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اوْامْرَأةٍ (میں مرد یا عورت کے پاس سے گذرا)

إمّا: بکسر ہمزہ یہ حرف عطف اس وقت ہوگا جب اس سے پہلے دوسرا إمّا ہو، تا کہ شروع ہی سے یہ معلوم ہو جائے کہ حکم دو امروں میں سے کسی ایک کیلئے ہے جیسے اَلْعَدَدُ إمّازَوْجٌ وإمّافَرْدٌ (عدد یا تو زوج ہے یا فرد)

ويَجُوزُ أنْ يَتَقَدَّمَ إمّا عَلى أوْ نَحْوُ زَيْدٌ إمّا كَاتِبٌ اوْامّيٌّ.

حرف إمّا کو "اوْ" پر مقدم کرنا جائز ہے۔ جیسے زَيْدٌ إمّا كَاتِبٌ أوْامّيٌّ

وأمْ عَلى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلَةٌ وهِيَ مَا يُسْأَلُ بِهَا عَنْ تَعيينِ أَحَدِ الأمْرَينِ والسَّائِلُ بها يعلم ثُبُوتُ احَدِهِمَا مُبْهَماً بِخِلافِ أوْ وإمّا فَإنَّ السَّائِلَ بِهِما لا يَعْلَمُ ثُبوتَ احَدِهِما أصْلاًوتُسْتَعمل بثلاثةُ شرائط الأوّلُ انْ يَقَعَ قَبْلَها هَمْزَةٌ نَحْوُ أزَيْدٌ

عِنْدَکَ اَمْ عَمرٌ الثّانِی اَنْ یَلِیَھَا لفظ مثِل مَا یَلی الھَمْزَۃِ أَعْنِی اِنْ کَانَ بَعْدَ الھَمْزَۃِ اسْمٌ فَکَذٰلِک بَعْدَ أمْ کَمَا مَرَّ واِنْ کَانَ بعد الھمزۃ فِعْلٌ فَکَذٰلِک بعد ھانَحْوُ أَقَامَ زَیدٌ أمْ قَعَدَ فَلا یُقالُ أرَأیْتَ زَیداً أمْ عَمرٌواو الثّالِثُ اَنْ یَکُونَ أحَدُ الأمْرَیْنِ المستویین مُحَقَّقاً وإنّما یَکُونُ الاسْتِفْھامُ عَنِ التَّعْیِینِ فَلِذٰلِک یَجِبُ اَنْ یَکُونَ جَوابُ أمْ بِالتَّعْیِینِ دُونَ نَعَمْ اَوْ لا فَاِذا قِیلَ أزَیدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمرٌو فَجَوابُہٗ بِتَعْیِینِ اَحَدِھِمَا.

اُم عاطفہ کی دواقسام اوراُم متصلہ کے استعمال کی شرائط:

اُم کی دوقسمیں ہیں: (۱) اُم متصلہ (۲) اُم منقطعہ

اُم متصلہ: وہ حرف عطف ہے جس کے ذریعہ کلام میں مذکور دو چیزوں میں سے ایک کی تعیین کے بارے میں سوال کیا گیا ہو سوال کرنے والا اس بات کو جانتا ہے کہ حکم ان دونوں میں سے کسی ایک کیلئے ہے لاعلی التعیین اب سائل اس ابہام کو دور کر کے تعیین کرانا چاہتا ہے۔

بخلاف او واِمّا: مصنفؒ اُم میں اور او و اِمّا میں فرق بیان فرمارہے ہیں۔

فرق: اُم کے ذریعہ سوال کرنے والا کلام میں مذکور دو چیزوں میں سے ایک کو غیر معینہ طور پر جانتا ہے کہ حکم ان میں سے کسی ایک کیلئے ہے۔ جبکہ او اور اِمّا کے ذریعہ سوال کرنے والا شخص کلام میں مذکور دونوں چیزوں میں سے کسی ایک کو بالکل نہیں جانتا ہے نہ بطریق تعیین نہ بطریق ابہام۔

اَم کے مستعمل ہونے کیلئے تین شرائط:

پہلی شرط: اُم متصلہ سے پہلے ہمزہ استفہام لفظوں میں موجود ہو۔

دوسری شرط: اُم متصلہ کے ساتھ بھی وہی چیز ملی ہوئی ہو جو کہ ہمزہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ یعنی ہمزہ کے ساتھ فعل ہے تو اُم متصلہ کے ساتھ بھی فعل ہو جیسے **أقَامَ زَیدٌ أمْ قَعَدَ** اگر ہمزہ کے ساتھ اسم ہے تو اُم متصلہ کے ساتھ بھی اسم ہو۔ جیسے **أزَیدٌ عِنْدَکَ اُمْ عَمرٌو**

احترازی مثال: **أرَأیْتَ زَیداً أمْ عَمرٌو** کہنا درست نہ ہوگا۔

تیسری شرط: جن امرین متساویین کے بارے میں سوال کیا جارہا ہے ان دونوں میں سے ایک متکلم کے نزدیک یقینی ہو اب متکلم مخاطب سے کسی ایک کی تعیین کے بارے میں سوال کر رہا ہو یہی وجہ ہے کہ جب ہمزہ اورام سے سوال کیا جارہا ہو تو جواب میں تعیین ہونا ضروری ہے صرف نعم یالا سے جواب دینا درست نہیں ہے۔

مثال: أَزَیدٌ عِندَکَ أَمْ عَمرٌو سے سوال کیا جائے تو اس کے جواب میں نعم یالا کہنا درست نہیں بلکہ متعینہ طور پر یا زید کا نام ذکر کریگا یا عمرو کا۔

أَمّا إذا سُئِلَ بِأَوْ وَإمَّا فَجَوابُهٗ نَعَمْ أَوْ لا.

اور جب أو اور إمّا کے ذریعہ سوال کیا جائے تو اس کے جواب میں نعم یالا کا لانا درست ہے۔

جیسے اجاء ک زیدٌ اوعمرٌو اوراجاء ک زیدٌ إمّا عمرٌو کے جواب میں نعم یالا کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس جگہ سوال سے مقصود یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی تیرے پاس آیا ہے یا نہیں ان سے سوال تعیین کا نہیں ہوتا ہے۔

ومُنقَطِعَةٌ وهِیَ مَا تکُونُ بِمَعْنی بَلْ مَعَ الهَمْزَةِ کَمارَأیْتَ شَبحًا مِنْ بَعِیدٍ وقُلْتَ إنَّها لَإبلٌ عَلٰی سَبِیْلِ القَطعِ ثُمَّ حَصَلَ لکَ شَکٌّ أنّها شاةٌ فَقُلْتَ أَمْ هِیَ شاةٌ تَقْصُدُ الإعراضَ عَنِ الإخْبَارِ الأوَّلِ وَالاسْتِئْنَافَ بِسُؤَالٍ آخَرَ مَعْنَاهُ بَلْ هِیَ شاةٌ.

أَمْ منقطعہ اور اسکا استعمال: أَمْ منقطعہ وہ ہے جو بمعنی بل اور ہمزہ استفہام ہوتا ہے۔ یعنی جس جگہ أَمْ منقطعہ ہوگا وہاں پہلے والے کلام سے اعراض واضراب ہوگا اور وہ کلام جو ام کے بعد مذکور ہے اس سے سوال ہوگا۔ جیسے آپ نے دور سے ایک شبیہ (صورت) دیکھی تو آپ نے کہا إنّها لَإبلٌ (بے شک وہ اونٹ ہے) اور یہ بات آپ نے یقین کے ساتھ کہی۔ پھر آپ کو شک ہوگیا اس بات میں کہ وہ بکری ہے اب شک پیدا ہونے کے بعد آپ نے کہا أَمْ هِیَ شاةٌ ای بَلْ هِیَ شاةٌ (بلکہ وہ بکری ہے)

اب أَمْ کے ذریعہ پہلے والے کلام سے اعراض کر رہا ہے اور دوسرا نیا سوال کر رہا ہے

أَمْ هِیَ شاۃٌای بَلْ هِیَ شاۃٌ کے معنی میں ہے۔

واعلم ان أَمْ المُنْقَطِعَةُ لا تُسْتَعْمَلُ إلاّ فِي الخَبَرِ كما مَرَّ وفِي الاسْتِفهامِ نَحْوُ أَعِنْدَکَ زَيْدٌ أَمْ عَمْرٌو سالت اولاعَنْ حُصُوْلِ زَيْدٍ ثُمَّ اَضْرَبْتَ عَنِ السُّوَالِ الاَوَّلِ وَاَخَذْتَ فِي السُّؤالِ عَنْ حُصُوْلِ عمرٍ.

مصنفؒ یہاں سے اس بات کو ذکر فرما رہے ہیں کہ ام منقطعہ صرف خبر میں اور استفہام میں استعمال ہوتا ہے۔

استفہام کی مثال: أَعِنْدَکَ زَيْدٌ أَمْ عَمْرٌو یہاں پہلے زید کے بارے میں سوال کیا گیا پھر اس سے اعراض کر کے عمرو کے بارے میں سوال کیا گیا ہے۔

و لا وبَلْ ولكِنْ جميعُهَالِثُبُوتِ الحُكْمِ لأحَدِ الأمْرَيْنِ مُعَيَّنا.

حروف عاطفہ میں سے لااور بَلْ اور لکِنْ کا استعمال: حروف عاطفہ میں سے آٹھواں حرف لا اور نواں بَلْ اور دسواں لٰکِنْ ہے یہ تینوں حروف عاطفہ دو امروں میں سے کسی ایک کیلئے بطور تعیین کے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں۔

امّا لا فلنَفِي ما وَجَبَ لِلأوَّلِ عَنِ الثّانِي نَحْوُ جَاءَنِي زَيْدٌ لا عَمرٌو

لا: یہ حرف معطوف سے اس حکم کی نفی کرنے کیلئے آتا ہے جو معطوف علیہ کیلئے ثابت ہے۔

مثال: جَاءَنِي زَيْدٌ لا عَمرٌو

وبَلْ لِلاضْراب عَنِ الأوَّلِ والاثبات للثانی نَحْوُجَاءَنِي زيدٌبَلْ عمرٌو ومَعْنَاهُ بَلْ جَاءَنی عمرٌو وَمَاجَاءَ بَكرٌبَلْ خَالِدٌمَعْنَاهُ بَلْ مَاجَاءَ خَالِدٌ.

بَلْ: یہ حرف معطوف علیہ سے حکم کو پھیرنے اور معطوف کیلئے حکم کو ثابت کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال: جَاءَنِي زيدٌبَلْ عمرٌو اس کا معنی ہے جَاءَ نی عمرٌو اور مَاجَاءَ بَكرٌبَلْ خَالِدٌ اس کا معنی ہے مَاجَاءَ خَالِدٌ۔

و لكِنْ لِلاسْتِدْرَاکِ ويلزمها النفی قبلها نحومَاجَاءَ نِي زَيْدٌ لكِنْ عَمرٌ و جَاءَ

اَوْبَعْدَ هَا نَحْوُ قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ.

لٰكِنْ: یہ حرف استدراک کیلئے آتا ہے (یعنی کلام سابق میں پیدا ہونے والا وہم کو دور کرنے کیلئے آتا ہے) لٰکِنْ سے پہلے یا بعد میں نفی کا ہونا ضروری ہے حرف نفی جب پہلے ہو اس کی مثال: جیسے مَاجَاءَ نِي زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو وجاءَ اور حرف نفی بعد میں آنے کی مثال: جیسے قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ۔

﴿حُرُوفُ التَّنبِيهِ﴾

فصلٌ: حُرُوفُ التَّنبِيهِ ثَلٰثَةٌ اَلَاوَاَمَاوَهَا وُضِعَتْ لِتَنبِيهِ الْمُخَاطَبِ لِئَلاَّ يَفُوتَهُ شَيْءٌ مِنَ الْكَلَامِ فَاَلَا وَاَمَا لَاتَدْخُلَانِ اِلاَّ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَقَوْلُ الشَّاعِرِ شِعْرٌ اَمَاوَالَّذِي اَبْكٰى وَاَضْحَكَ وَالَّذِي = اَمَاتَ وَاَحْيٰ وَالَّذِي اَمْرُهُ الْاَمْرُ اَوْ فِعْلِيَّةً، نَحْوُ اَمَا لَا تَفْعَلْ وَاَلَا تَضْرِبْ والثالث هَا تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الاسمية نَحْوُ هَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْمُفْرَدِ نَحْوُ هذا وهٰؤُلاءِ.

حروف تنبیہ اور انکا استعمال: مصنفؒ حروف عاطفہ سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے حروف تنبیہ کو بیان فرمارہے ہیں۔ حروف تنبیہ تین ہیں (۱) اَلَا (۲) اَمَا (۳) هَا یہ تینوں حروف مخاطب کو تنبیہ اور آگاہ کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں تاکہ متکلم کے کلام میں سے کوئی فوت نہ ہوجائے۔

اَلَا و اَمَا: یہ دونوں حروف صرف جملہ پر داخل ہوتے ہیں جملہ خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو۔

جملہ اسمیہ کی مثال: اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (خبردار وہی فساد کرنے والے ہیں) اس میں اَلَا جملہ اسمیہ پر داخل ہے۔

اور جیسے قول شاعر: اَمَاوَالَّذِي اَبْكٰى وَاَضْحَكَ وَالَّذِي = اَمَاتَ وَاَحْيٰ وَالَّذِي اَمْرُهُ الْاَمْرُ

ترجمہ: خبردار قسم ہے اس ذات کی جو رلاتی ہے اور ہنساتی ہے اور قسم ہے اس ذات کی جو مارتی ہے اور زندہ کرتی ہے اور قسم اس ذات کی جس کا حکم حکم ہے۔ (یعنی قیامت کے دن کی حکمرانی اللہ تعالی

کے قبضۂ قدرت میں ہوگی)

محل استشہاد: اس میں أمَا حرف تنبیہ ہے جو جملہ اسمیہ پر داخل ہے۔

ترکیب: اما حرف تنبیہ واو قسمیہ حرف جار الذی اسم موصول، ابکی فعل ھو ضمیر مستتر فاعل ہوکر معطوف علیہ ہوا، واو حرف عطف، اضحک فعل ھو ضمیر مستتر فاعل ہوکر معطوف ہوا اب معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ ہوا، اب اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہوا، اب حرف جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا اُقسم فعل محذوف سے، پھر اُقسم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم اول ہوا، واو قسمیہ حرف جار، الذی اسم موصوف، امات فعل فاعل مل کر معطوف علیہ ہوا، واو حرف عاطفہ احیا فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف ہوا اب معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر صلہ ہوا، اب اسم موصوف اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہوا، اب حرف جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا اقسم فعل محذوف سے، پھر اقسم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم ثانی ہوا، واو قسمیہ حرف جار، الذی اسم موصول، امرہ مضاف اپنے مضاف الیہ ملکر مبتداء ہوا الامر خبر ہوا، اب مبتدا اپنے خبر سے مل کر صلہ ہوا، اب اسم موصول اپنے صلہ سے ملکر مجرور ہوا، اب حرف جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا اقسم فعل محذوف سے، پھر اقسم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر قسم ثالث ہوا۔

جملہ فعلیہ کی مثال: أمَا لاَ تَفْعَلْ (خبردار تو مت کر) اور ألاَ تَضْرِبْ (خبردار تو مت مار) اس میں پہلی مثال میں أمَا اور دوسری مثال میں ألاَ جملہ فعلیہ پر داخل ہے۔

ھا: حروف تنبیہ میں سے تیسرا حرف ھا ہے یہ جملہ اسمیہ اور مفرد پر داخل ہوتا ہے۔

جملہ اسمیہ کی مثال: ھازید قائم (خبردار زید کھڑا ہے)

مفرد پر داخل ہونے کی مثال: ھذا وھؤلاءِ اس میں ذا اور الا مفرد ہیں۔

﴿حُرُوفُ النِّدَاءِ﴾

فصلٌ: حُرُوفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا وأَيَا وهَيَا وأىْ والهَمْزَةُ المَفْتُوحَةُ فأىْ والهَمْزَةُ لِلقَرِيبِ أَيَا وهَيَا لِلبَعِيدِ وَيَا لهما وللمُتَوَسِّطِ وقَدْ مَرَّ أَحْكَامُ المنادى.

حروف نداء اور انکا استعمال: مصنفؒ حروف تنبیہ کو بیان کر کے اب یہاں سے حروف نداء کو بیان فرما رہے ہیں اور حروف نداء پانچ حروف ہیں۔ (۱) یا (۲) ایا (۳) ھیا (۴) ای (۵) ہمزہ مفتوحہ۔

ای اور ہمزۃ مفتوحہ: یہ دونوں حروف نداء قریب کیلئے آتے ہیں۔

ایا اور ھیا: یہ دونوں حروف نداء بعید کیلئے آتے ہیں۔

یا: یہ حرف نداء قریب، نداء بعید، نداء متوسط اور استغاثہ اور ندبہ سب کیلئے آتا ہے۔

﴿حُرُوفُ الإيجابِ﴾

فصلٌ: حُرُوفُ الإيجابِ سِتَّةٌ نَعَمْ وبَلى وأَجَلْ وجَيْرِ وإنَّ وَاَی اَمَّا نَعَمْ فَلِتَقْرِيرِ كَلامٍ سَابِقٍ مُثْبَتاً كَانَ اَوْ مَنْفِيّاً نحو جاء زيد قلت نعم واما زيد قلت نعم و بَلى تَخْتَصُّ بِإيجَابِ ما نُفِيَ اسْتِفْهامًا كَقَوْلِهِ تعالى أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى اَوْ خبرًا كَمَا يُقَالُ ولَمْ يَقُمْ زَيْدٌ، قُلتَ بَلى اىْ قَدْ قَامَ و إيللاثبات بعد الاستفهام ويلزمها القَسَمِ كَمَا إذا قِيلَ هَلْ كَانَ كَذا قُلت إى وَاللّهِ و أَجَلْ وجَيْرِ وانَّ اىْ أُصَدِّقُكَ فِي هذا الخَبَرِ.

حروف ایجاب اور انکا استعمال: مصنفؒ یہاں سے حروف ایجاب کو ذکر فرما رہے ہیں۔

حروف ایجاب چھ ہیں: (۱) نعم (۲) بلی (۳) أجَلْ (۴) جَيْرِ (۵) إنَّ (۶) اَی

(۱) نَعَمْ: یہ حرف کلام سابق کے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے خواہ وہ کلام سابق مثبت ہو یا منفی خواہ استفہام ہو خواہ خبر۔

کلام مثبت کی مثال: کوئی آپ سے کہے اجاء زید تو آپ جواب میں کہیں گے نَعَم۔

کلام منفی کی مثال: کوئی آپ سے کہے اما جاء زید تو آپ جواب دیں گے نَعَم۔

بلٰی: کلمہ بلٰی اس کام کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے جو پہلے منفی ہو خواہ وہ نفی بصورت استفہام ہو یا بصورت خبر۔

نفی استفہام کی مثال: جیسے اللہ کا فرمان ہے کہ الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) تمام ارواح نے جواب دیا بلیٰ۔

نفی خبر کی مثال: جیسے کوئی کہے لم یقم زید (زید نہیں کھڑا ہوا) تو آپ جواب دیں بلیٰ قد قام

ای : کلمہ ای استفہام کے بعد اثبات کیلئے آتا ہے اور اس کو قسم لازم ہے جیسے ھل قد کان کذا کہا جائے تو تم اس کے جواب میں ای واللہ کہو۔

اجل، جیر، ان : یہ تینوں کلمات خبر کی تصدیق کیلئے آتے ہیں خبر خواہ مثبت خواہ منفی۔

مثال: جاء زید کہا جائے تو اس کے جواب میں آپ اجل کہتے ہیں یا جیر کہتے ہیں یا ان کہتے ہیں یعنی میں تیری اس خبر میں تصدیق کرتا ہوں۔

﴿حُرُوفُ الزِّيادَةِ﴾

فصلٌ: حُرُوفُ الزِّيادَةِ سَبْعَةٌ إنْ وأَنْ ومَا ولا ومِنْ والبَاءُ والّلام فإنْ تُزَادُ مَعَ مَا النَّافِيَة نَحْوُ مَاإنْ زَيْدٌ قَائِم و مَعَ مَا المَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ انتظر ماان يجلس الامير مَعَ لَمّا نَحْوُ لَما إنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ وأَنْ تُزادُ مَعَ لَمَّا كقَولِهِ تَعَالى فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ وبَيْنَ لوو القَسَمِ المتقدم عليها نَحْوُ وَاللّٰهِ انْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ وما تُزادُ مَعَ إذْ، ومَتى وأَىّ وأَيْنَ وإنِ شرْطِيَات كَمَا تَقُولُ إذ مَا صُمْتَ صُمْتُ وكَذا البَوَاقِي وبَعْدَ بَعْضِ حُرُوفِ الجَرّ نَحْوُ قَولِهِ تَعَالى فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وعما قليل ليصبحن نادمين ومما خطيئتهم اغرقوا فادخلوا نارا، وَزيدٌ صديقى كماان عمر اخى ولاتُزادُ مَعَ الواو بَعْدَ النَّفْي نَحْوُ مَا جَاءَنى زَيدٌ ولا عَمرٌو و بَعْدَ أَنْ المَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ قَوْلِهِ تعالى مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُک وقَبْلَ القَسَمِ كَقَوْلِهِ تَعالى لاَ أُقْسِمُ بِهَذا البلد بِمَعْنى أُقْسِمُ وأمّا مِنْ والبَاءُ والّلامُ فَقَدْ مَرّ ذِكْرُهَا فِي حُرُوفِ الجَرّ فَلا نُعِيدُهَا.

وضاحت: مصنفؒ حروف ایجاب کے بعد اب یہاں سے حروف زیادت کو بیان فرمار ہے ہیں

حروف زیادت سات ہیں۔ اور وہ یہ ہیں: (۱) إنْ (۲) أَنْ (۳) مَا (۴) لا (۵) مِنْ (۶) البَاءُ (۷) اَللام

حروف زیادت سے مراد وہ حروف ہیں جو کلام میں زائد ہوتے ہیں جن کے نہ ہونے سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ کلام میں ان حروف کو لانے کے بعض دیگر فوائد ہوتے ہیں۔ مثلاً کلام کی زینت کیلئے، برابری وزن کیلئے، تاکید کیلئے۔

إنْ : یہ حرف کبھی ما نافیہ کے ساتھ زائد ہوتا ہے کبھی ما مصدریہ کے ساتھ زائد ہوتا ہے اور کبھی لما کے ساتھ زائد ہوتا ہے۔

إنْ کا 'ما' نافیہ کے ساتھ زائد ہونے کی مثال: مَاإنْ زَیْدٌ قَائِم ای مازَیْدٌ قَائِم

إنْ کا 'ما' مصدریہ کے ساتھ زائد ہونے کی مثال: انتظروماان یجلس الامیر ای أنتظرو مدت جلوس الامیر.

إنْ کا لَمَّا کے ساتھ زائد ہونے کی مثال: لَمَّاإنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ ای لَمَّاجَلَسْتَ جَلَسْتُ

أَنْ : حروف زائدہ میں سے دوسرا حرف أَنْ ہے۔ کلمہ أَنْ لَمَّا کے ساتھ زائد ہوتا ہے۔ جیسے فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِیْرُ (جبکہ خوشخبری دینے والا آیا) اس میں أَنْ زائد ہے اور أَنْ اس وقت بھی زائد ہوتا ہے جب وہ لو اور اس قسم کے درمیان واقع ہو جو اس پر مقدم ہے جیسے وَاللّٰہِ أَنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ۔

ما: تیسرا حرف زائد ما ہے یہ حروف شرطیہ کے ساتھ زائد ہوتا ہے یعنی جب یہ اذا، متی، ای، انی، این اور اِن کیساتھ استعمال ہو لیکن یہ کلمات شرطیہ نہ ہوں تو لفظ ما زائد نہیں ہوگا۔ جیسے اِذَا مَاصُمْتَ صُمْتُ، مَتٰی مَاتَذْهَبْ اَذْهَبْ، اَیًّامَّاتَدْعُوْ فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی، اَیْنَمَاتَجْلِسْ اَجْلِسْ، اِمَّاتَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا.

کلمہ ما بعض حروف جر کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ، اسی طرح عَمَّا قَلِیْلٍ لَیُصْبِحُنَّ نَادِمِیْنَ اس مثال میں عما

اصل میں عن ما تھا، اسی طرح مِمَّا خَطِيْئَتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا اس مثال میں مما اصل میں من ما تھا، اسی طرح زَيْدٌ صَدِيْقِي كَمَا اَنَّ عَمْرًوا اَخِي

لا: یہ کلمہ ایسی واو کے ساتھ زائد ہوگا جو نفی کے بعد واقع ہے۔ جیسے مَا جَاءَ نِي زَيْدٌ وَلَا عَمْرٌو، اسی طرح ان مصدریہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ اس میں لا زائد ہے اور یہ ان تسجد کے معنی میں ہے، اسی طرح قسم سے پہلے بھی لا زائد ہوتا ہے جیسے لَا اُقْسِمُ بمعنی اُقْسِمُ ہے۔

من ،با، لام: ان تینوں کا ذکر حروف جارہ کی بحث میں گذر چکا ہے دوبارہ اعادہ ضروری نہیں ہے۔

﴿حروف تفسیر اور انکا استعمال﴾

فصلٌ: حَرْفَا التَّفْسِيْرِ أَيْ و أَنْ فَأَيْ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ اىْ أَهْلَ الْقَرْيَةِ كَأَنَّكَ تَفَسِّرُهُ أَهْلَ الْقَرْيَةِ و أَنْ إِنَّمَا يُفَسِّرُ بِهَا فعلٌ بِمَعْنَى الْقَوْلِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ فَلَا يُقَالُ قلت لهُ أَنْ اكتب إِذْ هُوَ لَفْظُ الْقَوْلِ لَا مَعْنَاهُ.

وضاحت: حروف زائدہ کے بعد اب یہاں سے مصنفؒ حروف تفسیر کو بیان فرمارہے ہیں اور تفسیر کے دو حروف ہیں (۱) أَيْ (۲) أَنْ

أَيْ: کلمہ أَيْ مبہم چیز کی تفسیر کیلئے آتا ہے۔ جیسے اللہ تعالی کو فرمان ہے وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ اىْ أَهْلَ الْقَرْيَةِ (آپ اہل قریہ سے سوال کریں) یہاں أَهْلَ الْقَرْيَةِ تفسیر ہے۔

أَنْ: اور کلمہ ان سے اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو بمعنی قول ہو جیسے امر، ندا اور کتابت وغیرہ۔

امر کی مثال: اَمَرْتُه ان اقم، **کتابت کی مثال:** کتبه اليه ان اكرم

نداء کی مثال: جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ اس میں نداء بمعنی قول ہے۔

احترازی مثال: قلت لهٗ أَنْ اكتب کہنا درست نہیں ہے کیونکہ ان اس فعل کی تفسیر کرتا ہے جو قول کے معنی میں ہو جبکہ اس مثال میں صراحۃ لفظ قول کے بعد واقع ہے۔

﴿حروف مصدر اور انکا استعمال﴾

فصلٌ: حُرُوفُ المَصْدَرِ ثَلاثَةٌ ما وانْ وأَنَّ فَالأَوَّلانِ لِلجُمْلَةِ الفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَت اى بِرَحْبِها وقَوْلِ الشَّاعِرِ يُسِرُّ المَرْءُ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِى = وكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهُ ذَهَابًا و أَنْ نحو قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ إِلَّا أَنْ قَالُوا اى قولهم و أَنَّ لِلجُمْلَةِ الاسْمِيَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ أَنَّکَ قَائِمٌ اى قِيَامَکَ.

حروف مصدر تین ہیں: (١) ما (٢) أنْ (٣) أنَّ

حروف مصدر سے مراد وہ حروف ہیں جو اپنے مدخول کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں۔

ان تینوں میں سے پہلے دو یعنی مـا اور أنْ جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں۔

ما کی مثال: وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَت اى بِرَحْبِها ، ما نے رَحُبَت کو مصدر کے معنی میں کر دیا۔

قول شاعر: يُسِرُّ المَرْءُ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِى
وكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهُ ذَهَابًا

ترجمہ: آدمی کو راتوں کا گذرنا خوش کرتا ہے اور حالانکہ راتوں کا گذرنا ان کا گذرنا ہے یعنی آدمی راتیں عیش و سرور میں گذارتا ہے اور وہ اس سے غافل ہے کہ ان راتوں کا گذرنا بعینہ اس کی زندگی کا گذرنا ہے۔

محل استشہاد: اس شعر میں یسر فعل مضارع معروف بمعنی خوش کرتا ہے اور الـمـرء اس کا مفعول ہے اور ما مصدریہ صلہ سے ملکر یسر کا فاعل ہے ای یسر الـمـرء ذهاب الليالى اس میں ما نے مصدریہ کے معنی میں کر دیا۔

ترکیب: یسر فعل، الـمـرء مفعول بہ ہوا، مـا مصدریہ، ذهب فعل، الـلـيـالى ذوالحال واو حالیہ، کان فعل ناقص، ذهابهن میں ذهاب مصدر مضاف هن ضمیر مضاف الیہ سے مل کر کان

فعل ناقص کا اسم، ذهابا لہ خبر ہوا، اب کان فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر حال ہوا اب اللیالی ذوالحال مع الحال مل کر فاعل ہوا ذهب فعل کے لیے اب ذهب فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر بتاویل مصدر فاعل ہوا یسر کا اب یسر فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

أن: یہ کلمہ بھی فعل پر داخل ہوتا ہے اور مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ **فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا** ای قولهم (پس نہیں تھا قوم کا جواب مگر ان کا قول)۔

أنَّ: یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اسکو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے **عَلِمْتُ أَنَّكَ قَائِمٌ** ای قِيَامَكَ اسمیں أنَّ نے جملہ اسمیہ کو مصدر کے معنی میں کر دیا۔

﴿حروف تحضیض﴾

فصلٌ: حُرُوفُ التَّحْضِيضِ أَرْبَعَةٌ هَلَّا وأَلَّا ولَوْلا ولَوْما لَها صَدْرُ الكَلامِ ومَعْنَاهَا حَضٌّ عَلى الفِعْلِ إن دَخَلَتْ عَلى المُضارِعِ نَحْوُ هَلَّا تَأْكُلُ ولَوْمٌ إنْ دَخَلَتْ عَلى المَاضِي نَحْوُ هَلَّا ضَرَبْتَ زَيْداً وحِينَئِذٍ لا تَكُونُ تَحْضِيضاً إلاّ بِاعْتِبَارِ مَا فَاتَ

وضاحت: مصنفؒ اب یہاں سے حروف تحضیض کو بیان فرما رہے ہیں تحضیض سے مراد ابھارنا اور برانگیختہ کرنا ہے یعنی ایسے حروف جن سے دوسرے کو ابھارا جائے۔

حروف تحضیض چار ہیں: هَلَّا وأَلَّا ولَوْلا ولَوْما

حروف تحضیض کا استعمال: یہ حروف کلام کے شروع میں آتے ہیں اب اگر یہ حروف فعل مضارع پر داخل ہوں تو ان حروف کا معنی فعل پر ابھارنا ہوگا جیسے **هَلَّا تَأْكُلُ** (تو کیوں نہیں کھاتا ہے)

اور اگر یہ حروف ماضی پر داخل ہوں تو یہ مذمت اور ملامت کیلئے آتے ہیں جیسے **هَلَّا ضَرَبْتَ زَيْداً** (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا) جب یہ حروف ماضی پر آئیں تو اس وقت تحضیض باعتبار مافات سے یعنی فوت شدہ چیز پر ابھارنا۔

وَلا تَدْخُلُ إلاّ عَلَى الفِعْلِ كَمَا مَرَّ.

یہ حروف صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں اس لئے کہ ترغیب یا ملامت فعل پر ہوتی ہے خواہ لفظاً موجود ہو یا تقدیراً موجود ہو۔

وَإنْ وَقَعَ بَعْدَهَا اسْمٌ فَبِإضْمَارِ فِعْلٍ كَمَا تَقُولُ لِمَنْ ضَرَبَ قَوْماً هَلاَّ زَيداً أيْ هَلاَّ ضَرَبْتَ زَيداً وَجَمِيعُهَا مُرَكَّبَةٌ جُزْؤُهَا الثَّانِي حَرْفُ النَّفْيِ والأَوَّلُ حَرْفُ الشَّرْطِ اوالإسْتِفْهَامِ اوحَرْفُ المَصْدَرِ

وضاحت: مصنفؒ اس عبارت سے اس بات کو بیان فرمارہے ہیں کہ حروف تحضیض تو فعل پر داخل ہوتے ہیں لیکن اگر ان حرفوں کے بعد اسم واقع ہو تو وہ فعل مقدر کا معمول ہوگا۔ جیسے آپ کا قول اس شخص کے متعلق جس نے پوری قوم کو مارا ہو سوائے زید کے "هَلاَّ زَيداً أيْ هَلاَّ ضَرَبْتَ زَيداً" اسمیں زید اسم ہے اور یہ اس فعل کا مفعول بہ ہے جو ھلا کے بعد مقدر ہے۔

وجَمِيعُهَا مُرَكَّبَةٌ: یہ سب مرکب ہوتے ہیں ان کا دوسرا جزء حرف نفی ہوگا اور پہلا جزء کبھی شرط کبھی استفہام اور کبھی مصدر ہوگا۔

وَلِلَوْلاَ مَعْنىً آخَرُ هُوَ امْتِنَاعُ الجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ لِوُجُودِ الجُمْلَةِ الأُولَى نَحْوُ لَوْلاَ عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ.

مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ لولا کے تحضیض کے علاوہ ایک معنی اور بھی ہیں اور وہ یہ ہے: جملہ ثانیہ کا منتفی ہونا بسبب وجود جملہ اول کے۔

مثال: لَوْلاَ عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتے) چونکہ علی موجود تھے اس لئے عمر ہلاک نہیں ہوئے۔

وحِينَئِذٍ يُحْتَاجُ إلى الجُمْلَتَيْنِ أُوْلٰهُمَا اسْمِيَّةٌ أبَداً.

اور جب لولا کے دوسرے معنی لئے جائیں اس وقت وہ دو جملوں کی طرف محتاج ہوگا جن میں سے پہلے جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوگا اور دوسرا خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ۔

اور اس کو لولا امتناعیہ کہتے ہیں اور پہلے کو لولا تحضیضیہ کہتے ہیں۔

﴿حرف توقع﴾

فصل: حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ: حروف تحضیض کے بعد اب یہاں سے حرف توقع کو بیان فرما رہے ہیں اور حرف توقع قَدْ ہے۔

قَد: قد کو توقع اسلئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ اس خبر کی اطلاع دی جاتی ہے جس خبر کی امید ہوتی ہے۔

حرف توقع کا استعمال:

وهی فی الْمَاضِی لِتَقْرِیبِ إلی الماضی الی الحال نَحْوُ قَدْ رَکِبَ الأَمِیرُ أیْ قُبَیْلَ هذا

اور قد جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے مثلاً آپ اس شخص کو خبر دیں جو امیر کے سوار ہونے کا منتظر ہو قَدْ رَکِبَ الأمِیرُ یعنی اب سے کچھ دیر پہلے امیر سوار ہوا ہے یعنی قُبَیْلَ هذا بمعنی اس سے ذرا پیشتر

وَلأجْلِ ذٰلِکَ سُمِّیَتْ حَرْفَ التَّقْرِیبِ أیْضاً

اور اسی وجہ سے کہ قد ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے اس کو حرف التقریب بھی کہتے ہیں۔

وَلِهذا تَلْزَمُ الماضِی لِیَصْلُحَ اَنْ یَقَعَ حالاً

چونکہ قد ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے اس لئے ماضی کیلئے بھی لازم ہے کہ اس میں حال کے قریب ہونے کی صلاحیت موجود ہو۔ اسی لئے قَدْمَاتَ الشَّیْخُ وَقَدْوَلَدَ فِی یَوْمِ کَذَا کہنا جائز نہیں ہے اسلئے کہ حال اور اس کے عامل کے زمانہ میں قرب نہیں ہے۔

وَقَدْ تَجِیءُ لِلتَّاکِیدِ إذا کَانَ جَواباً لِمن یسأل هَلْ قَامَ زَیْدٌ تقول قَدْ قَامَ زَیْدٌ

اور قَدْ کبھی تاکید کیلئے بھی آتا ہے جبکہ ماضی جس پر قد داخل ہے کسی سوال کے جواب میں واقع ہو رہی ہو مثلاً کوئی شخص سوال کرے هَلْ قَامَ زَیْدٌ تو آپ اسکے جواب میں کہو گے قَدْ قَامَ زَیْدٌ

تحقیق زید کھڑا ہے

وفی المُضَارِعِ للتَّقْلِیل نَحْوُ إنَّ الکَذُوبَ قَدْ یَصْدُقُ وإنَّ الجَوادَ قَدْ یَبْخَلُ

اور قَدْ جب مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے إنَّ الکَذُوبَ قَدْ یَصْدُقُ (تحقیق جھوٹ بولنے والا کبھی سچ بولتا ہے) اور إنَّ الجَوادَ قَدْ یَبْخَلُ (تحقیق سخی کبھی بخل کرتا ہے)

وقَدْ تَجِیءُ لِلتَّحْقِیقِ کَقَوْلِهٖ تعالی قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ المُعَوِّقِینَ

اور قَدْ کبھی فعل مضارع پر تحقیق کیلئے آتا ہے۔ جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ المُعَوِّقِینَ (تحقیق اللہ تعالی روکنے والوں کو جانتا ہے)

ویَجُوزُ الفَصْلُ بَیْنَها وَبَیْنَ الفِعْلِ بِالقَسَمِ نَحْوُ قَدْ وَاللّٰهِ أحْسَنْتَ

اور قَدْ اور فعل کے درمیان قسم کے ساتھ فصل کرنا بھی جائز ہے جیسے قَدْ وَاللّٰهِ أحْسَنْتَ (اللہ کی قسم تحقیق تو نے اچھا کیا)

وقد یُحذَفُ الفِعْلُ بَعْدَ قد عِنْدَ القَرِینَةِ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ شعر أفِدَ التَّرَحُّلُ غَیْرَ أنَّ رِکَابَنا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنا وکَأنْ قَدِن أیْ وکَأنْ قَدْ زَالَتْ۔

اور کبھی کبھی قد کے بعد فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کوئی قرینہ موجود ہو جیسے شاعر کا قول

شعر: أفِدَ التَّرَحُّلُ غَیْرَ أنَّ رِکَابَنا
لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنا وکَأنْ قَدِ

لغات: أفد بمعنی قرب ہے نزدیک ہوا، ترحّلُ بمعنی کوچ کرنا، غیر بمعنی إلّا ہے، رکاب بمعنی اونٹ جن پر سفر کرتے ہیں، لما حرف نفی ہے، رحال جمع رحل بمعنی کجاوہ، قدن میں تنوین ترنم ہے۔

ترجمہ: قریب ہو گیا کوچ کرنا مگر تحقیق ہماری سواریاں انہوں نے کوچ نہیں کیا ہمارے کجاووں کے ساتھ گویا کہ کوچ کر چکی ہیں یعنی کوچ کرینگی اس لئے کہ کوچ کرنے کا ہمارا پختہ ارادہ ہے۔

محل استشہاد: اس شعر میں قد کا فعل محذوف ہے اور وہ ہے کَانَ۔

ترکیب: افد فعل ماضی، الترحل مستثنیٰ منہ غیر حرف استثناء ان حرف مشبہ بالفعل، ر کابنا مضاف مضاف الیہ سے مل کر ان کا اسم ہوا لما تذل فعل ھی ضمیر مستتر ذوالحال بر حالنا جار مجرور مل کر متعلق ہوا لما تذل فعل کے لیے، واو حالیہ کاَنْ مخفف من المثقل حرف از حروف مشبہ بالفعل ہوا ھی ضمیر محذوف اسم ہوا کانْ کے لیے قدن دراصل قد زالت تھا اب قد کے بعد فعل حذف ہے اب ترکیب میں قد زالت فعل ھی ضمیر مستتر فاعل ہوا، اب فعل مع الفاعل مل کر خبر کاَن، اب کان واو حالیہ سے اور اسم وخبر سے مل کر حال ہوا ھی ضمیر ذوالحال سے اب ھی ضمیر ذو الحال حال سے مل کر فاعل ہوا لما تذل فعل کے لیے اب لما تذل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوا ان کے لیے اب ان اپنے اسم وخبر سے مل کر مستثنیٰ ہوا اب مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر فاعل ہوا افد فعل ماضی کے لیے اب افد فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿حروف استفہام﴾

فصلٌ: حَرْفَا الاسْتِفهامِ الهَمْزَةُ وهَلْ ولَهُما صَدْرُ الكَلامِ وتَدْخُلانِ علی الجُمْلَةِ الاسْمِيَةِ كانت نَحْوُ أزَيْدٌ قَائِمٌ او الفِعْلِيَةِ نحو هَلْ قَامَ زَيْدٌ وَدُخُولُهُمَا عَلی الفِعْلِيَةِ أكْثَرُ اذا الاسْتِفْهَامِ بِالفِعْلِ

مصنفؒ اب یہاں سے حروف استفہام کو بیان فرما رہے ہیں استفہام کے دو حروف ہیں (۱) ہمزہ (۲) ھل اور یہ دونوں حروف ابتداء کلام میں آتے ہیں تا کہ مخاطب کو معلوم ہو سکے کہ آگے کلام کس قسم کا ہے۔

حروف استفہام کا استعمال: یہ دونوں حروف جملے پر داخل ہوتے ہیں جملہ خواہ اسمیہ ہو خواہ فعلیہ ہو البتہ جملہ فعلیہ پر داخل ہونا اکثر ہے کیونکہ فعل سے استفہام بنسبت اسم کے بہتر اور اولی ہے۔

جملہ اسمیہ کی مثال: جیسے أزَيْدٌ قَائِمٌ، جملہ فعلیہ کی مثال: جیسے ھل قَامَ زَيْد۔

وقَدْ تَدْخُلُ الهَمْزَةُ فِی مَوَاضِعَ لا يَجُوزُ دخول هَلْ فِيها نَحْوُ أزَيْداً ضَرَبْتَ وأتَضْرِبُ زَيْداً وهُوَ أخُوكَ وأزَيْدٌ عِنْدَكَ أمْ عمرٌ أوَ مَنْ كَانَ وأفَمَنْ كَانَ واثم

اذا ماوقع ولا تُستَعمَلُ هَلْ فِی هٰذِهِ المَواضِعِ .

ہمزہ اور ھل میں فرق: مصنفؒ یہاں سے ہمزہ اور ھل میں فرق بیان فرما رہے ہیں کہ ہمزہ کا استعمال بنسبت ھل کے زیادہ ہے یعنی ہمزہ ایسی جگہوں پر داخل ہوتا ہے جہاں ھل کا داخل ہونا ناجائز ہے اور وہ چار جگہیں ہیں:

۱)...... یہ کہ فعل کے ہوتے ہوئے ہمزہ اسم پر داخل ہو جیسے أَزَیْداً ضَرَبْتَ جائز ہے جبکہ ھل زَیْداً ضَرَبْتَ کہنا ناجائز ہے۔

۲)...... یہ ہے کہ ہمزہ انکار فعل کیلئے لانا جائز ہے جبکہ ھل کا لانا ناجائز ہے جیسے أَتَضْرِبُ زَیْداً وهُوَ أَخُوکَ (کیا تو زید کو مارتا ہے جبکہ وہ تیرا بھائی ہے) کہنا جائز ہے اور ھل تَضْرِبُ زَیْداً وهُوَ أَخُوکَ کہنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے استفہام کیلئے صرف ہمزہ آتا ہے نہ کہ ھل۔

۳)...... یہ ہے کہ ہمزہ أَمْ متصلہ کے ساتھ لانا جائز ہے جبکہ ھل کا ام متصلہ کے ساتھ لانا ناجائز ہے جیسے أَزَیْدٌ عِنْدَکَ أَمْ عَمْرٌو کہنا جائز ہے اور ھل زَیْدٌ عِنْدَکَ أَمْ عَمْرٌو کہنا ناجائز ہے۔

۴)...... یہ ہے کہ ہمزہ حروف عطف پر داخل ہو سکتا ہے جیسے أَوَ مَنْ کَانَ، أَفَمَنْ کَانَ، أَثُمَّ إِذَامَاوَقَعَ اور حروف عطف پر ھل نہیں آتا ہے۔

وههنابحث: مصنفؒ یہاں سے ایک بحث کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں لیکن اس کو ذکر نہیں کیا۔

بحث: یہ ہے کہ بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں ھل آتا ہے اور ہمزہ کا اس جگہ آنا ناجائز ہے۔

پہلی جگہ: یہ ہے کہ ھل پر حرف عطف داخل ہوتا ہے جبکہ ہمزہ پر حرف عطف داخل نہیں ہوتا ہے جیسے فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْن۔

دوسری جگہ: یہ ہے کہ اَمْ کے بعد ھل آ سکتا ہے جبکہ ہمزہ نہیں آ سکتا۔

تیسری جگہ: یہ ہے کہ ھل اثبات میں نفی کیلئے آتا ہے نہ کہ ہمزہ جیسے ھل ثوب الکفار ای لم یثوب

چوتھی جگہ: یہ ہے کہ ھل نفی کا فائدہ دیتا ہے یہاں تک کہ اِلَّا اس کے بعد اثبات کیلئے لانا جائز ہے

نہ کہ ہمزہ جیسے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان

﴿حروف شرط﴾

فَصْلٌ: حُرُوْفُ الشَّرْطِ ثَلَاثَةٌ اِنْ وَلَوْ وَاَمَّا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَيَدْخُلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا عَلٰى جُمْلَتَيْنِ اسْمِيَّتَيْنِ كَانَتَا اَوْ فِعْلِيَّتَيْنِ اَوْ مُخْتَلِفَتَيْنِ فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ نَحْوُ اِنْ زُرْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ وَلَوْ لِلْمَاضِيْ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُضَارِعِ نَحْوُ لَوْ تَزُوْرُنِيْ اَكْرَمْتُكَ۔

مصنفؒ اس فصل میں حروف شرط کو بیان فرمارہے ہیں حروف شرط تین ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) اِنْ (۲) لَوْ (۳) اَمَّا

حروف شرط کا استعمال: یہ تینوں ابتداء کلام میں آتے ہیں تا کہ مخاطب کو معلوم ہو جائے کہ آگے کس قسم کا کلام آرہا ہے۔ اور ان تینوں میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے خواہ وہ دونوں جملے اسمیہ ہوں یا خواہ دونوں جملے فعلیہ ہوں خواہ ان میں سے ایک جملہ اسمیہ ہو دوسرا فعلیہ۔ ان میں سے پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں۔

اِنْ: کلمہ اِنْ زمانہ استقبال کیلئے آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو۔ جیسے اِنْ زُرْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ (اگر تو میری زیارت کریگا تو میں تیرا اکرام کرونگا)

لو: کلمہ لو زمانہ ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو۔ جیسے لَوْ تَزُوْرُنِيْ اَكْرَمْتُكَ (اگر تو میری زیارت کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا)

وَيَلْزَمُهَا الْفِعْلُ لَفْظًا كَمَا مَرَّ اَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ اِنْ اَنْتَ زَائِرِيْ فَاَنَا اُكْرِمُكَ

مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ اِن اور لو دونوں کیلئے فعل کا ہونا لازمی ہے یہ ہمیشہ فعل پر ہی داخل ہوتے ہیں فعل خواہ لفظاً ہو جیسے پہلے مثالوں سے واضح ہے یا تقدیراً۔ جیسے اِنْ اَنْتَ زَائِرِيْ فَاَنَا اُكْرِمُكَ اس میں اِنْ کے بعد فعل مقدر ہے اسی طرح اِنْ كُنْتَ زَائِرِيْ ہے جب فعل حذف کردیا گیا تو ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی اور ان ہوگئی۔

واعلم انَّ إنْ لا تُستَعمَلُ إلاّ فِی الاُمُورِ المَشکُوکة فلا یُقالُ آتِیکَ إن طَلَعَتِ الشَّمسُ و لَوْ تَدُلُّ عَلی نَفی الجُملَةِ الثَّانِیَةِ بِسَبَبِ نَفی الجُملَةِ الاُولی کَقَولِهٖ تَعالی لَوْ کَانَ فِیهِمَا آلِهَةٌ إلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا ۔

مصنفؒ یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ کلمہ إنْ کا استعمال امور مشکوکہ میں ہوتا ہے یعنی ایسے کاموں میں جن کے ہونے نہ ہونے میں شک ہو کلمہ ان کا استعمال ہوتا ہے پس آپ کا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ آتِیکَ إن طَلَعَتِ الشَّمسُ کیونکہ سورج کا طلوع ہونا یقینی ہے بلکہ یوں کہا جائیگا کہ آتِیکَ إذا طَلَعَتِ الشَّمسُ

لَوْ: لَوْ شرطیہ اس بات پر دلالت کرتا ہے جملہ ثانیہ منفی ہے بنسبت جملہ اول کے منفی ہونے۔ جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے لَوْ کَانَ فِیهِمَا آلِهَةٌ إلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا (اگر زمین اور آسمان میں کئی الٰہ ہوتے اللہ کے علاوہ تو فساد برپا ہو جاتا) اس میں جملہ ثانیہ منفی ہے بسبب جملہ اول کے منفی ہونے کے یعنی زمین و آسمان میں فساد برپا نہیں ہوا اس لئے کہ اس میں کئی خدا نہیں ہیں۔

وإذا وَقَعَ القَسَمُ فِی أوَّلِ الکَلامِ وتَقَدَّمَ عَلی الشَّرطِ یَجِبُ أنْ یَکُونَ الفِعلُ الَّذِی تَدخُلُ عَلَیهِ حَرفُ الشَّرطِ ماضِیاً لَفظاً نَحوُ وَاللّٰہِ إنْ أتَیتَنِی لَأکرَمتُکَ أوْ مَعنیً نَحوُ وَاللّٰہِ إنْ لَم تَأتِنِی لَأهجَرتُکَ

اور جب قسم اول کلام میں واقع ہو اور حرف شرط پر مقدم ہو تو پھر اس فعل کا ماضی ہونا ضروری ہے جس پر حرف شرط داخل ہے چاہے لفظاً ماضی ہو جیسے وَاللّٰہِ إنْ أتَیتَنِی لَأکرَمتُکَ یا معناً ماضی ہو جیسے وَاللّٰہِ إنْ لَم تَأتِنِی لَأهجَرتُکَ (اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس نہیں آئیگا تو میں تجھ کو بے ہودہ الفاظ کہوں گا) اس میں لَم تَأتِنِی معناً ماضی ہے اس لئے کہ نفی جحد بلم مضارع کو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے۔

وحینَئِذٍ تکونُ الجُملَةُ الثانِیَةُ فِی اللَّفظِ جَواباً لِلقَسَمِ لا جَزاءً لِلشَّرطِ فَلِذٰلِکَ وَجَبَ فِیها فِی جَوابِ القَسَمِ مِنَ اللَّامِ ونَحوِها کَما رَأیتَ فِی المِثالَینِ ۔

اوراس وقت جملہ ثانیہ باعتبار لفظ کے قسم کا جواب ہوگا نہ کہ شرط کا

فلذلک وجب فیھاماوجب فی جواب القسم: یہی وجہ ہے کہ اس پران چیزوں کا آنا ضروری اورواجب ہے جن کا جواب قسم پرداخل ہونا ضروری ہے مثلا لام کا داخل ہونا، جملہ موجبہ میں ان کا داخل ہونا، جملہ منفیہ میں مااور لا کا داخل ہونا وغیرہ

اماإن وَقَعَ القَسَمِ فِی وَسَطَ الکَلامِ جَازَ أَنْ یُعْتَبَرَ القَسَمُ بِأَنْ یکونَ الجَوابُ لَهُ نَحْوُ إنْ اٰتَیْتَنِی وَاللّٰهِ لأَتَیْتُکَ وجَازَ أَنْ یُلْغی نَحْوُ إنْ تَاتِنِی وَاللّٰهِ اٰتِیْتُکَ و أَمّا لِتَفْصِیلِ مَاذُکِرَ مُجْمَلاً نَحْوُ النّاسُ شَقِیٌّ وسَعِیدٌأَمّا الّذِینَ سَعِدُوا فَفِی الجَنَّةِ وأَمّا الّذِینَ شَقُوا فَفِی النَّارِ

جب حرف شرط یا اس کے غیر کے قسم پر مقدم ہونے کی وجہ سے قسم درمیانِ کلام میں آجائے پھر شرط کا ماضی اور مضارع لانا دونوں جائز ہے کیونکہ یہ بھی جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے تو وہاں اس کا ماضی ہونا ضروری ہے جیسے إنْ اٰتَیْتَنِی وَاللّٰهِ لأَتَیْتُکَ اور یہ بھی جائز ہے کہ قسم کو ملغٰی قرار دیا جائے اور جواب کو جزاء قرار دیا جائے اب اس جزاء کا ماضی ہونا ضروری نہیں بلکہ مضارع بھی ہوسکتی ہے جیسے إنْ تَاتِنِی وَاللّٰهِ أَتَیْتُکَ

أَمّا : أمّا شرطیہ اس چیز کی تفصیل کیلئے آتا ہے جس کو متکلم نے مجملاً ذکر کیا ہو۔ جیسے النّاسُ شَقِیٌّ وسَعِیدٌأَمّا الّذِینَ سَعِدُوا فَفِی الجَنَّةِ وأَمّا الّذِینَ شَقُوا فَفِی النَّارِ اس میں سعید اور شقی مجمل ہیں اور أمّا الّذِینَ سَعِدُوا سے سعید کی تفصیل ہے اور أمّا الّذِینَ شَقُوا سے شقی کی تفصیل ہے۔

ویَجِبُ فِی جَوابِها الفاءُ وأَنْ یَکُونَ الأوّلُ سَبَباً لِلثّانِی

جب أمّا تفصیل کیلئے آتا ہے تو اس وقت أمّا کے جواب میں فاء کا لانا واجب ہے اور اس میں جملہ اول کا جملہ ثانیہ کیلئے سبب بننا واجب ہے تاکہ فاء اور سببیت أمّا کے شرط ہونے پر دلالت کریں ۔ جیسے آیت مذکورہ میں فَفِی الجَنَّةِ اور فَفِی النَّارِ پر جو کہ جواب ہے فاء آئی ہے اور جملہ اول یعنی سعادت جملہ ثانی دخول جنت کا سبب ہے اسی طرح شقاوت دخول نار کا سبب ہے۔

وأنْ يُحْذَفَ فِعْلُها مَعَ أنَّ الشَّرْطَ لا بُدَّ لَهُ مِنَ فِعْلٍ

اور کلمہ أمَّـا کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے باوجود اس کے اما شرط کیلئے فعل کا ہونا ضروری ہے جس پر وہ داخل ہو۔

وذلک لِيَكُونَ تَنْبِيهاً عَلى أنَّ المَقصُودَ بِها حُكْمُ الاسْمِ الواقِعِ بَعْدَها نَحْوُ أمّا زَيدٌ فَمُنْطَلِقٌ تَقْدِيرُهُ مَهْما يَكُنْ مِنْ شَيءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ فَحُذِفَ الفِعْلُ والجارُّ والمَجرُورُ واقيم امامقام مهما حَتّى بَقِيَ أمّا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ ولَما لَمْ يُناسِبْ دُخُولُ الشَّرْطِ عَلى فاءِ الجَزاءِ نَقَلُوا الفاءَ اِلى الجُزْءِ الثّانِي ووَضَعُو الجُزءَ الاَوَّلَ بَيْنَ امّا و الفاءِ عِوَضاً مِنَ الفِعْلِ المَحْذُوفِ.

وضاحت: یہاں سے مصنفؒ أمّا کے فعل کے حذف کی وجہ ذکر فرما رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حذف فعل سے اس امر پر تنبیہ ہو جائے کہ اما سے جو تفصیل ہوئی ہے اس سے مقصود اسم ہے جو أمّـا کے بعد واقع ہے نہ کہ فعل جیسے أمّـا زَيـدٌ فَمُنْطَلِقٌ اس کی تقدیری عبارت یوں ہوگی مهـما يَكُنْ مِنْ شَـيءٍ فَـزَيْـدٌ مُنْـطَلِقٌ (جو کچھ بھی ہو زید چلنے والا ہے) اس سے فعل يَكُنْ جو شرط ہے اور جار و مجرور جو مِنْ شَيءٍ ہے حذف کر دیئے گئے اور مہما کی جگہ أمّا کو قائم مقام کر دیا گیا پس أمّا فـزَيـدٌ مُنْطَلِقٌ رہ گیا۔ اب صرف شرط کا جزاء پر داخل ہونا مناسب نہیں تھا تو ہم نے اس فاء کو جزء اول زید سے نقل کر کے جزء ثانی منطلق کو دے دیا اور جزء اول کو أمّا اور فاء کے درمیان فعل محذوف کے عوض میں رکھ دیا تو اب بن گیا أمّا زَيدٌ فَمُنْطَلِقٌ

ثُمَّ ذلِک الجُزْءُ إنْ كانَ صَالِحاً لِلابْتِداءِ فَهُوَ مُبْتَدأٌ كَمَا مَرَّ وإلاّ فَعامِلُهُ ما يكون بَعْدَ الفاءِ كأمّا يَوْمَ الجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ فَمُنْطَلِقٌ عامِلٌ فِي يَوْمَ الجُمُعَةِ عَلى الظَّرفِيَّةِ.

اس کے بعد اگر یہ خبر جزء اول یعنی وہ اسم جو أمّـــــا کے بعد واقع ہے اگر اس میں مبتداء بننے کی صلاحیت ہے تو اسے مبتداء بنا دیا جائیگا۔ جیسے أمّـا زَيـدٌ فَـمُنْطَلِقٌ میں زید مبتداء ہے۔ اور اگر اس میں مبتداء بننے کی صلاحیت نہ ہو اس طور پر کہ یہ ظرف ہو تو پھر اسمیں جزء اول کا عامل وہ ہوگا جو فاء

کے بعد ہے جیسے أمّا يَوْمَ الجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ اس میں جزءاول يَوْمَ الجُمُعَةِ ظرف بننے کی وجہ سے مبتداء بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے لہذا اسمیں عامل مُنْطَلِقٌ ہے اور وہ يَوْمَ الجُمُعَةِ کو بنا برظرفیت نصب دے رہا ہے۔

﴿حرف ردع﴾

فصلٌ: حَرْفُ الرَّدْعِ كَلَّا وُضِعَت لِزَجْرِ المُتَكَلِّمِ ورَدْعِهِ عَمَّا تَكَلَّمَ بِهِ كَقَوْلِهِ تَعالى وَ اَمَّا اِذَا مَبْتَلهُ فَقَدَرَعَلَيْهِ رِزْقَه فيقول رَبِّى أَهَانَنِ كَلاّ أىْ، لا تَتَكَلَّمْ بِهذا فَإنَّهُ لَيْسَ كَذلِک وهذا بعد الخَبَرِ وقَدْ تَجِیءُ بَعْدَ الأَمْرِ أَيْضاً كَمَا إذا قِيلَ لَکَ اضْرِبْ زَيداً فَقُلتَ كَلا أىْ لا أَفْعَلُ هذا قَطُّ وقَدْ تَجِیءُ بِمَعْنَى حَقّاً كَقَوْلِهِ تَعالى كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُون.

مصنفؒ اس فصل میں حرف ردع کو بیان فرمارہے ہیں ردع کے معنی ہیں جھڑکنا اور باز رکھنا۔

حرف ردع کا استعمال: حرف ردع کلا ہے پھر یہ خبر کے بعد واقع ہو تو متکلم کو اس چیز سے جھڑکنے اور روکنے کے لئے وضع کیا گیا ہے جس کا وہ تکلم کررہا ہے۔ جیسے اللہ تعالی کو فرمان ہے وَاَمَّا اِذَا مَبْتَلهُ فَقَدَرَعَلَيْهِ رِزْقَه فيقول رَبِّى أَهَانَنِ كَلاّ أىْ لا تَتَكَلَّمْ بِهذا فَإنَّهُ لَيْسَ كَذلِک یہ کَلاّ کے معنی کی تفسیر ہے یعنی وہ ہرگز ایسا نہ کہے تحقیق امر ایسا نہیں ہے۔

کبھی کَلاّ امر کے بعد بھی آتا ہے اس وقت وہ نفی ایجاب کیلئے آتا ہے۔ یعنی جس بات کا متکلم حکم کرتا ہے مخاطب اس بات سے انکار کرتا ہے جیسے تم سے کوئی کہے اضْرِبْ زَيداً اور تم اس کے جواب میں کہو کہ کَلاّ ہرگز نہیں ای لا أَفْعَلُ هذا قَطُّ میں اس کو ہرگز نہیں کروں گا یعنی میں ہرگز زید کو نہیں ماروں گا۔

اور کلا بمعنی حقا بھی آتا ہے یعنی جملہ کی تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے اللہ تعالی کو فرمان ہے کہ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (یہ بات ثابت ہے کہ تم عنقریب جان لوگے)

وحِينَئِذٍ تَكُونُ اسْماً يبنى لِكَوْنِها مُشابِهًا لِكَلا.

اور اس وقت جب کلا بمعنی حقا آتا ہے کلا اسم ہوتا ہے نہ کہ حرف اور وہ اس وقت کلا حرفی کے

ساتھ لفظا اور معنا مشابہت کی وجہ سے مبنی ہوتا ہے لفظی مشابہت تو ظاہر ہے معنوی مشابہت یہ ہے کہ جیسے کلا حرفی زجر کیلئے آتا ہے اسی طرح کلا اسمی بھی زجر کیلئے آتا ہے۔

وقِيلَ تكُونُ حَرْفاً أيضاً إنَّ لِتحقِيقِ الجُمْلَةِ نحو كَلَّا إنَّ الإنْسَانَ لَيَطْغٰى بِمَعْنٰى إنَّ.

مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ بعض نحاۃ کے نزدیک کلا جب بمعنی حقا ہوتا ہے تو اس وقت حرف ہوتا ہے نہ کہ اسم بمعنی اِنَّ جو تحقیق جملہ کیلئے آتا ہے۔ جیسے کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی بِمَعْنٰی اِنَّ (تحقیق انسان سرکشی کرتا ہے) لیکن یہ مذہب ضعیف ہے اس لئے اس کو قیل سے ذکر فرمارہے ہیں۔

﴿تاءِ تانیث ساکنہ اور اسکا استعمال﴾

فصلٌ تاءُ التَّأنِيثِ السّاكِنةُ تَلْحَقُ الماضِيَ لِتَدُلَّ عَلى تَأنِيثِ ما أُسْنِدَ إلَيْهِ الفِعْلُ نَحْوُ ضَرَبَتْ هِنْدٌ

مصنفؒ یہاں تاء تانیث ساکنہ کو بیان فرمارہے ہیں اور وہ ماضی کے آخر میں آتی ہے تاکہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ فعل کا مسند الیہ مونث ہے خواہ مسند الیہ فاعل ہو یا نائب فاعل۔ **فاعل کی مثال:** ضَرَبَتْ هِنْدٌ ، **نائب فاعل کی مثال:** ضُرِبَتْ هِنْدٌ اور یہ تاء ماضی کے ساتھ خاص ہے غیر ماضی کے ساتھ لاحق نہیں ہوتی ہے۔

وعَرَفْتَ مَواضِعَ وُجُوبِ إلْحاقِها

تاء تانیث ساکنہ کہاں لانا واجب اور کہاں جائز؟ اس کی بحث فاعل کی فصل میں تفصیل سے گذر چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

وإذا لَقِيَها ساكِنٌ بَعْدَها وَجَبَ تَحْرِيكُها بِالكَسْرِ لأنَّ السّاكِنَ إذا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالكَسْرِ نَحْوُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ.

اور جب تاء تانیث ساکنہ کے بعد حرف ساکن ملا ہوا ہو تو اس وقت تاء تانیث ساکنہ کو

حرکت کسرہ دینا واجب ہے تاکہ التقاء ساکنین لازم نہ آئے اور تاء کو کسرہ اس لئے دیں گے کہ قاعدہ ہے **السَّاكِنُ إذا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ** (یعنی ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کے ذریعے حرکت دی جاتی ہے) جیسے **قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ**

وحَرَكَتُها لا تُوجِبُ رَدَّ مَا حُذِفَ لِأَجْلِ سُكُونِها فَلا يُقالُ رَمَاتِ الْمَرْأَةُ لِأَنَّ حَرَكَتَهَا عَارِضَةٌ واقعة لِرَفْعِ الْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ .

یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: یہ ہے کہ جب التقاء ساکنین کی وجہ سے دو ساکنوں میں سے ایک ساکن حذف ہو جاتا ہے تو تاء تانیث ساکنہ کے متحرک ہونے کی صورت میں محذوف ساکن کو لوٹ آنا چاہئے کیونکہ حذف کی علت التقاء ساکنین تھی جو زائل ہو گئی پس **رَمَتِ الْمَرْأَةُ** میں تاء کے متحرک ہونے کی وجہ سے الف لوٹ آنا چاہئے جبکہ وہ دو ساکن الف اور تاء کے پائے جانے کی وجہ سے حذف ہو گیا تھا حالانکہ وہ الف واپس نہیں لوٹ رہا ہے؟

جواب: یہ ہے کہ تاء تانیث ساکنہ کی حرکت کی وجہ سے وہ حرف جو تاء کے ساکن ہونے کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے وہ واپس نہیں آئیگا اس لئے اس تاء کی حرکت عارضی ہے جو کہ التقاء ساکنین سے بچانے کیلئے لائی گئی ہے نہ کہ اصلی اور حرکت عارضی بمنزلہ سکون کے ہوتی ہے پس **رَمَتِ الْمَرْأَةُ** کو **رَمَاتِ الْمَرْأَةُ** نہیں کہیں گے۔

فقَوْلُهُمُ الْمَرْأَتَانِ رَمَاتَا ضَعِيفٌ.

مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ عرب کا قول **الْمَرْأَتَانِ رَمَاتَا** کہ جس میں الف التقاء ساکنین کیوجہ سے حذف ہو گیا تھا لوٹ آیا ہے یہ ضعیف ہے۔

وأمّا إلحاقُ عَلامَةِ التَّثْنِيَةِ وجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَضَعِيفٌ فَلا يُقَالُ قَامَا الزَّيْدَانِ وقَامُوا الزَّيْدُونَ وقُمْنَ النِّسَاءُ .

یہ عبارت بھی سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال مقدر: یہ ہے کہ جب علامت تثنیہ اور علامت جمع بھی علامت تاء تانیث کی طرح ہیں تو جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ علامت تانیث اور علامت جمع بھی لاحق کرنی چاہئے تا کہ علامت تثنیہ اور علامت جمع فاعل کے تثنیہ اور جمع ہونے پر دلالت کرے حالانکہ ایسا نہیں کیا جاتا ہے جبکہ علامت تاء تانیث فعل کے ساتھ لاحق کی جاتی ہے۔

جواب: مصنفؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ فعل کا فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ علامت تثنیہ اور علامت جمع کا لاحق کرنا ضعیف ہے پس قَامَا الزَّیْدَانِ اور قَامُوا الزَّیْدُونَ اور قُمْنَ النِّسَاءُ فاعل کے تثنیہ اور جمع ہونے پر دلالت کر رہے ہیں۔

فاعل جب اسم ظاہر ہو اور فعل کے ساتھ علامت تثنیہ یا جمع لاحق کی جائے تو اس صورت میں تین خرابیاں لازم آئیں گی۔

خرابیاں :۱)...... جب فاعل تثنیہ اور جمع پر دلالت کر رہا ہو تو فعل کے ساتھ علامت تثنیہ اور علامت جمع لاحق کرنا بے سود ہوگا۔

۲)...... اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئیگا۔

۳)...... تعدد فاعل لازم آئیگا اسم ظاہر اور ضمیر کی صورت میں۔

وبِتَقْدِیرِ الإلْحَاقِ لا تَكُونُ الضَّمَائِرَ لِئَلَّا یَلْزَمَ الإضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ بَلْ عَلامَاتِ دَالَّةٍ عَلى أَحْوَالِ الفَاعِلِ كَتاءِ التَّأْنِیثِ.

مصنفؒ یہاں سے فعل کا فاعل اسم ظاہر ہونے کے باوجود فعل کے ساتھ علامات ضمائر کو ذکر کرنے کی تاویل کو بیان فرما رہے ہیں کہ علامت تثنیہ اور جمع فعل کے ساتھ لاحق ہونے کی صورت میں جبکہ اس کا فاعل اسم ظاہر ہو تو اسم ظاہر ہی اس کا فاعل ہوگا ضمائر اس کا فاعل نہیں ہونگی کیونکہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئیگا جو کہ ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں ضمائر علامات ہونگی جو احوال فاعل پر دلالت کرینگی کہ فاعل مثنی ہے یا جمع۔ جیسا کہ تاء تانیث ساکنہ مسند الیہ کے مونث ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اگر یہ تاء تانیث ضمیر ہوتی تو فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی صورت

میں اس کا حذف کرنا لازمی تھا۔

﴿تنوین اور اسکی اقسام اور انکا استعمال﴾

فصلٌ: التَّنوِينُ نُونٌ سَاكِنَةٌ تَتبَعُ حَرَكَةَ آخِرِ الكَلِمَةِ ولا لتاكيد الفِعْلَ وهِيَ أَرْبَعَةُ أَقْسامٍ الأَوَّلُ للتَّمَكُّنِ وهُوَ مَا يَدُلُّ عَلى أَنَّ الاسْمَ مُتَمَكِّنٌ فِي مقتضى الاسمية اى انه مُنصَرِفٌ نَحْوُ زَيْدٌ ورجلٌ والثَّانِى للتَّنْكِيرُ وهُوَ مَا يَدُلُّ عَلى أَنَّ الاسْمَ نَكِرَةٌ نَحْوُ صَهٍ أَىْ اُسْكُتْ سُكُوْتاً مافى وقتٍ واما صه بالسكون فمعناه اُسْكُتِ السُّكُوتَ الْاٰن والثّالِثُ للعِوَضِ وهُوَ مَا يَكُونُ عِوَضاً عَنِ المُضافِ إِلَيْهِ نَحْوُحينَئِذٍ وساعَتَئِذٍ ويَوْمَئِذٍ اَىْ حِينَ إِذْ كَانَ كذاوالرّابِعُ المُقابَلَةُ وهُوَ التَّنْوِينُ الّذى يَلحَقُ فى جَمْعَ المُؤنَّثِ السّالِمَ نَحْوُ مُسلِماتٍ وهذِهِ الأَرْبَعَةُ تَخْتَصُّ بِالاسْمِ والخامِسُ للتَّرَنُّمِ وهُوَ الّذِى يَلْحَقُ بِآخِرِ الأَبْياتِ و المَصارِيعِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ شعر أَقِلِّىَ اللَوْمَ عَاذِلَ وَالعِتَاباً وقُولِى إنْ أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَابَاً وكَقَوْلِهِ يَا أَبَتَا عَلَّكَ أَوْ عَسَاكَن وقَدْ يُحْذَفُ مِنْ العَلَمِ إذا كَانَ مَوصُوفاً بِابْنٍ مُضَافاً إلى عَلَمٍ اخر نَحْوُ جَاءَنِى زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو وهندُابنةُبكرٍ.

مصنفؒ یہاں سے تنوین کو بیان فرما رہے ہیں۔

نون تنوین کی تعریف: نون تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کی آخری حرکت کے تابع ہو اور وہ فعل کی تاکید کیلئے نہ ہو۔

تنوین کی اقسام: تنوین کی پانچ اقسام ہیں۔ اور وہ یہ ہیں (۱) تنوین تمکّن (۲) تنوین تنکیر (۳) تنوین عوض (۴) تنوین مقابلہ (۵) تنوین ترنّم۔

تنوین تمکّن: وہ ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم اسمیت کے تقاضے میں مضبوط ہے یعنی اس کے منصرف ہونے پر دلالت کرے۔ جیسے زیدٌ، رجلٌ اس تنوین کو تنوین صرف بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ منصرف اور غیر منصرف کے درمیان فصل کر دیتی ہے۔

تنوین تنکیر: وہ ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے پس یہ تنوین معرفہ اور نکرہ میں فرق

کردیتی ہے

جیسے صَهٍ اس کا معنی ہے اُسْکُتْ سُکُوْتاً مافی وقتٍ (تو چپ رہ چپ رہنا کسی وقت) اور اس کو اگر بغیر تنوین کے پڑھیں یعنی صہ تو معنی ہوگا اُسْکُتِ السُّکُوتَ الْاٰن (تو چپ رہ خاص چپ رہنا اس وقت)

تنوین عوض: تنوین عوض وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں ہو جیسے حینَئِذٍ یہ اصل میں حِینَ إذْ کَانَ کذا تھا۔ اب جملہ کو تخفیف کی خاطر حذف کر کے ذال پر تنوین لائے جو کہ مضاف الیہ کے عوض ہے اسی طرح ساعَتَئِذٍ اصل میں ساعَتُ إذْ کَانَ کذا تھا اور یَوْمَئِذٍ اصل میں یَوْمَ إذْ کَانَ کذا تھا یہاں بھی مضاف الیہ کے عوض میں تنوین لے آئے۔

تنوین مقابلہ: وہ ہے جو جمع مونث سالم کے آخر میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں آئے جیسے مسلماتٌ کیونکہ اس کے مقابلے میں اور کوئی چیز نہیں تھا۔

اور تنوین کی یہ چاروں اقسام اسم کے ساتھ خاص ہیں۔

تنوین ترنم: ترنم لغت میں بمعنی گانا۔

اصطلاح میں: وہ ہے جو ابیات اور مصرعوں کے آخر میں تحسین صوت کیلئے آئے۔

جیسے شاعر کا قول أَقِلِّیَ اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالعِتَاباً
وقُولِی إنْ أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَاباً

ترجمہ: اے عاذلہ تو ملامت اور عتاب کو کم کر اگر میں کوئی صحیح کام کروں تو کہہ کہ بیشک تو نے صحیح کام کیا ہے

محل استشہاد: اس شعر میں تنوین ترنم العِتَاباً اور أَصَابَاً ہے جو اصل میں عتاب اور اصاب تھے۔

ترکیب: اقلی فعل امر، انت ضمیر فاعل ہوا، اللوم معطوف علیہ واو عاطفہ العتابن معطوف، اب معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہ اقلیٌ کا، اب اقلی فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ معطوف علیہ ہوا، واو عاطفہ قولی فعل انت ضمیر مستتر فاعل ہوا اب فعل اپنے فاعل سے مل کر قول ہوا، لقد

اصــابــن مقولہ ہوا قول کے لیے، اب قول اپنے مقولہ سے مل کر جزائے مقدم ان حرف شرط اصبت فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط مؤخر، اب جزائے مقدم اپنی شرط موخر کے ساتھ مل کر معطوف ہوا اب معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔ یا عاذل اصل میں ادعو عاذلۃ ادعو فعل انا ضمیر مستتر فاعل ہوا عاذلہ مفعول بہ ہوا اب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

دوسرا شعر: یَـا أَبَتَـا عَـلَّکَ أَوْ عَسَـاکَـن اس میں یا حرف نداء ہے ابتا اصل میں ابی تھا اور عَلَّکَ اصل میں لَعَلَّکَ تھا عساکن اصل عساک تھا تنوین ترنم لا کر عساکن کر دیا۔

ترجمہ: اے میرے باپ قریب ہے کہ تو رزق کو پالے گا

اور کبھی کبھی علم سے تنوین کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے جبکہ علم موصوف ہوا یسے ابن اور ابنۃ کی طرف جو آگے کسی اسم کی طرف مضاف ہوں۔ جیسے جَاءَ نِی زَیْدُ بْنُ عَمْرٍو اور ھندُ ابنۃُ بکرٍ

﴿نون تاکید کی اقسام اور انکا استعمال﴾

فـصـلٌ: نُونُ التَّأكِیدِ وھی وُضِعَتْ لِتَاکِیدِ الأمْرِ والمُضارِعِ إذا کَانَ فِیهِ طَلَبٌ بِأَزَاءِ قَدْ لِتَـاکِیدِ المَاضِی و ھی عَلی ضَرْبَیْنِ خَفِیفَةٌ ای سَاکِنَةٌ ابدًا نحو اِضْرِبُنْ و الثَّقِیلَةُ مَفْتُوحَةٌ ابدًا ان لَمْ یَکُنْ قَبْلَهَا أَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبُنَّ و مَکْسُورَةٌ ان کان قبلها الف نَحْوُ اضربانِّ واِضْرِبْنَانِّ.

مصنفؒ اس فصل میں نون تاکید کو بیان فرما رہے ہیں۔

نون تاکید: وہ ہے جسے امر اور مضارع کی تاکید کیلئے وضع کیا گیا ہے جبکہ اس میں طلب کے معنی ہوں اس لئے کہ نون تاکید سے اس چیز کی تاکید ہوتی ہے جس میں طلب ہو۔

بازاء قد: اور نون تاکید لفظ قد کے مقابلہ میں ہے جو ماضی کی تاکید کیلئے ہے اسی طرح نون تاکید مضارع کی تاکید کیلئے ہے بشرطیکہ اس میں طلب کے معنی ہوں۔

نون تاکید کی اقسام: نون تاکید کی دو قسمیں ہیں (۱) خفیفہ (۲) ثقیلہ

نون تاکید خفیفہ: یعنی جو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے اِضْرِبُنْ

نون تاکید ثقیلہ: یعنی جو ہمیشہ مشدد ہوتا ہے اور یہ نون مفتوح ہوتا ہے جبکہ اس سے پہلے الف

نہ ہو۔ جیسے اِضْرِبَنّ

اور اگر اس سے پہلے الف ہوا تو وہ مکسور ہوگا جیسے اضربانّ ، اِضْرِبْنَانّ۔

و تَدْخُلُ فِی الأمْرِ والنَّهْیِ والاستِفْهامِ والتَّمَنِّی والعَرْضِ جوازًا لانَّ فِی کُلِّ مِنهاطلبًا نَحْوُ اِضْرِبَنْ ولَاتَضْرِبَنْ وهَلْ تَضْرِبَنْ ولَیْتَکَ تَضْرِبَنْ وَآلاتَنْزِلَنْ بِنَافَتُصِیْبَ خَیْرًا.

اور نون تاکید خواہ ثقیلہ ہو یا خفیفہ یہ امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض پر جوازاً داخل ہوتا ہے کیونکہ ان سب میں طلب والا معنی موجود ہوتا ہے۔

نون خفیفہ کی مثال: امر جیسے اِضْرِبَنْ ، نہی جیسے لَاتَضْرِبَنْ، استفہام جیسے هَلْ تَضْرِبَنْ ، تمنی جیسے لَیْتَکَ تَضْرِبَنْ، عرض جیسے آلاتَنْزِلَنْ بِنَافَتُصِیْبَ خَیْرًا

نون ثقیلہ کی مثالیں: امر جیسے اِضْرِبَنَّ، نہی جیسے لَاتَضْرِبَنَّ، استفہام جیسے هَلْ تَضْرِبَنَّ ، تمنی جیسے لَیْتَکَ تَضْرِبَنَّ، عرض جیسے آلاتَنْزِلَنَّ بِنَافَتُصِیْبَ خَیْرًا

وقَدْ تَدْخُلُ فی القَسَمِ وجوبًا لِوقوعِ عَلی مایکُوْن مَطْلُوبًا لِلْمُتَکَلِّم غالبًافارادان لایکون آخِرُالقَسَمِ خالیًاعَنْ مَعْنی التَّاکِیدِ کَمَالا یَخلُو اَوَّلُهُ مِنهُ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَاَفعَلَنَّ کذا

اور نون تاکید جواب قسم پر جبکہ جواب قسم مثبت ہو تو غالباً داخل ہوتا ہے یہاں قسم سے مراد جواب قسم ہے ورنہ قسم پر تاکید داخل نہیں ہوتی ہے پس جواب قسم میں نون تاکید لانے کی وجہ یہ ہے کہ قسم اکثر اس چیز پر داخل ہوتی ہے جس کا وجود متکلم کا مقصود اور مطلوب ہو گویا کہ قسم میں تاکید ہوتی ہے تو نحویوں نے ارادہ کیا کہ جواب قسم میں بھی تاکید ہو، تاکہ قسم کا آخر بھی تاکید سے خالی نہ ہو جس طرح اس کا اول تاکید سے خالی نہیں ہے۔ جیسے وَاللّٰهِ لَاَفعَلَنَّ کذا

واعلم انه یَجِبُ ضَمُّ ما قَبْلَها فِی الجَمْعِ المُذَکَّرِ نَحْوُ اِضرِبُنَّ لِیَدُلَّ عَلی واو المَحْذُوفةِو کَسْرُ ما قَبْلَها فِی المُخاطَبَةِ نَحْوُ اَضرِبِنَّ لِیَدُلَّ عَلی الیاءِ المَحْذُوفَة

یہاں سے مصنفؒ نون تاکید کے ماقبل کا حال بیان فرما رہے ہیں۔

تفصیل: جمع مذکر غائب اور جمع مذکر حاضر میں نون تاکید ثقیلہ ہو یا خفیفہ ہو اس سے پہلے والے

حرف پر ہمیشہ ضمہ ہوگا تا کہ یہ ضمہ واو کے حذف ہونے پر دلالت کرے جو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہوگیا ہے جیسے اِضرِبُنَّ

اور واجب ہے مونث مخاطبہ کے صیغے میں نون تاکید کے ماقبل کا مکسور ہونا تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ یا التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہو چکی ہے۔ جیسے اَضرِبِنَّ

وفَتحُ ماقبلها عَداهُما.

مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ جمع غائب وحاضر اور واحد مونث حاضر کے علاوہ صیغوں میں نون تاکید سے پہلے والے حرف کو ہمیشہ فتحہ دیا جائیگا اور وہ گیارہ صیغے ہیں (۱) واحد مذکر غائب (۲) واحد مونث غائب (۳) واحد مذکر حاضر (۴) واحد متکلم (۵) جمع متکلم (۶) تثنیہ مذکر غائب (۷) تثنیہ مذکر حاضر (۸) تثنیہ مونث غائب (۹) تثنیہ مونث حاضر (۱۰) جمع مونث غائب (۱۱) جمع مونث حاضر۔

أمّا فِی المُفرَدِ فَلأنّهُ لَو ضُمّ لَالتَبَسَ بِجَمعِ المُذَکّرِ ولَو کُسِرَ لَالتَبَسَ بِالمُخاطِبَةِ

واحد کے صیغوں میں نون تاکید سے پہلے والے حرف کو فتحہ دینا اس لئے واجب ہے کہ اگر ضمہ دیں گے تو جمع مذکر کے صیغے کے ساتھ مشابہت ہو جائیگی اور اگر کسرہ دیں گے تو واحد مونث حاضر کے صیغہ کے ساتھ مشابہت ہو جائیگی اور اگر ساکن کیا جائے تو التقاء ساکنین لازم آئیگا پس فتحہ دینا لازم ہوا۔

وأمّا فِی المُثنّی والجَمعِ المُؤنّثِ فَلأنّ ما قَبلَهَا ألِفٌ نَحوُ اِضرِبانّ واضرِبنانّ

اور چار تثنیہ کے صیغوں میں اور جمع مونث غائب وحاضر کے دونوں صیغوں میں نون تاکید سے پہلے والے حرف کو فتحہ دینا اس لئے ضروری ہے کہ ان صیغوں میں نون تاکید سے پہلے الف ہوتا ہے اور الف قائم مقام فتحہ کے ہوتا ہے۔ جیسے اِضرِبانّ اور اِضرِبنانّ

وَزِیدَتِ الألِفُ قَبلَ النّونِ فِی الجَمعِ المُؤنّثِ لِکَراهَةِ اجتِماعِ ثَلاثِ نُوناتٍ نُونِ الضَمِیرِ ونُونِ التّأکِیدِ

اور جمع مونث کے صیغوں میں نون تاکید سے پہلے الف زیادہ کیا گیا ہے مصنفؒ یہاں سے اس کی وجہ کو ذکر فرمارہے ہیں وجہ یہ ہے کہ تین نونوں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ مکروہ ہے ان تین نونوں میں سے پہلا نون ضمیر کا ہے اور دوسرے دونوں تاکید ثقیلہ کے ہیں کیونکہ نون تاکید ثقیلہ مشدد ہوتا ہے اور وہ دونونوں کے حکم میں ہوتا ہے اور الف کو اس لئے لایا گیا کہ وہ حروف میں سب سے ہلکا حرف ہے جیسے اِضرِبْنَانِّ

وَنُونُ الخَفِيفَةُ لا تَدْخُلُ فی التَّثْنِيَةِ اصلًاولا فی الجَمْعِ المُؤَنَّثِ لِأنَّهُ لَوْ حَرَّكت النُونُ لَمْ يَبْقَ عَلی خفيفة فَلَمْ تَكُنْ علی الاصل وإنْ أَبْقَيتها ساكِنَةً يَلْزَمُ التِقَاءُ السّاكِنَيْنِ عَلی غَيْرِ حَدِّهِ وهُوَ غَيْرُ حَسَنٍ.

اور نون تاکید خفیفہ تثنیہ کے صیغوں میں بالکل نہیں آتا ہے خواہ وہ مذکر کے ہوں یا مونث کے اور نہ جمع مونث کے صیغوں میں آتا ہے۔ اس لئے کہ اگر نون خفیفہ کو حرکت دی جائے تو وہ خفیفہ نہیں رہیگا اور وہ اصل پر باقی نہیں رہے گا کیونکہ خفیفہ کی وضع سکون کیلئے ہے۔

اور اگر اس کو ساکن رکھیں جو کہ اس کی اصل ہے تو اس صورت میں الف اور نون میں التقاء ساکنین علی غیر حدہ لازم آئیگا جو کہ غیر مستحسن ہے اور ناجائز ہے۔ **وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ فِی الْبِدَايَةِ وَالنِّهَايَةِ**

......﴿تَمَّتْ بِالْخَيْرِ﴾......

آج بروز جمعرات ۲، جمادی الاول، ۱۴۳۴ ھجری بمطابق ۱۴، مارچ 2013ء بمقام جامع مسجد فاطمہ (غازی ٹاؤن فیزا ملیر) **ھدایۃ النحو** کی شرح مکمل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی یہ محض اللہ ہی کا احسان اور اس کا فضل ہے۔ اس کتاب سے فائدہ حاصل کرنے والوں سے گزارش ہے کہ بندہ کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ ہی ہم سب کا حامی اور مددگار ہے۔

تعارف مؤلف

نام: عبدالحی ولد مولانا محمد ایاز

تاریخ پیدائش: ۱۹۷۴ء

آبائی علاقہ: گلگت بلتستان، ضلع استور، گاؤں ڈوئیاں

تعلیم: ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں ''ڈوئیاں'' سے کیا، تین سال دارالعلوم استور میں قرآن مجید اور درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر ۱۹۸۶ء میں کراچی آکر درجہ ثانیہ تک مدرسہ مدینۃ العلوم نارتھ ناظم آباد میں پڑھا، درجہ ثالثہ کے لیے جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی میں داخلہ لیا، اسی سال پوری کلاس محمد علی سوسائٹی میں واقع مدرسہ جامعہ امام ابوحنیفہؒ مکہ مسجد منتقل ہوئی، درجہ رابعہ سے درجہ سابعہ تک تعلیم اسی مدرسہ میں حاصل کی، ۱۹۹۷ء میں دورۂ حدیث کے لیے ملک کی عظیم دینی درس گاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کا رخ کیا۔

تدریس: درس نظامی سے فراغت کے بعد تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ امام ابوحنیفہؒ مکہ مسجد سے کیا، تقریباً چار سال اسی جامعہ میں درجہ خامسہ تک کی کتب پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی، بعد ازاں جامعہ صدیقیہ ناتھا خان گوٹھ شاہ فیصل کالونی میں تقریباً سات سال تک تدریسی مصروفیت رہی، اس کے بعد ملیر کے علاقے شاد باغ میں واقع جامعہ انوار العلوم میں چار سال سے تاحال تدریسی مصروفیت جاری ہے۔ فللہ الحمد ذلک

امامت خطابت: جامع مسجد الغنی، اون ہومز گلشن اقبال ۱۹۹۵ء
جامع مسجد الکبیر ڈیفنس فیز ۶ خیابان ہلال ۱۹۹۸ء سے ۲۰۰۱ء تک
جامع مسجد مدنی، گوشت مارکیٹ ملیر ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۷ء تک
جامع مسجد فاطمہؓ، غازی ٹاؤن ملیر ۲۰۰۷ء سے تاحال

تصنیفی خدمات: (۱) معارف النحو شرح ہدایۃ النحو (مطبوع)
(۲) حقیقت توحید و شرک (غیر مطبوع)

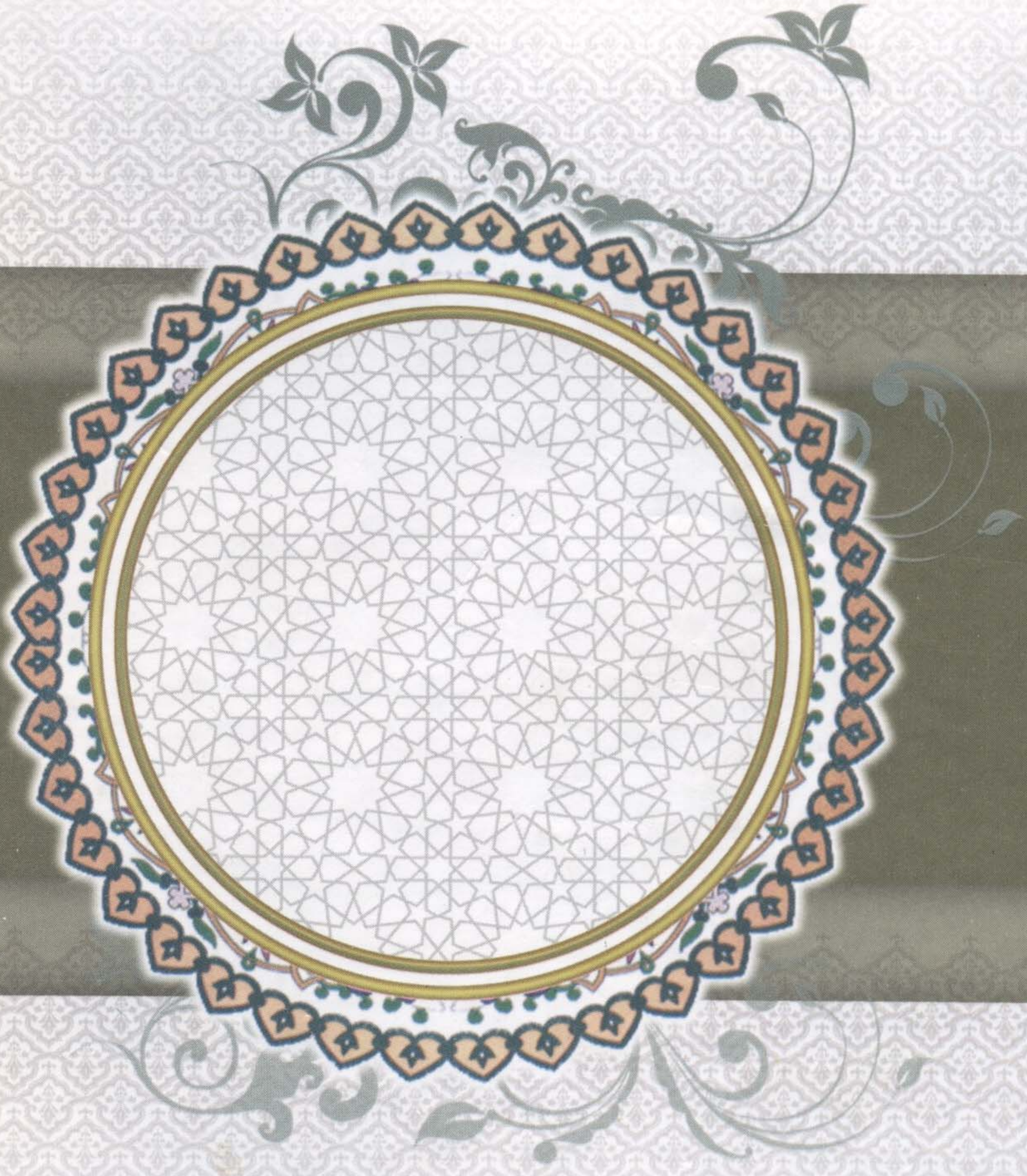

مکتبہ عمر فاروقؓ

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345